فتنۂ قادیان کے محاسبہ پر مبنی اولین تاریخی و تحقیقی دستاویز

رَدِّ قادیانیت اور سُنّی صحافت

جلد دوم

ہفت روزہ اخبار اہل فقہ، امرتسر

(۱۹۰۶ـ۱۹۱۳ء) کے شماروں سے

تحقیق و تالیف

محمد ثاقب رضا قادری

اکبر بک سیلر

اُردو بازار، لاہور- پاکستان

اے نظمِ رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تُو نے ہی اسے مطلعِ انوار بنایا
(حسن بریلوی)

کتاب : ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد دوم)
[اخبار اہل فقہ، امرتسر ۱۹۰۶-۱۹۱۳ء کی فائلز سے]
مؤلف : محمد ثاقب رضا قادری (0331-0472880)
صفحات : 500
تعداد : 1100
سن اشاعت : 2015ء
ہدیہ : روپے
ناشر : اکبر بک سیلر، اردو بازار، لاہور- پاکستان

ملنے کا پتہ:
ا۔مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، لاہور (پاکستان)
۲۔مکتبۂ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی (پاکستان)
۳۔ضیاءالقرآن، (لاہور، کراچی)
۴۔مکتبۂ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ لاہور، پاکستان

بہ یادِ

محقق وعالم، شہید بغداد

علامہ مفتی اُسید الحق قادری بدایونی

نوراللہ مرقدہٗ

اھدا

ختم نبوت کے گم نام شاہینوں کے نام

- مولانا غلام احمد اخگر امرت سری
- مولانا غلام رسول قاسمی امرت سری
- مولانا محمد عظیم حنفی نقش بندی گکھڑوی
- مولانا حافظ ظفر علی پسروری نقش بندی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

اللہ کریم کے فضل و کرم اور اُس کے پیارے محبوب نبی اکرم ﷺ کی نگاہِ رحمت سے ''رد قادیانیت اور سُنّی صحافت'' کی دوسری جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے تمام احباب میری اس کوشش کو تحسین کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

پیش نظر جلد ہفت روزہ اخبار اہل فقہ (امرتسر) کے تقریباً سات (۷) سال (۱۹۰۶-۱۹۱۳ء) کے ریکارڈ سے ماخوذ ہے۔ یہ اخبار اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ جلد اول کی ترتیب کے وقت سراج الاخبار کے ان سالوں کا ریکارڈ ہمیں نہ مل سکا تھا یوں اخبار اہل فقہ کے مذکورہ ریکارڈ سے یہ کمی پوری ہو گئی۔

''سُنّی صحافت'' کے عنوان کی خوب صورتی اور اہمیت ہمارے قارئین کرام پر ضرور واضح ہو چکی ہو گی، یہ امر یقیناً باعث تعجب ہے کہ اس موضوع پر پہلے کیوں کام نہ کیا گیا حالاں کہ کئی واقعات کی حقیقت، ماہیت، گم شدہ کڑیوں میں روابط کی تلاش میں اس پہلو پر کام حد درجہ ناگزیر تھا۔

رد قادیانیت پر گو کہ بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جاتا رہے گا لیکن ''سُنّی صحافت'' کے آئینہ سے قادیانیوں کی روزمرہ کارروائیوں کا جائزہ لینا اب آسان ہو جائے گا۔ اس جلد کے مطالعہ سے مرزا قادیانی کے تعاقب میں علمائے حق اہل سنت کی شبانہ روز کاوشوں سے آگہی نصیب ہو گی، نیز کئی ایک گمنام مجاہدین تحریک ختم نبوت کے کارناموں تک رسائی بھی ممکن ہو جائے گی۔

برصغیر میں مسلمانوں کے دیگر مکاتب فکر کے محقق حضرات کو بھی اس موضوع کی طرف

توجہ کرنی چاہیے تا کہ فتنۂ قادیانیت کے حقیقی روپ سے عوام الناس کو ہمہ گیر معلومات حاصل ہوسکیں۔

کتاب کی ترتیب میں درج ذیل اُمور کا خیال رکھا گیا ہے:

۱۔اخبار اہل فقہ (امرت سر) کے سات سالہ ریکارڈ سے مطلوبہ مضامین کی تلاش کے لیے مکمل ریکارڈ کی متعدد مرتبہ جانچ پڑتال کی گئی۔

۲۔مقدمہ کتاب میں اخبار اہل فقہ (امرت سر) اور اس کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد اخگر کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

۳۔تمام مقالات، رپورٹس اور خبروں کو بالترتیب تاریخ وار بعینہٖ نقل کیا گیا ہے۔

۴۔آیات قرآنیہ پر اعراب لگا کر حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔کتاب میں جہاں کہیں حاشیہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو [......] بریکٹس کا استعمال کرتے ہوئے اخیر کتاب میں نمبر وار حواشی تحریر کیے گئے ہیں۔البتہ جو حواشی مقالہ نگار، نامہ نگار یا مدیران اخبار نے لگائے تھے ان کو متعلقہ مقام پر ہی نقل کیا گیا ہے۔

۶۔متعدد مرتبہ پروف ریڈنگ کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ کوئی لفظی غلطی باقی نہ رہے۔

آخر میں تمام کرم فرماؤں کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تشکیل میں دست تعاون دراز فرمایا۔

اخبار اہل فقہ کا مکمل ریکارڈ ہمیں علامہ مفتی اسید الحق قادری بدایونی نور اللہ مرقدہٗ نے عنایت کیا تھا۔۴ مارچ ۲۰۱۴ء کو بغداد شریف کی حاضری میں دہشت گردی کی کارروائی کے سبب آپ شہید ہو گئے اور سرکار بغداد حضور غوث پاک شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے جوار میں دفن ہوئے۔اللہ کریم اُن کے درجات بلند فرمائے اور اہل سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

اخبار کی جانچ پڑتال کے کام میں ہمارے دیرینہ رفیق کار نوجوان عالم دین مفتی ذوالفقار خان نعیمی صاحب (انڈیا) نے معاونت فرمائی۔

جناب میثم عباس رضوی، محقق سلسلہ سہروردحسن نواز شاہ صاحب (گوجر خان)، عقیل

احمد قادری (پنجاب پبلک لائبریری ، لاہور) ، جناب توفیق احمد جوناگڑھی صاحب (کراچی)،مفتی محمد حسین عطاری، (فیصل آباد)، جناب مفتی وحید احمد چودھری صاحب، جناب سید صابر حسین شاہ بخاری (اٹک)، جناب متین خالد صاحب (لاہور) کی معاونت و سرپرستی ہمیشہ کی طرح ہمارے شامل حال رہی۔

میں انتہائی شکرگزار ہوں اہل سنت کی ان برگزیدہ شخصیات کا جو ہمیشہ اس فقیر کی حوصلہ افزائی فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی خصوصی دعاوں سے بھی نوازتے رہتے ہیں جیسے یادگارِ اسلاف قاری محمد سلیمان سیالوی (لاہور)،سید وجاہت رسول قادری (کراچی)' سیّد اویس علی سہروردی (لاہور)' مفتی علیم الدین نقش بندی (جہلم) ، علامہ عبدالحق انصاری (چکوال)، مفتی عبدالحلیم نقش بندی (چکوال) ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (لاہور)، مفتی جمیل احمد نعیمی (کراچی)، مفتی محمد اطہر نعیمی (کراچی)، پیر طریقت علامہ زاہد البکری الصدیقی (گلہار شریف،کوٹلی-آزاد کشمیر)

اللہ کریم میری اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔اس کتاب کے طفیل میری، میرے والدین محترمین، جمیع اعزا و اقرباء بالخصوص میرے مرحوم دوست فدائے غوث الوریٰ علامہ اُسید الحق قادری شہید بغداد علیہ الرحمۃ والرضوان کی مغفرت ہو۔

طالب دعا

فقیر قادری

محمد ثاقب رضا عفی عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ بمطابق ۴ جنوری ۲۰۱۵ء

☆☆☆

سخن جمیل

تقسیم ہند سے پہلے اس برصغیر میں جس وقت مرزا قادیانی نے سر اٹھایا، اُسی وقت سے علماء حق اہل سنت و جماعت نے اس کا تحریری اور تقریری طور تعاقب شروع کر دیا۔ اگرچہ آغاز میں مرزا قادیانی نے خود کو بہ طور ''مصلح'' پیش کیا اور عیسائی پادریوں سے کامیاب مناظرے بھی کیے، یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے اس کے حوالہ سے نرم گوشہ رکھا لیکن درجہ بدرجہ مرزا قادیانی نے مختلف دعاوی کیے چنانچہ اس نے ''مصلح'' پھر ''مجتہد'' پھر ''مجدد'' پھر ''مہدی'' ہونے کا دعوی کیا پھر ظلّی اور بروزی نبی ہونے کا دعوی کیا اور بالآخر نبوت کا کھلم کھلا دعوی کیا - انہی دعاوی کے سبب علماء اہل سنت نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی۔ ہمارے ایک مرحوم دوست مفتی محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے رد میں لکھی جانے والی کتب و رسائل اہل سنت کو بیس (۲۰) جلدوں میں مدون کرنے کا پلان بنایا، جس کی اب تک پندرہ (۱۵) جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور مزید جلدوں پر کام جاری ہے۔

علماء حق نے مرزائیت کے رد میں کافی کام کیا لیکن ''رد قادیانیت اور سُنّی صحافت'' کے عنوان سے کام اب تک منظر عام پر نہ آیا تھا، الحمد للہ علی احسانہ اس عنوان پر ہمارے فاضل نوجوان مصنف و محقق ذیشان محمد ثاقب رضا صاحب زید مجدہٗ نے الشرف للمتقدم کا شرف حاصل کیا۔ موصوف نے ہفت روزہ سراج الاخبار (جہلم) کے شماروں سے ایک ضخیم جلد اس عنوان پر مرتب کر کے شائع کروائی اور اب اس سلسلہ کی دوسری جلد ہفت روزہ اخبار اہل فقہ (امرت سر) سے شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقہ سے آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو صحت و عافیت و سلامتیٔ ایمان کے ساتھ دین متین کی مزید خدمت کرنے کی توفیق رفیق فرمائے۔

اس سے پہلے بھی موصوف نے برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان اور محدث قصوری امام اہل سنت مفتی غلام دستگیر ہاشمی علیہما الرحمۃ کے کتب و رسائل پر عمدہ کام کیا، اُمید واثق ہے کہ آئندہ موصوف علمی و تحقیقی کام کرتے رہیں گے جس سے نوجوان علماء اور عوام اہل سنت کو فائدہ ہوگا۔ لہذا اس حوالہ سے موصوف کی نہ صرف تعریف کی جائے بلکہ تقلید بھی کی جائے یعنی نوجوان علماء کو آگے بڑھ کر تصنیف و تالیف کے ذریعے مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت کی ذمہ داری سنبھالنی چاہیے۔

احقر نے یہ چند سطور محترم سید وجاہت رسول قادری صاحب (سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) اور عزیزم محمد ثاقب رضا کے ارشاد پر تحریر کردیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقہ سے منظور ومقبول فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

احقر جمیل احمد نعیمی ضیائی غفرلہ
استاذ الحدیث وناظم تعلیمات
دار العلوم نعیمیہ (بلاک ۱۵، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی)



سخنان چند

سید اویس علی سہروردی، مدیر مجلّہ سہرورد
اورینٹل پبلی کیشنز لاہور

پچھلے سال اہل سنت کے جواں سال محقق مولانا اُسید الحق بدایونی کی ناگہانی وفات نے جہاں گلستانِ اہل سنت کو اُداس کر دیا تھا وہیں انہی کے ایک قریبی ہمسفر عزیزی ثاقب رضا قادری کی کتاب رَدِّ قادیانیت اور سنی صحافت دیکھ کر ہمیں ایک امید بندھی کہ اللہ خیر کرے ابھی اہل سنت کے چمن میں کئی غنچے موجود ہیں کہ جب وہ پھول بنے اور مہکے تو خزاں کی باس ضرور ختم ہو گی. نئی نسل کے نوجوان لکھنے والوں میں تحقیقی مزاج کی کمی کی وجہ سے نئے نئے موضوعات سامنے نہیں آ رہے، بہر طور کتابیاتی علم کی حد تک ثاقب قادری نے ''رَدِّ قادیانیت'' کے ضمن میں سنی صحافتی کردار کے اس نئے موضوع کو سامنے لا کر ایک نئی روایت کی طرح ڈالی ہے. اب یہ موضوع تب مکمل ہو گا جب وہ یا ان کے رفقا ۱۹۰۱ء سے ۱۹۷۴ء تک، کہ جب مرزائیت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا قانون قومی اسمبلی نے پاس کیا تھا کے تمام اخبار، رسایل اور جرائد کو کھنگال کر تمام مواد کتابی صورت میں اکٹھا نہ کر دیں.

ہمیں برصغیر پاک و ہند کی ابتدائی مطبوعہ صحافت میں مسلمانوں کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا. وہاں آپ کو ہر مذہب کے لوگ مل جائیں گے ایک نہیں ملیں گے تو مسلمان. مسلم صحافتی کردار کے آغاز کو اگر ہم اردو سے جوڑیں تو پھر ہم اردو کی مطبوعہ صحافت کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر اہتمام ۱۸۲۲ء میں جاری ہونے والے ہفت روزہ ''جام جہاں نما'' کلکتہ

سے کریں گے، جس کا مدیر و مہتمم بھی منشی سدا سکھ کو بنایا گیا اور اس اردو اشاعت کا مقصد عیسائیت کی تبلیغ تھا، مسلمانوں کی اصلاح نہیں.

مسلمانوں میں عربی اور فارسی کو علمی، ادبی اور تہذیبی زبان کا درجہ حاصل تھا، یہ زبانیں مسلمانوں کے اقتدار کی نشانی تھیں .انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں انگریزوں نے مسلمانوں کا رشتہ ان کے ماضی سے کاٹنا چاہا تو ۱۸۳۰ء میں فارسی زبان کی جگہ اردو سرکاری زبان قرار دے دی گئی.۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا، اس سے اردو کو فروغ تو حاصل ہوا مگر فارسی عربی سے ناطہ ٹوٹ گیا.۱۸۵۷ء تک ہندوستان کی مقامی زبانوں میں تقریباً سو کے قریب اخبارات ورسائل جاری ہوئے، مگر ان میں مسلمانوں کی حصہ داری پچیس فیصد سے زیادہ نہیں تھی، اس کے برخلاف ہندوں نے انگریزوں کے تعاون سے مطبوعہ صحافت کے اس ابتدائی دور میں غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کیا.[۱]

پہلا اردو اخبار ''کوہ نور'' ۱۸۵۰ء میں اور ۱۹۴۰ء میں ''نوائے وقت'' کا اجرا لاہور سے ہوا.اس دوران مسلم، خاص کر اہل سنت کے صحافتی کردار کی ایک طویل داستان ہے الحمد للہ اس کے ایک گوشہ سے نقاب کشائی تو ہوئی ہے اب آگے امید کی جاسکتی ہے کہ اس وسیع میدان میں تحقیقی اور تجزیاتی کام وسعت پذیر ہوگا.صحافت دراصل اس چراغ کی مانند ہے جو اندھری رات میں مسافر کی راہنمائی کرتا ہے.خبر کی سچائی، بے لوث اور بے لاگ تجزیہ اس چراغ کی تیل بتی ہوتا ہے.جس سے تشکیل پاتی روشنی قوم کے مزاج کی نہ صرف تعمیر کرتی ہے بلکہ اس کے مزاج کا پتہ بھی دیتی ہے.ذرایع ابلاغ کی ترقی میں حصہ لینے والے صحافی اور مدیران جب تک اپنی ذات میں ایمان دار، صالح اور ادیب شہیر رہے قوم کو سچی خبر بھی ملتی رہی اور تجزیاتی راہ نمائی بھی، جب سے یہ مفقود ہو چکا ہے نہ لیلیٰ رہی نہ لیلیٰ کے چاہنے والے رہے.

اب آیئے زیر موضوع کتاب کے حوالے سے چند باتیں.مرزا قادیان نے اپنا پہلا تکذیبی اعلان ملہم من اللہ (اللہ کی طرف سے دوبارہ آنے)۱۸۸۰ء میں، ۱۸۸۸ء میں مجدد

اور معمور من اللہ، ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود، مثل مسیح، بروزی اور ظلی نبی اور ۱۹۰۱ء میں جھوٹا نبی ہونے کا اعلان کیا. چونکہ یہ عیسائیوں کے ساتھ مناظرے کرتا تھا اس لیے ۱۹۰۱ء تک اس کے عقاید واضح نہ ہو سکے کئی ایک مسلمان تو گومگو میں رہے اور بعض نے تو اس کی تحسین بھی کی.

اس سارے تناظر میں سب سے پہلے جس شخصیت نے اس کا رد کیا وہ اہل سنت کے صوفی عالم حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نقش بندی تھے. آپ نے مرزا کے پہلے اعلان کے فوراً بعد ۱۸۸۳ء میں اس کی اصلیت کو بھانپتے ہوئے اس کے خلاف نہ صرف آواز بلند کی بلکہ آگے بڑھ کر اس کے خلاف کفر کا فتوی دیا، پھر اس پر علماء ہند کی تصدیقات حاصل کر کے تحقیقاتِ دستگیریہ[۲] کے نام سے کتاب شایع کی اور اسے چیلنج کرتے ہوئے مباہلہ کی دعوت دی۔[۳] یہاں یہ بات بھی بڑی حیران کن ہے کہ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی تحریک قومی اسمبلی میں جس شخصیت نے پیش کی وہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی تھے جو عالم، صوفی درویش ہونے کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے سرکردہ سیاسی لیڈر بھی تھے.

رد قادیانیت کے ضمن میں اہل سنت کے صحافتی کردار کو ہم چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں.

پہلا دور: ۱۸۸۰ء (مرزا کے پہلے اعلان ملہم من اللہ) سے ۱۹۰۱ء (اعلان نبوت) تک

دوسرا دور: ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء پاکستان بننے تک

تیسرا دور: ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۴ء قومی اسمبلی سے غیر مسلم قرار دینے تک

چوتھا دور: ۱۹۷۴ء سے تا حال......

ان چاروں حصوں کی الگ الگ کتابیاتی فہرست بنانے کی ضرورت ہے تا کہ اس موضوع پر کام کرنے والے محققین کو مواد کی فراہمی آسان ہو سکے، اس ضمن میں اہل سنت کی مجالس تحفظ ختم نبوت کو توجہ دینی چاہیے کیونکہ مرزا کی مخالفت میں پہلے پچاس (۵۰) سال یعنی ۱۹۳۰ء تک ہمارے اسلاف نے بڑی تن دہی سے اس کی مخالفت میں کام کیا ہے جب کہ دیگر گروہ انگریز کی حمایت کی وجہ سے اسے مردِ صالح لکھ رہے تھے اور براہین احمدیہ

جیسی کتاب کو صدی کی شاہکار کتاب کہہ رہے تھے. اُنہوں نے تو اِس پر اُس وقت کام شروع کیا جب عمارت تیار ہو چکی تھی صرف چھت ڈالنا باقی تھی.

ہمارے فاضل مرتب ثاقب قادری نے سراج الاخبار کے تقریباً پندرہ سولہ سال یعنی ۱۸۸۵ء تا ۱۹۱۷ء تک (جلد اوّل) اور اہل فقہ ۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۳ء تک (جلد دوّم) کے صرف دو ہفت روزہ جرائد کا مواد فراہم کیا ہے. اعلان کے مطابق اس کی تیسری جلد الفقیہ کے ۱۹۱۸ء تا ۱۹۵۲ء تک کے مواد پر مشتمل ہوگی، اس طرح مرزا کے ابتدائی اعلان ۱۸۸۰ء سے ۱۹۵۲ء تک کی اہل سنت یعنی ۷۲ سال کی جدوجہد کا احاطہ کیا جا سکے گا.

اس فراہم کردہ مواد کی بنیاد پر ہماری مندرجہ بالا بات کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ علماءِ اہل سنت نے پاکستان بنانے اور بچانے میں چومکھی لڑائی لڑی ہے. ریاستِ پاکستان کو پاک آستان بنانے میں اس کے نظریہ وعقائد سے لے کر اس کے دشمنوں کے ہر حربے کو ناکام بنانے کے لیے ہر محاذ پر اپنی پاک جوانیاں خرچ کی ہیں.

ہم سمجھتے ہیں کہ فاضل مرتب نہ یہ کام کیا نہیں، لیا گیا ہے. میری دعا ہے کہ وہ اس کام کو تین جلدوں میں نہیں چار جلدوں میں مکمل کریں کہ ایک تو چاروں خلفائے راشدین کا تتبع ہو گا جن کے کردار نے اسلامی ریاست کے تمام خدوخال کو مکمل کیا دوسرا ۱۹۵۲ء جہاں تیسری جلد ختم ہوتی ہے کے اگلے سال یعنی ۱۹۵۳ء میں حضرت ابوالبرکات نے مشہور زمانہ تحریک ختم نبوت برپا کی جس کے نتیجہ میں ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی قرارداد قومی اسمبلی میں پیش ہوئی اور مرزائیوں کو کافر قرار دیا گیا.

جس جاں فشانی سے یہ کتابی سیریز مرتب کی جا رہی ہے اس پر داد نہ دینا ناانصافی ہو گی. میں عزیزم ثاقب قادری اور ان کے ہمسفر رفقاء کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں اور توفیقات میں برکت عطا فرمائے، کام کو آسان کرے، انہیں یمن، سلامتی اور فارغ البالی کے ساتھ ساتھ صحت، سلامتی اور تندرستی حاصل ہو کہ لکھنے پڑھنے والوں کے لیے ان باتوں کا ہونا از بس ضروری ہے. چند ماہ بیشتر ثاقب کے ایک رفیق کار میثم عباس

رضوی سے ملاقات ہوئی ان دونوں نوجوانوں کی قلبی کیفیت کو مختلف زاویوں سے ٹٹولنے کے بعد میں بڑے وثوق سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ دونوں نوجوان مستقبل میں اہل سنت کے بڑے کارآمد قلمی مجاہد ثابت ہوں گے.

ملے گا منزل مقصود کا اُسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ



☆☆☆☆

حواشی

۱- تفصیل کے لیے دیکھئے: مسلم اور مذہبی صحافت کا تاریخی تجزیہ از خوشتر نورانی

۲- ۱۸۸۰ء میں مرزا نے اپنے پہلے تکذیبی اعلان ملہم من اللہ کے فوراً بعد ۱۸۸۱ء میں براہین احمدیہ کی جلد اوّل شایع کی، اس کی دوسری جلد ۱۸۸۳ء میں شایع ہوئی، اسی سال مولانا قصوری نے مرزا کے رد میں تحقیقات دستگیر یہ فی رد ہفوات براہینیہ شایع کی. اس پر علماء ہند بالخصوص لاہور اور امرتسر کی تصدیقات تھیں. مولوی اللہ وسایا نے اس کو رد قادیانیت پر سب سے پہلی تحریری جدو جہد اور نقش اول قرار دیا ہے. [دیکھئے احتساب قادیانیت، ج ۱۰، ص ۴۴۹ بہ حوالہ رسایل قصوری: ص ۸۷]۔
اس کتاب کا کوئی مطبوعہ نسخہ تا حال دستیاب نہیں، بہ تحقیق مرتب رسایل قصوری شاید یہ شایع ہی نہیں ہوا کیونکہ مولانا قصوری نے اس کا عربی خلاصہ بہ نام رجم الشیاطین براغلوطات البراہین کیا اور علماءِ ہند کے ساتھ ساتھ علماءِ حرمین سے تصدیقات شامل کر کے اردو و عربی دونوں زبانوں میں شایع کروایا تھا.
[دیکھئے رسایل قصوری: ص ۸۷]

۳- تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمہ رسایل قصوری جلد اول از ثاقب قادری، فتح رحمانی از مولانا قصوری، رسایل قصوری جلد دوم،



☆

ردقادیانیت اورسُنّی صحافت (جلددوم)

میری نظر میں

مفتی توفیق احسن برکاتی (انڈیا)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔امابعد! دانش ورشاعرمشرق ڈاکٹرمحمداقبال لاہوری کے بہ قول ''یقین محکم،عمل پیہم،محبت فاتح عالم'' کو جہادزندگانی میں کامیابی کی کلید کا درجہ حاصل ہےاوران کےبغیر زندگی کےکسی بھی میدان میں فتح کا خواب دیکھنےوالامحض سراب کی چمک میں اُلجھا ہوا ہے، اس کا مضمحل جذبہ، بے ہنگم کوشش اور بے یقینی کے ناہموار راستوں کاتعین اسے کسی قیمت پر کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے کامیابی ان میں چھپا رکھی ہے، اس کا احساس وہی کرسکتا ہے جومردہ ضمیری کے خول سے باہرنکل کر زندہ دل دنیا کا مشاہدہ کرے، حقیقت افروز نگاہوں کا مالک ہواور زندگی کی تلخ سچائیوں کو پہچانتا ہو۔

''ردقادیانیت اورسُنّی صحافت'' جلداول ودوم فاضل گرامی محمد ثاقب رضا قادری کا ایسا ہی لازوال اور بےحد قیمتی کارنامہ ہے جس میں ڈاکٹر اقبال کا متذکرہ بالا شعری متن پوری طرح عکس ریز ہےاورشعر کے باطنی بحر بےکراں میں یہ مجلدات ڈوب ڈوب کر اپنی کامیابی کا جشن زریں منا رہی ہیں۔محمد ثاقب رضا قادری بےحد حساس دل اوردانش وارانہ ذہنیت کے مالک ہیں، زندہ دل اور زندہ ضمیر ہیں، بے ہمتی، تساہلی اور مُردنی سے کوسوں دُور ہیں۔ انہوں نے مشہور ماہرتعلیم، دانش ور، مفکر، محدث، منتظم حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیزمحدث مبارک پوری علیہ الرحمۃ کا یہ قول سچ ثابت کردکھایا ہے کہ ''زندگی کام کا نام ہےاور بے کاری موت ہے۔'' فاضل محقق نے اپنے عزم جنوں اوراپنی بےمثال تحقیقات سے ان لوگوں کوبھی آئینہ دکھایا ہے جو یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ ہمارے علما ومشائخ، ارباب

ادب وصحافت نے ماضی قریب وبعید میں برصغیر کی سطح پر کوئی قابل ذکر اور نمائندہ کام نہیں کیا ہے۔ یہ بہت بڑا الزام اور سفید جھوٹ ہے جس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے علما اور ارباب قلم نے بے انتہا کام کیا ہے، ہاں! ہم نے احسان فراموشی کی ہے، ہم میں اسلاف شناسی کا جذبہ نہ پیدا ہوا، ہم نے اسلاف کا ورثہ علمی خزانوں اور قلمی باقیات و تحقیقی نوادرات کی حفاظت میں تساہلی برتی اور جب غیروں نے ہمارے علما ارباب قلم کے قلمی مخطوطات پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا، ان کی تحقیق وتدوین کے نام پر تخریب کاری کا بازار بالکل گرم ہو گیا، تاریخ نویسی اور تنقید کے نام پر تاریخ سازی اور تغلیط وتبدیل نے پاؤں پسارے۔ تب ہماری آنکھیں کھلیں اور ہم لمبی نیند سے بیدار ہوئے۔ ناواقفی اور غفلت میں ہم نے مسلسل یہ نعرہ بلند کیے رکھا کہ ہماری جماعت میں لکھنے والوں کی بے حد کمی ہے، ارباب قلم نے فلاں فلاں موضوعات پر کام نہیں کیا ہے، یہ بالکل غلط مفروضہ اور انتہائی خستہ نعرہ ہے۔ ہمارے اسلاف نے اپنے مقدور بھر تقریری وتحریری کام کیا ہے، ہاں ہمیں معلوم نہیں ہے، ہم ان کو پتہ نہیں لگاتے۔ وہ علمی وقلمی خزانے کرم خوردہ اوراق میں دبے ہوئے تھے، اب ان کو نکالنے کا کام شروع ہوا ہے۔

دس بارہ برسوں میں جن نوجوان علما اور ارباب تحقیق پر مشتمل پاک و ہند کے نمائندہ افراد نے راقم الحروف کو بے انتہا متاثر کیا ہے اور اپنی نادر تحقیقات اور قیمتی کتابوں سے ارباب کمال کو تحسین وآفرین کہنے پر مجبور کیا ہے۔ ان میں شہید بغداد علامہ اسید الحق قادری بدایونی، مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی، میثم عباس رضوی، مولانا حامد علی علیمی اور محترم محمد ثاقب رضا قادری کا نام اور کام کافی اہمیت کا حامل ہے۔ نوجوان ارباب قلم میں اور بھی بہت سے نام ہیں جو محنت سے لکھ رہے ہیں، تحقیق وتدوین سے انہیں شغف ہے لیکن ان کے کاموں کو بہت زیادہ تعارف حاصل نہیں ہوا، جس کی وجہ سے ان کا نام وکام بہت زیادہ بڑھا نہیں گیا۔ یہ سارا اظہار خیال راقم کے مشاہدے کی حد تک ہی ہے جسے درست انداز میں سمجھنا چاہیے۔

محترم محمد ثاقب رضا قادری کو علما کی صحبتوں، مخلص احباب کی رفاقتوں اور ارباب قلم کی عنایتوں نے تحریر وقلم کا ذوق بخشا، تحقیق وتدوین کا بلند مذاق رکھنے والوں نے انہیں اس

راہِ پُر خار پر چلنے کا حوصلہ دیا۔ راقم الحروف نے جب ماہ نامہ جام نور، اور ماہ نور، دہلی میں ان کے چند تحقیقی نوعیت کے مضامین پڑھے تو اول اول بار ان سے تعارف ہو، جب رسائل حسن اور کلیات حسن کو توجہ سے مطالعہ کیا تو ان کی شخصیت اور ان کا بلند ذوق اور نکھر کر سامنے آ گیا، جب رد قادیانیت اور سُنّی صحافت'' کی جلد اول انھوں نے راقم کو تبصرے اور تعارف کے لیے ارسال کی تو یہ تعارف رفاقت میں بدل گیا اور اب جلد دوم کے لیے یہ تحریر لکھنے بیٹھا ہوں تو سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں اور کہاں سے لکھوں؟

محمد ثاقب رضا قادری نے رد قادیانیت اور سُنّی صحافت سیریز کو تین مجلدات میں تقسیم کیا ہے، جلد اول سراج الاخبار (جہلم) کی مختلف فائلوں سے ماخوذ تھی، زیر نظر جلد ثانی ہفت روزہ اہل فقہ (امرتسر) کی مختلف رپورٹوں اور مضامین و اخبار وضمیمہ جات کی مدد سے تیار کی گئی ہے اور جلد ثالث ہفت روزہ الفقیہ (امرتسر) کی روشنی میں پیش کی جائے گی۔ یہ ساری جلدیں ایک قیمتی و نادر دستاویز کی شکل میں انتہائی تحقیقی اور عالمانہ انداز میں مرتب کی جارہی ہیں۔ قارئین جلد اول میں علم و تحقیق کا ایک خزانہ دیکھ چکے ہیں۔ جس کا قیمتی مقدمہ سراج الاخبار، اس کے مالک مولانا فقیر محمد جہلمی اور ایڈیٹر مولانا کرم الدین دبیر کے تعارف و تذکرے پر مشتمل تھا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ثاقب رضا قادری کا تحریر کردہ یہ مقدمہ ایک مستقل کتاب کا درجہ رکھتا ہے، اس کی یادیں، تازہ معلومات اور بیش قیمت گوشے تادیر ذہن میں محفوظ رہیں گے، ۳۴ صفحات کو محیط جلد اول کے اہم حواشی کافی اہمیت وضرورت کے حامل ہیں۔ زیر نظر جلد دوم کا مقدمہ بھی اخبار اہل فقہ، امرت سر اور اس کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد اخگر امرت سری کے تعارف کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جس میں صرف سرسری معلومات کا انبار نہیں لگایا گیا ہے بلکہ مستند حوالہ جات کی روشنی میں بحث کو نتیجہ خیز بھی بنایا گیا ہے، یہ مقدمہ صفحہ ۳۱ سے ۴۷ تک پھیلا ہوا ہے اور اخذ و مطالعہ پر آمادہ کرتا ہے۔

فتنۂ قادیانیت کے رد و ابطال میں بحث و مناظرہ کے ساتھ ادب وصحافت نے بھی اپنی موثق موجودگی درج کرائی ہے، برصغیر پاک و ہند میں خودرو پودوں کی طرح اُگ کر اپنی جڑیں مضبوط کرنے والے فتنوں میں خارجیت اور قادیانیت نے کافی شہرت حاصل کی اور سب سے زیادہ بے عزتی بھی سہی، ان کا رد بھی کافی سے زیادہ ہوا، تحریر و قلم کے ذریعے بھی

اور بحث و مناظرہ کے توسط سے بھی، جب فتنہ پروروں نے اپنے مزعومات فاسدہ کی اشاعت و ترویج کے لیے رسائل و اخبارات کا سہارا لیا تو علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت نے صحافت کی طاقت سے ان فتنوں کو کچلا، ان کا بطلان دنیا کے سامنے پیش کیا۔ سراج الاخبار کے ساتھ ساتھ امرت سر سے الفقیہ اور اہل فقہ جاری ہوئے، جن کے مدیران اور اہل قلم نے رد قادیانیت کے ساتھ رد خارجیت وغیر مقلدیت میں نمایاں کردار ادا کیا اور حامیان غیر مقلدیت کے ہر حملے کا جواب دیا۔ ہفت روزہ اخبار اہل فقہ اگست ۱۹۰۶ء میں جاری ہوا اور ۱۹۱۳ء تک باقاعدگی کے ساتھ نکلتا رہا، ۸ رجب ۱۳۲۹ھ میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے اخبار کے مدیر مولانا اخگر کو جو مکتوب روانہ فرمایا اس کے ابتدائی جملے نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں، لکھتے ہیں:

> ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اہل فقہ مبارک۔ اس مسرت کے شکریہ میں دس روپیہ حاضر۔ قبول فرمائیں، قلیل ہیں مگر کامل اور دعائے برکت دوام و استقامت علی مسلک اہل السنۃ والکرام ان کے شامل۔''
>
> (اخبار اہل فقہ مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۱۱ء)

فاضل محقق نے اخبار اہل فقہ کی رد قادیانیت کے سلسلہ میں پیش کی گئی خدمات کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور اس کی مختلف فائلوں سے ماخوذ خبروں، مضامین، نظموں اور رپورٹوں کو مختلف عنوانات کے تحت درج کیا ہے اور آخر میں جو بیش قیمت حواشی تحریر کیے ہیں ان کے مطالعہ سے مولانا محمد یعقوب ضیاء القادری بدایونی کی تصنیف اکمل التاریخ حصہ اول و دوم کا حاشیہ نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔ پیش کش میں سلیقہ مندی اور تحقیقی انداز نمایاں ہے، فتنۂ قادیانیت کے محاسبہ پر مبنی یہ دوسری جلد بھی حسب توقع بھرپور مقبولیت حاصل کرے گی۔ اللہ عزوجل موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں برکتوں سے مالا مال کرے۔ آمین

توفیق احسنؔ برکاتی، ممبئی
۱۵ مارچ ۲۰۱۵ء بروز اتوار

☆☆☆

مقدمہ کتاب

- تعارف اخبار اہل فقہ، امرت سر
- تعارف مولانا غلام احمد اخگر امرت سری

(مدیر اخبار اہل فقہ، امرت سر)

(۱)

اخبار اہل فقہ کا اجرا

مولانا غلام احمد اخگر حنفی نقش بندی مجددی نے اگست ۱۹۰۶ء کو پنجاب کے مشہور شہر امرت سر سے ہفت روزہ اخبار اہل فقہ کا اجرا کیا۔ یہ اخبار ہر جمعہ کے روز منشی نبی بخش کے مطبع خادم پنجاب (امرت سر) سے شائع ہوتا تھا، لیکن ۱۹۰۸ء میں اخبار نے اپنا مطبع بنام مطبع اخبار اہل فقہ قائم کیا تو پھر اس کی اشاعت مطبع اہل فقہ سے ہوتی رہی۔ ابتدائی طور پر صفحات کی تعداد آٹھ تھی لیکن مقبولیت کے سبب ایک سال بعد یعنی ۱۹۰۷ء میں ہی صفحات کی تعداد بارہ (۱۲) ہوگئی۔

'اہل فقہ' کے سرورق پر اخبار کے اغراض ومقاصد یوں تحریر ہیں:

۱- دین اسلام اور علم فقہ کی حمایت
۲- مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے کی کوشش
۳- اسلامی اور متفرق ملکی خبریں
۴- گورنمنٹ اور رعایا دونوں کے حقوق کی نگہداشت

اغراض ومقاصد کے علاوہ اخبار کے سرورق پر دو حدیثیں اور ایک عربی شعر تحریر ہوتا، جو درج ذیل ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

من یرد اللّٰہ بہ خیر یفقھہ فی الدین

شعر:

لقد زان البلاد و من علیھا
امام المسلمین ابوحنیفہ

۱۹۰۷ء سے اخبار کے سرورق پر درج ذیل مثنوی کا اضافہ ہوگیا:

زہے اخبار اہل فقہ و احناف — شدہ مشہور عالم در براعت
تولاک اللہ اے اخبار فقہی — کہ از دنیا کنی بیخ جہالت
بروح بوحنیفہ باد ہر دم — ہزاراں رحمت حق تا قیامت
الا از اجتہادش گشت روشن — چو مہ دین نبی ختم رسالت
کند ہموارہ تیغ فقہ نعمان — بقلب دشمناں کار جراحت
منافق ہمچوں فرعوں خاسر — شدہ نا بودہ بحر شقاوت
بسالش قدسیاں از چرخ خواجہ — چہ خوش گفتند ''اخبار لطافت''
۱۳۲۵ھ

اخبار کے اخراجات کی کفالت کے لیے بعض احباب کی فرمائش پر مولانا اخگر نے ۱۹۰۶ء میں ایک ایجنسی بنام ''اہل فقہ ایجنسی'' قائم کی جس کا مقصد امرت سر میں بننے والی مصنوعات کو ملک بھر کے خریداروں تک معمولی کمیشن کے عوض مہیا کرنا تھا اور حاصل شدہ آمدنی اخبار کے مصارف کے لیے وقف تھی۔ اس ایجنسی کے متعلق متعدد اشتہار اخبار میں باقاعدگی سے شائع ہوتے رہے۔

اخبار کی روز افزوں مقبولیت سے اخبار کی اشاعت کے لیے ذاتی پریس کی ضرورت محسوس ہوئی، اس ضمن میں مولانا اخگر نے ایک اشتہار اخبار میں شائع کیا جو کہ حسب ذیل ہے:

پریس کی ضرورت

''اگر اہل فقہ کا اپنا پریس ہو جائے تو نہ صرف اخبار ٹھیک وقت پر شائع ہوگا بل کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سی ضروری کتابیں جو فرقہ ہائے ضالہ کی تردید میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ چھپ کر حنفی بھائیوں کے سامنے موجود ہوں گی۔ علاوہ اس کے اور بہت سے فوائد ہوں گے جن کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔
ان ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر میں بڑے زور سے اپنے معزز خریداروں کی خدمت

میں یہ عرض داشت پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنے خادم پرچہ کی اس ضرورت کے پورا کرنے میں حد سے زیادہ ساعی ہو کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔''
(اخبار اہل فقہ، مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۷ء)

اہل فقہ میں بزرگان دین بالخصوص حنفی نقش بندی بزرگوں کی سوانح عمریاں شائع کرنے کے متعلق کراچی کے مدرسہ حنفیہ نقش بندیہ مجددیہ کے مہتمم صاحب نے مولانا اخگر کو لکھا تو مولانا اخگر نے جواب دیا کہ؛

''اہل فقہ حنفیوں کا اخبار ہے اور اس پر تمام حنفیوں کو مساوی حقوق ہیں۔ اگرچہ خاکسار ایڈیٹر نقش بندی مجددی ہے لیکن صوفیائے کرام خواہ کسی سلسلہ کے ہوں اس پر مساوی حقوق رکھتے ہیں، اس لیے خصوصیت کے ساتھ میں اس ارشاد کی تعمیل نہیں کر سکتا۔

مزید لکھا کہ؛

رسالہ انوارالصوفیہ [۱] میں ''یاران کہن'' کے عنوان سے بزرگان دین کی سوانح شائع ہو رہی ہے۔ اخبار اہل فقہ صرف مخالفین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دینے کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ (۴ جنوری ۱۹۰۷ء)

اخبار اہل فقہ کے اجرا کا بنیادی سبب احناف کے مخالف اہل حدیث (امرت سر) کے اتہامات کا جواب دینا تھا۔ ہفت روزہ اخبار اہل حدیث [۲]، امرت سر سے ۱۹۰۳ء میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرت سری [۳] نے جاری کیا۔ اس اخبار میں اہل سنت خصوصاً فقہ حنفی پر قسم قسم کے لایعنی اعتراضات وارد کیے جاتے اور حقائق کے برعکس جھوٹی خبریں تراش کر نقل کی جاتیں۔ ایک عرصہ تک تو علماء اہل سنت نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور باہم گفت و شنید سے مسائل کے تصفیہ کے لیے کوشش کی مگر یہ سب بے سُود رہا۔ مخالف اخبار نے اپنی روش نہ بدلی چنانچہ اگست ۱۹۰۶ء میں علماء و مشائخ اہل سنت کے اصرار پر مولانا غلام احمد اخگر نے اخبار اہل فقہ جاری کیا۔ چنانچہ مولانا اخگر لکھتے ہیں:

''اخبار اہل حدیث کے جاری ہونے سے پہلے ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب کہیں ہم لوگوں نے مجلس میلاد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم منعقد کی تو فوراً مخالفت میں اشتہارات شائع کرانے شروع کیے لیکن حنفیوں کی طرف سے کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ اس کے مقابلہ میں اس طرح کھڑے ہوتے۔ البتہ ان کے جوابات کی تردید اپنی مجلسوں میں کرتے رہے اور بس۔ لیکن جب اخبار اہل حدیث جاری ہوا تو انہوں نے دل کھول کر حنفیوں کی دل آزاری کی، مولانا و مقتدانا حضرت حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دام برکاتہم [۴] کی تو ایڈیٹر صاحب (مولوی ثناء اللہ امرت سری) کے دل میں اس قدر عداوت ہے کہ جہاں کہیں ان کا ذکر مبارک اس کے اخبار میں آیا اس نے ایسے الفاظ سے کام لیا جو تیر اور نشتر کا کام دیتے تھے اور یہ سلسلہ اب تک بھی جاری ہے۔

اپریل ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے کہ [اخبار] اہل حدیث میں ایک مضمون شائع ہوا، اس وقت خاکسار امرت سر میں موجود نہ تھا۔ ماہ مئی میں جب امرت سر پہنچا تو یہاں دیکھا کہ اہل سنت و جماعت اور غیر مقلدین میں سخت فساد برپا ہے اور ایسا فساد کہ لوگوں کی طبیعتیں مشتعل تھیں اور یہاں تک نوبت پہنچی ہوئی تھی کہ احناف کثرھم اللّٰہ و ایدھم بھی خلاف اپنی عادت صبر کے اشتہارات شائع کر رہے تھے۔ اگرچہ یہ فساد ہمارے شہر کی انجمن اسلامیہ [۵] کے معزز پریذیڈنٹ جناب خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب آنریری مجسٹریٹ کی بے انتہا کوششوں سے فرو ہو گیا اور فریقین کی اشتہار بازی بند ہو گئی لیکن عوام کے دلوں میں سخت کدورت تھی اور احناف کی خواہش ہوئی کہ بالاستقلال کوئی پرچہ جاری رہے جو وقتاً فوقتاً [مخالفین] کی مزاج پُرسی کرتا رہے چنانچہ میں نے اخبار اہل فقہ جاری کیا...... اس کو دیکھ کر جماعت اہل سنت خوش ہو گئی اور تمام دلی کدورتوں کا خاتمہ ہو گیا۔'' (اہل فقہ بابت ۲۰ مئی ۱۹۰۹ء)

اخبار اہل فقہ کا اجرا [مخالفین] حضرات کو بہت ناگوار لگا چنانچہ انہوں نے اس کی مخالفت کا سلسلہ شروع کر دیا اس ضمن میں سب سے اول اخبار اہل حدیث بابت ۱۰ اگست ۱۹۰۶ء میں کسی قاضی صاحب کا خط شائع ہوا جس کا اقتباس پیش خدمت ہے:

''ہر چند اخبارات میں ایک اشتہار اخبار اہل فقہ امرت سر دیکھا جو عن قریب شائع ہوگا۔ غالبًا یہ اخبار اہل حدیث (مسلمانوں) کے مخالف ہوگا جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے جو ''اہل حدیث'' کے بالمقابل رکھا گیا۔''

آخر خط میں یوں رقم طراز ہیں:

''کاش کہ اہل اسلام اس باہمی چھیڑ چھاڑ کو چھوڑ دیویں۔ کیا مخالفین سے بازی لے گئے ہیں کہ اب کوئی کافر سوائے مسلمانوں کے دکھائی نہیں دیتا۔''

اس خط کا جواب دیتے ہوئے مولانا غلام احمد اخگر اپنے مضمون ''اخبار اہل فقہ اور اخبار اہل حدیث'' میں لکھتے ہیں:

''پہلے فقرہ میں تو جو شیلے قاضی صاحب نے ''مسلمانی'' کو تیرہویں صدی کے پیدا شدہ فرقہ غیر مقلدین کے لیے مخصوص کر دیا اور تیرہ سو برس سے جو فرقہ خدا اور اُس کے رسول کے احکام کی پابندی کر رہا ہے۔ وہ مسلمان ہی نہیں۔ ہم اس کا جواب اس مضمون میں نہیں دیتے بل کہ کسی اور موقع تک اس کو ملتوی رکھتے ہیں۔

دوسرے فقرہ میں اگر ''اہل اسلام'' سے صرف غیر مقلدین ہی مراد ہوں (جیسا کہ پہلے فقرہ میں ظاہر کیا گیا ہے) تو یہ خطاب اخبار اہل حدیث کی طرف ہوگا جس کے یہ معنی ہوں گے کہ کیوں کہ اخبار اہل حدیث نے آریوں اور عیسائیوں پر اکتفا نہ کر کے مقلدین کے برخلاف بھی مضامین لکھے، کیا وہ مخالفین سے بازی لے چکا ہے۔ اگر مضمون نگار کا یہی مطلب ہے تو ہم بھی اس کے ساتھ اس افسوس میں شامل ہیں۔ کیوں کہ امرت سر میں اب آمین و رفع یدین کے جھگڑے نسیاً منسیاً ہو چکے ہوئے تھے اور امن کی صورت تھی مگر آپ کے وجود نے نہ صرف تمام جھگڑوں کو اک دم تازہ کر دیا بل کہ خود جماعت غیر مقلدین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آپس میں سخت نا چاقی بڑھ گئی۔ بہت مدت تک ہم لوگ نہ صرف اہل حدیث کی زیادتیاں سہتے رہے بل کہ مختلف موقعوں پر ہمارے علماء پھر ان سے متفق ہو کر اپنی عالی ظرفی کا ثبوت دیتے رہے۔ بالآخر جب دیکھا کہ

وہ برابر اسی کوشش میں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح حنفیوں کی دل آزاری ہو تو ہم نے صرف مدافعت کے لیے اخبار اہل فقہ جاری کیا جس کا کام یہ ہوگا کہ جو مضمون ہمارے برخلاف اخبار اہل حدیث میں نکلے- اس کی تردید مہذبانہ پیرایہ میں ہو۔ نیز مسائل مختلف فیہ میں ایسے طور پر مباحثہ کی جائے جو جادلھم بالتی ھی احسن سے تجاوز نہ کرے۔ و ما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت و الیہ انیب''

(اخبار اہل فقہ، ۱۷ اگست ۱۹۰۶ء)

اخبار اہل فقہ اگرچہ اخبار اہل حدیث کے جواب میں جاری ہوا مگر بعد میں اس کا دائرہ کار مخالفین کے دیگر اخبار مثلاً شحنۂ ہند [۶]، اہل الذکر [۷] بل کہ غیر مسلموں کے اخبار تک وسیع کر دیا گیا۔ تمام مضامین نہایت خوش اُسلوبی کے ساتھ تحقیقی بنیادوں پر ترتیب دیے جاتے اور ممکنہ حد تک مہذبانہ انداز میں لکھے جاتے تھے۔ جب کہ اس کے مخالفین حضرات کے اخبار گالی گلوچ اور بازاری زبان سے لبریز ہوتے۔ اس ضمن میں مولانا غلام احمد اخگر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھے جب ضرورت پڑی تو میں نے سختی سے [مخالفین] کا مقابلہ کیا مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میرے الفاظ پھر بھی ایسے نہ تھے جیسے مخالفین کے میرے مقابلہ میں تھے بل کہ ان لفظوں سے ہلکے یا زیادہ سے زیادہ مساوی۔ اہل فقہ میں جو کچھ لکھا گیا اس کا تخاطب صرف [اخبار] ''اہل حدیث'' ہی سے نہ تھا بل کہ ''شحنۂ ہند'' بھی مخاطب رہا اور جب [مخالفین] نے نہ صرف ہمیں بل کہ ہمارے ائمہ دین کو گالیاں دینے کے واسطے رسالہ ''اہل الذکر'' جاری کیا تو اس روز سے اس کو بھی مخاطب بنایا گیا......

اخبار اہل حدیث نے اخبار اہل فقہ کو ''بدعتی اخبار'' لکھا، ہم نے جواب میں [اخبار] اہل حدیث کو ''نجدی اخبار'' لکھا، جب اس نے یہ لفظ چھوڑا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا۔

ہم نے [مخالفین] کو ''منافق'' لکھا لیکن واقعات کی بنا پر نہ کہ عداوت سے۔ اگر

مکہ شریف کی توبہ کا واقعہ نظر انداز بھی کر دیا جائے اور اس کو جان بچانے کی ضرورت پر محمول کیا جائے تو ایک معزز لیڈر[۸] کا انجمن نعمانیہ[۹] کے جلسہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی توصیف وتعریف کرنا اور [غیر مقلدین] کا زور سے رد کرنا اور اس کے بعد اپنے اخبار میں امام صاحب کی غلطیاں بتانا اور یہ کہنا کہ انہیں صرف سترہ (۱۷) حدیثیں یاد تھیں۔اس گروہ کے نفاق اور اشد نفاق کی بیّن دلیل ہے۔پس فرمایئے کہ میں نے کون سی غلط بیانی کی......

جب ہمارے پیشوایان دین ومقتدایان شرع متین کو''اہل الذکر'' کھلم کھلا گالیاں دیوے حالاں کہ ہم ایسے بزرگوں کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں ۔لیکن اگر ہم اسمٰعیل دہلوی کی تردید کریں جو ہمارے نزدیک انہی الفاظ کا مستحق ہے جو کہ ہم نے استعمال کیے-غیر مقلدین کو کیا رنج ہے بحال یہ کہ وہ ان کے مقلد نہیں۔

ہم اس موقع پر''اہل الذکر'' کی ایک تازہ اشاعت سے چند الفاظ نقل کرتے ہیں اور ایڈیٹر صاحب (ایڈیٹر ماہ واری رسالہ انجمن حمایت اسلام، لاہور) سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر اس کے جواب میں ہم کچھ لکھیں تو بھی کیا ہم ہی ملزم ہیں؟؟؟

ملاحظہ فرمایئے اہل الذکر ربیع الاول صفحہ ۹:

''ایک ملعون ابن الملعون کے خط کا اقتباس''

''مردود ایڈیٹر اہل فقہ نے ایک عالم کو دریائے ضلالت میں ڈالا اور اس کے متبعین فاسقین ضالین اور مضلین ہیں۔''

اسی صفحہ پر اگلی سطروں میں دیکھیے :

''ملعون ازلی مردود ابدی شقی امرتسری''

اس سے بڑھ کر بھی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو:

''رافضی بدعی بھوت پھر نکلا-یعنی اخبار اہل سفہ نے دوسرا جنم لیا'' کے عنوان سے جو ہرزہ درآئی کی گئی اس میں ہمارے لیے یہ الفاظ ہیں:

''مجسم شیطان...... فرعون ...... ہامان...... غیرت ابلیس...... بے حیا......

فرعونیت کی آن بان لیے اُچھلتا کودتا......نیل میں غرق ہوکر اور جہنم کی سیر کر کے پھر آ پہنچا۔''

اس کے بعد صریح اور کھلی کھلی گندی گالیاں لکھی ہیں جس کو ہم نقل بھی نہیں کر سکتے۔(۲۰مئی ۱۹۰۹ء، اہل فقہ)

احباب اہل سنت نے ایسے حالات میں مولانا اخگر کی ہمت بندھائی اور صبر وتحمل کی تلقین کی چنانچہ مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواری[۱۰] اپنے ایک مکتوب میں مولانا اخگر کو لکھتے ہیں:

''تم پر جو ذاتی حملے ہوں ان کا جواب بھی نہ دو اور صبر سے کام لو۔اس کا نتیجہ عمدہ ہوگا اور اخبار کو حد سے زیادہ مہذب رکھو۔''(۲۹مارچ ۱۹۰۷ء)

اس خط کو درج کرنے کے بعد مولانا اخگر لکھتے ہیں:

''اگرچہ خاکسار مقابلہ میں بعض الفاظ نقل کرتا تھا مگر بدتہذیبی سے کنارہ کش تھا۔ لیکن اب غیر مقلدین جس قدر چاہیں، گالیاں دے لیا کریں۔میں ان شاءاللہ تعالیٰ اپنے مخدوم ناصح کی مشفقانہ نصیحت پر کاربند رہوں گا۔''(ایضاً)

یہی نہیں بل کہ مولانا اخگر اپنے ایک نوٹ ''حنفی بھائیوں کی خدمت میں التماس'' کے تحت احباب اہل سنت کو بھی غیر مقلدین حضرات کی دشنام طرازی کا جواب دینے سے منع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''[مخالفین] نے عداوت سے اخبار اہل فقہ کا نام اپنے روزمرہ میں ''پھکہ'' اور ''اہل فاقہ'' کا استعمال جاری کیا تھا جس کے مقابلہ میں بعض حنفیوں نے اخبار اہل حدیث کو ''اہل خبیث'' کہنا شروع کیا۔......لیکن چوں کہ لفظ ''حدیث'' کے مقابلہ میں لفظ ''خبیث'' بولا جاتا ہے اس لیے ہم اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ براہ مہربانی وہ اہل خبیث نہ کہا کریں۔

اہل فقہ روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور نہ صرف ہندوستان بل کہ ارض مقدس اور افریقہ میں اس کی اشاعت ثابت کر رہی ہے کہ فضل خدا اس کے شامل حال ہے۔اس لیے اس امر کی پرواہ نہیں کہ اس کے مخالفین اسے کوسیں۔

آواز سگاں کم نکند رزق گدا را

اُمید ہے کہ ہمارے بھائی ہماری اس نصیحت پر ضرور عمل کریں گے اور آیندہ [اخبار] اہل حدیث کو اہل خبیث نہ کہا کریں گے۔ (ایڈیٹر اہل فقہ) ''(۱۴ جون ۱۹۰۷ء)

مخالفین کی عداوت صرف یہیں تک محدود نہ تھی بل کہ انہوں نے ڈاک خانہ- جہاں سے اخبار اہل فقہ قارئین کو ارسال کیا جاتا تھا- روابط بڑھا کر اخبار اہل فقہ کے پرچے ضائع کرنا شروع کر دیے۔ چنانچہ مولانا اخگر نے ''قابل توجہ صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل بہادر پنجاب'' کے نام سے ایک درخواست اخبار میں شائع کی، ملاحظہ فرمائیں:

''اخبار اہل فقہ، امرت سر اسلام کے حنفی ڈویژن کا آرگن ہے اور زیادہ تر اس میں فرقہ غیر مقلدین کی تردید ہوتی ہے۔ اس فرقہ کے لوگوں نے ''اہل فقہ'' کو بہت طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے اور یہ لوگ اس امر میں حد سے زیادہ کوشاں ہیں کہ اخبار اہل فقہ کو نقصان پہنچے۔

اہل فقہ کے دو ایک پرچے اگر ہر ہفتہ ضائع ہو جاتے تو چنداں شکایت نہ ہوتی۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ بعض مقامات پر اخبار متواتر نہیں پہنچتا اور کثرت سے اخبارات کا ضائع ہونا اس امر کی بیّن شہادت ہے کہ ضرور اس میں کوئی راز ہے اور زیادہ تر قرین قیاس یہ امر ہے کہ اخبار کی ایک خاص تعداد کا تلف ہونا ڈاک خانہ صدر، امرت سر سے تعلق رکھتا ہے۔ ڈاک خانہ مجیٹھ منڈی سے اخبار اہل فقہ پوسٹ ہوتا ہے اور ہم نے اچھی طرح سے اس امر کا اطمینان کر لیا ہے کہ اس ڈاک خانہ سے بڑی احتیاط کے ساتھ مہریں چھاپ کر تھیلیوں میں بند کر کے صدر ڈاک خانہ میں روانہ کیا جاتا ہے۔

ہم بڑے ادب سے حضور کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ براہ عنایت حضور اس امر کی تحقیقات فرمائیں کہ آیا ڈاک خانہ صدر امرت سر کے سارٹنگ ڈیپارٹمنٹ (Sorting Department) میں کوئی [مخالف] کلرک تو نہیں۔ اگر ہے تو میرے شبہ کو اور تقویت ہے اور ضرور ہے کہ یا تو اس کو دوسرے

ڈیپارٹمنٹ میں تبدیل کر دیا جائے یا اخبار کے سارٹ کرنے کے وقت کوئی خاص نگرانی رکھی جائے۔(اخبار اہل فقہ، مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۷ء)

غیر مقلدین حضرات کی کارروائیاں تو احباب نے ملاحظہ فرمائیں۔اخبار اہل فقہ کی مخالفت میں بعض مقلد بل کہ حنفی کہلانے والے اخبار بھی پیچھے نہ رہے چنانچہ اخبار وطن مورخہ ۲۸ دسمبر میں ایک مضمون ''ہائے اسلام'' کی سرخی سے شائع کیا گیا ہے جس میں غیر مقلدوں کی پوری حمایت کر کے اخبار اہل فقہ کی بے حد مخالفت کی ہے اور اس کو ''دشمن اسلام'' وغیرہ کہا۔اسی طرح لکھنؤ سے جو اخبار النجم[۱۱] منشی عبدالشکور صاحب [۱۲] کی ایڈیٹری سے شائع ہوتا ہے اور جس کا عمدہ مقصد حمایت مذہب اہل سنت ہے بہ مقابلہ اہل تشیع - وہ مورخہ ۷/ذی الحجہ میں اہل فقہ کی مخالفت میں لکھتے ہیں:

''شرک و بدعت کس قدر ترقی پر ہے اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ اخبار اہل فقہ امرتسر بادی النظر میں جو حمایت فقہ اور اہل رضا پر جاری ہوا تھا، شرک و بدعت کی اشاعت اور بخاری شریف کی تردید وتخریب میں تنقید بخاری مندرجہ رسالہ ''اصلاح'' کا ہم زبان نظر آرہا ہے۔''

(اخبار اہل فقہ، مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۰۷ء)

اس قدر شدید مخالفت کے باوجود مولانا اخگر نے اخبار اہل فقہ کو نہایت کامیابی سے جاری رکھا بل کہ اس کے معیار میں روز افزوں بہتری کی کوشش کرتے رہے۔بعض مخلص اربابِ سُنن نے مولانا اخگر کی ہمت بندھائی اور ہر طرح کی امداد کی یقین دہانی بھی کروائی چنانچہ ہم یہاں معاونین اخبار اہل فقہ کی تفصیل درج کرتے ہیں:

مولانا اخگر لکھتے ہیں:

''مولانا سید عمر کریم صاحب عظیم آبادی[۱۳] نے سالانہ قیمت ادا کر کے قلمی امداد کا بھی وعدہ فرمایا، نیز کچھ خریدار بھی پیدا کیے۔بنگلور کے ماہ واری رسالہ برق سخن میگزین[۱۴] اور وانمباڑی کے اخبار نصیر[۱۵] نے اہل فقہ سے ہمدردی ظاہر فرمائی۔قاسم الاخبار بنگلور[۱۶] نے بھی ایک مختصر ریویو کے ذریعہ سے اہل

فقہ کی امداد فرمائی۔

اخبار اہل فقہ کے اجراء اور اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ حضرت مولانا پیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب[۱۷] و جناب مولانا مولوی ابو یوسف عبدالصمد صاحب[۱۸] ووالدنا پیر سلام دین صاحب[۱۹]، واعظ اسلام جناب مولانا عبدالغنی صاحب، مولانا حاجی غلام محی الدین صاحب، ڈاکٹر حکیم غلام رسول صاحب

(۱۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء اخبار اہل فقہ)

مزید لکھتے ہیں:

''[ہم] رئیس اجودھیا اعلیٰ درجہ کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے ۲۵ غرباء کو اخبار اہل فقہ اپنے پاس سے قیمت ادا فرما کر جاری کرانے کا ارادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کے عنایت نامہ کی نقل درج ذیل ہے:

''جناب ایڈیٹر صاحب اخبار اہل فقہ دام فیضہ۔ السلام علیک۔ آپ نے پرچہ اہل حدیث کے ان مسائل جو کہ خلاف سنت و جماعت ہیں-[کی] تردید پر کمر ہمت باندھی ہے، بہت اچھا کیا۔ خداوند اس کے عوض جزائے خیر عطا فرمائے۔ لہذا میرا ارادہ مصمم ہے کہ رسالہ ''الفیض'' کی طرح اخبار اہل فقہ کے بھی پچیس پرچے غرباؤں کے لیے وقف کروں۔ درخواستیں میرے نام موصول ہونے پر زر چندہ ارسال خدمت ہوگا۔

آپ کا خادم چودھری عبدالغنی از اجودھیا

(اخبار اہل فقہ، یکم فروری ۱۹۰۷ء)

اخبار اہل فقہ کے اجرا پر جن قابل قدر شخصیات نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور مولانا اخگر کی حوصلہ افزائی فرمائی- ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ''**من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ**'' کے عنوان سے مولانا اخگر لکھتے ہیں:

''پیارے ناظرین! جن کرم فرماؤں نے اخبار اہل فقہ کو نہ صرف پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا بل کہ اس کی ہر طرح سے امداد کی، گر میں ان کا شکریہ ادا نہ

کروں تو سخت ناشکری ہے۔اہل فقہ کی خوش قسمتی سے اس کو بعض ایسے قدردان مل گئے ہیں جو صرف قدر دان ہی نہیں بل کہ اہل فقہ کے لیے باعث افتخار ہیں۔

سب سے پہلے مولانا مولوی فقیر محمد صاحب[۲۰] مالک سراج الاخبار جہلم[۲۱] کی نظر عنایت ہوئی اور پراسپکٹس ہی کے شائع ہونے پر نہ صرف اظہار خوشی فرمایا بل کہ اہل فقہ کا اشتہار تین دفعہ بلا نقد اُجرت لینے کے اپنے معزز اخبار (سراج الاخبار) میں درج فرمایا اور اخبار کی ایک اشاعت میں اہل فقہ کے متعلق ایک پُر زور مضمون لکھا اور نیاز مند کو اس بات پر آمادہ کیا کہ پراسپکٹس میں جو تعداد خریداران کی لگادی گئی ہے کہ پانچ سو(۵۰۰) ہونے چاہییں اس کو منسوخ کر دیا جائے اور بعض دیگر احباب کی بھی یہی رائے ہوئی، اس لیے میں نے متوکلاً علی اللہ اخبار جاری کر دیا۔اجرائے اخبار پر مولوی صاحب ممدوح نے پُر زور تحریر کے ذریعہ سے اس ناچیز پرچہ کا خیر مقدم ادا کیا۔مولانا ممدوح نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بل کہ وقتاً فوقتاً کچھ خریدار بھی پیدا کر دیے جن کی قیمتیں پیشگی وصول ہو گئیں۔

ناظرین! مولانا حسن میاں صاحب[۲۲] خلف الرشید جناب حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی پھلواری کے اسم گرامی سے واقف ہیں۔آپ نے علاوہ اس قیمتی قلمی امداد کے جس کا معائنہ ناظرین اخبار گذشتہ نمبروں میں فرما چکے ہیں، خریداروں کے بڑھانے اور اخبار کی ہر طرح کی امداد کا کام اپنے ذمہ لیا اور جتنے خریدار آپ نے تا حال پیدا فرمائے ان کی قیمتیں بھی وصول ہو گئیں۔مولانا ممدوح ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ اہل فقہ کی صرف قلمی امداد ہی نہیں بل کہ ہر طرح کی امداد فرماتے رہیں گے جیسا کہ جناب کا وعدہ ہے، اس لیے اہل فقہ کے سرپرستوں میں سے آپ ایک خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔

ناظرین اہل فقہ یہ سن کر اور بھی خوش ہوں گے کہ انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر بہ مقام لاہور میں جناب حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب ممدوح نے اہل فقہ کو پسند فرمایا اور چند

مفید مشورے دیے جن پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے اپنے مقاصد میں عمدگی سے کامیاب ہونے کی اُمید ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جناب اس کی اشاعت میں کوشش فرمائیں گے۔

جناب مولانا حضرت محمد عبدالرسول نقش بندی سجادہ نشین للہ شریف ضلع جہلم [۲۳] بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں، آپ نے بھی اہل فقہ کی امداد اور اشاعت میں قابل قدر کوشش فرمائی۔

مولانا مولوی محمد عبدالوہاب صاحب وکیل بانسی ضلع بستی مولانا حکیم ابوالفیض فتح محمد خان صاحب مقیم ہریا، حکیم قاضی محمد فیروز الدین صاحب و دیگر بہی خواہان اہل فقہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

علاوہ برآں قوم کے نونہال و فخر ملت جناب مکرم و معظم میر حبیب اللہ صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ امرت سر کا ایک نوازش نامہ صادر ہوا ہے جو اگر یہاں بلفظ درج کر دیا جائے تو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ وہو ہٰذا

امرت سر۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء

عنایت فرمائے بندہ مولوی غلام احمد صاحب اخگر زادہ لطفہٗ

بعد سلام مسنون۔ واضح رائے شریف ہو کہ آپ کا اخبار برابر میرے پاس پہنچتا ہے اور علاوہ اسباب کے کہ اس کے مضامین کیسے عمدہ اور مدلل ہوتے ہیں اس بات کی کمال خوشی ہے کہ پرچہ عین مقررہ تاریخ پر یعنی ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مل جاتا ہے گو یہ بہ ظاہر معمولی بات معلوم ہو مگر جن لوگوں کو اخبار نکالنے کا اتفاق ہوا ہے یا جو لوگ اس قسم کی انتظامی تکالیف سے واقف ہیں وہ اس بات کا بہ خوبی اندازہ لگا سکتے ہیں اور میرے خیال میں تو اخبار کے ایک باوقعت پرچہ ہونے کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ اس کی اشاعت مقررہ اوقات پر ہو۔

آج اتفاقیہ جناب حضرت میر لطف اللہ صاحب [۲۴] (مکان شریف [۲۵] والے حضرت) سے ملنے کا اتفاق ہوا اور ان کی موجودگی میں آپ کا اخبار پہنچا۔ آپ نے بھی پڑھا اور پسند فرمایا اور معلوم ہوا کہ ان کی خدمت میں اب تک یہ

اخبار نہیں پہنچا۔اسی سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے اور بھی کئی ایسے حضرات سجادہ نشین ہوں گے جن کے پاس یہ اخبار بوجہ ان کے نہ خریدار ہونے کے نہ جاتا ہو۔اس لیے میری التماس یہ ہے کہ میری طرف سے پانچ عدد اخبار ایسے بزرگوں کی خدمت میں روانہ کر دیں جو خاندان نقش بندیہ کے سلسلہ میں ہوں اور ان میں مقدم آں حضرات کو سمجھا جائے جو ہمارے حضرات صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہوں۔ مثلاً حضرت میر لطف اللہ صاحب، حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب ثانی[۲۶] وغیرہ وغیرہ۔

بہ ہر حال یہ تشخیص میں آپ کی رائے پر چھوڑتا ہوں۔ان پانچ عدد اخبارات کی قیمت مجھ سے جس طرح مناسب سمجھیں وصول فرمائیں۔خواہ میرا آیندہ پرچہ وی پی کر دیں یا نقد مجھ سے طلب فرمائیں اور مجھے ان کے اسمائے گرامی سے بھی مطلع فرمائیں۔کمال عنایت ہوگی۔

نیز آں حضرات کی خدمت میں نمبر اول سے لے کر سارے نمبر پورے روانہ فرما دیں۔

دوم: اگر آپ نے طلبا کے لیے نصف چندہ مقرر کیا ہے تو میری درخواست ہے کہ پانچ عدد اور اخبارات ہمارے یاروں میں سے ایسے طالب علموں یا درویشوں کے نام جاری فرمائیں جو حضرت قبلہ و کعبہ ہادی و مولا جناب شاہ صاحب روحی فداہ کے مرید ہوں اور خواہش مند ہوں، ان اخباروں کی قیمت پانچ روپیہ بھی مجھ سے وصول فرمائیں اور ان کے ناموں سے بھی مجھے مطلع فرمائیں۔

اُمید کہ جہاں تک جلد ہو سکے گا میری یہ درخواست منظور فرمائیں گے اور اخبارات جاری کر دیں گے۔فقط

نیاز مند

میر حبیب اللہ از امرت سر عفی اللہ عنہ"

(۱۲اکتوبر ۱۹۰۶ء اخبار اہل فقہ)

۲ نومبر کی اشاعت میں مولانا نے لکھا کہ میر حبیب اللہ صاحب رئیس و آنریری

مجسٹریٹ امرت سر کی طرف سے مندرجہ ذیل بزرگان دین کی خدمت میں اخبار جاری کیا گیا:

(۱) حضرت حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب ثانی دام برکاتہم علی پور شریف

(۲) حضرت مولانا صاحب زادہ میر لطف اللہ صاحب دام برکاتہم سجادہ نشین مکان شریف

(۳) حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب دام برکاتہم سجادہ نشین باولی شریف [۲۷] (مولانا غلام محی الدین صاحب اخبار کی اشاعت کے لیے بھی کوشش فرماتے رہے۔)

(۴) حضرت غلام نبی صاحب دام برکاتہم چک قریشی

(۵) حضرت حافظ عبدالکریم صاحب دام برکاتہم راول پنڈی

اہل فقہ کے ایک اور قدر شناس مولانا عبداللہ بہاری [۲۸] اپنے ایک مکتوب بنام ایڈیٹر اہل فقہ رقم طراز ہیں:

نقل عنایت نامہ مولوی عبداللہ صاحب بہاری

بزرگ ایڈیٹر صاحب۔ تسلیم

ادھر دو تین ہفتوں سے بوجہ سخت علالت کے آپ کا نامی پرچہ دیکھنے سے مجبور رہا، اب دو تین روز سے دیکھنا شروع کیا ہے۔ ۷ رمضان المبارک کے پرچہ میں آپ کی تحریر بعنوان ''دامان نگہ تنگ'' کا مطالعہ کیا لیکن آپ کے اس اظہار افسوس سے ''لیکن مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اب تک تعداد خریداران ہزار تک نہیں پہنچی، یہ امر ہمارے حنفی بھائیوں کے لیے کچھ کم ننگ و عار کا باعث نہیں۔ الخ''، مجھ کو بھی بہت بڑا صدمہ ہوا۔ ہم احناف کے بہ مقابلہ ہمت اپنے اغیار کے ننگ و عار تو درکنار بل کہ مر جانے کا مقام ہے۔

خیر اول اپنے احباب کو جو آپ کے نامی پرچہ کے خریدار بھی ہیں آپ کی اس تحریر کو یاد دلاتے ہوئے نہایت غیرت دلائی۔ سب نے اپنی کاہلی اور سستی کا اقرار

کرتے ہوئے خریدار پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اِلاَّ سید عبدالغفور صاحب ساکن موضع لکھنؤ ضلع پٹنہ نے یہ عذر (میں ایک ایسے موضع منحوس کا باشندہ ہوں کہ نہ تو اس موضع اور نہ اس کے آس پاس کے مواضع میں کوئی فرد مسلمان تو ایسے ہیں کہ جن کو قواعد بغدادی سے بھی ملاقات اور زیارت نصیب ہوئی ہو) پیش کرتے ہوئے رقم کیا ہے۔ خیر میں اپنے یگانوں کے لیے اپنی جیب خاص سے روپیہ بھیج کر پرچہ منگوالوں گا۔

دوم: حضرت شاہ ارزانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حامد حسین کی خدمت بابرکت میں التجا کی، آپ نے بھی صرف رمضان تک عذر معقول پیش کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی قیمت دو چند ادا کر کے پرچہ طلب کروں گا اور علاوہ اس کے جتنے ہمارے احباب اور اغیار معتقدین ہیں سب کو اس پرچہ کے لینے کے لیے مجبور کروں گا۔

سوم: ۲ شوال کو بہارا اپنے مکان جانے والا ہوں، محض اس غرض سے کہ کسی طرح آپ کی تعداد مرقومہ ایک ہزار اللہ اللہ کر کے پوری ہو جائے کہ آپ کی شکایت رفع ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے اُمید قوی ہے کہ آپ کے کام میں مجھ کو کامیاب کرے گا۔ فقط

خاکسار عبداللہ بہاری ثم عظیم آبادی

(اہل فقہ مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۶ء)

اہل فقہ کی مقبولیت کی ایک جھلک مولانا محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ [۲۹] کے اس مکتوب میں دیکھی جا سکتی ہے جسے ایڈیٹر اہل فقہ نے ''بیت اللہ شریف میں 'اہل فقہ' کی قدر دانی'' کے عنوان سے اخبار میں درج کیا:

''مکرم بندہ جناب مولوی غلام احمد صاحب! السلام علیکم

آپ کے لیے اس سے زیادہ اور کیا خوشی اور مسرت کی بات ہو سکتی ہے کہ آپ کی مخلصانہ کوشش اور محنت ٹھکانے لگتی معلوم ہوتی ہے، آپ نے اہل فقہ اخبار جاری کر کے مذہبی خیال کے لوگوں میں ایک عجیب حرکت پیدا کر دی ہے اور آپ کی

یہ بروقت سعی بہت سے بے چین دلوں کی تسکین کا باعث ہو رہی ہے- میں آپ کو اپنے اس مختصر خط کے ذریعہ سے یہ خوش خبری دینا چاہتا ہوں کہ آپ کے ہر دل عزیز اخبار اہل فقہ کے کئی خریدار اس بلد اللہ الحرام مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے ہیں- جہاں تک میرا خیال ہے اس ملک کے باشندوں اور رہنے والوں میں اخبار بینی کا مذاق بہت ہی کم ہے- مکہ معظّمہ میں معدود آدمی ہیں جن کو اخبار پڑھنے کا شوق ہے اور وہ اخبار کو ایک مفید اور کارآمد چیز خیال کرتے ہوں، بعض ان اخبارات کے لیے جو میرے عزیز دوستوں کے زیر اہتمام شائع ہوتے ہیں یا جن کو مدرسہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں، میں نے بارہا کوشش کی کہ میرے احباب کے وسیع دائرہ میں سے دو چار اشخاص ہی ان اخباروں کے خریدار پیدا ہو جائیں تو میں ایک حد تک اپنے اخلاقی فرض سے سبک دوش ہو جاؤں گا- مگر افسوس ہے کہ میری محنت اور سفارش بیکار ثابت ہوئی- یہ خصوصیت اہل فقہ ہی کی ہے کہ ایک ابتدائی تحریک میں اس کے کئی خریدار اس ملک میں بہت خوشی کے ساتھ پیدا ہو گئے- اہل فقہ کا صرف ایک پرچہ اس وقت تک مدرسہ میں آتا رہا ہے مجھے یاد ہے کہ بعض نمبر ڈاک کے آتے ہی اس کے قدر دان مدرسہ سے لے گئے ہیں اور اس کے مطالعہ سے میں اور مدرسہ کے طالب علم جن کے واسطے درحقیقت وہ آرہا ہے بالکل محروم رہے ہیں- اس ہفتہ مبلغ تیس [۳۰] روپیہ یہاں سے جناب حافظ محمد عبدالعلیم صاحب کی معرفت آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں- جناب حافظ صاحب یہ روپیہ کیرانہ ضلع مظفر نگر سے بذریعہ منی آرڈر آپ کے نام روانہ کریں گے، جس وقت روپیہ آپ کو وصول ہو جائے تو اخبار مندرجہ ذیل حضرات کے نام جاری فرما دیجیے-

آپ کا خیر طلب

محمد سعید غفر اللہ لہ، مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ

۱۶ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ بمطابق ۲۹/ اپریل ۱۹۰۷ء

(اہل فقہ، ۱۲ جولائی ۱۹۰۷ء)

ایڈیٹر اخبار اہل فقہ مولانا اخگر نے اس خط کو ۲۴رمئی ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں دوبارہ سرورق پر شائع کیا اور اندرونی صفحات میں اسے ''اہل فقہ کے مقبول بارگاہ ایزدی ہونے کے ثبوت'' کے طور پر پیش کیا۔

اخبار کے دیگر مویدین کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اخگر لکھتے ہیں:

''ابتدائی وعدوں میں سے ایک اہم وعدے کا ذکر پرچہ نمبرا میں سے رہ گیا تھا جناب حضرت صاحب زادہ مولانا مولوی نور شاہ صاحب سجادہ نشین چورہ شریف[۳۰] ضلع اٹک امرت سر میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ نیازمند اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اہل فقہ جلد جاری کرو، ہم ان شاءاللہ تعالیٰ مبلغ دس روپیہ خود دیں گے نیز کم از کم ایک سو خریدار مہیا کر دیں گے چند احباب کے نام بھی انہوں نے لکھوائے۔

پرچہ جاری ہونے پر سب سے پہلے حافظ احمد الدین صاحب ٹیلر ماسٹر پلٹن نمبر۱۴ جواب راول پنڈی سے کلڈانہ تبدیل ہو گئے ہیں دو خریدار دیے اور دونوں سے قیمت سالانہ وصول فرما کر بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دی۔

ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب بی اے ایل ایل بی، وکیل چیف کورٹ پنجاب مقیم سیال کوٹ نے ۲۵ موعودہ خریداروں میں سے ۷ خریداروں کے نام اخبار جاری کرایا اور وعدہ فرمایا کہ خود ہی ان سے قیمتیں لے کر روانہ فرما دیں گے۔ جزاہم اللہ خیرالجزاء

یہ تو ہمارے کرم فرماؤں کی عنایت ہے کہ ان کو اپنے مذہبی خادم پرچہ کی اشاعت کی طرف خیال ہے اور ان شاءاللہ تعالیٰ اگر اسی طرح ان کی توجہ رہی تو یقیناً اہل فقہ کو بہت سی کامیابی ہوگی۔

ہم ناظرین اور ہمدردان اخبار کو مژدہ سناتے ہیں کہ پہلے پرچہ کے جاری ہوتے ہی عالی جناب حامی سنت ماحی بدعت قاطع اعناق المتوہب والضلالت جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول بدرالعلماء شمس الفضلاء حضرت مولانا حاجی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ العالی[۳۱] نے جس محبت اور ہمدردی کا

عملی نمونہ دکھایا وہ اہل فقہ کی کامیابی کی ایک مبارک فال ہے۔آپ نے پرچہ ملاحظہ فرماتے ہی مبلغ دس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائے اور جو عنایت نامہ خاکسار کو لکھا اس کی نقل یہ ہے:

مکتوب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بنام ایڈیٹر

اخگر خاشاک توہب مولانا غلام احمد صاحب اخگر سلمہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔اہل فقہ مبارک۔اس مسرت کے شکریہ میں دس روپیہ حاضر-قبول فرمائیں۔قلیل ہیں مگر کامل اور دعائے برکت دوام و استقامت علی مسلک اہل السنۃ والکرام ان کے شامل۔کاغذ چھپائی ایسے ہی رہیں تو بہتر۔مضامین کے لیے اگر آپ اجازت دیں ایک معیار مختصر عرض کرے جس کی مراعات اہم فرائض و واجبات سے ہے۔حامی جماعت اہل سنت و جماعت مولانا مولوی سید جماعت علی شاہ صاحب کی خدمت میں فقیر کا سلام۔شوق التیام بتمام اکرام گذارش کیجیے۔والسلام

فقیر احمد رضا خان عفی عنہ از بریلی

۸ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ

حضرت مولانا مدظلہ کا خیال ہے کہ مبلغ دس روپے کم ہیں مگر ناظرین یقین رکھیں کہ آپ کی اس رقم کی قیمت ہزار ہا روپیہ سے بھی زیادہ ہے۔خاکسار بڑے ادب سے گذارش کرتا ہے کہ اہل فقہ کی ترتیب مضامین کے متعلق جیسا ارشاد ہوگا بڑی خوشی سے اس پر کاربند ہوں گا۔صرف اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ اخبار کے متعلق کبھی معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ کیا مضمون ہوگا۔بعض وقت کوئی ضروری مضمون اس قدر لمبا ہوتا ہے کہ اخبار کا بہت سا حصہ اس میں خرچ ہوجاتا ہے اور خاص ترتیب تقرری صفحات کی قائم نہیں رہتی۔

اعلیٰ حضرت جناب مولانا ومخدومنا الحاج محمد عبدالمقتدر صاحب سجادہ نشین درگاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف دام برکاتہم [۳۲] جو علاوہ عالم و فاضل ہونے کے

بڑے پایہ کے بزرگ اور صوفی ہیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور فدائی ہیں، آپ نے بھی پرچہ کو ملاحظہ فرما کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور ایک محبت آمیز عنایت نامہ ارسال فرمایا جس میں دعائے خیر کے علاوہ مفید مشورے بھی درج ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں کوشاں رہوں گا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر ہمارے مرشد و مولا عالی جناب حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دام برکاتہم اپنے حلقہ اثر میں اہل فقہ کی اشاعت کا خیال پھیلا دیں تو بہ کثرت خریدار پیدا ہو سکتے ہیں، آپ کا یہ فرمانا بالکل صحیح اور بجا ہے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ دام برکاتہم نے اس بات کا وعدہ فرمایا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً خاص توجہ فرمائیں گے۔

حضرت مولانا سید عمر کریم صاحب حنفی عظیم آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کی تجدید ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ آپ آیندہ جہاں تک ہو سکے گا مدد فرمائیں گے۔ (اخبار اہل فقہ مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۱۱ء)

اخبار اہل فقہ کی اشاعت میں کئی دیگر عواقب بھی درپیش رہے جن میں مولانا اخگر کی مالی کمزوری و بیماری وغیرہ بھی شامل ہیں۔ آپ کی بیماری کے سبب اخبار کی اشاعت میں اکثر تاخیر ہو جایا کرتی نیز بعض اوقات کچھ مدت کے لیے اخبار کی اشاعت بند بھی ہو جاتی چنانچہ اس حوالہ سے مولانا اخگر ۲۲ فروری ۱۹۰۷ء کے شمارے میں لکھتے ہیں:

اب مجھے خدا کے فضل سے بہت آرام ہے لیکن معالجین کا تاکیدی مشورہ ہے کہ میں لکھنے پڑھنے کے کام سے سردست محترز رہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی میں کچھ نہیں لکھ سکتا تاہم اُمید کامل ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ اشاعت سے میرے مضامین کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ خاکسار غلام احمد

پھر ۲۶ جون ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

''اہل فقہ کی اشاعت میں میری بیماری کے باعث التوا کا واقع ہو جانا بے شک افسوس ناک امر ہے لیکن خدا کی مرضی میں کسی کو دخل نہیں۔ میں ہر چند چاہتا تھا کہ اخبار وقت پر شائع ہو مگر میری بیماری اور مالی کمزوری مانع تھی۔ بہر حال اگر

مجھے کامل صحت ہوگئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ ناظرین کو شکایت کا موقع نہ ملے گا۔

۱۹۰۹ء میں امرت سر میں شدید بارشوں سے تباہی ہوئی اور پھر ہیضہ اور ملیریا کی وبا پھیل گئی جس سے کثیر ہلاکتیں ہوئیں اور اخبار کی اشاعت بھی متاثر ہوئی، چنانچہ مولانا اخگر لکھتے ہیں:

''اہل فقہ کے ناظرین میں سے اکثر بزرگوں کو بذریعہ دیگر اخبارات و ذرائع کے امرت سر کی نمونہ قیامت بیماری کا حال معلوم ہوگا لیکن بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو کچھ حال معلوم نہ ہو، اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً یہاں کے حالات سے ناظرین کو اطلاع دی جائے۔

موسم برسات میں پہلے کثرت سے بارشیں ہوئیں اور ابھی بارشوں کے محشر خیز طوفان سے نجات نہیں ملی تھی کہ ہیضہ کا زور ہو گیا۔ ابھی ہیضہ کے کیس [Case] ہو رہے تھے کہ دفعۃً ملیریا بخار شروع ہو گیا اور اس کثرت سے کہ کوئی گھر خالی نہ رہا اور گھروں میں تمام چھوٹے بڑے مبتلائے بخار ہو گئے۔ بخار کی بھی یہ صورت نہ تھی کہ دو چار چار دس دن بعد آرام ہو جاتا بلکہ یہ حال تھا کہ اگر آٹھ دس یوم کے بعد کسی کو افاقہ ہوا ہے تو دو ہی دن کے بعد پھر دورہ ہو جاتا تھا۔ ماہ شعبان المعظم میں خیال کیا جاتا تھا کہ رمضان المبارک میں اس آفت سے نجات ملے گی مگر افسوس کہ رمضان شریف میں اور کثرت ہوگئی اور رمضان شریف تو درکنار شوال کا مہینہ بھی گزر گیا لیکن مخلوق خدا کو آرام کی صورت میسر نہ ہوئی۔

بچے اس بیماری میں بہت ہی ضائع ہوئے کوئی خوش قسمت ماں ہوگی جس کو گود میں بچہ باقی رہ گیا ہو۔ حاملہ عورتوں نے قبل از وقت وضع حمل کیا اور اس طرح پر بچوں کا سارے شہر میں خاتمہ ہو گیا۔

تعداد اموات امرت سر میں بہ حالت صحت (۱۸۔۱۷) ہوا کرتی تھی مگر اس بیماری میں دو سو یومیہ تک نوبت پہنچی۔

سال بھر کے مسلسل قحط سے لوگ پہلے ہی فاقہ مست ہو چکے تھے اور بارشوں سے اُمید تھی کہ قحط دُور ہو گا مگر ایام بیماری میں قحط بجائے دُور ہونے کے اور زیادہ ہو گیا۔ دودھ اور سبزی اس قدر گرانی پر تھے کہ الامان!!!

اس لیے مسلمان تو بہت سے فاقوں سے ہی مر گئے اور اکثروں نے اپنا اثاثہ البیت تک کوڑیوں کے مول فروخت کر دیا۔

یہ تو امرت سر کی عام حالت کا بیان تھا، اسی سے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ خاکسار ایڈیٹر کو کس قدر تکلیف پہنچی ہو گی، شہر کے باشندے تو ماہ اگست میں مبتلائے مصیبت ہوئے لیکن خاکسار پہلے ہی سے مصیبت میں گرفتار تھا۔ میرے دوست مجھے مدد دیتے تھے اور میں مضامین منہ سے بول کر دوسروں سے لکھوا رہا تھا کہ دفعۃً سارا شہر مبتلائے مصیبت ہو گیا۔ دوست احباب تمام اپنی مصیبتوں میں پھنس گئے۔ خاص میری یہ حالت تھی کہ گھر میں کوئی ایک بھی تندرست نہ تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ رمضان شریف کب شروع ہوا اور کب ختم ہوا اور عید الفطر کب ہوئی۔ میرے گھر میں علاوہ رشتہ داروں کے بچوں کے خاص میری دو لڑکیاں فوت ہو گئیں مگر میں ان کے جنازہ میں بھی شامل نہ ہو سکا۔ پریس مین اور پریس میں کام کرنے والے سب بیمار تھے۔ اس حالت میں ناظرین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اخبار کے شائع کرنے کی کون سی صورت تھی۔ اس بیماری کی حالت میں مجھے جس قدر مالی نقصان پہنچا ہے اس کا اندازہ بھی ناظرین واقعات سے کر سکتے ہیں۔ یہ باعث تھا کہ اخبار شائع نہ ہو سکا۔ (اہل فقہ، ۱۵ اپریل ۱۹۰۹ء)

اخبار اہل فقہ کی کمزوری کی ایک بڑی وجہ عوام وخواص اہل سنت کی ملی بے حسی بھی رہی، بارہا اخبار کے خریداروں کو بڑھانے کی ترغیبیں رائیگاں رہیں، سوائے چند اصحاب درد کے کسی نے بھی اخبار کی ترقی کے لیے مخلصانہ کوشش نہ کی۔ مولانا امرتسری اپنی مالی کمزوری کے باوجود حتی الوسع اخبار شائع فرماتے رہے۔

۱۹۰۹ء میں اخبار کے دوبارہ اجراء پر مولانا حکیم ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی [۳۳] نے ایک مکتوب اخبار میں اشاعت کے لیے بھیجا جسے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں:

''اخبار کے ذریعہ اپنے خیالات ہر شخص بہت دُور دراز مقامات کے اشخاص تک پہنچا سکتا ہے اور ہر غلط بات پر روشنی ڈال کر پبلک کو اطمینان دلا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخبارات کی کثرت دن بدن ہوتی جاتی ہے۔
مذہبی اخبارات میں ہمیں جہاں تک علم ہے۔ شیعی و اہل حدیث کے اخبار ہیں۔ ہندوستان میں باعتبار مردم شماری اہل سنت و جماعت کسی فرقہ سے کم نہیں پھر کیا وجہ کہ اہل سنت کا کوئی اخبار بھی نہ ہو۔
میرے اس ......کو عرصہ ہوا کہ میرے کرم فرما مولوی غلام احمد صاحب اخگر نے اہل فقہ نامی پرچہ نکال کر سلجھا دیا تھا اور مجھے عملی صورت میں یہ اطمینان بخش جواب ملا تھا کہ اہل فقہ حاضر ہے۔ میں کتنا خوش ہوا تھا جب کہ مبارک پرچہ اہل فقہ مذہب اہل سنت کے حامی کو میں نے دیکھا تھا۔ یہی ایک وہ پرچہ تھا جس نے مخالفین کے خرمن اعتراضات و خیالات پر غضب کی بجلیاں گرا کر ان کو خاک سیاہ کر دیا تھا۔ یہی وہ پرچہ تھا جس نے ہر مخالف کو تحقیقی والزامی جواب دے کر پا شکستہ کر دیا تھا۔ اس نے تین برس جس جبروت کے ساتھ حکومت کی اور اس قلیل مدت میں جیسا مذہب اہل سنت کو فائدہ پہنچا وہ ہر سُنی جانتا ہے۔ نہیں نہیں۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

مخالفین کے دل بھی جانتے ہیں۔
مگر افسوس کہ بہت جلد یہ خوشی مبدل بہ غم ہو گئی اور ہماری غفلت نے یہ روز بد دکھایا کہ اہل فقہ بند ہو گیا۔ آہ۔ اہل فقہ بند ہو گیا۔ کیوں کیا سبب اس کا جواب میں قطعی طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری غفلت اہل مالی کی مالی امداد نہ پہنچنے، اہل قلم کی قلمی امداد نہ پہنچنے کے زہریلے اثر نے اس کا کام تمام کر دیا۔
منصفی شرط ہے۔ اہل فقہ نے جو خدمت مذہب اہل سنت کی اپنی چند روزہ زندگی میں کی، کیا اس کو کوئی سنی فراموش کر سکتا ہے۔ اہل فقہ میں جو بے مثل مضامین طبع ہوتے تھے کیا وہ گھر بیٹھے بیٹھے اچھے ایک مستعد واعظ کا کام نہ دیتے تھے۔ خیر اہل فقہ تو سب کچھ تھا مگر ہم نے اس کو کیا جانا۔ افسوس کہ کبھی اپنا مذہبی خیر خواہ نہ

جانا۔ یہی اُمور اس کے بند ہونے کا باعث ہوئی۔ میں نے اس عرصہ میں جب سے اہل فقہ بند ہوا، بہت غور کے بعد یہ امر تحقیق کیا کہ واقعی اہل فقہ نے بہت کام کیا اور بہت کچھ اس کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔

آفریں ہے مولانا اخگر کی ہمت کو کہ بستر علالت سے اٹھتے ہی پھر اہل فقہ جاری کر دیا۔ ہمت ہو تو ایسی ہو دُھن کا پکا ہو تو ایسا ہو۔ اب اہل مال و اہل قلم کی ہمتیں دیکھنا ہیں۔

اے سُنّی مسلمانو! اے اہل سنت و جماعت کے برگزیدہ عالمو! یہ ناچیز پرچہ آپ کی مذہبی زبان آپ کے سہارے بول رہی ہے۔ اس کو آفتوں سے بچانا آپ کا فرض ہے۔ (اہل فقہ، ۲۷ اپریل ۱۹۰۹ء)

اہل فقہ کے دستیاب ریکارڈ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا اخگر کی علالت کے سبب ۱۹۱۰ء میں اخبار کی اشاعت موقوف رہی۔

۱۹۱۱ء کے ایک شمارے میں مولانا اخگر اپنی بیماری کے متعلق لکھتے ہیں:

''عرصہ تقریباً بارہ (۱۲) برس کا ہوا ہے کہ نیاز مند کو آشوب چشم لاحق ہوا تھا اس کے بعد اکثر اس کا اعادہ ہو جایا کرتا ہے چنانچہ ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء میں بڑی سختی سے اس کا اعادہ ہوا بل کہ اب ۱۹۱۱ء میں پھر زور سے آنکھیں دُکھنے آ گئیں۔''

۱۹۱۱ء میں اخبار کے دوبارہ اجراء پر پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے اس ضمن میں مولانا اخگر کی یوں امداد فرمائی کہ کچھ احباب و مریدین کی فہرست عنایت کی کہ یہ دس روپیہ سالانہ فنڈ دیا کریں گے۔

۱۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب، شیخوپورہ
۲۔ مرزا صالح محمد صاحب سوداگر پشمینہ لاہور
۳۔ میاں فتح دین صاحب رئیس اعظم لائل پور
۴۔ محمد کرم الٰہی صاحب، بی اے۔ ایل ایل بی چیف کورٹ پنجاب مقیم سیال کوٹ
۵۔ شیخ حسین بخش صاحب جنرل مرچنٹ چھاؤنی سیال کوٹ
۶۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب، بٹالہ

۷۔ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب،اسسٹنٹ سرجن لدھیانہ

۸۔مولوی عبدالعزیز صاحب کلرک دفتر، فیروز پور

۹۔قاضی فضل احمد صاحب،کورٹ انسپکٹر پولیس لدھیانہ

۱۰۔نواب شیخ نصیرالدین صاحب،رئیس اعظم لاہور

۱۱۔محمد حسین صاحب سوداگر لیس،لاہور

۱۲۔شیخ عبداللہ صاحب آڑھتی سانگلہ

اس کے علاوہ معمولی قیمت کے بھی ۱۸خریدار دیے۔

(۳جولائی ۱۹۱۱ء،اہل فقہ)

۱۹۱۱ء میں اخبار اہل فقہ کی دوبارہ اشاعت پر مولانا ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی ''اہل فقہ کی زیارت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

پھر مرے داغِ کہن اے داغ تازہ ہو گئے
دل میں آئی صورت باد بہاری آرزو

سُنّیوں کے بے تاب دلوں کی مچلنے والی تمنائیں مدتوں یاس وحسرت سے ہمکنار رہیں۔اہل سنت کے اٹھتے ولولے بڑھتے حوصلے ہمیشہ کسی کی یاد میں اوفتاں خیزاں گریاں رہے۔

علمائے اہل سنت کے زبردست فتاوی اور پُر زور تحریروں کی حسرت دیدنے عرصہ تک خون رُلایا۔[مخالفین] کے بزدلانہ حملے اپنی سپر نہ ہونے سے اکثر ہوتے رہے، بارے حسرت مسرت سے متبدل ہو گئے اور پھر اہل سنت کا وکیل عزیز پیارا اخبار سنیوں کی زبان مسلمانوں کی جان خادم اسلام مخدوم المسلمین اہل فقہ جاری ہو گیا۔الحمدللہ تمام آرزوئیں پوری ہو گئیں۔بے تابیوں میں سکون بے قراریوں میں تمکنت بے چینیوں میں راحت کا جلوہ نظر آنے لگا۔خدا کرے اہل فقہ پھولے پھلے اور سچا خادم اسلام بنا رہے۔آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ابوالمنظور قادری

(اہل فقہ، ۷ا جولائی ۱۹۱۱ء)

آخر کار مولانا اخگر نے جون ۱۹۱۳ء میں اخبار اہل فقہ کو بند کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک اعلان بدیں الفاظ اخبار میں شائع کیا:

''ہم اعلان کرتے ہیں کہ آیندہ سال ختم کرنے کے بعد ہم اہل فقہ کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیں گے۔ شاید کوئی صاحب یہ سوال کریں کہ اگر بند کرنا ہے تو آج کیوں نہیں بند کیا جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اخبار کے خریداروں کا حساب کسی تاریخ مقررہ سے نہیں۔ بل کہ جس تاریخ کے جو صاحب خریدار بنے، اس تاریخ سے حساب ہے تو آج اخبار بند کرنے کی صورت میں جن لوگوں کا چندہ دفتر کی طرف فاضل ہے اس کا ادا کرنا دُشوار ہے۔ اس لیے ہم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ سال آیندہ میں ہم یہ طریق اختیار کریں گے کہ ہر ایک خریدار سے خواہ جدید ہو یا قدیم - صرف اخیر جون ۱۹۱۴ء کو تمام ناظرین کا حساب بے باق ہوگا۔ اگر اس سال میں اشاعت بڑھ گئی تو بہتر۔ اس صورت میں ان شاء اللہ تعالیٰ اخبار جاری رہے گا اور کوئی دُشواری یا دقت حائل نہ ہوگی لیکن اگر خدانخواستہ یہی حال رہا تو اس وقت اخبار کے بند کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا بل کہ ہدایت کا درجہ حاصل کر چکا ہے کہ ہماری جماعت مردہ ہے، اس میں کسی قسم کا مذہبی احساس موجود نہیں۔ تمام لیڈر اس امر پر زور دیتے ہیں کہ مذہبی مباحثات یک قلم بند کر دیے جائیں۔ تفریق مذہبی نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ تمام مسلمان بلالحاظ تفریق ایک ہیں۔ وغیرہ وغیرہ اور جو فرقے ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے کے لیے ان کے ساتھ ایک اسٹیج پر جمع ہوتے ہیں وہ کہتے تو وہی کچھ ہیں لیکن ان کی اخبارات میں سوائے اسی ممنوع یا مذموم طریقہ کے اور کچھ نہیں۔ اس پر بھی ان کی مختصر جماعتوں میں ان کے متعدد اخبارات کافی نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر مرزائی جماعت کو لے لو۔

الحکم[۳۴]، البدر[۳۵]، نور، تشخیذ[۳۶]، ریویو میگزین (انگریزی)[۳۷]، الحق[۳۸]

ان کی ضروریات کے لیے کافی نہیں ثابت ہوئے۔اس لے مرزا صاحب کے بیٹے نے الفضل نامی نیا ہفتہ وار اخبار قادیان سے جاری کیا اور پیغام صلح نامی ہفتہ وار اخبار لاہور سے جاری ہونے والا ہے۔ان تمام اخبارات و رسائل میں برابر مذہبی چھیڑ چھاڑ اور مسلمانوں کے حق میں بیہودہ گوئی سے کام لیا جاتا ہے۔''الحق'' تو خاصا بازاری بھنگڑ ہے جس اوباشانہ لہجے میں یہ اخبار اپنے مخالفین کا ذکر کرتا ہے وہ کسی شریف آدمی کے مطالعہ کے لائق ہی نہیں۔اس پر بھی کبھی کسی نے لیڈروں سے نہیں سنا کہ یہ اخبارات مسلمانوں کے لیے مضر ہیں بل کہ بجائے نفرت کے ان سے ملاپ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی۔اگر کچھ زور ہے تو صرف ہماری جماعت پر اور ہماری جماعت ضروریات مذہب سے ایسی لاپرواہ ہے کہ گویا ان کے نزدیک مذہب کوئی چیز نہیں۔یہ وجہ ہے کہ ہم ایسا اعلان کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔اب ہمدردان اخبار کا کام ہے کہ آیندہ سال کے بعد اس کو جاری رکھنا پسند فرمائیں یا بند کرنا۔''

(اخبار اہل فقہ ۳۰ جون، ۱۹۱۳ء)

ہمیں ۱۹۱۴ء کا کوئی شمارہ دستیاب نہ ہوسکا، اس لیے یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ اخبار کی اشاعت کب موقوف کر دی گئی۔

اخبار اہل فقہ نے اپنی مختصر حیات میں اہل اسلام بالخصوص اہل سنن کے لیے بے لوث خدمات انجام دیں لیکن ہماری جماعتی بے حسی کی بھی کوئی حد نہیں کہ ہم نے اپنے محسن کو یکسر فراموش کر دیا اور آج تک کوئی جامع تحقیق اخبار اہل فقہ کے متعلق سامنے نہیں آئی۔ہم نے اخبار کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد اخگر کو بھی بُھلا دیا۔ہمارے اسی طرز عمل کا فائدہ اغیار نے یوں اٹھایا کہ ہمارے اکابر علماء و مشائخ کو انھوں نے اپنا موافق و ہم مذہب و مسلک قرار دینا شروع کر دیا۔نعوذ باللہ من ذلک



(۱۱)

سلطان المناظرین مولانا غلام احمد اخگر نقش بندی امرت سری

[بانی و مدیر اخبار اہل فقہ، امرت سر]

سلطان المناظرین، شیر اسلام، جامع شریعت و طریقت، واقف اسرار حقیقت حضرت علامہ مولانا غلام احمد اخگر امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۶۴ء بمطابق شعبان ۱۲۸۱ھ میں امرت سر کے ایک کشمیری بٹ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا اسم گرامی لعل محمد ہے۔ ان کا اصلی وطن مقام 'نے پور' متعلقہ تحصیل اسلام آباد کشمیر تھا جہاں وہ ایک کثیر التعداد اراضی کے مالک تھے۔

مولوی محمد الدین فوقؔ [۳۹] ایڈیٹر کشمیری میگزین [۴۰] لکھتے ہیں:

''ریاست کشمیر کے عمال جو ظلم و ستم رعایا پر کرتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اگرچہ چند قحطوں کے باعث بعض مسلمانان کشمیر اپنے پیارے وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے لیکن لعل بٹ کسی قحط کی مصیبت کے باعث کشمیر سے نہیں نکلے بلکہ ریاست کے عمال کے ظلم اور بیگار و دیگر تکالیف کی برداشت نہ کر کے تمام اراضی کو خیر باد کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور امرتسر میں آ کر بود و باش اختیار کی۔

امرت سر میں شال پشمینہ کی تجارت اس وقت بڑے زوروں پر تھی یہاں انہوں نے پہلے تو حاشیہ کی تجارت شروع کی مگر بعد ازاں پشمینہ بنوانا شروع کیا اور اسی روزگار کے ذریعہ سے بسر اوقات کرتے رہے۔

مولانا غلام احمد اخگر جب پیدا ہوئے تو چار برس کی عمر میں رحمان شاہ نامی ایک بزرگ کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے لیے بٹھائے گئے۔ دو سال میں قرآن شریف ختم ہوا تو فارسی کی تعلیم پانے کے لیے وقتاً فوقتاً متعدد اساتذہ کے پاس جاتے رہے، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مدارس میں تعلیم دلانے کو مسلمان ''سخت گناہ'' سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا اخگر کو

کسی مدرسہ میں داخل ہونے کا موقع نہ ملا۔

۱۲ برس کی عمر میں آپ سکندر نامہ وابوالفضل پڑھتے تھے کہ یکا یک ان کے والد پر مصیبت کا زمانہ شروع ہوا، افلاس دامن گیر ہو گیا اور سخت تکلیف ہونے لگی حتی کہ اثاث البیت بھی فروخت ہو چکا۔ آخر یہ نوبت آئی کہ آپ کو ملازمت اختیار کرنا پڑی۔ لیکن چوں کہ طبیعت علم کی طرف مائل تھی اس لیے رات کو مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم سے عربی پڑھنا شروع کیا۔ امرت سر میں جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب ایک جید عالم دین تھے ان کے مدرسہ میں عربی اور فارسی پڑھتے رہے اور کئی کتابوں کو عبور کیا۔

حساب کا شوق بھی ہوا چونکہ حساب کا ابتدائی حصہ جمع تفریق ضرب تقسیم جانتے تھے، فرصت کے اوقات میں مزید مطالعہ کرنا شروع کیا جہاں جس قاعدہ کی سمجھ نہ آئی کسی سے پوچھ لیتے۔ اسی طرح انگریزی سیکھنے کا شوق ہوا تو اس زمانہ میں انگلش کی بنیادی کتاب پڑھ کر خاصی استعداد حاصل کر لی۔

آپ نے مسجد کی امامت وخطابت کو ذریعہ روزگار بنانا مناسب نہ سمجھا اس لیے مختلف ذرائع اپناتے رہے۔ لگا تار دماغی محنت سے آنکھیں کمزور ہو گئیں چنانچہ منطق میں ملاحسن اور فقہ میں شرح وقائع تک اور اصول الشاشی ونورالانوار ختم کر کے رات کا پڑھنا چھوڑ دیا کیوں کہ آشوب چشم سے بہت مجبوری ہو گئی تھی لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ مذہبی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھا اور تحریر کا کام بھی شروع کر دیا۔ تجارت کی غرض سے ۱۹۰۶ء تک کلکتہ جاتے رہے لیکن ۱۹۰۶ء میں آپ کا اکلوتا بیٹا ۲۰ سال کی عمر میں انتقال کر گیا چنانچہ کلکتہ جانا بھی ترک کر دیا۔ (اخبار نویسوں کے حالات از محمد الدین فوق ملخصاً)

آپ کی شخصیت شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھی، آپ عابد وزاہد اور شب زندہ دار مجاہد تھے۔ حمایت سنن وابطال فتن کی فکر آپ کو ہر لمحہ ہر آن حرکت وعمل پر اُکسائے رکھتی۔ آپ کی مکمل زندگی تحریک سے عبارت تھی، افسوس کہ آپ کی پاکیزہ سیرت پر کوئی جامع کام سامنے نہیں آیا جس کی وجہ سے کئی پہلو گوشۂ گمنامی میں جا چکے اور اب ان سے آگاہی حاصل کرنا ممکن نہ رہا۔ تاہم اس قدر معلوم ہو سکا کہ آپ ۱۹۰۶ء میں قبلہ امیر ملت

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری سے نقش بندی مشرب میں بیعت ہوئے اور ۱۹۱۴ء میں خلافت سے سرفراز ہوئے، کئی افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی ہوئے۔

نعتیہ ادب پر ماہ وار رسالہ ''گلستان رحمت'' کا اجراء

مولانا غلام احمد اخگر نے نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے ایک ماہ وار رسالہ بنام ''گلستان رحمت'' جاری کیا[۴۱]۔مولانا اخگر لکھتے ہیں:

''یہ نعتیہ رسالہ جو ہندوستان بھر میں اکیلا ہے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۵ ہجری المبارک کو پہلا پرچہ نکلا۔ عاشقان رسول کریم کے نور ایمانی کو جلا دینے والا اور قلب محزون کو تسکین بخشنے والا ہے۔کون مسلمان ہے جو رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کی نعت پڑھنے سننے کا عاشق نہ ہو۔'' (اہل فقہ،۶ دسمبر ۱۹۰۷ء)

اس کے ہر شمارے کے لیے کوئی خاص مصرع طرح رکھا جاتا اور تمام شعرا حضرات اسی پر نعتیہ کلام تحریر فرماتے۔شہنشاہ سخن، استاذ زمن مولانا حسن رضا خان حسنؔ فاضل بریلوی[۴۲] سے ایک ملاقات میں مولانا اخگر نے جب اس رسالے کے اجرا کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا حسن رضا نے اس کی تحسین فرمائی اور تاریخی قطعہ بھی تحریر فرمایا جو کہ حسب ذیل ہے:

اخگرؔ نے کیا نعت میں گلدستہ وہ جاری
بلبل کی طرح غنچہ و گل جس پہ ہوں شیدا

اللہ یہ گلزار پھلے پھولے جہاں میں
ہر پھول سے ہو رنگ ترقی کا ہویدا

نکلے گی تاریخ حسنؔ شاخ قلم سے
انداز گلستاں کے ہیں گلدستہ سے پیدا
۱۳۲۵ھ

(کلیات حسن:۴۸۷-۳۸۷ مطبوعہ اکبر بک سیلرز،لاہور)

مولانا غلام احمد اخگر خود بھی قادر الکلام شاعر تھے اور نعتیہ کلام تحریر فرماتے رہتے، علاوہ ازیں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا منظوم شجرہ شریف لکھا، کئی بزرگان دین کے وصال پر قطعات تواریخ تحریر فرمائے۔ مفتی غلام رسول قاسمی امرت سری[۴۳] اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے وصال پر بھی آپ نے قطعات تواریخ رقم فرمائے۔ جسے ہم یہاں نقل کررہے ہیں:

حامی دین متیں احمد رضا
رفت از دنیا سوئے خلد بریں
ایں جہاں از رفتن اش تاریک شد
شد غروب آں آفتاب علم دیں
واصف و شیدائے محبوب خدا
قاطع اعناق جملہ ملحدیں
وا دریغا رفت زیں دار فنا
مومناں ز اندوہ و غم زار و حزیں
گفت اخگر بہر تاریخ وصال
''نادر العصر آفتاب علم و دیں''
۱۳۴۰ھ

(الفقیہ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۱ء)

سلطان المناظرین وشیر اسلام کا لقب

آپ کی دینی خدمات کے پیش نظر علمائے کرام نے آپ کے لیے ''سلطان المناظرین'' اور ''شیر اسلام'' اور دیگر کئی القابات تجویز فرمائے۔ واقعہ یوں ہے کہ ''الفقیہ'' بابت ۲۰/ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے سرورق پر مدیر الفقیہ مولانا حکیم معراج الدین امرت سری کی ایک تحریر بعنوان ''ایک ضروری مشورہ'' شائع ہوئی جو کہ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''بعض احباب نے چند بار ایک امر پیش ناظرین کرنے کی ترغیب دی ہے مگر

اب تک اس کو خاکسار نے معرض التوا میں رکھا-اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کرام کو عموماً اور علمائے احناف کثرہم اللہ وایدہم کی خدمت عالیہ میں خصوصاً توجہ دلائی جائے-امر قابل مشورہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنی مرضی سے اپنے لیے طرح طرح کے القاب وآداب تجویز کر لیتے ہیں عام اس سے کہ وہ اس خطاب یا لقب کے اہل بھی ہوں یا نہ-مگر درحقیقت جو لوگ اہل ہیں وہ خود اس بات کو پسند نہیں کرتے، تاہم بزرگان حلقہ علمائے کرام کا فرض ہے کہ وہ ایسے بزرگوں کو جو اس کے اہل ہوں کسی لقب سے ملقب کرنے کا متفقہ فیصلہ صادر فرمایا کریں-عرصہ قریباً دواڑھائی سال کا ہوا کہ مولانا مولوی مفتی عبدالصمد خان صاحب مرحوم ومغفور نے امرت سر کے علمائے احناف کے مشورے سے مولانا مولوی خیر شاہ صاحب امرت سری[۴۴] کو''میر واعظ'' کا خطاب عطا فرمایا تھا- اگر اس طرح ہمارے علمائے کرام ایسے بزرگوں کو جو خدمت اسلام کر رہے ہیں خاص القاب سے ملقب فرمایا کریں تو اس سے بڑے بڑے فوائد حاصل ہونے کی اُمید ہے-

فی الحال ہم ایسے دو (۲) حضرات کے اسمائے گرامی پیش ناظرین کرتے ہیں جن کی قابلیت اور اس قابلیت کے ساتھ ہمدردی اسلام وخدمت ملت حنفیہ مسلم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ پنجاب میں اس وقت مذہبی مضامین لکھنے والوں میں ان بزرگوں کا نمبر اول واعلیٰ ہے-انہوں نے جو خدمت اسلام کی کی ہے وہ اظہر من الشمّس ہے-الفقیہ کے کالم ان کی شہادت کے لیے کافی ثبوت ہیں-الفقیہ [۴۵] کی اشاعت سے پہلے بھی انہوں نے کبھی خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ تقریر وتحریر دونوں ذریعوں سے انہوں نے فرقہ ہائے جدیدہ ضالہ کا مقابلہ کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی- اس لیے ضروری ہے کہ علمائے احناف ان کی عزت افزائی کر کے ایک نیک کام کی بنیاد قائم کریں اور آئندہ کے لیے مثال قائم کریں کہ قوم وملت کے ارکان وخادمان دین کو واقعی عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے ان ہر دو بزرگوں سے پہلے جناب مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر امرت

سری اور دوسرے بزرگ جناب مولانا مولوی ابویوسف محمد شریف صاحب کوٹلوی-[۴۶]

بعض دوستوں کی رائے ہے کہ حضرت مولانا اخگر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو ''سلطان المناظرین'' یا ''شیر اسلام'' کا لقب دیا جائے یا دونوں اور مولانا ابویوسف شریف کوٹلوی صاحب مدظلہ العالی کے لیے ''سلطان القلم'' یا ''ضیغم ملت'' یا دونوں لقب دیے جائیں-

خاکسار کی رائے میں ان دونوں لقبوں کا مجموعہ ایک ہی قرار دیا جائے تو انسب ہے یعنی سلطان المناظرین شیر اسلام اور سلطان القلم ضیغم ملت-

تمام ناظرین کرام اس کے متعلق جو رائے رکھتے ہیں بلاکم وکاست تحریر فرمائیں خصوصاً عالی جناب حضرت زبدۃ العارفین جناب مولانا مولوی حاجی حافظ سید پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری اور عالی جناب مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خان صاحب مجدد مائۃ حاضرہ، اس کے متعلق اپنی مقدس آراء کا اظہار فرما کر ممنون فرمائیں-''

حکیم معراج الدین[۴۷] ۲۰ نومبر ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

''ناظرین اخبار کے خطوط آنا شروع ہو گئے ہیں، اب تک جس قدر خطوط آئے ہیں ان میں تجویز خطابات کو استحسان کی نظر سے دیکھا گیا ہے- بعض صاحبان نے دوسرے الفاظ میں خطابات تجویز فرمائے ہیں-''

مولانا غلام احمد اخگر صاحب نے اس مشاورت کے بارے ایڈیٹر الفقیہ کو جو مکتوب تحریر فرمایا اس کا ضروری اقتباس حاضر ہے:

''میں کل فیروز پور سے واپس آیا اور ۲۰/ اکتوبر کا الفقیہ دیکھا- شروع ہی میں ایک مضمون بعنوان ''ضروری مشورہ'' دیکھا، میں آپ کا اور ان بزرگوں کا جو اس کے محرک ہیں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں- نہ اس لیے کہ اس عاجز کے لیے خطاب کی تجویز فرمائی بلکہ اس لیے کہ عاجز کی دینی خدمات کا اعتراف فرمایا اور عاجز کی محنت کی داد دی- ساتھ ہی اپنے تمام محرک بزرگوں کی خدمت میں عرض

کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے صرف خادم دین ہی رہنے دیجیے مجھے کسی خطاب کی ضرورت نہیں- اس وقت تک میں نے جس قدر مضامین لکھے وہ محض ایک دینی خدمت سمجھ کر اور خالصاً لوجہ اللہ لکھے اور اس اُمید سے لکھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اس کا اجر عطا فرمائے لیکن اگر کوئی خطاب دیا گیا تو ممکن ہے کہ میری آیندہ تحریرات میں وہ خلوص نہ رہے، جس کا میں متمنی ہوں اور جس کی مجھے ضرورت ہے-

یہ ٹھیک ہے کہ لوگ اپنے لیے خطابات تجویز کرتے اور کراتے ہیں اور خطابات پر ان کو ناز بھی ہوتا ہے مگر وہ لوگ نہیں جانتے کہ انہیں غائبانہ کیا کیا کہا جاتا ہے، میں نے ایک مجلس میں یہ گفتگو سنی کہ فلاں شخص اپنے آپ کو ''شیر'' لکھتا ہے، مگر عادت وخصائل کے لحاظ سے بھیڑیا اور طرز سے روباہ صفت ہے، اگرچہ قوم کے دیے ہوئے خطاب میں یہ بات نہیں ہوسکتی پھر بھی چونکہ دشمن دنیا میں موجود ہیں، اس لیے میں نہیں چاہتا کہ دشمنوں کو مجھ پر بھی طعن کرنے کا موقع ملے-

اس لیے میری التماس ہے کہ مجھے تو خطاب سے معاف رکھا جائے، البتہ میں بڑے زور سے اس امر کی تائید کرتا ہوں کہ حضرت مولانا محمد شریف صاحب کوٹلوی واقعی خطاب کے مستحق اور اہل ہیں ان کے لیے خطاب باعث فخر نہیں، بلکہ خطاب کو فخر ہوگا کہ ان کے نام سے مزین ہوا-'' (الفقیہ: ۲۰/نومبر ۱۹۱۹ء)

مولانا ابو یوسف شریف کوٹلوی صاحب نے اپنے مکتوب میں مولانا اخگر کے لیے ''شیر اسلام'' یا ''ناصر الاسلام'' کا لقب تجویز فرمایا- (الفقیہ، ۲۰ نومبر ۱۹۱۹ء)

قاضی فضل احمد نقشبندی لدھیانوی صاحب [۴۸] اپنے ایک مکتوب بنام مدیر الفقیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس تجویز کو میں تہ دل سے پسند کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے آپ کے دل میں ایسی تجویز کا القا فرمایا، مگر اس میں خاکسار اپنی رائے کا اظہار کسی قدر خفیف ترمیم کے ساتھ یوں عرض کرتا ہے کہ خطابات ایسے ہوں جن سے تاریخی خطابات سمجھے جاسکیں اور معلوم ہو کہ یہ خطابات کب عطا

ہوئے اوران میں یعنی آپ کے تجویز کردہ خطابات بھی قائم رہیں اورتاریخ بھی ان میں سے ظاہر ہوجائے، وہ یہ ہیں:

۱-پایۂ فضیلت	۱۳۳۸ھ
۲-سلطان القلم فخر زمین	۱۳۳۸ھ
۳-مبازرالدین، شیراسلام، سلطان القلم	۱۳۳۸ھ
۴-مشہور زمانہ ہز بر ملت	۱۳۳۸ھ
۵-زیب ایوان مناظرین	۱۳۳۸ھ

(الفقیہ: ۲۰ر نومبر ۱۹۱۹ء)

مذکورہ بالا اقتباسات میں ان حضرات کے لیے درس عبرت ہے جو خود اپنے لیے اعلیٰ و ارفع القابات تجویز کر کے مشتہر کراتے رہتے ہیں- جب کہ حقیقت یہی ہے کہ جو خطاب کا اہل ہوتا ہے وہ ان سے اعراض کرتا ہے اور عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ سمجھ عطا فرمائے-(آمین)

تصنیفی خدمات

مولانا غلام احمد اخگر صاحب نے فرق باطلہ کے رد میں متعدد کتب ومضامین تحریر کیے، آپ کے چند مقالات کا مجموعہ مدیر اخبار الفقیہ حکیم ابوالریاض معراج الدین احمد امرت سری نے اپنے اہتمام سے بنام ''اہل حدیث واہل سنت'' سناتن دھرم پریس امرت سر سے ۲۰ر ستمبر ۱۹۱۸ء میں شائع کیا-

مولانا اخگر نے اپنے مضامین کے ذریعے مولوی ابوالوفا ثناءاللہ امرت سری کا بھر پور رد کیا، کئی ایک مناظرے بھی ہوئے جن میں ہر بار آپ کو کامیابی حاصل ہوئی-

ایک کتاب بنام ''مرزائیت کا جنازہ'' تحریر فرمائی، جو کہ پہلے اہل فقہ اور پھر الفقیہ میں قسط وار شائع ہوئی- حال ہی میں ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب عقیدہ ختم نبوت کی تیرہویں جلد میں بھی شامل ہے۔ ایک کتاب ''شرح حدیث قرن الشیطان'' بھی شائع ہوئی۔ دیگر کتب کی تفصیلات میسر نہ ہوسکیں- آپ کے متعدد مقالات

اخبار اہل فقہ اور الفقیہ میں شائع ہوتے رہے۔ راقم آپ کے مقالات کا مجموعہ بنام ''مقالات اخگر'' کے نام سے جمع کر رہا ہے۔

وصال

آپ کی وفات ۱۵راگست ۱۹۲۷ء چھ سات سال کی طویل علالت کے بعد ہوئی، نماز جنازہ مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری نے پڑھائی۔ (عقیدہ ختم نبوت، جلد۱۳، ص:۴۳۹)

مولانا اخگر کی رحلت پر ارباب علم کے تاثرات

مولانا اخگر کے وصال پر کثیر علماء نے تعزیتی خطوط تحریر فرمائے جو کہ اخبار الفقیہ کی متعدد اشاعتوں میں طبع ہوتے رہے ہم ان میں سے چند یہاں نقل کر رہے ہیں:

ایک شیر اسلام کی موت پر اظہار افسوس

مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر کی موت کی خبر اخبار الفقیہ میں پڑھتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے آنسو جاری ہو گئے اور آپ کے مضمون جو الفقیہ میں گذرا کرتے تھے آنکھوں کے سامنے آئے تو آپ کی لیاقت کے سمندر بے بہا......ایک اعلیٰ جوش جن دشمنان اسلام کو برباد کرتی تھیں۔ مولانا صاحب کے مضمون پڑھنے والوں میں خداوند کریم کی ذات بابرکات سے وہ لیاقتیں بھری ہوئی ہیں کہ باطل مذہبوں کو چوں و چرا کرنے کی جرات نہیں پڑتی۔ مولانا صاحب مذہب اہل سنت و جماعت کے ایک ایسے بہادر جرنیل تھے جنھوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ فتح یابی اور حق پرستی پر ہمیشہ طاقت خرچ فرمائی۔''

(الفقیہ بابت ۷ستمبر ۱۹۲۷ء)

مولانا بہاء الحق قاسمی[۴۹] مدیر اخبار ارشاد (امرت سر)[۵۰] کا

تعزیتی ریمارک

ناظرین اس خبر کو نہایت رنج و اندوہ سے سنیں گے کہ امرت سر کے مشہور حنفی مناظر اور کہنہ مشق اخبار نویس مولانا غلام احمد صاحب اخگر سابق ایڈیٹر اخبار اہل فقہ امرت سر مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۲۷ء کو بروز دوشنبہ چھ سال کی طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم بڑے کام کے آدمی تھے اور ان کی حنفیوں کو ابھی بڑی ضرورت تھی لیکن کیا کیا جائے؛

رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ

مرحوم کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ حضرت قبلہ مولانا پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی مفتی امرت سر مدظلہم نے پڑھائی۔ مرحوم کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ، ایک (نابینا حافظ قرآن) ہمشیرہ، دو لڑکیاں (جن میں سے ایک بیوہ اور دوسری نابالغہ ہے) اور تین لڑکے ہیں۔ بڑا لڑکا ۱۷ سال کی عمر کا ہے باقی دو نابالغ ہیں۔ مرحوم قرض دار تھے اور اب پس ماندگان کے پاس قوت لایموت کے لیے کچھ بھی نہیں۔ کاش کوئی مخیّر مسلمان اس طرف متوجہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اخبار ’ارشاد‘ - امرت سر، یکم ستمبر ۱۹۲۷ء)

جمعیۃ عالیہ بمبئی کی جانب سے تعزیت و اظہار ملال

’’شب دوشنبہ ۸ ربیع الاول شریف میں جمعیۃ مذکورہ کے اجلاس خاص میں تجویز نمبر ۲ باتفاق منظور کی گئی جس کا اقتباس حسب ذیل ہے:

جمعیۃ عالیہ کا یہ اجلاس خاص فاضل بے بدل عالم باعمل شیر بیشہء اسلام سر شکن ملحداں جناب مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر نور اللہ مرقدہ الاطہر کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج وملال۔ اور ایسے نازک موقع پر آپ کی دفعتہً رحلت کو اسلام اور اہل سنت و جماعت کے حق میں نقصان عظیم تصور کرتا ہے۔

آپ کی عموماً اسلامی خدمات اور بالخصوص فرق باطلہ کے مقابلہ میں حمایۃ وقایۃ سنت کے لیے مستعدانہ قلمی وزبانی حسن کارگزاریوں کا تحسین کے ساتھ اعتراف کرتے ہوئے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

ساتھ ہی آپ کے پسماندگان واحباب سے اظہار ہمدردی ورسم تعزیت مسنونہ بجالاتا ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں بلند جگہ اور پسماندگان کو توفیق صبر جمیل اور اہل سنت و جماعت کو اس نقصان میں نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

فقیر حقیر حکیم میرزا احمد قادری از تیلی محلّہ بمبئی

(الفقیہ بابت ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء)

نیرنگیٔ عالم

الفقیہ نے ایک خبر وحشت اثر سنائی کہ مولوی غلام احمد صاحب نے رحلت فرمائی۔ اہل سنت کو ان کی مفارقت کا صدمہ ہوا، خدائے غفور الرحیم ان کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے اور ان کے ورثا نیز جملہ اہل سنت کو صبر جمیل کرامت فرمائے۔ افسوس اس کا بھی ہے کہ اگلے زمانہ میں ایک دنیا سے جاتا تو اپنے مثل بیس (۲۰) کو چھوڑ جاتا اور اب ایک جاتا ہے تو اپنی مثل ایک کو بھی نہیں چھوڑتا۔ خدا کی شان وقدرت ملاحظہ ہو کہ ایک غلام احمد کو آلۂ ضلالت بنا دیا تھا اور ایک غلام احمد کو آلۂ ہدایت بنا دیا تھا، سچ فرمایا؛

یکے بر در شرع خمار دار
یکے در رہ کفر زُنّار دار

ع اوست سلطان ہر چہ خواہد آن کند

قطعہ تاریخ وفات مولانا صاحب موصوف

مولوی جو غلام احمد تھے شیر پنجاب تھا لقب ان کا
سُنّی و سُنّی گر وہ تھے بیشک آہ ہم سے وہ ہو گئے ہیں جدا
اسداللہ کے وسیلے سے باغ فردوس کا انہیں ہو عطا
فکر تاریخ تھی جو سلطان کو "غفر اللّٰہ" کی یہ آئی ندا

۱۳۴۶ھ

سلطان احمد خان بریلوی[۵۱]

(الفقیہ ۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

مولانا ظہور الحسن درسؔ[۵۲] (کراچی) نے لکھا:

''جمعیت احناف سے ایک ایسی بزرگ ہستی کا جو دنیائے صحافت کے لیے بھی موزوں ہو اور زبردست اہل قلم ہو مقرر ہو مصنف ہو- دنیا سے اُٹھ جانا نہایت رنج دہ امر ہے اور قلق انگیز معاملہ ہے۔

آسماں را می سزد گر خون ببارد بر زمیں

ارباب علم کے صفحۂ دل سے مولانا غلام احمد صاحب اخگرؔ مغفور کی یاد ایک عرصہ تک محو نہ ہو گی جیسا کہ مرحوم کے احباب و اقارب ان کی طبیعت سے آشنا تھے۔ مولانا مرحوم اپنے کلام اپنے مضامین کو ہمیشہ مذہبی نکات سے مزین فرمایا کرتے تھے چنانچہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں جو مضامین لکھے ہیں اگرچہ ان کے درد دل اور سوز پنہاں کی مرقعات ہیں مگر اس سے ظاہر ہے کہ مرحوم کو مذہبی پاس کس قدر تھا۔ اس وقت جب کہ ان کی زندگی کی مشعل صرصر فنا کے طوفان سے اپنے آخری شعلوں کی جھلک دکھایا کرتی تھی- مرحوم آقائے مدنی کی یاد میں اپنی افسردہ اُمیدوں کو جلایا کرتے اور اپنی کشت تمنا کو سرسبز بنایا کرتے۔ مسئلہ شفاعت ان کے دل پر منقش تھا اور وہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

محبت کو موجب سعادت اور باعث نجات جانتے تھے۔

دو بجے شب کو صفر کی سولھویں تاریخ تھی
دن دو شنبہ کا تھا وہ، لیکن قیامت کی نظیر

یک بیک روح غلام احمد فدائے مصطفیٰ
ہو گئی پیک اجل کے ساتھ آخر ہمسفیر

تھی وہابی کش یہ ذات پاک اک پنجاب کی
تھا زبان دوز لعیناں ان کی علمیت کا تیر

خدمت اسلام کی خاطر ہے جنت انہیں
تھے جوانِ ملتِ احمد بظاہر گو تھے پیر

تھے معین الفقیہ و خادم اہل فقہ
یہ دعا ہے دوسرا پیدا کرے ان سا قدیر

مصرعۂ تاریخ کی تھی فکر مجھ کو اے ظہورؔ
کہہ دیا ہاتف نے لکھ دے ''نیک خوئے صافی ضمیر''

۱۹۲۷ء

ظہورالحسن درسؔ، کراچی

فارسی قطعہ

ز دنیا چوں غلام احمد اخگر
سفر اند صفر سوئے جناں کرد

ازیں فانی سرائے پے موا سا
شدد جا در دیار جاوداں کرد

سیہ پوشم نہ تنہا از غم
رخ خود نیلگوں بر آسماں کرد

سن نقل مکانش گفت خواجہ
مکاں صد شکر اندر لامکاں کرد

۱۳۴۶ھ

(الفقیہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء)

آہ مولانا غلام احمد

شیر اسلام و عالم مشہور — حبر تحریر فاضل مبرور
بہر اظہار امر و نہی خدا — سعی او بود نزد حق مشکور
بہر تسلیم حکم حق بے ریب — خصم را کرد حجتش مجبور
تاب نے پیش او ثنائی را — احمدی را نہ دم زدن مقدور
چونکہ بودہ غلام احمد پاک — بہر ما شد بسروری منظور
کاش زان شیر بیشۂ صفوت — ما شدیم اندریں زمان مہجور
نیّر علم پیش دیدۂ ما — بحجاب مزار شد مستور
با سراہ وقت رحلت او — ہاتفم گفت بود او ''مغفور''

۱۳۴۶ھ

نمقہ الفقیر محمد ابراہیم عفی عنہ
ناظم جمعیت احناف صوبہ سندھ [۵۳]

چوں غروب آوردان مہر سمار بخردی
گو ہر کان کرامات و کمال سرمدی

مرد میدان توکل معدن خلق جمیل
جستجو کردہ برائے سال وصلش او حدی

ہاتفس بیباک گفتا شد ز حق او را ندا
بودۂ محبوب نزدم چوں غلام احمدی
۱۳۴۶ھ

(الفقیہ بابت ۷ا کتوبر ۱۹۲۷ء)

مولانا پیر خواجہ محمد حسن سرہندی مجددی فاروقی نقش بندی [۵۴] نے بیس (۲۰) روپیہ دفتر اخبار الفقیہ کو ارسال کیے جس میں سے دس (۱۰) روپیہ پسماندگان مولانا اخگر اور دس روپیہ اخبار الفقیہ کی مالی امداد کے لیے تھے۔

(الفقیہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

☆☆☆

[۱۹۰۶ء/۱۳۲۴ھ]

۱۰اگست۱۹۰۶ء

نظرے خوش گذرے

الفیل ماالفیل و ما ادرك ماالفیل لها عینان صغیران و خرطوم طویل

یعنی خدا کا شہر سنسناٹی کے ہاتھیوں کے ذریعے کسر صلیب کر کے پیمبر قادیانی کی تائید کرنا (نمبر ۱)

فلک نے یہ بات اپنے جی میں ہے ٹھانی	ادانی ہوں عالی عالی ہوں دانی
فقیہوں کے حصہ میں بے مائیگی ہو	سفیہوں کی قسمت میں ہو کامرانی
شریفوں کو خون جگر ہو میسر	ملے پاجیوں کو مئے ارغوانی
دروغ اور عشرت نظر آئیں توام	مگر راستی کی ہو ذلت نشانی
جنہیں یاد ہے ذیبٹھ بننے کا نکتہ	وہی جان سکتے ہیں دولت کمانی
جنہیں شوخ چشمی کی ڈگری ملی ہو	بھرے ان کے آگے ارسطو بھی پانی
نہ کیوں اہل ایمان ایسوں سے لرزیں	بِنا جن کے مذہب کی ہو بے ایمانی
جنہیں ہو یہ دعوی کہ ہم ہیں پیمبر	بروزِ محمد مسیح زمانی
جنہیں ہو یہ دعوی کہ ہم ہیں وہ مہدی	حدیثوں میں ہے درج جس کی کہانی
جنہیں ہو یہ دعوی کہ آگے ہمارے	خدا کی نہیں چل سکی لن ترانی
جنہیں ہو یہ دعوی کہ مردود ہے وہ	رسالت ہماری نہیں جس نے مانی
جنہیں ہو یہ دعوی کہ کرتا ہے اکثر	ہماری ثنا میں خدا شعر خوانی
جنہیں ہو یہ دعوی باصرار پیہم	کہ ہر آفت ارضی و آسمانی
ہوئی اس لیے ساری دنیا پہ نازل	نہ مانا ہمیں اس نے عیسیٰ ثانی
اُلٹ جائے دین حجازی کا طبقہ	نکل آئیں چند اور اگر قادیانی
سناتا ہوں تم کو مزہ کا لطیفہ	روایت ہے یہ الحکم کی زبانی

تمدن کی تصویر ہے سنسناٹی	ہیں اس شہر کے اہل امریکہ بانی
ہوئے کچھ دن۔آیا یہاں ایک سرکس	نئ روشنی کی دل آرا نشانی
مقید تھے کچھ جنگلی ہاتھی اس میں	ہوا چاہتے تھے وہ باہر کی کھانی
قضا کار اک روز رسّی تڑا کر	نکل آئے یہ آفت ناگہانی
محافظ نے چاہا کہ لے روک ان کو	مگر خوف سے مرگئی اس کی نانی
لگے پھرنے سڑکوں پہ جس وقت ہاتھی	تو زہرہ ہوا شہر والوں کا پانی
کہیں ایک گرجا میں تثلیث والے	پڑے اپنی دُہرا رہے تھے کہانی
پیانو پہ چند ایک پریوں نے مل کر	اس انداز دل کش سے کی نغمہ خوانی
کہ سمجھے یہی سننے والے زمیں پر	اُتر آئی ہے زہرۂ آسمانی
سنیں ہاتھیوں نے یہ تانیں سُریلی	تو ان کی طبیعت کسی ڈھب نہ مانی
بلغزند فیلاں چو بسیار گل شد	مثل ہے یہ چھ سو برس کی پرانی
کلیسا میں گھس آئے اک ساتھ مل کر	شروع آتے ہی کر دی آفت مچانی
عمارت بھی سامان کے ساتھ توڑی	دیا پھر سارے کلیسا پہ پانی
خبر قادیاں میں یہ جس وقت پہنچی	خوشی سے اُچھلنے لگا قادیانی
کیا ایک الہام تصنیف جھٹ سے	کہ اس فن میں اس کا نہیں کوئی ثانی
یہ چھپوا دیا فوراً اپنے گزٹ میں	”ہے یہ واقعہ حجت آسمانی
ہے اسرار کسر صلیب اس میں مضمر	زوال نصاریٰ کی ہے یہ نشانی“
کوئی اس سے پوچھے کہ اے ہوش والے	اگر ہے یہی حجت آسمانی
تو کس مصلحت کی بنا پر خدا کو	حرم پر پڑی برق غاطف گرانی
لگی آگ کیوں مسجد مصطفیٰ میں	کوئی یہ بھی تھی قہر رب کی نشانی
مگر بات یہ ہے کہ توجیہہ ایسی	نہیں داخل منطق قادیانی

راقم: نقاش



۱۷اگست ۱۹۰۶ء

قوم میو

انجمن حمایت اسلام لاہور [۵۵] کے جلسہ مینجنگ کمیٹی منعقدہ ۱۵ جولائی ۱۹۰۶ء میں شیخ محمد نصیب صاحب بیرسٹر ایٹ لاء کی چٹھی جس کا خلاصہ مضمون حسب ذیل ہے- پیش ہوئی تھی:

''معلوم ہوا ہے کہ ضلع گوڑ گانوہ کی دو تحصیلوں نوح اور فیروز پور جھڑکا میں ایک قوم میو بکثرت آباد ہے، اس کا بڑا حصہ مسلمان ہے۔ رسم و رواج اور خوراک وغیرہ مسلمانوں کی سی ہیں مگر نام ہندوؤں کے سے۔ غیر قوم ان کو ہندو بنانے کی کوشش کر رہی ہے، انجمن جلد توجہ کرے اور اپنے واعظ بھیج دے۔''

بالاتفاق قرار پایا کہ مولوی الہ دین واعظ کو ہدایت کی جائے کہ وہ فوراً ان دونوں مقاموں میں جائیں اور اس خبر کی تحقیق کر کے رپورٹ کریں اور ضرورت ہوتو ان لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور دوسری قوموں کے اثر سے بچانے کی کوشش کریں۔

(اہل فقہ): انجمن کے ارادہ اور مستعدی پر ہم انجمن کی تعریف کرتے ہیں مگر افسوس کہ انجمن نے ایک ایسے واعظ کا تقرر منظور کیا جو مرزائے کادیانی کے مذہب کا پابند سنا جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو انجمن ایک ایسے شخص کے مذہب کو رواج دینا چاہتی ہے جس کے نزدیک نہ صرف انجمن ہی بل کہ کل مسلمان کافر ہیں اور ان کا اسلام مردہ اسلام ہے۔ شرم! شرم!! شرم!!!



۲۴اگست۱۹۰۶ء

مرزائے کادیانی اور ڈاکٹر عبدالحکیم

مرزا صاحب نے ہمارے پاس ایک مطبوعہ اشتہار ارسال فرمایا ہے جس کا عنوان ہے ''خدا سچے کا حامی ہو'' (مکمل اشتہار دیکھیے مجموعۂ اشتہارات، جلد سوم، صفحہ ۵۵۷: مطبوعہ الشرکتہ الاسلامیہ، ربوہ)

اس اشتہار پر قلم سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

''بخدمت ایڈیٹر صاحب۔ اپنے اخبار میں اس اشتہار کو درج پورا کر کے مشکور فرمائیں۔ اُمید ہے کہ آپ کے ناظرین کے واسطے باعث دلچسپی ہوگا۔''

میرا خیال ہے کہ یہ اشتہار میرے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اچھی طرح مشہور ہو چکا ہے اور اس کا تذکرہ بعض اخباروں میں لکھا جا چکا ہے اور مرزائی جماعت نے مرزا صاحب کے دوسرے الہاموں کی طرح اچھی طرح سے اس کی شہرت کر دی ہے۔ اس لیے اب حرف بہ حرف درج اخبار کرنا تحصیل حاصل ہے۔ ہاں اس کا خلاصہ میں درج اخبار کرتا ہوں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب[۵۶] بیس(۲۰) برس تک مرزا صاحب کے مریدوں میں شامل تھے۔ (مرزا صاحب کے مشن کی تائید نہ صرف قلم سے کرتے رہے بلکہ زرنثار بھی تھے) اب وہ مرزا صاحب سے علاحدہ ہو گئے اور مرزا صاحب کے حق میں اپنا ایک الہام لکھا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص تین(۳) سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا کیوں کہ یہ کذاب اور مفتری ہے۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ یہ فریبی ہے، دغاباز ہے، جھوٹ بولتا ہے، لوگوں کا مال فریب سے کھاتا ہے، خلاف بیانی اور بدعہدی اس کا شیوہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

رسالہ المسیح الدجال میں مرزا صاحب کا نام کذاب، مکار، شیطان، دجال، شریر، حرام خور رکھا اور ان کو خائن، شکم پرست، نفس پرست، مفسد، مفتری اور خدا پر

افترا کرنے والا قرار دیا ہے۔اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو جو الہام ہوا ہے

-وہ یہ ہے:

''خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تُو نے وقت کو نہ پہچانا، نہ دیکھا نہ جانا۔

رب فرق بین صادق و کاذب انت تری کل مصلح و مصدق"

ہر چند کہ یہ الہامی عبارت مہمل ہے اور کوئی صاف اور بیّن بات اس سے نہیں پائی جاتی مگر ہم پہلے ہی مان لیتے ہیں کہ وقت پر کام دے گی۔ڈاکٹر صاحب کو کبھی زکام ہو جائے گا تو یہی اس کا مفہوم پورا ہو جائے گا یا اور کوئی سرسری تکلیف بھی پہنچ جائے گی تو قطعی فیصلہ ہوگا کہ یہ اسی الہام کا ظہور ہے۔

خیر!!!اس سے ہمیں کیا، وہ جانیں اور ڈاکٹر صاحب مگر بہتر تو یہ تھا کہ جب ڈاکٹر موصوف بڑی بے باکی سے ایسے ایسے سخت الزام لگاتا ہے جس کے سننے سے تعجب ہوتا ہے تو ایسی صورت میں پیشین گوئیوں سے کام نہ لیا جاتا بل کہ مجمع عام میں اس سے ان الزامات کا ثبوت لیا جاتا اور خود اس کی تردید کر دی جاتی کیوں کہ پیشین گوئیاں سنتے سنتے لوگ تھک گئے ہیں مگر نتیجہ ٹائیں ٹائیں فش

تردید الزامات کے واسطے ان لوگوں کو اکٹھا کرنا مشکل نہ تھا جن لوگوں نے سراج منیر و براہین احمدیہ کے واسطے چندہ دیا ہے۔البتہ جو لوگ ان میں سے مر گئے ہیں ان کی نسبت کچھ مشکل واقع ہوگی مگر مرزا صاحب کی طبیعت اس کے متعلق بھی کوئی نہ کوئی دلیل قائم کر لیتی۔

ایک مرزائی خاتون نے اخبار بدر میں ڈاکٹر موصوف کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے جس میں چندہ لنگر وغیرہ کے حساب کے اعتراض پر یہ بات نکالی ہے کہ ''رسول صلعم کے پاس جو چندہ آتا تھا اس کا حساب کون رکھتا تھا'' مگر افسوس کہ اس بُھولی خاتون کو یہ معلوم ہی نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو طرح کی رقمیں آتی تھیں، ایک تو مال غنیمت اور دوسرا بوقت ضرورت امت سے مال

طلب کیا جاتا تھا۔ مال غنیمت تو بموجب ارشاد خداوند کریم تقسیم ہو جاتا تھا اور خمس یعنی پانچواں حصہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکھ لیتے تھے۔ ہر چند کہ وہ مختار تھے کہ اس پانچویں حصہ کو جس طرح چاہتے -خرچ کرتے ،مگر نہیں۔انہوں نے نہ تو سونے کے زیورات بنائے اور نہ ہی یاقوت اور مشک وعنبر کی ادویات بنانے پر خرچ کیا اور نہ اعلیٰ درجہ کے لباس ہائے فاخرہ پر برباد کیا۔ وہ تمام روپیہ بیت المال میں جمع تھا اور مسلمانوں کی ہر طرح سے خاطر مدارات کی جاتی تھی۔ دوسری قسم کا مال جمع نہیں رکھا جاتا تھا کہ اس کا حساب ہوتا بل کہ وہ جیسا آتا تھا-ضرورت پر خرچ کر دیا جاتا تھا۔پس حساب رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔علاوہ برآں وہاں نہ تو کسی مسافر مسلمان کو تکلیف ہوئی اور نہ کسی نے شکایت کی مگر یہاں جب شکایت پیدا ہوتی ہے تو بقول ڈاکٹر صاحب -کہا جاتا ہے کہ میں ۔۔۔نہیں ہوں۔افسوس کہ ایسی فضولی کے طرز عمل کا نمونہ۔۔۔۔۔



۳۱اگست ۱۹۰۶ء

مرزائے کادیانی اور اہل اسلام

ناظرین کو معلوم ہے کہ مرزائے کادیانی نے ایسے شخص کو جو اس پر ایمان نہ لائے -کافر قرار دیا ہوا ہے۔آج تک ہمارا یہ خیال تھا کہ مرزا صاحب اپنے کسی الہام کی بنا پر دوسروں کو کافر کہتے ہوں گے یا محض نیک نیتی سے ان کی جماعت غیر مرزائیوں کو مسلمان نہیں سمجھتی مگر حال میں مرزا صاحب کا ایک خط پیسہ اخبار [۵۷] میں شائع ہوا تھا (جس کو اڈیٹر صاحب اخبار بدر نے بھی اپنے اخبار میں نقل کیا ہے) جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی ابتدا محض عداوت پر مبنی ہے کیونکہ مرزا صاحب اس خط میں لکھتے ہیں کہ ’’اگر مسلمان لوگ ہم کو (مرزا صاحب کو) کافر نہ قرار دیتے تو ہم بھی ان کو کافر نہ کہتے۔‘‘
مرزا صاحب نے عداوت اور کینہ کو باعث تکفیر مسلمانان ظاہر کر ہی دیا لیکن

ایک طرح سے مسلمانوں کو مرزا صاحب کا مشکور ہونا چاہیے کیونکہ انہوں نے بعض جہلاء کے اس خدشہ کو رفع کر دیا کہ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے یا اس پر ایمان نہیں لاتے - وہ کافر اور جہنمی ہیں۔ اور اب یہ امر صاف اور مبین ہو گیا کہ جو لوگ مرزا صاحب کو کافر تو نہیں کہتے مگر ان پر ایمان بھی نہیں رکھتے ان کے حق میں جہنمی اور کافر کا فتویٰ لگانا غلط ہے اور اگر اب مرزا صاحب یہ کہہ دیویں کہ جو ایمان نہ لائے تو وہ کافر اور جہنمی ہے تو سمجھا جائے گا کہ مرزا صاحب کو یاد نہیں رہتا وہ پہلے کیا لکھ چکے ہیں اور یہی ان کے دعاوی کے ابطال کی کافی دلیل ہے۔



۱۳۱ اگست ۱۹۰۶ء

مسجد گمٹی والی

لاہور میں مسجد گمٹی والی[۵۸] اور مسجد لاڈو والی کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ اول الذکر مسجد کا مرزائی امام غلام حسین جائداد بذریعہ کسی وصیت کے منتقل کر چکا ہے یا کرنا چاہتا ہے اور دوسری مسجد کی جائداد - سنا گیا ہے کہ فروخت ہونے والی ہے۔ انجمن اسلامیہ پنجاب[۵۹] ان مسجدوں کے متعلق انتظام کرنا چاہتی ہے کیوں کہ سنا گیا ہے کہ پرانے کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسجدیں انجمن کے زیر اہتمام ہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں کے اوقاف کی جائدادوں کا کوئی انتظام نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسجدوں کی جائدادیں مثل ذاتی جائداد کے متولی لوگ تباہ کر رہے ہیں اور بعض اوقاف کی آمدنیوں میں سے مسجدوں پر ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوتی۔ مسجدوں کی مرمت وغیرہ تو مسلمان لوگ چندہ سے کرتے ہیں اور اوقاف کی آمدنی متولی ہڑپ کر رہے ہیں۔



۱۴ستمبر۱۹۰۶ء

ایک مسجد پر ناجائز قبضہ

آج کل لاہور میں اندھیر مچ رہا ہے نہ کوئی قانون کی پرواہ کرتا ہے نہ پبلک کی۔ جو کسی کے دل میں آتا ہے کرتا ہے کوئی روکنے والا نہیں۔ کوئی مسجدوں پر ناجائز قبضہ کر رہا ہے اور کوئی دوسرے اوقاف کو اپنے تصرف میں لا رہا ہے۔ غضب ہے کہ ایسے متبرک مقامات تو محض وقف ہوتے ہیں، ان عبادت گاہوں پر کسی کی ملکیت وغیرہ نہیں ہوتی بل کہ ایسے مقامات کی گورنمنٹ بھی امداد کرتی ہے۔ مسجد گمٹی والی جو حنفی مسلمانوں کی مسجد ہے اور حنفی مسلمانوں کے روپے سے انجمن اسلامیہ پنجاب کے زیر اہتمام تعمیر ہوئی تھی اور جس پر کچھ عرصہ سے مرزائیوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے- غلام حسین جو اہل محلّہ کی طرف سے امام مقرر تھا، اب کچھ عرصہ سے مرزائی ہو گیا ہے۔ اہل محلّہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے -ان کا امام علاحدہ ہے۔

غلام حسین مرزائی ولد کرم الٰہی نے یہ چالاکی کی کہ ۲۷جون ۱۹۰۶ء کو ایک وصیت لکھ کر رجسٹری کرا دی جس میں اپنا مالک اور متولی ہونا ثابت کیا جو سرتا پا غلط اور بے بنیاد ہے کیوں کہ امام بطور ملازم ہوتا ہے۔ اہل محلّہ جس وقت چاہیں ہٹا دیں اور دوسرا امام مقرر کر لیں۔ یہ وصیت جو غلام حسین مرزائی نے ۲۷جون ۱۹۰۶ء کو رجسٹری کرائی -ان لوگوں کے نام پر ہے:

بحق

رجب دین مرزائی ولد رمضان ڈار قریشی، سکنہ محلّہ چہل بیبیاں [لاہور]

معراج الدین مرزائی ولد عمر دین، بیرون دہلی دروازہ -لاہور

اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر یہ دونوں فوت ہو جائیں تو ان کے بعد انجمن احمدیہ (مرزائی) مالک ہوں گے۔

یہ کیسا اندھیر ہے کہ مسجد تو ہو حنفی مسلمانوں کی اور روپیہ بھی حنفیوں کا خرچ ہوا ہو

اور مالک اس کے مرزائی بن بیٹھیں اور انجمن اسلامیہ اور اہل محلّہ بے دعوی اور مرزائی جو دُور دراز غیر محلوں سے نماز پڑھنے آئیں وہ قابض اور اہل محلّہ بے دخل۔ افسوس!

ملا محمد بخش مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور [٦٠]



۱۲ اکتوبر ۱۹۰۶ء

'مسجد گمٹی والی' کے متعلق مرزائیوں کی نالش

۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء کو لاہور کے مرزائیوں نے ایک کمیٹی کر کے ایک ہزار روپیہ چندہ اس غرض کے لیے جمع کیا ہے کہ مسجد گمٹی والی کا مقدمہ مسلمانوں کے ساتھ کیا جائے۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ اور محمد حسین مرزائیان نے پانچ سو روپیہ یا اس سے زیادہ چندہ مقدمہ بازی کے لیے دیا ہے اور باقی دیگر مرزائیوں سے فراہم کیا گیا ہے اور مقدمہ کا کل کاروبار خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی [٦١] کے سپرد کیا گیا ہے جو وہ چاہے کرے اس میں کسی کو دخل نہ ہوگا۔ سب نے بالاتفاق منظور کر لیا ہے یہی روپیہ جو مرزائیوں نے مقدمہ کے لیے فراہم کیا اس روپیہ سے ایک نئی مسجد احمدیہ یا مرزائیہ تیار ہو سکتی ہے جس سے تمام جھگڑے مٹ سکتی ہیں۔ ناحق ہزار ہا روپیہ مرزائی برباد کریں گے اور عدالت کی زیر باری اٹھائیں گے اور مسلمانوں کو بھی زیر بار کریں گے۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ اور محمد حسین وغیرہ جو سرکاری عہدوں پر ممتاز ہیں، افسوس کہ انہوں نے بھی ایک غیر ضروری کام یعنی مقدمہ بازی کے لیے کئی سو روپیہ چندہ دیا بلکہ مناسب یہ تھا کہ وہ اپنے مرزائی بھائیوں کو مقدمہ بازی سے روکتے اور اپنی جماعت میں سے اور چندہ جمع کر کے یا خود اور جگہ مسجد بناتے کیوں کہ متنازعہ مسجد حنفی مسلمانوں کی ہے اور حنفی مسلمانوں کے چندہ سے خان بہادر محمد برکت علی خان صاحب مرحوم [٦٢] جنرل سیکرٹری انجمن اسلامیہ نے یہ مسجد اپنی معرفت تعمیر کرائی اور صما۔ للعہ

روپیہ کو مسجد کی زمین جس پر یہ بنی ہوئی ہے خرید کی۔

افسوس ہے مرزائیوں پر جب کہ ان کا اس مسجد کے ساتھ کوئی حق نہیں تو وہ کیوں مسلمانوں کے ساتھ فساد کرنے کو آمادہ ہوئے ہیں، جب سے مسجد کا امام مرزائی ہو گیا ہے اہل محلّہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان کا حنفی امام علاحدہ ہے۔ مرزائی دُور دراز محلوں سے مداخلت بے جا اور مسلمانوں کو ناحق تکلیف پہنچانے آتے ہیں جو قانون کے خلاف ہے۔ غلام حسین مرزائی نے ۲۷ جون ۱۹۰۶ء کو ایک طرفی رجسٹری رجب الدین اور معراج الدین مرزائیاں کے نام کرا دی جو بالکل ناجائز ہے۔ مسلمانوں کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے انتظام کرنا شروع کیا۔ مرزائیوں نے یہ چالا کی بطور پیش بندی کے کی کہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو حنفی مسلمانوں اہل محلّہ پر ایک دعویٰ فوجداری سٹی مجسٹریٹ صاحب بہادر کی عدالت میں زیر دفعہ ۱۴۵ و ۱۴۷ دائر کر دیا جس کی تاریخ پیشی ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء قرار پائی ہے۔ حسب ذیل محلّہ کے حنفی مسلمانوں پر دعویٰ کیا گیا ہے:

کریم بخش ولد احمد بخش
احمد بخش ولد الٰہی بخش
مہر بخش و کریم بخش مصوران
چراغ ولد کریم بخش
نبی بخش ولد محمد بخش (درزی)
چراغ ولد عمرا گھمار
نبی بخش ڈوری باف
پیر بخش ڈوری باف
غالب شاہ موجودہ امام مسجد
کالا ولد عمر دین درزی گمٹی بازار

مرزائیوں کو مقدمہ بازی کا ایک شوق پڑ گیا ہے۔ وزیر آباد میں ناحق مسجد کا مقدمہ کیا، مسلمانوں کو ستایا اور چیف کورٹ تک پہنچ کر بے دخل ہوئے۔ ایسے ہی

سیال کوٹ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ مسجد کا مقدمہ کیا جو چیف کورٹ تک پہنچا۔

جب کہ امام بطور ملازم ہوتا ہے اوراس کوکوئی اختیار مالکیت وغیرہ کانہیں ہوتا۔ مسلمان جب چاہیں نکال سکتے ہیں۔طلائی مسجد[۶۳] کا امام تین پشت تک امام رہا، آخر جب انجمن اسلامیہ پنجاب نے جواس مسجد کی سرپرست تھی اس کو نکال دیا، امام نے بے جا مقدمہ بازی کی اور بہت سارو پیہ خرچ کیا، آخر چیف کورٹ تک پہنچ کر نکالا گیا۔

مسجد صوفی والی[۶۴] جوکوتوالی کے متصل واقع ہے اس کا امام سال ہا سال کے بعد اہل محلّہ نے بے دخل کیا تو اس نے مقدمہ بازی بھی کی بالآخرنا کام ہی رہا۔

مسجد وزیرخان [۶۵] کا امام بھی جب امامت سے بے دخل کیا گیا تو اس نے ہزار ہا روپیہ مقدمہ بازی پر صرف کیا کہ میں عرصۂ دراز سے امام ہوں مگر آخرکار بے دخل کیا گیا۔

مسجد چینیاں والی، لاہور[۶۶] پر چٹو پٹولی نے ہزار ہا روپیہ خرچ کیا ہوا تھا اور قریباً تیس بتیس برس تک وہ اس مسجد کا سرپرست بنا رہا، جب اہل محلّہ اور کمیٹی نے دیکھا کہ یہ ہمارے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جو کہ اہل اسلام کے خلاف مذہب ہے- داخل ہو گیا ہے تو مع کل جماعت کے نکال دیا۔ ایسی ایسی صدہا نظیریں موجود ہیں۔

ملا محمد بخش از لاہور



۱۲ اکتوبر ۱۹۰۶ء

[’مسجد گمٹی والی‘ کے متعلق پولیس کا فیصلہ]

مقدمہ مسجد۔مرزائیوں نے جو دعوی گمٹی والی مسجد کے متعلق مسلمانوں پر کیا ہے، پولیس نے تا فیصلہ مقدمہ جمعہ کا انتظام دونوں فریقوں کا کر دیا ہے کہ اول ایک بج

کر۱۵ منٹ تک حنفی مسلمانان اہل محلّہ کی نماز ہوا کرے، اس کے بعد مرزائی نماز ادا کریں گے۔



۱۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء

عبدالحکیم اور ''عبدالحکیم''

ناظرین حیران ہوں گے کہ ''عبدالحکیم'' کا تکرار لفظی کیوں ہے مگر واضح ہو کہ یہ تکرار لفظی نہیں ہے بل کہ تجنیس خطی ہے۔ یہ ایک اجمالی بات ہے جس کی تفصیل ذیل کے مضمون میں کر دی گئی ہے۔

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ مرزائے کادیانی کے ایک بڑے مرید نے (جن کا نام ڈاکٹر عبدالحکیم ہے) مرزا کی بیعت سے دست برداری اختیار کی یا بالفاظ دیگر وہ مرزائی اسلام سے بدل کر زمرۂ مرتدین میں داخل ہو گئے۔ یہ امر کہ بخیال فرقۂ مرزائی اس کا ارتداد معمولی ارتداد نہیں بل کہ عظیم الشان ارتداد ہے اور کہ اس ارتداد کا اثر مرزائی حلقہ میں کیا رنگ اختیار کر چکا ہے-مرزائیوں کی تحریرات سے بخوبی روشن ہے اور سب سے بڑی اور ضروری بات جو اس ارتداد سے وابستہ ہے وہ خداؤں کی (معاذ اللہ) الہامی جنگ ہے۔ یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے خدا نے ان کو خبر دی ہے کہ مرزا جو کذاب اور مفتری اور فریبی وغیرہ وغیرہ غرض کہ بہت کچھ) ہے وہ تین سال تک ہلاک ہو جائے گا۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب کے خدا نے یہ کہہ دیا کہ عبدالحکیم ہی ہلاک ہو گا مگر مرزا صاحب کا خدا چوں کہ بارہا میعاد کو مقرر کر کے ٹھوکر کھا چکا ہے، اس لیے اس نے یہ دُور اندیشی بہت عمدہ کی کہ میعاد ندارد۔

خیر اس سے ہمیں بحث نہیں۔ وہ دونوں جانیں اور ان دونوں کے متضاد خدا۔ (نعوذ باللہ)

لیکن اب ایک نیا پہلو اس بحث کا پیدا ہو گیا ہے وہ یہ کہ مرزا صاحب کو بتاریخ ۹ اکتوبر یہ الہام ہوا کہ ''اے عبدالحکیم! خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچائے، اندھا ہونے اور مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے''

یہ عبارت الہام کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرے دل میں ڈالا گیا کہ ''عبدالحکیم'' میرا نام رکھا گیا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ گویا اب الہامی سٹیج پر دو ''عبدالحکیم'' کھڑے ہیں۔ ایک ڈاکٹر عبدالحکیم اور ایک مرزا عبدالحکیم۔

یہ طے شدہ اور ثابت شدہ امر ہے کہ مرزا صاحب اپنے الہام کا معنی اور مطلب بوقت ملہم ہونے کے نہیں سمجھ سکتے۔ بظاہر تو وہ کچھ مطلب سمجھتے ہیں لیکن آخر میں اس کا مطلب اور کچھ ظاہر ہوتا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے وقت باوجود یہ کہ ان کو الہام ہو رہا تھا کہ تو مسیح ہے مگر وہ پھر بھی یہ عقیدہ قائم رکھے ہوئے تھے کہ مسیح زندہ آسمان پر موجود ہیں اور جب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو اسلام سب دینوں پر غالب ہوگا۔ نکاح آسمانی کے الہام میں بھی ان کو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا کیا راز تھا۔ پہلے تو وہ منتظر رہے آخر جب منکوحہ آسمانی بذریعہ نکاح زمینی دوسرے کے قبضہ میں چلی گئی تو اس الہام کے متعلق ان کو یہ تفہیم ہوئی کہ الہام کے لفظ ''انا رادوھا'' کا مطلب ہی یہی ہے کہ پہلے اس کا دوسرے کے قبضہ میں جانا ضروری ہے بعدازاں پھر وہ آئے گی۔ آخر اڑھائی سال کا وعدہ ہوا کہ اس عرصہ میں اس کا عارضی خاوند مر جائے گا اور وہ ایام عدت سے پہلے ہی آ جائے گی اور پھر حکم بھی ہوا تھا (بنیاد یوے ہی نہیں۔ پورا اول) کہ جب وہ بھاگ کر آ جائے تو اس کو پناہ دینا لیکن ابھی تک باوجود دس بارہ برس گزر جانے کے بھی روز اول ہے۔

خار حسرت قبر تک دل میں کھٹکتا جائے گا
مرغ بسمل کی طرح لاشہ پھڑکتا جائے گا

خدا کی شان ہے:

یاں انتظار وصل وہ آغوش غیر میں
قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

ایک دفعہ مرزا صاحب کو دو بکریوں کے ذبح ہونے کا الہامی کھیل دکھایا گیا تھا جس سے مرزا صاحب کے ذہن رسا نے مستنبط کیا تھا کہ دو دشمن (پنڈت لیکھ رام اور کوئی دوسرا بھی) ذبح ہوں گے لیکن عبداللطیف نامی ایک پٹھان جب کابل میں مرزا کی بیعت کرنے کے جرم میں توپ سے اُڑایا گیا اور کوئی دوسرا دوست بھی اسی قسم کی اذیت کا شکار ہوا تو الہامی کھیل کا سین (Scene) یاد آ گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ اس سے دشمنوں کا ذبح ہونا مراد نہ تھا بل کہ انہی دوستوں کے ذبح ہونے کی خبر تھی۔ غرض کہ مرزا صاحب کا دماغ ہمیشہ الہاموں کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس لیے اب یہ رائے قائم کر دینا کہ ''عبدالحکیم'' مرزا صاحب کا ہی نام رکھا گیا تا وقت یہ کہ بعد کے واقعات سے ثابت نہ ہو جائے- قابل قبول نہیں۔ لیکن اگر بفرض محال، مان لیا جائے کہ مرزا صاحب کا نام فی الواقع ''عبدالحکیم'' رکھا گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نام میں ایسی کون سی خصوصیت ہے کہ مرزا صاحب کے (وہمی) خدا نے ان کے لیے یہ پسند کیا۔ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

اول یہ کہ نام بہت عمدہ ہے اور ایسے نیک بندے کا نام ہے کہ جو چاہ کفر وضلالت سے نکل کر اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہوا۔ اگر یہ شق ہے تو مرزا صاحب کے لیے لازمی ہے کہ وہ اس کی تقلید کرے تا کہ اسم بامسمّٰی ہو جائے۔ اگر یہ نہیں تو دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عبدالحکیم فی الواقع مرتد ہے اور خدا کی نظروں میں گنہ گار ہے اس صورت میں مرزا صاحب کے لیے ایسے دشمن کا نام تجویز کرنا گویا یہ پتہ بتاتا ہے کہ مرزا صاحب کا خاتمہ بھی ویسا ہی ہو گا جیسا کہ عبدالحکیم کا۔

تیسری کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی اور دوسری صورت جہاں تک ہمارا خیال ہے مرزا صاحب پسند نہ فرمائیں گے کیوں کہ خلاف قاعدہ ہے۔ حضرت موسیٰ کا دشمن فرعون تھا لیکن خدا نے حضرت موسیٰ کا نام فرعون نہیں رکھا۔ علی ہذا تمام انبیاء

کے دشمن دنیا میں موجود تھے مگر انبیاء دشمنوں کے نام سے موسوم نہیں ہوئے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ شق اول صحیح ہے۔

مرزا صاحب کے اپنے ہی الہام سے راستہ صاف ہو گیا ہے اگر وہ اب بھی خدا سے نہ ڈریں اور تمام کفر ولغویات سے باز نہ آئیں تو ان کی مرضی۔ مگر ان کے الہامات زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ وہ غلطی پر ہیں- آیندہ ان کا اختیار



۱۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو باوجود علم ہونے کے پھر مرزائیوں کا جنازہ پڑھتا ہے اور پھر مقتدیوں کے شدید اصرار سے اعلانیہ توبہ کر کے اور مرزائیوں کے ارتداد اور کفر کا اقرار کر کے محض دنیاوی لالچ کے لیے رئیس المرزائین (جس نے بہت لوگوں کے ایمان ضائع کیے ہیں) دھڑلے سے جا کر جنازہ پڑھاتا ہے بل کہ بہت سے ناواقف مسلمانوں کو اپنے ساتھ شامل کرتا ہے اور علاوہ اس کے اور بھی کئی خلافیات شرع کا مرتکب ہوتا ہے اور بارہا توبہ کے پھر انہی کا مرتکب ہوا ہے۔

ایسا شخص مسلمانوں کا امام ہونے کے لائق ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کے ساتھ شامل جنازہ ہوں- ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

جواب

ایسا شخص بدلائل نصوص بیّنہ قرآن وحدیث واقوال سلف وخلف امام ومقتدیٰ بننے کے قابل نہیں۔

قال اللّٰہ لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار.

لا تجد قوما یومنون باللّٰہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللّٰہ و رسولہ.

(استدل بہ کثیر من السلف)

دنیائے دوں کے لیے بار بار توبہ شکنی کرنے والا جان بوجھ کر محارم کے مرتکب ہونے سے کون سا ظلم اور خلاف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھ کر ہے۔

و قال اللّٰہ لا ینال عھدی الظالمین .

(علی ما استدل بہ علامہ جلال الدین سیوطی)

الاحادیث :

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یومنکم ذوجراۃ فی دینہ

(و فی روایۃ) ذو خزبۃ فی دینہ .

و قال علیہ السلام لا یومن فاجر مؤمنا.

یہ احادیث تو فاسق عملی کی امامت سے مانع ہیں۔ مسؤلہ عنہ کا فسق تو اعتقادی ہے کیوں کہ کافر کے جنازہ کی حرمت تو نص ظاہر سے ثابت ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ و لا تصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ . انھم کفروا باللّٰہ و رسولہ و ماتوا و ھم فاسقون.

اور اس نے تو خلاف نص سے گویا استحلال ماحرم اللہ کیا ہے جو کفر ہے۔ کما صرح بہ سید الجرجانی فی حاشیۃ مشکوٰۃ

اگر حلت کا اعتقاد نہیں تو پھر بھی عمداً نص قرآنی کا خلاف اصرار علی الکبیرہ اور استھزا بالدین سے کم نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک شخص کو قبلہ کی طرف تھوکنے پر امامت سے معزول کر دیا تھا۔

کما اخرجہ ابوداؤد فی سننہ عن السائب ابن خلادقال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رای رجلا ام قوما فبصق فی

القبلة و رسوله الله صلی الله علیه وسلم ینظر الیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ لا یصلی لکم فاراد بعد ذالک ان یصلی بهم فمنعوه و اخبروه بقول رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال نعم.

امام مالک امام بن منیر وغیرہم اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سب اسی کے قائل ہیں اور جن لوگوں نے جائز کہا ہے انہوں نے فاسق عملی کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے اور حقیقت ان کے قول کی یہ ہے کہ سلطنت اسلامیہ میں امام صلوٰۃ خلفاء یا نائب خلفاء ہوتے تھے اگر ان کی عدم جواز امامت کا فتوی دیا جاتا تو علاوہ جان جاتی رہنے کے نظام ملکی کے بھی زیروزبر ہونے کا اندیشہ تھا۔

اور جن حدیثوں سے جواز معلوم ہوتا ہے وہ بھی اسی مصلحت پر مبنی ہیں۔ نافہم اب اس وقت جب کہ ان خطرات کا وہم وگمان تک نہیں۔ مسلمان اپنے اختیار سے امام مقرر کر سکتے ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ امام متقی متورع مقرر کریں۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان سعکم ان تقبل صلوتکم فلیومکم خیارکم فانهم و فدکم فیما بینکم و بین ربکم . رواه حاکم فی صحیحه

مسئول عنہ اگر توبہ کرے تو چاہیے کہ وہ اپنے نکاح کی بھی تجدید کرے اور جب تک اس میں آثار صلاحیت آشکار نہ ہوں وہ ہرگز امام نہ کیا جائے اور جو لوگ اس کے ساتھ شامل ہوئے ہیں، ان سے توبہ کرانا ہی کافی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

محمد عبدالقادر عفی عنہ

امرتسر

(اخبار اہل فقہ، ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء)



۲۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء

عیسائیوں کی کتابیں اور ان کی اشاعت

کادیان کے مرزائی اخبار الحکم نے معزز ہم عصر وطن[۶۷]، لاہور کی نسبت یہ ظاہر کر کے کہ وہ عیسائیوں کی کتابیں بہ نسبت بازار کے گراں قیمت پر مسلمانوں کو دیتا ہے، اسلامی اخبارات سے دریافت کیا ہے کہ کیا وطن کا یہ فعل جائز ہے؟ مولوی انشاء اللہ خان صاحب مالک و ایڈیٹر وطن[۶۸] نے سر ولیم میور[۶۹] کی کتابیں منگوا کر فروخت کرنے کے واسطے اپنے دفتر میں رکھی ہیں۔ یہ کتابیں مذہب اسلام کی تردید میں لکھی گئی ہیں۔ ایک تو یہ گرفت کہ ایسی کتابوں کا فروخت کرنا ہی فی نفسہٖ اعانت عیسویت ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ دوسرا بہ نسبت بازاری قیمت کے زیادہ دام لیے جاتے ہیں اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ قیمت رعایتی ہے۔

بہت تھوڑے ہم عصروں نے اس معاملہ میں دخل دیا مگر ہم منتظر تھے کہ معزز ہم عصر وطن کی طرف سے ڈیفنس (Defence) کے دلائل سن لیں تو اپنی رائے ظاہر کریں لیکن ہم عصر موصوف نے اپنے اخبار میں تو اس کا ذکر نہیں فرمایا البتہ ایڈیٹر الحکم کے نام ایک کارڈ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''جب تک مخالفین کی کتابیں مطالعہ میں نہ لائی جائیں ان کی تردید کس طرح ہو سکتی ہے؟'' لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذر غلط ہے کیوں کہ کتابوں کے اشتہار میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہ کتابیں اسلام کی تردید میں بل کہ یہ لکھا ہے کہ ''سر ولیم میور صاحب سابق لفٹنٹ گورنر صوبہ جات متحدہ کی اسلامی و دیگر تالیفات بہ تفصیل ذیل موجود ہیں۔'' اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ سوانح عمری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سورسز اسلام، اسلامی کتابیں ہیں نہ کہ اسلام کی تردید۔

مذہب اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہم سچ بولیں اور کسی کی رعایت نہ کریں۔ اس لیے

ہم اپنی آزادانہ رائے اس معاملہ میں ظاہر کرتے ہیں اور قبل اس کے کہ ہم اپنی رائے ظاہر کریں۔معزز ہم عصر سے اس امر کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ایک مرزائی سچی بات کرتا ہے تو محض اس وجہ سے کہ وہ مرزائی ہے اس کے قول کی تکذیب نہیں ہوسکتی۔ آپ خود انصاف سے غور فرمائیں کہ جب ریویو آف ریلیجنس (Review of Religions) کی امداد پر آپ کمر بستہ تھے تو محض اس خیال سے تھے کہ اس میں صداقت اسلام کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ الحکم کے ایڈیٹر کے ایک جائز دعوی کو قبول نہ کیا جائے۔

معزز وطن کا یہ فرمانا کہ تردید بغیر مطالعہ کتاب کے نہیں ہوسکتی۔ کس قدر کم زور عذر ہے کیا تمام لوگ اپنے دماغوں میں اس امر کی قابلیت رکھتے ہیں کہ مخالفین کی کتابوں کا رد لکھیں؟

جناب عالی! ایسے لوگ سو میں ایک بھی بہ مشکل پیدا ہوتے ہیں، زیادہ تر طبیعتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ تحریر پڑھی اور گرویدہ ہوگئے۔ کیا آپ دنیا کے تاریخی واقعات سے چشم پوشی کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کتب بینی کا اثر ہی ہے کہ آج مرزائے کادیانی کی جماعت میں بی اے، ایم اے وغیرہ وغیرہ بھرتی ہیں۔ میں ہرگز نہیں مانتا کہ مرزا صاحب کی تصنیفات میں صداقت ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ انہی کتابوں کو پڑھ کر لوگ مرزائی ہوگئے!! اس کا باعث صرف یہ ہے کہ ہر ایک مطالعہ کرنے والے کا دماغ (خواہ وہ بی اے اور ایم اے ہی کیوں نہ ہو) اس قابل نہیں ہوتا کہ قوت فیصلہ سے کام لے سکے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی شخص دنیا میں موجودہ بائبل دیکھ کر عیسائی نہ ہوتا اور کوئی شخص مرزا کی تصانیف کو پڑھ کر مرزائی نہ بنتا۔ منشی عبدالحکیم صاحب کو دیکھو کہ باوجود ڈاکٹر ہونے کے ۲۰ سال تک مرزائیت کی بیماری اس کے دماغ میں جاگزیں رہی، گو مرزا کے جھوٹا ثابت ہونے پر اب آکر رجوع کیا۔

یہ ٹھیک ہے کہ آپ کی نیت اگر یہی تھی کہ لوگ ایسی کتابوں کو محض اس وجہ سے

دیکھیں کہ ان کی تردید کریں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ آپ باوجود اعتراض پیدا ہونے کے اور باوجود قرآن کے مفسر ہونے کے **و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان** کی ذرّہ بھر بھی پرواہ نہ کریں۔ اس لیے بہتر تو یہ ہوتا کہ اس انسانی کم زوری اور غلطی کا معترف ہو کر اس اعتراض کو اٹھا دیا جاتا۔

ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی تحقیق مسائل کی بحث کو ناپسند کریں اور مخرب اسلام ظاہر فرما دیں لیکن اکثروں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو اسلام کی دشمنی کے لیے کافی ذریعہ ہیں۔ من جملہ کے عیسائیوں کی کتابیں ہیں جن کو مسلمان لوگ نہ صرف اصل کتاب کی صورت میں بل کہ ترجمہ کرا کر ملک میں پھیلا رہے ہیں اگر ایسی کتابوں کی اشاعت بے علمی سے کی جاتی تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسے لوگ جو مصنف کتاب کی غایت کو نہیں سمجھ سکتے قوم کے لیڈر ہونے کا دعوی کس طرح کر سکتے ہیں اور ان کو علم ہے تو پھر زیادہ افسوس ہے کہ وہ ایسی تجارت کے ذریعہ سے روپیہ کمانا چاہتے ہیں جو ہر گز جائز نہیں اور مذہبی طور پر سخت ضرر رساں ہے۔

عیسائی مصنفین کا یہ قاعدہ ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو بے وقوف سمجھ کر ان کی نسبت اچھے خیالات ظاہر کرتے ہیں لیکن اپنی غرض وغایت یعنی تعلیم دین مسیحی کو مقدم سمجھتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح سے ان کا اظہار کر دیا کرتے ہیں۔ ایک ناول نویس نے عمر پاشا نام ایک کتاب لکھی جس میں عمر پاشا کے تاریخی حالات لکھے۔ مسلمان اسی میں نہ پھولے سمائے کہ ایک عیسائی نے ایک نومسلم (عمر پاشا) کے حالات بلاکم وکاست بیان کر دیے لیکن یہ نہ سمجھا کہ صرف ایک امیر کی لڑکی کا واقعہ (کہ وہ بائبل کو مطالعہ کرتی رہتی تھی اور مذہب عیسوی کی تعلیم پر دل دے چکی تھی باوجود اپنے ولیوں کے سمجھانے کے وہ مسلمان نہ رہ سکی اور عیسائی ہو گئی) ہی ایسا مخرب اخلاق ہے کہ مصنف کی ساری محنت کا صلہ دینے کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔ اگر غور سے کتاب عمر پاشا کا مطالعہ کیا جائے تو

صاف طور پر معلوم ہوسکتا ہے کہ مصنف نے اس میں سخت تعصب سے کام لیا ہے مگر مسلمانوں نے اس کا ترجمہ کر کے اس کی اشاعت کی اور بھی بہت سی کتابیں ہندوستان میں ترجمہ ہو کر فروخت ہو رہی ہیں جو شام ومصر کے عیسائیوں کی تصنیف سے ہیں مگر افسوس کہ ہمارے مسلمان نہیں سمجھتے کہ وہ عیسائیوں کی طرف سے ایسا کام کر رہے ہیں جو پادریوں سے بھی نہ ہوسکتا لیکن افسوس کہ اسلام کی حمایت کرنے والے خود ایسا کام کر رہے ہوں تو دوسروں کو کیا عبرت ہو سکتی ہے۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی



۲۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء

مسجد گمٹی والی کا مقدمہ

۱۶ اکتوبر کو مسجد گمٹی لاہور والی کا مقدمہ جو مرزائیوں نے مسلمانوں پر دفعہ ۱۴۷، ۱۴۵ کا ضابطہ فوجداری کا دائر کیا ہے۔ بعدالت سٹی مجسٹریٹ صاحب بہادر پیش ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مسٹر محمد شفیع صاحب بیرسٹر[۷۰] اور میاں فضل حسین بیرسٹر کے علاوہ چودھری نبی بخش صاحب بھی پیروکار تھے۔ مرزائیوں کی طرف سے خواجہ کمال الدین تھے۔ مرزائی وکیل نے مہلت لے لی۔ اب ۲۶ اکتوبر کو پیشی ہے۔



۹ نومبر ۱۹۰۶ء

[مقدمہ مسجد کا فیصلہ]

مسجد گمٹی (لاہور) کے متعلق ۳۱ اکتوبر کو مرزائیوں کا دعوی عدالت صاحب سٹی مجسٹریٹ بہادر سے خارج ہو کر مسجد مسلمانوں کو مل گئی۔ (مرزائی جماعت اگر

غیرت کی قدر کرے تو وہ آیندہ مسلمانوں کی مسجدوں میں جانا ترک کر دے تا کہ نت نئی شرم ساری سے نادم نہ ہونا پڑے اور اگر مرزا صاحب کو وہ مثیل عیسیٰ مانتے ہیں تو پھر اس قدر جدوجہد کی ضرورت ہی کیا ہے اگر دنیا بھر کے عیسائیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفارۂ معاصی مانے گئے ہیں تو کیا مثیل عیسیٰ (مرزا صاحب) اپنی مٹھی بھر جماعت کی طرف سے کفارہ نہیں ہو سکتے۔ اگر مرزا صاحب کو باقی مشابہتیں نہ بھاتی ہوں تو اپنی جماعت پر رحم فرمائیں اور صرف اسی قدر مشابہت بہ عیسیٰ کو منظور فرمالیں تا کہ ان کی جماعت کو کچھ سہولت تو ہو۔)

راقم مرزائیوں کا خیر خواہ



۲ نومبر ۱۹۰۶ء

پیسہ اخبار اور مرزائی گروہ

ناظرین! پیسہ اخبار کی پالیسی سے عام لوگ واقف ہیں کہ وہ ملکی حیثیت سے جیسا ایک اسلامی اخبار ہے ویسا ہی ہندوؤں کا آرگن ہے یعنی اگر ایک مسلمان اپنا مضمون اس میں درج کرا سکتا ہے تو ایک ہندو کو بھی یہ حق ہے کہ اس میں اپنا مضمون درج کراوے اور مذہبی پہلو میں اسلام کے مختلف فرقے اس کو اپنا ہی سمجھتے ہیں اور اپنے مضامین برائے اندراج بھیجتے رہتے ہیں جو بلا کم و کاست درج ہو جایا کرتے ہیں۔

چنانچہ اگر چند کالم ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو دیے گئے ہیں تو ساتھ ہی دوسری اشاعت میں اس سے ڈیوڑھے کالم ولی اللہ مرزائی کو دیے گئے۔ جس نے مرزا صاحب کی صداقت کا راگ گا لیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا پیسہ اخبار مرزائیوں کا دشمن ہے؟ جواب بہر حال یہ ہوگا کہ دشمن نہیں۔ اگر دشمن ہوتا تو مرزائیوں کی تحریریں خوشی سے کیوں درج اخبار کرتا، جب ایسا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ مرزائی اخبار اس پر زہر

کیوں اُگلا کرتے ہیں؟

۵ اکتوبر کے مرزائی اخبار ''البدر'' میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے متعلق ذکر کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ؛

''خان صاحب (یعنی ڈاکٹر صاحب) ایک دفعہ آگ بگولا ہوکر ناپاک طبع لوگوں کی طرح حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے اور چوہڑے چماروں میں جیسے الفاظ بولے جاتے ہیں وہ بولنے لگ پڑے ہیں اور اس گندہ دہانی کے اظہار کے واسطے آپ نے پیسہ اخبار کے پرچے کو برگزیدہ کیا ہے۔ پیسہ اخبار نے یہی غالبًا غنیمت سمجھا ہے کہ ہندوؤں کے حق میں منافقانہ مضامین لکھ کر جو وہ اسلامی پبلک کو ناراض کر چکا ہے تو شاید اس کا عوض اس طرح ہو جاوے کہ حضرت امامنا (مرزا) کے حق میں دشنام دہی کے ساتھ اپنے اخبار کے کالم سیاہ کر کے پھر عوام کالانعام کو اپنا فریفتہ بنائے۔''

اس امر کا اظہار ہم غیر ضروری سمجھتے ہیں کہ آیا ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے مرزا صاحب کو اسی قدر گالیاں دی ہیں جس قدر کہ مرزا صاحب نے انجام آتھم میں مسلمانوں کو دی ہیں یا کم زیادہ۔ تا کہ دیکھا جاتا کہ ڈاکٹر صاحب اور مرزا صاحب سے کون سے صاحب ان خطابات کے زیادہ مستحق ہیں جو ''البدر'' نے مندرجہ بالا عبارت میں تجویز کیے ہیں- یہ امر بحث سے خارج ہے۔

لیکن ہم مرزائی گروہ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب مرزائیوں کے مضامین اس میں درج ہو کر دیگر مسلمانوں کی رنجش کا باعث ہوتے ہیں تو اس وقت پیسہ اخبار کی پالیسی پر کیوں اعتراض نہیں کیا جاتا؟

پیسہ اخبار کی گو یہ پالیسی کیسی ہی عمدہ ہو کہ اخبار عام رائے کا آئینہ ہے اور ہر کس و ناکس کے مضامین درج ہوتے ہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ پیسہ اخبار ایک طرف ہو جاوے۔ اگر پیسہ اخبار فی الواقع مرزا صاحب یا ان کے مشن کا دشمن ہے تو یک قلم مرزائیوں کے مضامین کے اندراج سے کنارہ کشی کرے۔ بظاہر یہی طریقہ اچھا ہوگا کیونکہ باوجود یہ کہ ان کے مضامین درج ہوتے ہیں پھر بھی وہ

پیسہ اخبار کو جو صلواتیں سناتے ہیں- وہ پوشیدہ نہیں۔لیکن اگر ان کو یہ منظور ہے کہ مرزائیوں کی مخالفت نہ ہو اور وہ پیسہ اخبار پر خوش رہیں تو سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ وہ مذہبی مضامین سے اپنے اخبار کو مستثنٰی کر دیں اور پیسہ اخبار کو صرف پولیٹیکل اور ملکی اخبار رہنے دیں۔

اُمید ہے کہ معزز ہم عصر اس بارے میں ضرور غور فرمائیں گے۔



۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء

ایڈیٹر شحنۂ ہند اور بڑھاپا

یوں تو عربی میں مشہور ضرب المثل ہے؛

شیئان عجیبان هماابرد من یخ شیخ یتصبا و صبی یتشیخ

اور اس کے ہم معنی اردو میں بھی کہا جاتا ہے کہ بچہ اور بوڑھا مساوی ہوتا ہے۔ان ضرب الامثال کے مصداق آج کل ہمارے مولانا شوکت ہیں جو بات ہے انوکھی اور جو چال چلتے ہیں نرالی۔ماشاءاللہ چشم بددُور

پولیٹکل معاملات میں رائے زنی پر آمادہ ہوتے ہیں تو محمد شاہ رنگیلے کے وزراء سے بھی زیادہ سمجھ کی بات کہتے ہیں چنانچہ محمڈن ڈیپوٹیشن کے معاملہ پر آپ کانگریسی اخبارات کی تائید کرتے ہیں اور باوجود یہ کہ معزز ہم عصر وکیل نے انہیں راہ راست پر لانا بھی چاہا مگر بھلا وہ سیدھی چال کیوں چلیں۔خیر ہمیں اس بحث سے غرض نہیں،ہم عصر وکیل ان کی خبر پُرسی کر لیں گے مگر ہم ہم عصر وطن اور مرزائی اخبار الحکم کے معاملہ میں آپ کی انوکھی چال کا اظہار اور اس پر کچھ ریمارک کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

آپ نے اپنے اخبار مطبوعہ ۱۶ نومبر میں ''اخبار وطن اور مرزائی اخبارات'' کے عنوان سے ایک چھوٹا سا مضمون لکھا ہے جس میں دو باتیں بیان کی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ الحکم نے جو اعتراض کیا ہے اس کی تائید جن اخباروں نے کی

ہے وہ سب مرزائی ہیں۔
دوسری بات یہ لکھتے ہیں کہ اگر ہم عصر وطن نے سر ولیم میور کی کتابیں فروخت کی ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ سر ولیم میور کی کتابیں تو درکنار تورات وانجیل بھی اگر فروخت کی جائیں تو ان کی تجارت جائز ہے۔''

ان دونوں باتوں کو سرسری نظر سے بھی دیکھا جائے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شوکت اب بڑھاپے کے ایسے ایام کو بسر کر رہے ہیں جن پر ایام طفلی کا اطلاق ہو سکے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے قلم سے ایسے لچر اور بیہودہ مضامین نہ نکلتے۔

(ا) پہلی بات کے متعلق ہم صرف اتنا جواب دینا کافی سمجھتے ہیں کہ نیک نیتی سے کسی امر حق کی تائید کرنا بُرا نہیں اور نہ اس سے لازم آتا ہے کہ تحریک کنندہ کا موید ہم مذہب ہو گیا۔ اگر ایڈیٹر شحنہ ہند کا یہ خیال صحیح مان لیا جائے تو ضروری ہے کہ آئندہ ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے بل کہ ہندو سمجھا جائے کیوں کہ وہ تمام اسلامی اخبارات اور اسلامی اہل الرائے کے برخلاف کانگریس اور محمڈن ڈیپوٹیشن کے معاملہ میں ہندوؤں کی تائید کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو ہندو کہلانا منظور ہے تو پھر ہمیں بھی آپ کی ایسی تحریرات پر نوٹس لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

تعجب ہے کہ معزز ہم عصر وطن تو اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اگر کوئی بات غلطی سے سرزد ہو جائے اور بعد صدور وارتکاب کے غلطی کو مان لیا جائے تو مواخذہ نہیں لیکن شحنۂ ہند بجوائے ''مدعی سست گواہ چست'' اپنا بے سُرا راگ گائے جاتا ہے البتہ ہم عصر وطن کا یہ ریمارک کہ ''جن اخباروں نے الحکم کی تائید کی ہے ان کو وطن کی ترقی پر حسد ہے'' ایک ناجائز جملہ ہے۔ دلوں کا حال تو خداوند کریم کو معلوم ہے اور ہر ایک فعل کا نتیجہ نیت پر مترتب ہوتا ہے۔ اس لیے خواہ مخواہ ایسا الزام لگا دینا اور تو کچھ نہیں البتہ اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ کیا معزز ہم عصر وطن کسی امر پر بحث کرتے ہوئے ایسے ہی خیالات رکھا کرتے ہیں کیوں کہ المرأ یقیس علی نفسه ایک مشہور مقولہ ہے۔ ہم یہ بھی نہ لکھتے مگر معزز معاصر کے

بے جا حملہ کے باعث لکھنا پڑا اور نہ ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ وطن دونی رات چوگنی ترقی کرے اور خدا اس کا حامی ہو۔ یہ تو ہمارا خیال ہے کسی دوسرے کے دل کا حال ہم نہیں جان سکتے۔

(۲) شحنۂ ہند کا یہ کہنا کہ سر ولیم میور کی کتابیں تو کیا تورات انجیل کی تجارت بھی جائز ہے- بالکل لغو ہے۔ افسوس کہ اس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ توراۃ انجیل میں کیا ہے اور سر ولیم میور کی کتابوں میں کیا ہے۔ توراۃ انجیل میں اسلام کی توہین نہیں ہے بل کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیش گوئیاں ہیں۔ برعکس اس کے سر ولیم میور کی کتابوں میں نہ صرف اسلام کی تکذیب کی کوشش کی گئی ہے بل کہ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ناشائستہ حملے کیے گئے ہیں اور ان کو (معاذ اللہ) جھوٹا قرار دیا ہے۔

اگر ایسا نہ بھی ہوتا یعنی میور کی کتابیں توراۃ وانجیل کے مضامین سے پُر ہوتیں اور اسلام کی مخالفت نہ ہوتی تو بھی یہ دیکھنا ہے کہ کیا توراۃ وانجیل کی تجارت جائز ہے۔

ایڈیٹر شحنۂ ہند کبھی کبھی اپنے آپ کو اہل حدیث بھی کہا کرتا ہے مگر افسوس کہ اسے وہ واقعہ معلوم نہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ توراۃ پڑھ رہے تھے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اگر اس وقت موسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے۔ افسوس کہ اس کتاب کو مسلمانوں کے پاس فروخت کرنے کی اجازت ایک ایسا شخص دے رہا ہے جو اہل حدیث بھی کہلاتا ہے۔

ہم آخر میں مولانا شوکت کو یہ صلاح دیتے ہیں کہ اب آپ بڑھاپے کے دن آرام سے کاٹیں اور اخبار کی ایڈیٹری کا کام کسی اور کے سپرد کردیں۔ آگے آپ کا اختیار



۱۴دسمبر۱۹۰۶ء

[مسجد گمٹی والا کے متعلق ڈپٹی مجسٹریٹ کا فیصلہ]

لاہور کی مسجد گمٹی والی کے متعلق صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ کی عدالت سے جو یہ حکم صادر ہوا تھا کہ تا فیصلہ مقدمہ نہ مرزائی اس میں نماز جمعہ پڑھیں اور نہ دوسرے مسلمان۔ اب ۲۳نومبر سے مسلمانوں کو نماز جمعہ ادا کرنے کی اجازت ہوگئی ہے اور مرزائی دہلی دروازہ[۷۱] کے باہر ایک احاطہ میں جمعہ پڑھتے ہیں۔



۲۱دسمبر۱۹۰۶ء

بلاغ المبین لدفع کید الکایدین

میرزائے کادیانی کے عقائد کی تردید میں مولانا مولوی رسول شاہ صاحب مرحوم و مغفور[۷۲] کا بے نظیر رسالہ ہے۔ کشمیری زبان میں نظم ہے اور نہایت قابل دید رسالہ ہے۔ کشمیری زبان کے جاننے والے اور اہل کشمیر کو لازم ہے کہ اس بے نظیر رسالہ کے مطالعہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔ قیمت معہ محصول ڈاک ۲

مینیجر اخبار اہل فقہ امرتسر



[۱۹۰۷ء/۱۳۲۵ھ]

۴جنوری ۱۹۰۷ء

مسیح کادیانی

مرزائی اخبار بدر کادیان کی کسی اشاعت میں اکمل نامی ایک مرزائی کے چند اشعار بضمن شعروسخن درج ہیں۔ان میں یہ اشعار خاص توجہ کے قابل ہیں؛

غلام احمد ہے عرش رب اکرم
مکان اس کا ہے گویا لامکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق
شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بھی بڑھ کر اپنی شاں میں

ہم مسیح کادیانی سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اکمل کے یہ اشعار ٹھیک ہیں اور کیا وہ ان اشعار کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہر چند کہ ان اشعار کا ''بدر'' میں شائع ہونا اور مسیح کادیانی کا آج تک خاموش رہنا ثابت کرتا ہے کہ ان کو اپنی اس تعریف وتوصیف پر کوئی اعتراض نہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ان اشعار پر مدلل بحث کریں اس وقت مسیح کادیانی کو کہیں الہام نہ ہو جائے کہ اکمل کا کلام ہے مسیح کو اس سے کیا یا تو ابھی ان اشعار کی تردید کردیں ورنہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے حق میں ایسی تعریف کا خواہاں ہے یا کم از کم جائز سمجھتا ہے۔



۲۲فروری ۱۹۰۷ء

ہزمیجسٹی شاہ کابل اور مرزا غلام احمد قادیانی

مدعی مہدویت و مسیحیت - قابل توجہ گورنمنٹ ہند

گورنمنٹ اور بالخصوص انڈین پبلک پر ظاہر ہے کہ جب کابل میں گذشتہ سال عبداللطیف مرزا قادیانی کا مرید بحکم شرع محمدی باختیارات حکومت مارا گیا تو مرزائی جماعت بالخصوص مرزا غلام احمد نے سلطنت کابل کی نسبت کیا کچھ زہر اُگلے تھے کہ ''وہاں خون کی ندیاں بہیں گی'' اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا اور اپنی باتیں بنام الہام مشہور کی تھیں۔ مرزا غلام احمد اس درد کو اب تک نہیں بُھولا اس نے اپنے مریدوں کو ایک تقریر کے ذریعہ حال میں پھر وہ واقعہ یاد دلا کر ان کے جوش تازہ کر دیے (جب کہ حضرت شاہ کابل سیاحت ہند کی غرض سے ہماری گورنمنٹ عالیہ کے مہمان ہیں)

مرزا صاحب کی اس تقریر سے ان کی جماعت مبہوت تو ہو رہی تھی اس پر مرزا صاحب نے دو ایک اور مجمل سے الہام بھی سنا دیے جو یہ ہیں:

العید الاخر تنال سند فتحاعظیما

ایک اور عید ہے جس میں تو ایک بڑی فتح پائے گا

(۲) زندگی با آرام ہو جانا پہلی زندگی ہے

(۳)---ادعنی اقتل من اذاك

مجھے چھوڑ نا میں اس شخص کو قتل کروں جو تجھے ایذا دیتا ہے۔

(۴) آسمان ٹوٹ پڑا

اپنے پیر کے یہ الہام سن کر مرزائی جماعت کی چہ میگوئیوں اور اندرونی حالات کا

---

(۱) دیکھو قادیانی اخبار الحکم مطبوعہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۷ء، صفحہ ۲

یکم مارچ ۱۹۰۷ء

مرزا قادیانی پراس کے الہام کے مطابق سچ مچ آسمان ٹوٹ پڑا۔علی محمد مر گیا

چندروز ہوئے مرزا نے ایک الہام مشتہر کیا تھا کہ ''آسمان ٹوٹ پڑا'' لیکن آپ کے الہام آپ کی بھی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں، اس لیے ایسے الہاموں کو وہ مخالفوں کے حق میں سمجھا کرتے ہیں۔ جب خود انہی پر واقع ہو جاتے ہیں تب آپ کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ "خود غلط بود آنچه ما پنداشیتم"

مولوی محمد علی ساکن زیرہ ضلع فیروز پور میں ایک اشد مرزائی تھا چوں کہ اکثر یہ شخص اپنے مرزائی عقیدہ کے مغالطات سے وہاں کے اَن پڑھ مسلمانوں کو گم راہ کر کے اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا، باہمت مسلمانوں نے اس کی ایذا سے بچنے کے لیے مشہور مناظر علامہ فاضل حکیم عبدالاحد صاحب ساکن خان پور (ضلع راول پنڈی) [۴۳] استاد راجہ جہاں داد خان صاحب چیف آف گکھڑ مرحوم وسابق حکیم سردار ایوب خان صاحب) کو راول پنڈی سے بلوایا۔ الحمدللہ کہ قاضی صاحب "هرفرعونے را موسیٰ" کے مصداق ہوئے۔ اب ایک تازہ ترین خط سے معلوم ہوا ہے کہ علی محمد مرزائی عیدالاضحیٰ کی تقریب پر بھلا چنگا قادیان میں مرزا صاحب (اپنے پیر) سے ملنے گیا تھا اور واپس آ کر طاعون میں مبتلا ہوا، اور جھٹ پٹ دوسری سرائے کو لے جایا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ مرزا صاحب پر آسمان ٹوٹنے کا الہام پورا ہوا۔

محبان اسلام اس قدر اور سن کر زیادہ خوش ہوں گے کہ قاضی صاحب موصوف نے شیعہ صاحبان کے ان اعتراضات وشبہات کے جواب میں حال ہی میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جو یہ لوگ اہل سنت و جماعت اور بالخصوص صحابہ کرام پر کرنے سے باعث دل آزاری ہوا کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نے یہ کتاب لکھ

کرار دودان پبلک پر بہت احسان کیا ہے مگر چوں کہ یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی، لہذا تمام اہل سنت جماعت سے عموماً اور ساکنان زیرہ سے خصوصاً اُمید ہے کہ وہ اس کے چھپوانے میں قاضی صاحب کی اعانت کر کے شریک ثواب ہوں گے۔

راقم حبیب



۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء

دجال کادیانی اور طاعون

جناب مولوی غلام احمد صاحب اخگر مالک و ایڈیٹر اخبار اہل فقہ امرت سر زیدمجدکم

پس از سلام مسنون التماس یہ ہے کہ چند سطور ذیل کو اپنے اخبار مقدس میں جگہ دے کر ممنون فرمائیں۔ وھی ھذا

کادیانی اخبار بدر مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء میں حضرت مولانا جامع علوم منقول و معقول حاوی فروع و اصول عارف یگانہ افضل فضلاء زمانہ علامہ ربانی قاطع اعناق دجالین قالع بناء مبتدعین سرآمد علماء فحول مولانا المفتی ابوالزبیر غلام رسول الحنفی القاسمی النقشبندی المجد دی النوری خلیفہ مجاز عارف امجد اوج طریقہ مجددیہ علامہ شریعت ماہر طریقت بے مثل ولاعدیل فی منازیل الورع والارشاد السبیل مظہر کمالات منبع برکات فانی فی اللہ باقی باللہ الاحد حضرت خواجہ دین محمد [۷۴] المعروف بحضرت ملا صاحب الفاروقی خلف وخلیفہ مجدد الوقت معدن کرامات علیہ خوارق بہیہ شمس العرفا قمرالاتقیا المشہور فی الآفاق بالحسنات الجامع للجلال والجمال محبوب اللہ الصمد حضرت خواجہ نور محمد [۷۵] المعروف بہ باباجی التیراہی ثم الچوراہی مدفناً رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وفات کی نسبت چند مرزائی دجالیہ کی خرافات منسوب بعبد الحی لکھی دیکھی بلکہ اس سے پہلے بھی دجالی اخباروں میں نظماً ونثراً اس قسم کے منصوبے ملاحظہ میں آئے، اس لیے ذباعن اولیاء اللہ وحمایۃً

للا سلام ہم مختصراًاس کا جواب تحریر کرتے ہیں، آیندہ اگر دجالی گروہ نے اس قسم کی ہذیانات کا لکھنا ترک نہ کیا تو تلامذہ (خصوصاً خاکسار ایڈیٹر) حضرت مولانا موصوف جواب دینے کے لیے تیار ہیں، پھر تو وہی گت بنائیں گے جو رسالہ نکاح آسمانی میں بنائی تھی۔ دجالہ نے لکھا ہے کہ عبدالحی نے مولوی ثناء اللہ امرت سری کو کہا ہے مولوی صاحب موصوف طاعون سے مرے وغیرہ خرافات مولوی ثناءاللہ نے کہا وہ شہید ہو گئے۔عبدالحی نے کہا کہ میں تمہارے لیے بھی طاعونی شہادت کی دعا مانگتا ہوں۔ طاعون سے اگر مرنا شہادت ہے تو عیسائی وغیرہ جو اس سے مرتے ہیں وہ بھی شہید ٹھہریں گے۔اس سے شہید وہی مرتے ہیں جو اپنی جان حمایت اسلام کے لیے وقف کرتے ہیں۔**الی آخر الدجل والخرافات**

حضرات! ان دجالوں کی چال بازی اور چالا کی اور مرشد حسن بن صباح کے اور محمد علی باپ کی روحانی امت کی کیفیت ملحوظ فرمائیے۔کبھی طاعونی موت کو مطلقاً عذاب وغیرہ کہتے تھے اور کبھی اس کو مقید کرتے ہیں، یہ اس لیے کہ دجالی گروہ میں سے بھی کئی ایک اس مرض سے ہلاک ہو کر کتوں کی موت (۱) مرے اور مر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب لگے اس شہادت کو مقید کرنے ورنہ پہلے اس کو مطلقاً کتوں کی موت وغیرہ لکھتے تھے اور نہ **الطاعون شهادة لكل مسلم** وغیرہ کا لحاظ کرتے ہیں۔ اول تو حدیث میں شہادت کے لیے صرف اسلام کی طرف شرط ہے اور اگر وقف کی قید کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوال پیدا ہو گا کہ وقف سے کیا مراد ہے۔ وقف سے دجالی گروہ میں داخل ہونا اور اس پر ثابت قدم رہ کر حامی اسلام ہونا مراد ہے تو یہ باطل ہے۔اس لیے کہ یہ گروہ حسب فتاوی علماء اسلام خارج از اسلام اور مخرب اسلام ہے۔ یہ تو شکاریوں کی طرح جانور صورت بن کر شکار قابو کرتے ہیں اگر نماز وغیرہ کو علی الاعلان چھوڑ دیتے تو ایک مسلمان بھی ان کے پھندے میں نہ پھنستا۔ اِلاَّ ماشاءاللہ نماز، روزہ، ذکر، کلمہ اور صفت ایمان پر اگر ان کو یقین ہوتا تو پیغمبری کا دعوی ہرگز نہ ہوتا۔البتہ

حامی اسلام وہ شخص ہوسکتا ہے جو مسلمان ہے اور اُصول اسلام کو مانتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے اور صالح قریباً بتیس سال (باستثناء دو چار سال) علوم اسلامیہ کی تعلیم مفت اور لوجہ اللہ دیتے رہے اور متوکلانہ زندگی بسر کرتے رہے، اس سے بڑھ کر اور کیا حمایۃً للاسلام اپنی جان کو وقف کرنا ہوتا ہے۔ آپ کا زمانہ طالب علمی سے لے کر تادم موت مرفاضہ وافادہ تعلیمی وتحریری میں مشغول رہنا اور مع ہذا الفضل تواضع اخلاق حسنہ وعلم وتورع وکم گوئی سے موصوف ہونا بھی تو اس کا باعث ہوا کہ آپ کی وفات جمہور اسلام امرت سر بلکہ تمام اطراف کے مسلمان اہل سنت وجماعت خورد وکلاں مرد وزن آپ کی جدائی دائمی سے پریشان ہو گئے اور گریاں ونالاں نظر آنے لگے۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ اور نماز جنازہ میں اس قدر خلقت کا ہجوم ہوا کہ کہن سال لوگ کہتے تھے کہ اس دُھوم دھام اور محبت سے نہ کسی کا جنازہ دیکھا نہ سنا۔

پس اے گروہ دجالوی! یہی بھاری علامت ہے حضرت موصوف کے محبوب اللہ ہونے کی احادیث دیکھو، قرآن دیکھو۔ تمہاری تاویل کے مطابق بھی حضرت مولانا صاحب شہید بھی ثابت ہوئے۔ تم 'صم بکم عمی' کیوں ہو گئے ہو، تمہاری عقلوں پر پردہ کیوں پڑ گیا ہے۔ دجال کادیانی نے تم کو دھوکا دے کر تمہارے مال وزر وایمان کو غصب کرلیا ہے۔ کبھی منارہ [۷٦] کے بہانہ سے تمہارا مال لوٹ رہا ہے اور کبھی قبرستان [۷۷] اور کبھی براہین کے حیلہ سے تم کو کھا رہا ہے اور تم اپنی جائیدادیں دینے کو تیار ہو گئے ہو، تم اس کی چال بازی کو نہیں سمجھتے یہ چند پتہ والے مل کر تم کو کو کھاتے ہیں، باتیں سنا سنا کر تم کو خوش کرتے ہیں کہیں بک دیا کہ مولانا امرت سری موصوف میری دعا سے فوت ہوئے، مولوی رشید احمد صاحب [۷۸]، مولوی غلام دستگیر صاحب [۷۹]، مولوی نذیر حسین صاحب [۸۰] وغیرہ فلاں فلاں میری ہی دعا سے آخرت کو سدھارے۔ کیا اس باغیرت کی دعا سے کہ جس کی بیوی نے اسٹیشن سیال کوٹ پر

لوگوں کو جوتی دکھلائی تھی اور لوگوں نے اس کے عوض میں جو دکھلایا تھا تم کو معلوم ہوا ہوگا۔ مدعی نبوت مفتری کذاب کی دعا سے۔ **لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ**

ارے مرزائیو! قادیانی مرزا کو چھوڑ دو وہ تو عن قریب ان شاء اللہ تعالیٰ رُسوا ہوگا، اور قعرِ مذلت میں پڑے گا۔ عذاب دائمی میں گرفتار ہوگا تم اس کی سن رسیدگی اور عیش وعشرت وفخر ومباہات کو دیکھ کر غرّہ نہ ہو جاؤ۔ شیطان بھی بڑا کہن سالہ ہے۔ فرعون ونمرود وغیرہ کئی ایک کفار خاصی عمر پا کر اور عیش وعشرت کر کے آخر کوچ کر گئے جتنی کادیانی کی لکھی ہے اتنی عمر ضرور بسر کرے گا، اس کو تو یہ مہلت ملی ہوئی ہے جیسے شیطان کو مہلت ملی ہے یا جیسے کئی ایک کفار کو مہلت ملی اور ملتی ہے۔ کئی ایک کفار زندہ رہے اور یہ ان سے پہلے کئی ایک پیغمبر شہادت پا کر یا بغیر اس کے جنت کو سدھارے۔ کتابیں دیکھو اندھو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم جو بار بار علماء مذکورین کی فوتیدگی پر اظہار خوشی کرتے ہو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارے دجالی فرقہ کے سخت دشمن تھے۔ تقریروں اور تحریروں سے انہوں نے تمہارے دجل کی قلعی کھولی اور یہ ان کا فرض منصبی تھا جو انہوں نے ادا کیا۔ تمہارے سینوں پر خاص کر حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بھاری پتھر رکھ دیا ہے جس کو تم کبھی ہٹا نہیں سکتے اور اس کے نیچے تم ہمیشہ دبے رہو گے۔ وہ ہے مولانا صاحب کا رسالہ ''**الھام الصحیح فی اثبات حیات المسیح**'' (عربی) اس کی متانت اور فصاحت وبلاغت ودقت نے تم کو مرض دق میں مبتلا کر دیا ہے۔ جواب تو دے نہیں سکتے اب عوعو کر کے دل کا بخار نکالتے رہتے ہیں۔ تف

(باقی آیندہ)

عبدالکریم عفی عنہ

طالب علم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرت سر

(۱) مرزائے کادیانی نے جب ابتدا میں طاعون کے متعلق لکھا تھا تو یہی الفاظ استعمال کیے تھے، یعنی طاعون سے مرنے والا کتوں کی موت مرے گا۔ (ایڈیٹر)

۵اپریل ۱۹۰۷ء

ریویو

فضائل قرآنی فی رد مرزا کادیانی

یہ لاثانی کتاب اگرچہ مرزا کادیانی کے دعویٰ مہدویت کی تردید میں لکھی گئی ہے لیکن غیر مقلدین کے ہفوات کی تردید بھی بڑے زور شور سے کی ہے۔ اس کی سخت ضرورت تھی کیوں کہ مسلمانوں میں سے نکلنے کی پہلی سیڑھی وہابیت ہے۔ وہابی سے پھر اور کچھ بن جاتے ہیں۔ مرزا کادیانی، عبداللہ چکڑالوی[۸۱] وغیرہ پہلے اگر وہابی نہ ہو جاتے تو ضرور ان کے دلوں میں خوف خدا باقی رہتا۔ مگر وہابیت کا جامہ پہن کر فاصنع ماشئت پر عمل کر لیتے ہیں۔ اس کتاب میں علاوہ تردید مرزا کے غیر مقلدین کے عقائد فاسدہ کی تفصیل مع حوالہ جات کتب لکھ دیے ہیں۔ بلحاظ مضامین کے اعلیٰ درجہ کی قابل دید کتاب ہے مگر افسوس کہ چھپائی خراب ہے۔ اُمید ہے کہ فاضل مصنف طبع ثانی میں اس نقص کو باقی نہ رہنے دیں گے۔ مولانا پیر سید محمد قادری بغدادی مصنف سے قیمت ۸/ موضع کوٹلی بادریاں ضلع سیال کوٹ سے مل سکتی ہے۔

☆

۱۲اپریل ۱۹۰۷ء

مرزائیوں کا فرار

مقام مہاراج کے ضلع سیال کوٹ کا ذیل دار مسمی بڈھے خان مرزائی نے وہاں کے مسلمانوں سے کچھ چھیڑ چھاڑ شروع کی ہوئی تھی، آخر قرار پایا تھا کہ ۷اپریل کو فریقین اپنے اپنے علما کو بلا کر بذریعہ مباحثہ مذہب مرزائی کی صداقت پر بحث کرائیں چنانچہ وہاں کے مسلمانوں کی درخواست پر خاکسار ایڈیٹر اور حضرت

مولانا مولوی مفتی پیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب نیز دوسرے مقامات کے علمائے کرام وہاں پہنچ گئے مگر بڑھے خان مذکور نے انکار کر دیا کہ ان کی جماعت مباحثہ کرنا نہیں چاہتی۔ تاہم علمائے کرام کی تقریروں سے وہاں بڑی کامیابی ہوئی۔ چند مرزائی مرزا کی بیعت سے دست بردار ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور جس قدر سادہ لوح مسلمان مرزائیوں کے بہکانے سے مذبذب ہو گئے تھے۔ مرزا کی طرف سے بدظن ہو گئے اور راہ راست پر رہنے کا عہد کر لیا۔ اگرچہ ہمارا ارادہ تھا کہ جلسہ کی مفصل کیفیت خود لکھیں مگر وہاں کے مسلمانوں نے خود جلسہ کی رپورٹ بھیج دی ہے جو ان شاء اللہ آئندہ ہفتہ درج کر دی جائے گی۔ ناظرین منتظر رہیں۔



۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء

مسلمانوں کی فتح اور جماعت کادیانی کا فرار

عرصہ تخمیناً ایک ماہ کا ہوا ہے کہ بڑھے خان نامی ایک مرزائی ذیل دار اپنے پیشوا کی ہدایت کے برخلاف ایک مسلمان کے جنازہ میں شریک ہونے کے لیے بمقام سلیاں آیا اور خانقاہ حضرت شاہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔

حضرت شاہ نور محمد صاحب موصوف کے زمانہ سے آج تک جس کو قریباً تین سو (۳۰۰) سال کا عرصہ ہو گیا ہے یہاں بخیال ادب کوئی شخص سوائے عالم اور فاضل اور سادات کے چارپائی پر نہیں بیٹھتا۔ ذیل دار مذکور کی اس خلاف قاعدہ حرکت پر لوگوں نے اظہار ناراضی کیا اور کہا کہ اگر آپ کو چارپائی پر بیٹھنے کا شوق ہے تو دوسرے مکان میں چلیے۔ ہم آپ کو چارپائی دیتے ہیں اور آپ کی خاطر مدارات کریں گے مگر یہاں چارپائی پر نہ بیٹھیے۔ وجہ دریافت کرنے پر اس کو کہا گیا کہ صرف بزرگوں کے ادب کے خیال سے یہ قاعدہ یہاں ہے ورنہ دوسری

کوئی بات نہیں۔ یہ سنتے ہی ذیل دار مذکور نے اپنے پیشوا مرزا کادیانی کی طرح بزرگوں پر زبان طعن دراز کیا اور بزرگان دین کی اس طرح توہین کی کہ اگر ہم کوشش کریں تو ابھی بزرگی حاصل کر سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے اپنے پیشوا مرزا کادیانی کی فوقیت کا سب بزرگوں پر راگ گانے لگا، اگرچہ یہ ہم لوگوں کو اور تمام مسلمانوں کو بخوبی معلوم ہے کہ مرزا کی جماعت باوجود راہ ہدایت دکھانے کے بھی اپنے عقائد فاسدہ سے تائب نہیں ہوگی لیکن ذیل دار مذکور نے اس امر کی خواہش کی کہ وہ اپنے عقائد مذکورہ کی تائید علماء سے کر سکتا ہے۔ ہم میں سے ایک صاحب حکیم محمد الدین صاحب نے کہا کہ بہتر ہے اب ہمارے ساتھ لاہور چلو، وہاں کے علماء سے ہم فیصلہ کرا لیتے ہیں لیکن اس نے لاہور جانے سے انکار کیا۔ آخر یہ بات قرار پائی کہ کسی عالم کو یہاں بلالو۔ ہم فیصلہ کر لیں گے۔ اسی قرارداد کے بعد ہم لوگوں نے مشورہ کیا اور مولوی سید نور اللہ شاہ صاحب[۸۲] کو سیال کوٹ سے بلایا۔ جب مولوی صاحب موصوف یہاں تشریف لائے تو ان کی طرف سے ایک خط ذیل دار مذکور کو روانہ کیا گیا جس میں دعوت مباحثہ تھی۔ اس کے جواب میں ذیل دار مذکور نے بدیں بیان انکار کیا کہ وہ تقریری مباحثہ نہیں کرنا چاہتا۔ ہم لوگوں کو سخت رنج ہوا کہ اس شخص نے ناحق ہم کو تکلیف دی لیکن اس خیال سے کہ اس موقع کے ٹل جانے کے بعد مرزائی گروہ اپنی عادت کے مطابق پھر منہ آئے گا کیوں کہ نہ صرف ان کا بلکہ ان کے پیشوا کا بھی یہی دستور ہے کہ یوں تو لاف وگزاف مارتے رہتے ہیں کہ ہمارے سامنے کوئی نہیں آتا، کسی کو ہمارے سامنے کلام تو کجا دم مارنے کا یارا نہیں۔ مگر جب ہم مسلمان اپنے علما مباحثہ کے لیے بلا لیتے ہیں تو پھر ان (مرزائیوں) کو الہام ہو جاتا ہے کہ مباحثہ نہ کرو۔ اس لیے حضرت سید نور اللہ شاہ صاحب موصوف کی طرف سے مرزا کے نمایاں عقائد لکھ کر بارہا خان ذیل دار کے پاس بھیجے گئے اور دریافت کیا گیا کہ ایسے عقائد جس شخص کے ہوں اس کا بزرگوں سے برتر ہونا تو درکنار خود اسی کے کافر اور راندۂ درگاہ ایزدی کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس کے جواب

میں اس نے اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ اگر حضرت شاہ صاحب ان ۷ اسوال مذکورہ کو مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دیں تو میں مرزا صاحب کے مذہب کو چھوڑوں گا۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ بسم اللہ آیئے تشریف لایئے۔ ہم مرزا کی کتابوں سے ثابت کر دیں گے۔

ہاں اس کے بعد بمقام جیووال ذیل دار مذکور اور محمد صدیق مدرس مرزائی آئے اس وقت موضع مذکور میں قریباً چھ سو (۶۰۰) آدمی کا مجمع تھا۔ قبل اس کے کہ مولانا مولوی نور اللہ شاہ صاحب مرزا صاحب کی کتابوں سے وہ حوالے دکھا دیتے۔ ذیل دار اور مدرس مذکور نے ادب سے ہاتھ باندھ کر مولانا نور اللہ شاہ صاحب کی خدمت میں عرضی کی کہ ہم اس وقت مباحثہ نہیں کرتے اور نہ آیندہ خود مباحثہ کریں گے۔ آپ کوئی دن مقرر کر و تا کہ ہم اپنے کسی عالم کو قادیان یا سیال کوٹ کی جماعت احمدی (مرزائی) سے بلا لیں۔ اس کے بعد رائے دی کہ تیسرے اتوار کو مقرر کیا جائے اور مولانا مولوی نور اللہ شاہ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ ہمیں منظور ہے تیسرے نہیں بلکہ چوتھے اتوار کو مقرر کرو کیوں کہ شاہ صاحب کو موضع کہنگ میدان ضلع گجرات میں کچھ کام تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تین چار عالم مقرر کرو کیوں کہ مرزائیوں کا قاعدہ ہے کہ وقت پر یا بیمار ہو جاتے ہیں یا ان کو کوئی الہام ہو جاتا ہے۔ اس کے دن درمیان میں زیادہ رکھو تا کہ اگر ایک عالم بیمار ہو جائے تو کسی دوسرے کو مقرر کر لینا۔ غرض یہ کہ اس تصفیہ کے واسطے ۷ اپریل مقرر ہوئی۔

چوں کہ اس گرد و نواح کے تمام دیہات میں مرزائیت کا چرچا تھا اس لیے سب کو بڑے شوق سے اس دن کا انتظار لاحق ہوا۔ مواضع سلیان وسلانیکے وغیرہ کے باشندوں نے بالاتفاق یہ رائے دی کہ تاریخ مذکور پر قرب و جوار کے کثیر شائقین جمع ہوں گے۔ اس لیے حضرت مولانا مولوی نور اللہ شاہ صاحب کی جانب اور کسی عالم کو بھی بلایا جائے۔ نیز برادران اسلام کی جو بطور مہمان دُور دراز مقامات سے آئیں۔ اکل و شرب کا بندوبست کیا جائے اور اس دعوت کا خرچ

اس گاؤں کے رہنے والے دیں۔ چنانچہ چندہ کیا گیا اور امرت سر سے حضرت مولانا مفتی پیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب دام برکاتہم و مولانا مولوی غلام احمد صاحب ایڈیٹر اخبار اہل فقہ کو منگوایا۔

۱۶ اپریل کو ایک رجسٹری شدہ خط بنام مولانا مولوی نور اللہ شاہ صاحب موصول ہوا جس کی نقل یہ ہے:

نوٹس

بنام

مولانا مولوی نور اللہ شاہ صاحب

ساکن سیال کوٹ حال مقیم موضع سلیاں ضلع سیال کوٹ

آپ عموماً عرصہ تین چار سال سے ہر سال میں ایک دو دفعہ اس طرف تشریف لاتے ہیں کبھی تو یہ آپ وعظ کرتے ہیں کہ میرا جماعت احمدیہ (مرزائیہ) کے ساتھ مقدمہ ہے۔ اللہ کے واسطے میری مدد کرو، کبھی یہ وعظ کرتے ہو کہ میرا جماعت احمدیہ کے ساتھ مسجد کبوتراں والی کا جھگڑا ہے اور کبھی کوئی اور ذریعہ اختیار کر کے لوگوں سے معقول رقم لے جاتے ہو۔ اب عام لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ مشہور کر رہے ہیں کہ احمدی جماعت سے مباحثہ ہے اور اس بہانے سے آپ نے تقریباً دو تین سو روپیہ جمع کر لیا ہے بس یہ افواہ سن کر بڑا حیران ہوں کہ آپ نے کس سے مباحثہ کرنا ہے۔ جماعت احمدی کا تو کوئی آدمی آپ کے ساتھ بحث کرنی نہیں چاہتا کیوں کہ میرا پیشوا مسیح موعود اس جماعت کو صلح ہونے کی اور شر فساد سے بچنا تعلیم دیتا ہے اور وہ صبح و شام اس بات کا وعظ کرتے ہیں کہ کوئی خونی مہدی نہ آئے گا۔ آپ اُلٹا مسلمانوں کو خونی مہدی آنے کا منتظر رکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں بیہودہ جوش ڈالتے ہیں۔ نیز

جماعت احمدیہ ضلع سیال کوٹ آپ کے حال سے بخوبی واقف ہے کیوں کہ اس جماعت کے ساتھ آپ کے مقدمات رہ چکے ہیں۔لوگوں کو یہ کہہ کر آپ خوش کر دیتے ہیں کہ کنوؤں سے ان کے ساتھ پانی نہ پیا ہوا اور آپ اس کنوئیں سے پانی پیتے ہو جس سے جماعت احمدیہ پانی پیتے ہیں۔آپ جو یہ مشہور کر کے روپیہ جمع کر رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ اقرار کیا ہوا ہے ہم نے آپ کے ساتھ کسی قسم کا اقرار نہیں کیا ہوا ہے اور نہ ہم کو مباحثہ کی ضرورت ہے۔آپ کا پہلا خط جس میں آپ نے ہم سے خود بخود مباحثہ کرنے کے واسطے بڑے زور شور سے لکھا تھا اور ہم نے اس کے جواب میں قطعی انکار کر دیا تھا۔اس کے جواب میں آپ کا دوسرا خط جس میں آپ نے بڑے زور شور سے ہمیں بحث سے گریز کرنے کی نسبت ہدایت کی ہوئی ہے-ہمارے پاس موجود ہے۔ بندۂ خدا ذرا گریبان میں منہ ڈال کر تو دیکھو، اگر میرے علاقہ میں ایسا پُر جوش وعظ کر کے لوگوں سے روپیہ وصول کرتے تو آپ کا واقعی انتظام کر لیتا۔ یہ گورنمنٹ انگلشیہ کا بابرکت عہد ہے۔آپ ذرا سوچ سمجھ کر وعظ کریں ورنہ آپ کو اپنا حال یاد ہے، ہم بذریعہ نوٹس ہذا آپ کو مطلع کرتے ہیں۔نقل میرے پاس موجود ہے۔

العبد

بڈہا خان ذیل دار مہراجکے تحصیل ظفروال

مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۰۷ء

اس نوٹس کے موصول ہونے پر اگر چہ مسلمانوں کو سخت افسوس ہوا کہ ان کی محنت ضائع گئی اور ناحق علمائے کرام کو تکلیف دی گئی لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایک طرح سے اس نوٹس کا اچھا اثر ہوا۔وہ یہ کہ اس علاقہ کے تمام نمبر داروں اور دیگر عوام کے روبرو تاریخ مقرر کی گئی تھی اور اب مرزائی انکار کر رہا ہے تو صاف یہ نتیجہ نکلا کہ مرزائی مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے۔علاوہ بر آں یہ لوگ اپنے مرشد کے کذب وافترا کو جاہل اور بے علم مسلمانوں کو سنا سنا کر دین اسلام سے منحرف کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور ان کو کہا کرتے تھے کہ کوئی عالم ہمارا

مقابلہ نہیں کر سکتا۔اس فرار نے مسلمانوں کو آیندہ کے لیے مطمئن کر دیا۔مولوی سید نوراللہ شاہ صاحب کے حق میں جو کچھ لکھا گیا وہ جملے دل کے پھپھولے چھوڑے ہیں،اس لیے ہم صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ **لعنة اللّٰه علی الکاذبین**

ہم نے اس مضمون کے ابتدا میں مسلمانوں کی دعوت کے اخراجات کے واسطے ایک چندہ کا ذکر کیا ہے اسی کو ذیل دار مذکور نے طرح طرح کے الزامات کے ساتھ اپنی تحریر میں درج کیا ہے۔مگر ذیل دار مذکور ایک طرح سے سچا ہے کیوں کہ اس کو معلوم ہے کہ اس کا مرشد یعنی مرزائے کادیانی طرح طرح کے مکروفریب سے لوگوں کی جیبیں خالی کر لیتا ہے،کبھی تو لنگر کے بہانہ سے اور کبھی سراج منیر اور براہین احمدیہ کے چھپوانے کے بہانہ سے،کبھی اور کسی بہانہ سے احمقوں سے مبلغ اینٹھ رہا ہے۔اس نے سمجھا ہوگا کہ اسی طرح مولوی سید نوراللہ شاہ صاحب بھی چندہ وصول کر رہے ہیں مگر ان کو یہ کہاں معلوم کہ مسلمان ایسے بددیانت وخائن نہیں ہیں کہ بہانہ تو کوئی کریں اور اس روپیہ سے بیوی کا زیور بنا دیں۔خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۷ اپریل کی صبح کو گردنواح سے جوق جوق مسلمین آنے شروع ہوئے اور نمبرداران نے آپس میں متفق ہو کر یہ تجویز پاس کی کہ اگرچہ ذیل دار مذکور نے بذریعہ خط رجسٹری شدہ مباحثہ سے انکار کر دیا ہے تاہم اس کو دعوت دی جائے کہ روز کے جھگڑے کا صرف اسی صورت میں خاتمہ ہو سکتا ہے کہ تم مجلس میں آؤ اور اپنے شکوک رفع کرو۔چنانچہ چند نمبرداران مع سردار جو بدسنگھ صاحب سارجنٹ پولیس (جو تھانہ سے بغرض انتظام آئے ہوئے تھے) ذیل دار مذکور کے پاس گئے اور ان کو مجلس میں آنے پر رضامند کیا چنانچہ بارہ بجے جب بمقام سلانکی مجمع شروع ہوا اور جناب مولوی غلام احمد صاحب ایڈیٹر اہل فقہ نے اپنی فاضلانہ تقریر شروع فرمائی تو ذیل دار مذکور مجلس میں آ گیا۔مولوی صاحب ممدوح نے ان سے بات چیت کرنے کے واسطے اپنی تقریر بند کر دی جناب مولوی حافظ محمد

سعید صاحب ساکن ۔۔ و جناب حضرت سید ظہور محی الدین صاحب رئیس وچھووالی نے ذیل دار مذکور سے دریافت کیا کہ تقرر تاریخ مباحثہ کے بعد اس نے انکار کیوں کیا اس نے کہا کہ میں نے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی۔ اس پر حضرت مولوی سید نور اللہ شاہ صاحب نے کھڑے ہو کر ایک نمبر دار کو بلایا۔ اس شخص کی نسبت اس علاقہ میں گمان ہے کہ وہ چھپا مرزائی ہے اسی واسطے شاہ صاحب ممدوح نے خصوصیت سے اسی کو بلوایا اور کہا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کوئی چیز کام نہ آئے گی مگر قلب سلیم اور یہ آیت شریف سنائی؛

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ.

(الشعراء:۸۸،۸۹)

پھر کہا کہ ایمان داری سے اس بھرے مجمع میں صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کر دو کہ جیووال میں کیا تصفیہ ہوا تھا۔ نمبر دار مذکور نے جیووال میں مسلمانوں کا جمع ہونا، مرزائیوں کا آنا، تاریخ کا مقرر کرنا، صاف لفظوں میں بیان کیا۔ ذیل دار نے اس شہادت پر یہ کہا کہ ایک شرط اس میں تھی کہ ہم اپنی جماعت سے مشورہ کریں گے اگر وہ مناسب سمجھیں گے تو مباحثہ ہوگا ورنہ نہیں۔ اس پر اس کو کہا گیا کہ اگرچہ تمہارے رجسٹری شدہ نوٹس سے محض انکار ثابت ہوتا ہے اور کسی شرط کا تعین نہیں لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شرط قرار پائی تھی تو بھی یہ نقص لازم آتا ہے کہ تم نے اتنی مدت میں اطلاع کیوں نہیں دے دی کہ ہماری جماعت مباحثہ کرنا نہیں چاہتی۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اطلاع کر دی تھی۔ جب پوچھا گیا کہ کون آدمی آپ کی طرف سے گیا تھا تو پہلے تو نام ہی نہیں بتاتا تھا (کوئی ہوتا تو بتاتا) آخر اصرار کرنے پر بتایا بھی تو اپنے بیٹے کا نام چوں کہ اس فرقہ کی کذب بیانی پر اب کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہ گیا تھا اس لیے اس شہادت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یہ اُمور محض اس لیے دریافت کیے گئے کہ حاضرین کو اچھی طرح سے معلوم ہو جائے کہ مرزائی لوگ کبھی سچ نہیں بولا کرتے۔ اس کے بعد ذیل دار نے کہا کہ چوں کہ اس علاقہ میں ہم سے تمام اُمور میں قطع تعلق کر لیا

ہے۔اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنا عقیدہ ظاہر کروں،اس کو اجازت دی گئی اس نے ایک تحریر پڑھی جس میں اپنا عقیدہ بیان کیا ۔ علاوہ ان عقائد کے جو مسلمانوں کے لیے لازمی ہیں ایک بات یہ بیان کی کہ چودھویں صدی میں مہدی کا آنا حدیثوں سے ثابت ہے۔اب ایک شخص نے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا،اس لیے میں نے مان لیا۔

مولانا مولوی غلام احمد صاحب نے ذیل دار سے پوچھا کہ وہ حدیث کس کتاب میں ہے جس میں لکھا ہے کہ مہدی چودھویں صدی میں ہوگا،اس نے کہا کہ لکھ دو ہم مان لیں گے تب ہم بتادیں گے۔ جناب مولوی صاحب نے لکھ دیا کہ اگر مہدی کے آنے کا تعین چودھویں صدی کسی حدیث میں ہوگا تو ہم مان لیں گے۔دستخط کر کے جب یہ تحریر دی گئی تو اس نے کہا کہ ہم عالم نہیں اس واسطے کسی عالم سے دریافت کر کے بتائیں گے۔اس پر حاضرین نے کہا کہ جب ایک ماہ کی مہلت لے کر اپنے عالموں کو نہ بلایا تو اب کہاں بلاؤ گے۔

مولوی صاحب موصوف نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خیر ذیل دار صاحب بے چارے خود کچھ نہیں جانتے اور سمجھتے اور انہوں نے خود ثابت کر دیا کہ وہ بے سوچے سمجھے مرزائی ہو گئے ہیں۔

اور حقیقت صحیح بھی یہی ہے کہ حامد شاہ کو خوش کر کے عہدۂ ذیل داری لینے کی غرض سے وہ بے چارے مرزائی مذہب کو اختیار کر بیٹھے ہیں مگر جان محمد نامی ایک ترکھان مرزائی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اگر چہ ہم حدیث نہیں دکھا سکتے لیکن ہم لوگ اچھی طرح سے سمجھ سوچ کر مرزائی ہوئے ہیں،اس سے دریافت کیا گیا کہ جو بات تم نے سمجھی ہے بیان کرو۔اس نے رمضان کے چاند وسورج گرہن کی حدیث کا ذکر کر کے کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے کسوف وخسوف دیکھ لیا، پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم نے نہیں سمجھا۔

مولوی صاحب موصوف نے کسوف وخسوف کے متعلق کے قول کو جو دارقطنی میں ہے۔مفصل بیان کیا اور رمضان کی پہلی تاریخ میں چاند گرہن اور نصف رمضان

میں سورج گرہن کا ہونا بیان کیا حالاں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ علاوہ اس کے حدیث کی نوعیت اور ایسے گرہن کا ناممکن الوقوع ہونا دلائل سے ثابت کیا۔ اس پر پھر مرزائیوں نے کہا کہ ہم جواب نہیں دے سکتے کیوں کہ ہم بے علم ہیں اور پھر اپنے لیے یہ کہلا لیا کہ یہ لوگ درحقیقت جہالت کے باعث آگ کے گڑھے میں گو دے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد حاجی عبدالواحد صاحب بائبل ریفارمر جموں نے مرزا کی تردید میں مختصر تقریر کی اور اس کے بعد مولانا مولوی غلام احمد صاحب نے مرزا کے عقائد بیان کر کے پُر زور دلائل سے ان کی تردید کی اور چوں کہ اس علاقہ میں علاوہ مرزائیت کے شیعوں نے یہاں تک بے باکی اختیار کی ہوئی ہے کہ علی الاعلان خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گالیاں دیتے ہیں، اس لیے مولانا صاحب موصوف نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل قرآن شریف و احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیے اور جلسہ کا اختتام ہوا۔

مجمع ہزارہا آدمی کا تھا، سردار جو بد سنگھ صاحب سارجنٹ پولیس خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے اعلیٰ درجہ کا انتظام کیا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مولوی صاحب کی پُر اثر تقریر سے محظوظ ہو کر چند مرزائیوں نے توبہ کی اور بہت سے مذبذب خیال کے مسلمان مرزا سے نفرت کرنے لگے۔

ہم اپنے علمائے کرام کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہمارے علاقہ کے آئے دن کے مخمصوں کو روک دیا۔ حضرت مولانا سید نوراللہ شاہ صاحب کی ہمدردی اور بھی قابل داد ہے جن کی کوشش اور سعی سے علمائے کرام یہاں تشریف لائے۔

راقم خاکساران

برکت علی نمبردار، فیروز شاہ، حسن محمد، چوہدری لدھا، علی گوہر نمبردار، مولا داد

از مقام سلیان ضلع سیالکوٹ



۱۹اپریل ۱۹۰۷ء

فتح اسلام

الحمدللہ کہ موضع فتح گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں گیارہ شخص برضا ورغبت خود جناب مولوی غلام حیدر صاحب ساکن موضع مذکورہ کی توجہ سے مشرف باسلام ہوئے اوران کے نکاح کی تجدید کی گئی۔خداوندعالم مولانا کوسلامت رکھے۔آمین

صاحب زادہ محمد شریف از گکھڑ ضلع گوجرانوالہ



۲۶اپریل ۱۹۰۷ء

مرزاجی کی بھی لبیں لے لیں

موقر ہم عصر پیسہ اخبار میں جدت پسند طبائع نے یہ خبر بڑی دل چسپی سے پڑھی ہو گی کہ سید محمد یحیٰی خان خاندانی رئیس زادہ ساکن موضع ۔۔ پرگنہ اردل ضلع گیانے ایک آٹھ سو(۸۰۰)صفحہ سے زائد کی کتاب شائع کی ہے جس میں اپنے مکاشفات والہامات وغیرہ درج کیے ہیں اور کہ یہ کتاب تمام ادیان سابقہ وکتب سماویہ کی ناسخ ہے اور لاالـہ الا اللّٰہ ...عین اللّٰہ اس کے سرورق اور خاتمہ پر لکھا ہے۔اگر یہ سچ ہے تو واقعی اس شخص نے مرزاجی کے بھی کان کتر ڈالے۔ مرزاجی تو اپنے الہام مشہورہ کان اللّٰہ انزل من السماء کی رو سے اپنے بیٹے کو خدا بنایا چاہتے تھے اور خود نبی بنے لیکن اب مشکل ہوئی کہ چھوٹے مرزا کی جگہ محمد یحیٰی صاحب نے لے لی۔مرزا غلام احمد صاحب کے لیے غالبًا اب یہی مناسب ہوگا کہ وہ اس کے ساتھ مل کر کام کریں اور زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ عبداللہ صاحب چکڑالوی کو بھی اپنی مثل میں منتہی کرلیں تاکہ اقنوم ثلاثہ سے کچھ نسبت ہو جائے۔گورنمنٹ اہل ہند پر بڑا احسان کرے اگر ایسے جدت پسند افراد کو دریائے شور کے اس پار کر کے ہند کو نجاسات سے پاک کرے اوران

اصحاب کو ہندوستان سے باہر بھی اپنے خیالات کی اشاعت کر کے فرائض منصبی سے سبک دوش ہونے کا موقع دے۔ **اللّٰھم احفظنا من شرور الشیاطین**

حبیب اللہ



۱۲۶پریل ۱۹۰۷ء

انجمن مدرسۃ القرآن سیال کوٹ کا چوتھا سالانہ جلسہ

انجمن مدرسۃ القرآن سیال کوٹ کا چوتھا سالانہ جلسہ بڑی کامیابی سے ہوا، حضرات صوفیائے کرام و علمائے اعلام خصوصاً حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حاجی الحرمین الشریفین عالی جناب مولانا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث وسجادہ نشین علی پورسیداں ضلع سیال کوٹ وشمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی[۸۳] ومولانا مولوی اصغرعلی صاحب روحی[۸۴] ایڈیٹر رسالہ الہدیٰ و دیگر بزرگان قوم نے اپنے پُر اثر مواعظ و تقاریر سے حاضرین کومستفیض فرمایا۔ چودھری سلطان محمد خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء سیال کوٹ نے نئی روشنی میں پرورش پانے والے طلبا کو مخاطب کر کے ایک موثر لیکچر دیا اوراسلام کی صداقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت کیا۔ خاکسار ایڈیٹر اہل فقہ (مولانا غلام احمد اخگر) بھی شامل تھا۔



۱۲۶پریل ۱۹۰۷ء

مرزائے کادیانی اور مولوی ثناءاللہ

مفتی محمد صادق (مرزائی)[۸۵] ایڈیٹر اخبار بدر کادیان نے ایک تحریر ہمارے پاس بذریعہ رجسٹری اس غرض سے بھیجی ہے کہ ہم اسے اخبار اہل فقہ میں درج

کریں۔ یہ تحریر مرزائے کادیانی کی طرف سے ہے قبل اس کے کہ ہم اس تحریر کو ناظرین کے مطالعہ کے لیے درج اخبار کریں۔ اس کی مختصر کیفیت لکھ دینا ضروری ہے۔

مرزائے کادیانی کی طرف سے آریوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی اور اس کے اخیر میں مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اخبار اہل حدیث کو موقع دیا گیا تھا کہ وہ بھی مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر قسم کھاوے۔ اس کے جواب میں ایڈیٹر اہل حدیث نے درخواست کو منظور کیا اور مرزا صاحب کو اختیار دیا کہ امرت سر، بٹالہ یا کادیان میں جہاں مرزا صاحب مناسب سمجھیں، وہ یہ قسم کھانے کو تیار ہے کہ مرزا کادیانی مفتری و کذاب ہے۔ وغیرہ وغیرہ مگر یہ مطالبہ کیا گیا کہ نتیجہ قسم یعنی جھوٹے کی سزا معین کر دی جائے۔ یہ اس لیے کہ مرزا صاحب کی عادت ہے کہ مخالف کو زکام بھی ہو جائے تو یہ مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل اور نشان قرار دیا جاتا ہے۔ (برخلاف اس کے اپنے مرید طاعون اور ہیضہ سے مریں تو وہ ایک معمولی بات ہے)

مرزا صاحب کی یہ تحریر جو ہمارے پاس بغرض اندراج اخبار آئی ہے غالباً اسی مطالبہ کے جواب میں ہے لیکن جہاں تک غور کیا جاتا ہے مرزا صاحب نے اس میں بھی کوئی مستقل پہلو اختیار نہیں کیا بلکہ ایسا وسیع نتیجہ اختیار کرنے کا ڈھنگ رکھا ہے کہ ایڈیٹر اہل حدیث کو کوئی معمولی بیماری زکام وغیرہ ہو جائے یا کسی بدمعاش کے حملہ میں آ جائے تو مرزا صاحب کو کہنے کا موقع مل جائے گا کہ نشان پورا ہو گیا جیسا کہ تحریر سے واضح ہے۔

ہمارے خیال میں ایک ایسے شخص سے جس کے الہامات ہمیشہ غلط ثابت ہو چکے ہوں۔ جو بار بار خدا سے دعا مانگ کر تین تین سال نشان کے ظاہر ہونے کے لیے مقرر کر چکا ہو اور سوائے اس کی ذلت اور رُسوائی کے ظاہر ہونے کے اور کوئی نشان ظاہر نہ ہوا ہو تو اب پھر اس کو مخاطب کرنا اور اس سے نشان طلب کرنا سخت غلطی ہے۔ نشان تو وہ طلب کرے جس کو اس کے کاذب ہونے میں کوئی شبہ ہو۔

بہرحال وہ تحریر یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یَسْتَنْبِئُونَکَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِی وَرَبِّی إِنَّهُ لَحَقٌّ

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب۔ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود و کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دُکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے میں مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔

(۱) اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہو جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔ آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

(۲) یہ کسی الہام یا وحی کے ساتھ پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے

خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی میرا مسیح ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں ہی مجھے ہلاک کر اور میری موت سے اس کو اور اس کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ اُن تہمتوں میں۔ جو مجھ پر لگاتا ہے۔حق پر نہیں، تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی اس کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے اپنی اُن تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھ دُکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین

میں اس کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیہ کریمہ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دُور دُور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دوکان دار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تُو نے اے میرے آقا اے میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ

مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اُٹھالے یا اور کسی سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو۔ مبتلا کر۔

اے میرے پیارے مالک! تُو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِینَ. آمین

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں بھی چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم

عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد المسیح الموعود عافاہ اللہ وایدہ

مرقوم تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

اس تحریر کے تمام پہلوؤں پر ہم بحث کرنا ضروری نہیں سمجھتے وہ جانیں اور ایڈیٹر اہل حدیث۔ وہ اُمید ہے کہ خود جواب دیں گے مگر صرف دو باتوں کو دکھا کر ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ میرے خیال میں مرزا صاحب کے مفتری اور کاذب ہونے پر اس تحریر سے بڑھ کر کسی اور دلیل یا نشان کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ناظرین ان فقرات کو بغور ملاحظہ فرمائیں جن پر خط کھینچ دیا گیا ہے۔ اول تو سزا معین نہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ طاعون و ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔ لفظ ''وغیرہ'' اور لفظ ''مہلک'' زبان حال سے پکار پکار کر شہادت دے رہے ہیں کہ لکھنے والا مفتری اور کذاب ہے۔ اول تو وغیرہ میں تمام بیماریاں شامل ہیں خواہ معمولی تپ ہو یا اور کوئی بیماری۔ پھر لفظ مہلک بھی مہمل ہے کیوں کہ جو لوگ طاعون یا ہیضہ میں بیمار ہو کر صحت یاب ہو جاتے ہیں ان کے لیے یہ امراض مہلک نہیں اور جس شخص کو درد سر یا معمولی تپ یا اور کوئی معمولی عارضہ لاحق ہو جائے اور وہ مر جائے تو اس کے لیے وہی عارضہ جو لاحق ہوا مہلک ہے پس جو شخص مر جائے اس کے مرض یا عارضہ کو خواہ وہ معمولی ہو یا سخت کون ایسا احمق ہے

جومہلک نہ کہے۔اب بتائیے کہ کیا نتیجہ ہوا۔صرف یہ کہ مخالف خواہ کسی رمز سے مرے اپنا مطلب نکل آئے گا۔

دوسرا اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آخر میں لکھا کہ ''دنیا سے اُٹھالے یا اور کسی سخت آفت میں جوموت کے برابر ہو مبتلا کر''۔اس میں یہ امر غور طلب ہے کہ دنیا سے اُٹھانے کے کیا معنی؟ کیا دنیا سے اُٹھنا ذلت ہے؟ یا عزت؟ مرزا صاحب خود رفع عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہا کرتے ہیں کہ رفع سے مراد ترقی مدارج وغیرہ ہے پس مخالف کو اگر عزت مل گئی ہے تو نشان قائم ہو گیا لیکن اگر دنیا سے اُٹھنا ذلت ورُسوائی ہے تو بصورت نہ واقع ہونے موت کے بھی نشان کے قائم کرنے کے لیے تھا۔''سخت آفت'' کا لفظ لکھ کر اور عام کر دیا۔یہ دوسری بات ہے کہ مرزا صاحب کو عدالت پانی پینے کے لیے بھی باہر جانے کی اجازت نہ دے اور امرت سر میں مرزا صاحب کی خوب گت بنے مگر نہ تو یہ توہین اور نہ ذلت ورُسوائی۔لیکن مخالف کو اگر کوئی بدمعاش راستہ میں شرارت سے تھپڑ بھی مار دے تو سخت ذلت ورُسوائی۔پس میدان صاف ہے کسی بدمعاش کو مقرر کر دیا کہ راستہ میں بے عزت کر دو اور ادھر اشتہار چھپوا دیا کہ سخت ذلت حاصل ہوئی اور نشان پورا ہوا۔

الغرض اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو صاف طور پر ایک بات کہہ دیتے اور وہی پرانے مہملات جو ہمیشہ ان کی تحریر میں ہوتے ہیں، ظاہر نہ کرتے مگر وہاں تو صداقت کوسوں دُور ہے وہ سچی اور سیدھی بات لکھیں تو کیوں کر لکھیں۔خیر ان کو اپنے اُلّو سیدھا کرنے کی غرض ہے۔لیکن افسوس ان کی جماعت پر ہے جو باوجود یہ کہ اس کے کذب وافترا کی حقیقت روزمرہ دیکھ رہے ہیں پھر بھی اس کو مسیح، مہدی، کرشن اور کیا کیا سمجھ رہے ہیں۔

ع بریں عقل و دانش ببابد گریست



۳مئی ۱۹۰۷ء

کرشن کادیانی کا اثر اس کی امت پر

دنیا پر اظہر من الشّمس ہے کہ کرشن کادیانی نہ صرف مفتری اور کاذب ہے بلکہ خیانت اور لالچ، مکر، فریب۔ غرض کہ دنیا کے تمام عیوب اس میں بھرے ہوئے ہیں۔ یہ امر بدیہی ہے اور دلیل کا محتاج نہیں۔ اب دیکھا جاتا ہے کہ اس کی امت کے افراد بھی اسی رنگ میں رنگے گئے ہیں۔ محمد صدیق نامی ایک مرزائی ہمارے اس نوٹ پر جو بعنوان ''مرزائیوں کا فرار'' ۱۲ اپریل کے اہل فقہ میں درج ہوا تھا- سخت برافروختہ ہے اور اس برافروختگی میں اس نے جھوٹ اور فریب کاری کا وہی جامہ پہن لیا ہے جو اس کے گرو مہاراج کے لیے قدرت نے تجویز کیا ہوا تھا چنانچہ اس نے اخبار الحکم کادیان میں مندرجہ ذیل تحریر چھپوائی ہے:

کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر اہل فقہ امرت سر

آج ایک دوست کی معرفت آپ کے اخبار اہل فقہ کا پرچہ نمبر ۳۶ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۰۷ء میری نظر سے گزرا۔ جس میں جناب نے ''مرزائیوں کا فرار'' کی سرخی میں تھوڑا سا مضمون لکھ کر آیندہ مفصل حالات کے واسطے ناظرین کو منتظر رہنے کے واسطے لکھا ہے۔ مجھے بحیثیت مسلمان ہونے کے آپ پر از حد افسوس ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ جھوٹ لکھ کر پبلک کو گم راہ کیا ہے کیوں کہ آپ نے لکھا ہے کہ

(۱) جلسہ میں چند مرزائیوں نے مرزا کی بیعت سے دست بردار ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ مسلمان ہو کر اس قدر افترا- آپ تو امرت سر سے مرزائیوں کو مشرف باسلام کرنے کے واسطے تشریف لائے تھے لیکن آپ نے صریحاً جھوٹ بولا۔ اگر آپ کو کچھ حمیت ہے اور آپ سچ پر ہیں تو براہ مہربانی

ان مرزائیوں کے نام بذریعہ اخبار شائع کر دیں جو اس وقت آپ کے روبرو بیعت سے دست بردار ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے تا کہ آپ کی صداقت پبلک پر ظاہر ہو جائے۔ آپ کے اس مجمع میں صرف چودھری بڈھے خان ذیل دار مہاراجکے۔ میاں جان محمد علی ساکن جیووال۔ منشی عبدالعظیم پٹواری۔ غلام رسول پٹواری ساکن مہاراجکے شامل تھے اور یہ مندرجہ بالا چاروں آدمی اب تک حضرت مسیح موعود کے جاں نثار غلام ہیں۔ اگر آپ کوئی اور سوائے ان کے وہاں احمدی جماعت کا آدمی بتلا دیں تو ہر ایک آدمی کے عوض ایک روپیہ انعام آپ کو دوں گا۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ جناب اپنے دوسرے مضمون میں انصاف سے کام لیں گے اور آپ کے وعظ کے اثر سے جو مسلمانوں نے تالیاں بجائی تھیں اور گالی گلوچ تک پہنچے تھے۔ اس کا بھی ذکر کریں گے اور جو تقریباً۔۔ روپیہ جمع کیا تھا اس کے خرچ کا حساب بھی اپنے اخبار گوہر بار میں شائع کریں گے تا کہ پبلک کو سب حالات سے واقفیت ہو جائے۔ اگر آپ نے ان اُمور پر روشنی نہ ڈالی تو ان شاء اللہ تعالیٰ میں ہر ایک پہلو پر مفصل بحث کر کے آپ کی صداقت ظاہر کروں گا۔

والسلام

خاکسار محمد صدیق احمدی از مہاراجکے

اس کے علاوہ اسی شخص نے ایک خط اسی مضمون کا دفتر اخبار اہل حدیث میں روانہ کیا، اس میں اپنے آپ کو مرزائی ظاہر نہ کیا۔ اس خط کا مضمون قریباً وہی ہے جو الحکم میں ہے لیکن اس میں یہ زیادتی ہے کہ ایڈیٹر اہل حدیث کو برانگیختہ کرنے کی کوشش کی ہے یہ جماعت اپنے گرو مہاراج کی زہریلی تعلیم سے ایمان تو کھو چکی تھی مگر عقل بھی ان کے دماغوں سے رفو چکر ہے۔ یہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اگرچہ ہمارا غیر مقلدین کے ساتھ تنازعہ ہے لیکن کرشن جی مہاراج آف کادیان کی مزاج پُرسی اور خاطر مدارات کرنے میں وہ ہم سے اختلاف نہیں رکھتے۔ پس یہاں شیطانی چالوں کا کیا اثر ہمارے دونوں پہلو مرزائے کادیانی کی اُمیدوں کو خاک

میں ملا رہے ہیں۔ ہمارا اختلاف میاں مرزا کے اس دعوی کو ستیاناس کرنا ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ اس کی صداقت کی دلیل ہے کہ تمام علما اس کی مخالفت میں متفق ہیں اور ہمارا اس کی مخالفت میں اتفاق اس کے ان منصوبوں کو خاک میں ملا رہا ہے جو ہمارے آپس میں لڑانے سے وہ باندھا کرتا ہے۔

اب ہم محمد صدیق کی تحریر کا جواب دیتے ہیں:

محمد صدیق مذکور ہم سے جن باتوں کا جواب طلب کرتا ہے ان پر ہم نے نمبر لگا دیے ہیں۔اس لیے جواب بھی نمبر وار پیش کش ہیں۔

ا۔لفظ ''جلسہ'' میں میں نے کب لکھا۔اگر تم نہیں تمام مرزائی مل کر ہماری تحریر سے یہ لفظ نکال دیں تو ہم فی حرف ایک ایک پیسہ تم کو انعام دیں گے چوں کہ ہم نے نہیں لکھا اور تم اپنے گرو مہاراج کی عادت افترا کی تقلید کی ہے اس لیے اس کے ساتھ خدا نے تمہیں نہیں بلکہ تمہارے گرو کو ذلیل کرنے کے واسطے تم سے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا حکم لکھوا دیا۔بس اب اپنے گرو کو تنہا لعنتوں کا مہبط نہ رہنے دو بلکہ حصہ لینے کے لیے شامل رہو۔خدا نے تمہارے گرو کو اسی لائق سمجھا ہے کہ خدا کی اور فرشتوں اور تمام مخلوق کی لعنتوں کا مورد بنے۔یہی وجہ ہے کہ تم بھی اس کے لیے لعنت کا باعث ہوئے۔

۲۔تم ان مرزائیوں کا نام طلب کرتے ہو جو مرزا کو کاذب اور مفتری سمجھ کر مشرف باسلام ہوئے۔ہمیں تو یہ ضرورت نہ تھی کہ ہم ان کے نام لکھتے لیکن اگر آپ کو ضرور شوق ہے تو ہم تم کو پتہ دیتے ہیں مقام بلو۔۔میں حافظ محمد سعید صاحب کی خدمت میں جاؤ اور ان سے دریافت کر لو کہ ان کے پاس بمقام سلیاں ایک بوڑھا اپنے دو بیٹوں کو لا کر توبہ کرا گیا تھا-وہ کون ہے اور اس کے بیٹے کون ہیں اور نہیں ذرا اپنے پٹواری صاحب کے صاحب زادے کی نسبت تحقیقات کر لو کہ انہوں نے سید ظہور محی الدین صاحب کے سامنے کس طرح اپنے عقائد باطلہ سے رجوع کا اظہار کیا تھا۔یہ دریافت کر کے اپنی ذلت و رُسوائی پر افسوس کرو لیکن افسوس تو تم نہیں کرو گے آخر کادیانی کے چیلے ہو بلکہ اُلٹا کوئی ''عذر گناہ بدتر

از گناہ'' تجویز کرلو گے۔

آتھم کی پیش گوئی کی ذلت سے تمہارا گرو رُسوا نہ ہوا، اور آتھم کے رجوع الی الحق کو آڑ بنالیا، منکوحہ آسمانی کے شوہر کی وفات کی پیش گوئی باوجودیکہ مستثنیات اور پہلوؤں سے مبرّا ہے تاحال مرزا کی پیشانی پر سیاہ داغ کا کام دے رہی ہے مگر جب اس نے 'بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن' پر عمل کر رکھا تو تم کو کون سا امر مانع ہے۔

۳۔آپ نے اپنی نسبت اور اپنے وعظ کی نسبت نہ تو کچھ لکھا اور نہ لکھا چاہتا ہوں لیکن تم اپنے گرومہاراج کی سرشت میں سے حصہ لینے کے لیے الزام دیتے ہو کہ میرے وعظ کے اثر سے تم کو گالیاں دی گئیں اور تالیاں بجائی گئیں۔ گالیاں دینا تو البتہ شریروں بلکہ شیطانوں کا کام ہے اور گالیاں دینا مرزا صاحب کا شیوہ ہے۔ اس لیے ہم اس کے متعلق وہی حکم خداوندی پیش کرتے ہیں جو تم نے نمبر ایک میں ایک لفظ غلط لکھ کر اپنے لیے قبول کیا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ البتہ چند جاہلوں نے تالی بجائی جن کو سرزنش کی گئی مگر یہ تو بتاؤ کہ تالی کا باعث تمہاری حرکات ہوئیں یا میرا وعظ۔ اس کا فیصلہ خود میاں بڈھے خان ذیل دار نے اسی وقت کر دیا تھا۔ میرے وعظ کی نسبت جو الفاظ بڈھے خان نے کہے تھے وہ تم کو یاد ہوں گے۔ دیکھا- وہ تھا وعظ کا اثر کہ ایک مخالف کی زبان سے تحسین کے کلمے نکلے۔ **ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم**

۴۔تم مجھ سے چندہ کا حساب پوچھتے ہو۔ اس کے متعلق میں تم سے مندرجہ ذیل سوالات کرتا ہوں، تم ان کا جواب لکھو اس کے بعد مجھ پر ضروری ہو گا کہ میں تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔

(الف) کیا چندہ میں نے کیا تھا۔

(ب) اگر میں نے چندہ نہیں لیا تھا تو کیا یہ جائز ہے کہ مجھ سے حساب پوچھا جائے۔

(د) اگر تم نے نہیں دیا تو کیا تمہارا حق ہے کہ تم چندہ کا حساب طلب کرو۔

(ہ) انہی اصول پر اب تم بتاؤ کہ میاں مرزا جی نے لنگر کے چندہ کا حساب کیوں سیال کوٹیوں کو نہیں دیا اور کیا تمام چندہ اس نے لنگر پر خرچ کیا یا اپنی چاہتی بی بی کے زیور میں بھی دیا اور کیا براہین احمدیہ کی تکمیل کے لیے اور سراج منیر کی اشاعت کے لیے۔ اور بنگہ (جس کا نقشہ الحکم کی پیشانی پر ہوتا ہے) بنانے کے لیے جس قدر روپیہ جمع کیا وہ ان کاموں پر خرچ کیا یا ہضم کر گئے اور اعلیٰ درجہ کے خائن بنے جب تم اپنے گرو جی مہاراج کی خیانت کا ڈیفنس (Defence) پیش کرو گے تو تم کو حق ہوگا کہ چندہ کرنے والوں سے حساب طلب کرو۔

ناظرین! مرزائی مذکور نے جس چندہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا ذکر سلیاں کی مراسلت میں درج ہو چکا ہے۔ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے ان لوگوں نے آپس میں چندہ کیا ہوا تھا اور بروز جلسہ پلاؤ وغیرہ کی پُر تکلف دعوت مہمانوں کو دی گئی۔

آخر میں مرزائی مذکور ہم کو دھمکاتا ہے سو اس کو واضح رہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ صادق پائے گا وہ تو کیا اس کا گرو بھی اتنا حوصلہ نہیں کر سکتا کہ ہمارے مقابلہ میں قلم اُٹھا سکے البتہ ہم تمہارے گرو کے کذب، افترا و خیانت، شرارت، بے ایمانی، تکبر، شرک اور دیگر عیوب کی تفصیل لکھنے کے لیے تیار ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کی مزاج پُرسی کرتے رہیں گے۔

☆

۱۷ مئی ۱۹۰۷ء

[مرزائی کا جنازہ]

مرزائے کادیانی کے حکم کی تعمیل اس کے مریدان لاہور نے یوں شروع کر دی ہے کہ حال میں یہاں محمود خان کے لڑکے کا انتقال ہو گیا جو کہ مرزائی تھا اور ڈاکٹر یعقوب بیگ کا رشتہ دار تھا- نہ تو اُس کو غسل دیا گیا نہ کفن پہنایا گیا، نہ اُس کا

جنازہ اٹھایا گیا بلکہ غیر آدمی اس کو اُٹھانے والے تھے۔اسی طرح محمد حسین مرزائی کے ساتھ ہوا۔(ص:۱۰)



۷ امئی ۱۹۰۷ء

مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے ایک موسیٰ

دیکھو اخبار قادیانی الحکم مطبوعہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء۔''ایک موسیٰ ہے میں اس کو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا۔''

یاایھا الناظرین! یہ الہام مذکورہ مرزا غلام احمد قادیانی کا شائع شدہ تھا جو کہ لکھا گیا۔آپ نے بھی پرچہ الحکم میں دیکھا ہوگا۔کیا اس الہام سے صاف صاف معلوم نہیں ہوتا کہ ایک موسیٰ ہے جو آج تک ظاہر نہیں ہوا-اللہ پاک اس موسیٰ کو ظاہر کر کے لوگوں کے سامنے عزت دے گا۔پس مرزا صاحب کے الہام کے مطابق مسیح الدجال کے دعوی اُلوہیت کو توڑنے والا اور گم راہ لوگوں کو راہ راست پر لانے والا اور چودہویں صدی کا شروع اور ختم کرنے والا میں ہی ہوں،اگر چہ نبی نہیں ہوں اور عصائے موسیٰ میرے ہاتھ میں اور قسم ہے اس وحدہٗ لاشریک کی کہ جس نے مجھ کو مجدد اسلام بنایا اور علم لدنی سکھا کر صلوٰۃ الوسطیٰ اور ساعت جمعہ اور تاریخ شب قدر اسم اعظم قرآنی سے اطلاع بخشی۔ماہ رمضان المبارک گذشتہ میں بذریعہ کشف معلوم ہوا ہے کہ مرزا قادیانی کے جادو پر عصائے موسیٰ کا غلبہ ہوگا اور وہ عصائے موسیٰ نہ ہوگا بلکہ ایک فرشتہ اپنا نیزہ دکھلائے گا اور جب وہ فرشتہ اپنا نیزہ دکھلائے گا،۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء سے پہلے تو مرزا صاحب اپنے دعوی مسیحیت اور اُلوہیت سے نادم اور پشیمان ہوں گے اور باقی ماندہ مرزائی جو اس وقت زندہ ہوں گے وہ تائب ہوں گے اور جو سال مذکورہ تک زندہ نہ رہے وہ ہمیشہ عذاب دردناک میں مبتلا رہیں گے۔میرا کام اطلاع کرنے کا تھا۔اب اگر **فِی قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا** بے چارے مرزائیوں کو فرصت نہ

دے تو میں کیا کروں۔ باقی والسلام

راقم

قاضی عبدالعزیز تھانیسری

☆

۷ امئی ۱۹۰۷

کرشن کادیانی نے پہلو بدلا

اگرچہ سب لوگ مرزائے کادیانی کی عادت سے واقف ہیں کہ وہ ہر ایک معاملہ میں پیش گوئی تو کر دیتا ہے مگر جب اس کا نتیجہ اس کے برخلاف وقوع میں آتا ہے تو بے حیائی اسے ساکت نہیں رہنے دیتی بلکہ پہلو بدلنے پر مجبور کرتی ہے لیکن تعجب تو اس کی جماعت پر آتا ہے کہ اس کے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کو ''اعجاز'' قرار دیتے ہیں۔ جھوٹے مدعیان نبوت کے دام تزویر میں جہلا پھنس تو جایا ہی کرتے ہیں لیکن اکثر دانا ایسے کاذبوں کی کذب بیانی کو محسوس کر کے مضمحل بھی جاتے ہیں۔ جس طرح ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے آخر کار کرشن جی مہاراج کی خباثت کذب افترا وغیرہ کو محسوس کیا مگر باقی ہیں وہ بدستور چاہ ضلالت میں گرے ہوئے ہیں۔

آج ہم کادیان کے کرشن جی مہاراج کی طاعون والی پیش گوئی کے متعلق کچھ لکھتے ہیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس شخص نے اس میں کتنے رنگ بدلے اور اب جبکہ اس کی پیش گوئی زور سے غلط ثابت ہو رہی ہے تو اب کیا راگ گاتا ہے۔

مرزا کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی واقعہ شروع ہو جاتا ہے تو اسے بجائے زکام کے الہام اُترتا ہے چنانچہ جب دہلی کے کمشنر بہادر نے اضلاع جالندھر و ہوشیار پور میں طاعون پھیل جانے سے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ خوف ہے کہ پنجاب میں طاعون پھیل جائے گا تو مرزا جی کو بھی ہوش آیا اور ایک اشتہار لکھ مارا کہ رؤیا میں ان کو

سیاہ بیج لاتے ہوئے فرشتے نظر پڑے اور دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ طاعون کا بیج ہے جو پنجاب کے گرد بویا جاتا ہے۔ نیز چونکہ پنجاب (جالندھر و ہوشیار پور) میں پھیل چکا تھا اور خوف تھا کہ عن قریب دوسرے اضلاع میں پھیلے گا، اس لیے یہ لکھ دیا کہ یہ تو یاد نہیں رہا کہ طاعون پنجاب میں آیندہ موسم سرما میں پھیلے گا یا دوسرے موسم سرما میں۔ اور اسی اشتہار میں یہ بھی لکھ دیا کہ اگرچہ تمام پنجاب میں طاعون ہوگا مگر کادیان محفوظ رہے گا۔ وغیــــر ذالک مــــن الھــفــوات والخرافات

چونکہ پنجاب میں طاعون کا پھیلنا مقدر ہو چکا تھا اور اگر کرشن جی مہاراج نہ ٹرا اُٹھتے تو شاید اسی موسم سرما میں پھیل جاتا۔ لیکن خدائے غیور کی غیرت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ ایک مفتری کی بات پوری نہ ہو اور وہ ذلیل و رُسوا ہو۔ اس لیے اس مالک الملک نے برابر چار موسم صحت و سلامتی سے گذارے اور جالندھر و ہوشیار پور بھی طاعون سے پاک صاف سمجھے گئے۔ اور سرکاری کاغذات میں ان کی صفائی کا اندراج ہو گیا مگر میاں مرزا صاحب کو حیا ہوتا تو شرمندہ ہو جاتا مگر وہاں حیا کا کیا کام، وہاں تو اس مقولہ پر عمل ہے ''بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن'' آخر جب چار سال کے بعد طاعون شروع ہوا تو میاں مرزا کو پھر ہوش آیا اور دافع البلاء نامی ایک رسالہ شائع کیا۔ یہ وہی رسالہ ہے جس میں میاں مرزا نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی اور لکھا کہ (معاذ اللہ) ''وہ امام حسین سے افضل ہے۔''

اور اسی رسالہ میں لکھا ہے کہ؛

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

العیاذ باللہ یہ تو کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ انبیا کرام علیہم التحیۃ والسلام کی توہین کرنا تو اس کی گھٹی میں پڑا ہے۔ اس لیے ہم اس مضمون میں اس سے بحث نہیں کرتے بلکہ ایک اور بات ہے جس کو ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں چنانچہ میاں

مرزا جی اپنے طاعون کے اسی رسالہ میں لکھتا ہے:

''چار سال ہوئے کہ میں نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں، اگر توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ (۱) سے بڑھ نہیں سکتی، خدا اس کو دفع کر دے گا مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کیے گئے جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو دیکھ رہے ہو۔ (جھوٹے پر ہزار لعنت) خدا کی وہ پاک وحی (محض افترا) جو میرے پر نازل ہوئی اس کی عبارت یہ ہے؛

ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیرون ما بانفسھم انہ اوی القریۃ

یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دُور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دُور نہ کریں جو ان کے دلوں میں ہیں۔ یعنی جب تک وہ خدا کے ماموراور رسول کو (العیاذ باللہ) مان نہ لیں تب تک طاعون دُور نہ ہوگی۔

(ترجمہ پر ایک دفعہ تو کہہ دو لعنت اللہ علی الکاذبین۔ پھر نہ کہنا مگر ایک دفعہ ضرور کہہ دو۔)

اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ (یعنی مفتری علی اللہ اور جھوٹا نبی) قادیان میں تھا۔

اب دیکھو کہ تین (۳) برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں۔''

پھر چند سطر کے بعد لکھتا ہے کہ؛

''پس اس بیماری کے دفع کے لیے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔''

پھر چند سطور کے بعد لکھتا ہے کہ؛

''پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی چنانچہ وہ عز و جل فرماتا ہے:

ما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم انه اوی القریة لو لا الاکرام لھلك المقام الخ

ترجمہ: خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالاں کہ تُو ان میں رہتا ہے وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد اور اس کی تباہی سے بچا لے گا، اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔''

پھر اپنے واہی الہاموں کے بعد بطور نتیجہ کے یوں لکھتا ہے کہ؛

''اب اس تمام وحی سے تین (۳) باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ طاعون دنیا میں اس لیے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دُکھ دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ

دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جبکہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے وغیرہ وغیرہ

تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر (۷۰) برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوف ناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیوں کہ یہ اس کے (دجال) رسول کا تخت گاہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ''

پھر اسی رسالہ میں دوسری جگہ لکھتا ہے کہ؛

''طاعون سے بچنے کی یہ تدبیر ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور اس سے کم تر درجہ کا یہ علاج ہے کہ اس کے انکار سے منہ بند کر لیا جائے اور زبانوں کو بدگوئی سے روکا جائے اور دل میں اس کی عظمت بٹھائی جائے۔''

جوفقرات جلی لکھے گئے ہیں ان سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ میاں کرشن جی مہاراج نے کس زور شور سے قادیان کے طاعون سے محفوظ رہنے کا دعوی کیا ہے اور یہ بھی اس کی ہفوات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بچنے کا علاج ہی صرف یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ آخری اقتباس یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ جو آدمی اس کو بُرا نہ سمجھے اور منہ سے اس کی نسبت بُرا لفظ نہ کہے وہ بھی طاعون سے بچ جائے گا۔

خیر اس کے بعد جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے یعنی طاعون نے کادیان کو نہ چھوڑا اور بہ لحاظ اوسط آبادی کے بڑے بڑے شہروں سے زیادہ طاعون کے کیس (Case) ہوئے اور لطف یہ کہ اپنی جماعت کے بہت سے افراد عموماً اور دست و باز و خصوصاً طاعون سے ''کتوں کی موت'' مرے۔ ہر چند کہ کرشن جی مہاراج نے اپنے دام اُفتادوں کے لیے (جو کشتہ طاعون ہوکر زبان حال سے پکار رہے تھے کہ مرزا جھوٹا ہے لوگو اس کے دام میں نہ آنا) خدا سے دعا کی کہ ان کو بچالے مگر خدا کا وعدہ سچا ہے:

وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ

آخر وہ نہ بچے اور مرزا جی کی پیشین گوئی و نبوت و مسیحیت و مہدویت وغیرہ سب خاک میں مل گئے۔

مگر وہاں ''یا بے حیائی تیرا آسرا'' اب ان ہفوات کو تو داخل دفتر کر دیا اور اخبار بدر کے پرچہ مطبوعہ ۲ مئی میں ایک نیا پہلو بدلا۔ وہ کیا؟ سنیے۔ لکھتے ہیں کہ اسی ابتدائی زمانہ میں جب اس ملک میں طاعون شروع ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو طاعون سے بچاؤں گا چنانچہ قریباً گیارہ (۱۱) برس ہوئے جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت میں لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہوئے لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا، کس قدر عظیم الشان معجزہ

ہے۔''

معجزہ تو بَلا کا ہے اور یقیناً مرزائیوں کے لیے ایک مبارک معجزہ ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ یہ الہام اگرچہ کبھی ہوا تھا مگر الہام دان میں بند تھا لیکن وہ ''انــــہ اوی الــقــریة'' کا الہام اور کادیان کو بچانے کے دعووں کا دفتر کیوں گاؤخورد ہو گیا۔ اگرچہ خدائے غیور تمہارے اس افترا کو بھی غلط ثابت کر دے گا اور تمہاری چار دیواری کے اندر بھی یہ مرض ضرور ہوگا۔ اگرچہ تم اس سے محفوظ رہنے کے لیے عملی تدابیر اختیار کرو لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ دافع البلاء میں جس قدر بکواس کی گئی تھی وہ سب فضول اور غلط تھی۔ دیکھو ہم نے ایک غزل ایک دفعہ تمہارے حق میں لکھی تھی جس کا ایک شعر یہ تھا؛

لاکھ طاعون سے بچانے کی کرو تدبیر تم
لیکن آ جڑے گی اسی سے تیری بستی ایک دن

میاں مرزا جی! اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو تو تم کو ماننا پڑے گا کہ وہ شعر ساعت حسنہ میں لکھا گیا اور کس صفائی سے وہی ظہور میں آیا جو اس میں ظاہر کیا گیا تھا۔

اب بھی اگر تم افترا علی اللہ اور کذب و زور سے باز نہ آؤ تو تم جانو۔

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِلطَّاغِينَ

(۱) لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کاش تم کو شرم ہو۔ دراصل تمہیں یاد نہیں رہا کہ تم نے کیا لکھا تھا۔ قاعدہ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ میاں مرزا جی! تمہارے اشتہار میں یہ الفاظ نہیں جواب لکھتے ہو بلکہ اس میں یہ ہے کہ اگلے موسم سرما یا دوسرے موسم سرما میں طاعون پھیلے گی۔ اگر صرف تمہاری جماعت دنیا میں ہوتی تو شاید تمہاری یہ چال کام کر جاتی۔ مگر یاد رکھو کہ دنیا داناؤں سے خالی نہیں۔ پہلو بدلتے وقت ذرا تو شرم و حیا سے کام لیا کرو۔ (ایڈیٹر)



۷ جون ۱۹۰۷ء

لال بجھکڑ کے اوہام

یوں تو مرزائے کادیانی کی بے سرو پا باتیں اب کسی سے پوشیدہ نہیں اور دانا جانتے ہیں کہ مرزائے کادیانی اپنی بے سرو پا باتوں کی کمائی کھا رہا ہے؛ اس لیے اگرچہ اس کی ضرورت نہیں کہ مرزا کی کسی خاص بات پر نوٹس لیا جائے لیکن آج کل طاعون کے متعلق اس نے ایک اور بات کہی ہے جس کا مطالعہ کرنا دلچسپی سے خالی نہیں۔ وہ کہتا ہے:

''طاعون اب روبہ کمی ہے، اس کا کیڑا مر چکا ہے مگر دیکھو کہ اس سال تمام پچھلے سالوں سے بڑھ کر مری پڑی (جھوٹے پر ہزار لعنت) اور آیندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر پڑے گی۔'' (الحکم۔ ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰ کالم ۲)

اس مختصر کلام کے تین (۳) حصے ہیں ایک تو یہ کہ طاعون روبہ کمی ہے، اگر آیندہ طاعون کے کیس (Case) کم ہوں گے تو جہلائے مرزائیہ شور مچا دیں گے کہ حضرت بڑ بڑا چکے ہیں کہ طاعون روبہ کمی ہے۔

دوسرا حصہ یہ کہ اس کا کیڑا مر چکا ہے۔ اب اگر طاعون سے ملک پاک ہو گیا تو بھی یاروں کے لیے اس کے دفعیہ کی پیشین گوئی تھا۔

تیسرا حصہ یہ ہے کہ آیندہ اس سے بھی زیادہ پڑے گی۔ پس اگر آیندہ طاعون کا یہی حال رہا اور مرزائی بھی حصہ رسدی میں شامل ہونے کے لیے' کتوں کی موت' مرنے لگے تو خاصی پیش گوئی ہو جائے گی۔

واہ رے میاں لال بجھکڑ تیرے کیا کہنے۔ واللہ تم نے تو مکار رُمّالوں کے بھی کان کتر ڈالے۔ مشہور ہے کہ کسی نے رُمّال سے پوچھا کہ میرا بھائی مدت سے غائب ہے، بتاؤ تو وہ آئے گا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یا تو وہ آنے کا ارادہ کر رہا ہے کسی نہ کسی دن ضرور روانہ ہو جائے گا یا وہ روانہ ہو چکا ہے اور راہ میں

سفر کررہا ہے اور یا وہ یہاں پہنچ گیا ہوا ہے مگر شرم کے مارے تم سے ملاقات نہیں کرتا۔

مرزاجی کا تو خیر یہی حال ہے مگر افسوس اس کی جماعت پر ہے جو ایسی احمقانہ باتوں کو بھی کلمات طیبات کا خطاب دے کر اپنی جان دیتے ہیں۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

طُرّہ یہ کہ جب مرزاجی کی باتیں گوزِشتر سے بھی کم پایہ کی ہوتی ہیں تو جماعت انکار کردیتی ہے کہ مرزاجی نے ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ آج کل مرزائی کہتے ہیں کہ ان کو گورومہاراج نے کبھی نہیں کہا تھا کہ مرزائی طاعون سے نہیں مریں گے اور کہ کادیان میں طاعون نہیں پھیلے گی۔ حالاں کہ اس کی کتاب دافع البلاء میں موجود ہے۔ ہم نے ۷ امئی کے اہل فقہ میں اس کے اقتباسات درج کیے ہیں۔ تعجب ہے کہ مرزاجی نے تو اپنی نفس برداری کے واسطے جھوٹ بولنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے مگر اس کی جماعت کو کیا ہوگیا کہ انہوں نے بھی آنکھوں پر ایسی پٹی ڈالی کہ کھلنے میں نہیں آتی۔ **ام علی قلوبھم اقفالھا**

مرزاجی نے طاعون کے متعلق یہ تو خیال کرلیا کہ آیندہ بجز ان تین (۳) حالتوں کے کوئی چوتھی بات ہو نہیں سکتی۔ اس لیے ایسی گول مول بات کہہ دی کہ جس سے تینوں پہلوؤں میں ٹانگ اڑانے کی گنجائش نکل سکے۔ لیکن یہ خیال نہ کیا کہ اس مختصر عبارت میں کتنا تناقض ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ طاعون روبہ کمی ہے تو غلط ہے کہ پہلے سے اس میں ترقی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ طاعون بہ نسبت پہلے کے زیادہ ہے تو یہ غلط ہے کہ طاعون روبہ کمی ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ طاعون کا کیڑا مرچکا ہے تو یہ غلط ہے کہ اب آیندہ طاعون زیادہ ہوگی اور اگر آیندہ طاعون زیادہ ہوگی تو اس کا کیڑا نہیں مرا۔ باوجود اس تناقض اور غلط بیانی کے اگر مرزائی اپنے گوروجی مہاراجہ کی ہفوات کو خدا کا کلام سمجھ لیں تو سوائے اس کے کہ ان کی سمجھ پر افسوس کیا جائے اور کیا ہوسکتا ہے۔

۲۱ جون ۱۹۰۷ء

ماہوار رسالہ 'مرقع قادیانی'

(دفتر اخبار اہل حدیث۔امرت سر)

اگر چہ کادیانی مشن کی مزاج پُرسی اہل اسلام کی طرف سے بذریعہ رسائل و اخبارات برابر ہو رہی تھی لیکن درحقیقت اس امر کی سخت ضرورت تھی کہ کوئی مستقل اخبار یا رسالہ مرزا کی تردید اور اس کے فریبوں کو طشت از بام کرنے کے لیے مخصوص ہو۔اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دفتر اخبار اہل حدیث امرت سر سے ایک ماہوار رسالہ موسومہ ''مرقع قادیانی'' جاری ہوا ہے جس کا پہلا پرچہ بابت ماہ جون ہمارے سامنے ہے۔اس میں علاوہ اور چھوٹے چھوٹے نوٹوں کے ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق ایک بسیط مضمون ہے جس میں مرزا اور مرزائیوں کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا کادیانی نے ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق اس کی زندگی میں تو کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ وہ مرزا کی زندگی میں مر جائے گا لیکن اب جھوٹ لکھ رہے ہیں کہ پیش گوئی کی تھی۔ڈاک خانہ کے قواعد کی رو سے ضروری ہے کہ رسالہ میں خبریں بھی ہوں،اس رسالہ میں خبروں کے ضمن میں بھی مرزائی اخبارات درج کیے گئے ہیں،جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مرزا کی بیخ کنی کے لیے مخصوص ہے۔رسالہ کی قیمت سالانہ عوام سے مع محصول ڈاک ایک روپیہ ہے۔



۲۸ جون ۱۹۰۷ء

مرزائی الہام غلط ہو گیا

تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ مرزا صاحب کو ایک الہام ہوا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''خدا تیرے الہاموں میں برکت دے گا۔'' اس سے مرزائیوں کا خیال تھا کہ

اب مرزا صاحب کثرت سے الہام بازی کیا کریں گے اور تھوڑے ہی دنوں میں الہاموں کے انبار جمع ہو جائیں گے مگر نہیں۔ یہ الہام خود بھی حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ اخبار بدر مطبوعہ ۲۰ جون سے معلوم ہوا کہ آج کل مرزا صاحب کو الہام نہیں ہوتے۔ ہمیں غرض نہیں کہ الہام جاری رہے یا بند ہو جائے لیکن اس میں شک نہیں کہ الہام کی ''برکت'' کا الہام حرف غلط کی طرح مٹ گیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ الہام خدائی نہیں بلکہ......



۲۶ جولائی ۱۹۰۷ء

توبہ نامہ

از طرف غلام حسین صاحب ماسٹر دانوں (جنوبی وزیرستان) جب سے داعی ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر اس ایجنسی میں تشریف لائے ہیں تب سے مرزائی جماعت والوں کو ضعف آ گیا ہے۔ سال گذشتہ تین اشخاص مرزائی عقائد سے تائب ہوئے۔ صابر صاحب کے مقابلہ میں آج تک کوئی دانون کے مرزائی صاحبان سے مباحثہ ومباہلہ میں مقابل نہ ہوا۔ مجھے عرصہ ایک سال سے ڈاکٹر صابر صاحب کا نیاز حاصل ہے، اس عرصہ میں کئی دفعہ بحث مباحثہ کیا گیا ہے اور اپنے شکوک رفع کیے گئے جس سے میری پوری تسلی وتشفی ہو گئی تھی کہ جناب مرزا صاحب قادیانی حق بجانب نہیں ہیں۔ میں ۱۹۰۳ء سے جناب مرزا صاحب کا مرید ہوں اور حسب توفیق کئی موقع پر چندہ بھی روانہ کیا ہے مگر آج ۴ جولائی ۱۹۰۷ء کو ڈاکٹر صابر صاحب کے ہاتھ پر تائب ہو کر اپنے سابقہ اسلامی عقائد پر مستحکم ہوتا ہوں اور خداوند کریم جل شانہٗ سے اپنے معاصی وعقیدہ باطلہ کی مغفرت مانگتا ہوں اور جناب مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو غلط مانتا ہوں، اس لیے یہ توبہ نامہ برائے آگاہی عوام مشتہر کرتا ہوں تاکہ یوم محشر کو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ **ان اللّٰہ التواب الرحیم**

العبد

مرزا غلام حسین اسکول ماسٹر دانوں۔

گواہ شد احمد خان محافظ دفتر محکمہ پولیٹیکل دانوں

گواہ شد راجہ علی بہادر خان میر منشی دانوں

راقم

شریف حسین گیلانی پوسٹ ماسٹر دانوں وزیرستان



۱۳ستمبر ۱۹۰۷ء

مرزا قادیانی کے نام کھلی چٹھی

مرزا قادیانی نے اخبار الحکم میں ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں مولوی عبدالجبار، مولوی ثناء اللہ، مولوی عبدالحی، مولوی عبدالواحد، ڈاکٹر عبدالحکیم اور یہ خاکسار کو مخاطب کر کے چیلنج دیا ہے۔اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے کہ قادیانی کی لایعنی اور بیہودہ ہرزہ درائی اور بکواس کا جواب معقولیت سے دیا جائے ورنہ اس قادیانی گروہ کا وطیرہ ہے کہ جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو مرزا کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ دجال قادیانی کو ہمیشہ جواب دیے گئے اور اس کے الہاموں کا دروغ آمیز گورکھ دھندا ناخن قلم سے کھول کر پبلک کے سامنے پیش کر دیا گیا اور یہ اپنی شیطانی پیش گوئیوں اور جھوٹے الہاموں کے ذریعہ ایک دفعہ نہیں بلکہ سینکڑوں دفعہ ذلیل اور خوار اور رُسوا ہوا مگر یہ شخص بے حیائی کا جامہ پہن کر ہمیشہ منہ کی کھاتا ہے اور اپنے آپ میں شرمندہ نہیں ہوتا۔ مرزا نے اب تک جتنی باتیں الہامات یا پیش گوئیوں کے ذریعہ سے کشفی رنگ دے کر زمانے کو دھوکا دینا چاہا تھا وہ ہمیشہ سراسر غلط اور جھوٹی نکلتی رہیں اور یہ کاذب ثابت ہوا۔ یہ بات تو مسلمہ ہے اور جسے تمام علمائے ہندوستان و پنجاب وصوفیائے کرام اور کل فرقہ اہل اسلام مرزا کے الہاموں اور پیش گوئیوں کو شیطانی وسوسہ سمجھتے ہیں اگر مرزا کی ایک بھی پیش

گوئی یا الہام سچا نکلتا تو خیر سمجھ لیا جاتا کہ یہ بھی ایک نجومی کی بڑ ہے مگر پھر بھی اس کو من جانب اللہ نہ سمجھا جاتا کیوں کہ جو بات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور خدا کے پاک بندوں کو بذریعہ کشف یا رویائے صادقہ یا بطور الہام اطلاع ہوتی ہے وہ کبھی جھوٹی نہیں ہوتی مگر میں خدا کو حاظر و ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی بالکل جھوٹا ہے اور جو بات یہ کہتا ہے وہ شیطانی افترا ہے۔ یہ شخص شیطان کے دھوکے میں آ کر گم راہی کے گڑھے میں پھنسا ہوا ہے اور میں اپنے ایمان اور سچے اسلامی عقائد کے مطابق حلفیہ کہتا ہوں کہ مرزا کی تمام پیش گوئیاں و الہامات جو آج تک اس نے ظاہر کیے ہیں وہ سب کے سب جھوٹے نکلے کیوں کہ وہ شیطانی تھے اگر وہ خدا کی طرف سے ہوتے تو ہرگز مرزا کو ذلت پر ذلت نہ اٹھانی پڑتی نمونہ کے طور پر مرزا کی چند جھوٹی پیش گوئیوں کی نظائر پیش کرتا ہوں۔

(۱) کیا مرزا تم اپنے ایمان سے کہو گے کہ احمد بیگ کی دختر کلاں محمدی بیگم [۸۶] تمہارے نکاح میں آئی؟ جھوٹے پر خدا کی لعنت

(۲) کیا عبداللہ آتھم [۸۷] پندرہ ماہ میں مر گیا؟ شرم اور لعنت

(۳) کیا بشیر نے تمہاری تھوڑی رُسوائی کی؟

(۴) کیا عالم کباب ہوا؟

دیکھو مولوی محمد حسین بٹالوی [۸۸]، ابوالحسن تبّتی اور خاکسار کی نسبت ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء والی پیش گوئیوں کا کیا حشر ہوا؟ میں نے تیرے مقابلہ میں جس قدر الہام اور پیش گوئیاں کیں وہ سب کی سب خدا کے حکم سے پوری ہوئیں، تمہاری کس کس پیش گوئی کا نام لوں۔ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ تمہاری سب باتیں شیطانی ہیں۔ کیا لاہور اور امرت سر۔۔ کی قلت اور سیال کوٹ کی دُرگت تمہیں یاد نہیں؟ اگر تمہیں شرم ہو تو ڈوب کے مر جاؤ۔ ہم تو ضرور یہی کہیں گے کہ مرزا جی لعنت اللہ علی الکاذبین۔ میں ایک دفعہ نہیں سو دفعہ ہزار دفعہ لاکھ دفعہ حلفیہ کہنے کے واسطے تیار ہوں کہ تم شیطان کے دھوکے میں

آئے ہوئے ہو۔تمہاری جتنی باتیں ہیں وہ سب شیطانی ہیں اگرتم کو یہ فیصلہ منظور ہےتو لاہورامرت سر پشاور یا کابل اگرتمہاری مرضی ہےتو چل کر فیصلہ کر لو۔تم بھی ہزار ہا آدمیوں کے سامنےقسم کھاؤاور میں بھی تمہارے بعدقسم کھانے کے واسطے تیار ہوں جس طرح سےتم چاہواور جو میعاداور وقت تم مقرر کرو، وہ مجھےمنظور ہےاور جوشرائطتم قسم کےمتعلق کروہ بھی مجھ کوسب منظور ہیں مگراب تم پرلازم بلکہ الزم ہے کہ میدان میں آ کر سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرلو۔تاریخ اوروقت مہینہ شہر بھی جس شہر میں تم ہزار ہا آدمیوں کے مجمع میں یہ آخری فیصلہ کرنا چاہو مجھ کوایک ہفتہ پیشتر بذریعہ اعلان مطلع کرو۔اگراب بھی آپ میدان میں نہ آئے تو ہم آپ کووہی خطاب دیں گے جوجھوٹوں کے لیے ہوتا ہےوہ کیا ہے۔لعنت اللّٰہ علی الکاذبین

اورقسم کھانے کے بعد اگر میعاد کے اندر مر گئے تو اس وقت تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے کیاتمہاری قبرکوکھودیں؟نہیں نہیں تم کوپیشتر ہی ایک ضمانت نامہ اور مچلکہ لکھ کر دینا پڑے گا جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ میری جماعت ملامحمد بخش کی تابع داررہے گی اوراس ضمانت نامہ اور مچلکہ پر تیرےتمام مریدوں کے دستخط ہونا ضروری ہیں۔

نوٹ: تم جو یہ دعوی کرتے ہو کہ میرے پانچ لاکھ مرید ہیں اور تیری جماعت ہمیشہ اس پرفخر کرتی ہے۔میں اس کی نسبت زیادہ لکھنا نہیں چاہتا، اتنا ہی کہتا ہوں کہ اگرتم اپنا ایک لاکھ مرید ثابت کروتوایک سوانعام اگر پچاس ہزار ثابت کروتو پچاس۔اگر پچیس ہزاربھی ثابت کردوتو پچیس کے مستحق سمجھے جاؤ گے۔ علاوہ تمہارے اگرتمہارا کوئی حواری، ہواخواہ اور ہمدرد چیلا بیس ہزاربھی تمہارے مریدثابت کردےتووہ بھی اس انعام کا مستحق ہوسکتا ہے۔فقط ماعلینا الا البلاغ

خاکسار ملابخش پال حنفی قادری چشتی ملہم لاہور

سابق مینیجر مالک اخبار ملاجعفر لاہور



یکم نومبر ۱۹۰۷ء

ریویو

فیصلہ عدالت ہائی کورٹ آسمانی

یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی باطلہ کی تردید میں لکھی گئی ہے اور اس طرح پر لکھی گئی ہے کہ گویا ایک عدالت کا فیصلہ ہے اور اس کی بنا کادیانی کے دعاوی پر رکھی گئی جو۔۔ایک لائبل کے قرار دیے گئے ہیں۔کادیانی مذکور کا خارج از اسلام ہونا دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔اس کے مصنف منشی امام الدین صاحب پر چہ محلّہ پیر گیلانیاں لاہور ہیں۔کتاب صرف۔۔کا ٹکٹ محصول ڈاک کے لیے بھیجنے پر مصنف سے مفت مل سکتی ہے۔



[۱۹۰۸ء/۱۳۲۶ھ]

۱۴فروری ۱۹۰۸ء

دجّالی اخبار کی ہذیان سرائی

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ دجال کادیانی کے مشن اور مذہب کا دارومدار صرف جھوٹ پر ہے۔ جھوٹے الہاموں اور غلط ومہمل اور پہلودار پیش گوئیوں کی ریتلی بنیاد ہے جس پر دجالی مذہب کی عمارت بنادی گئی ہے۔ اس لیے دجالی مذہب پر اس وقت کوئی ریویو کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ مختصر الفاظ میں دجالی اخبار (ابو) الحکم کادیان ۲۶ جنوری ۱۹۰۸ء کے ایک نوٹ کا جواب دیتے ہیں۔ نوٹ مذکور کو ہم اسی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں:

ذاتی جھگڑوں سے ائمہ دین کی تذلیل نہ کرو

بڑے ہی افسوس اور رنج کی بات ہے کہ جزوی اختلافات کی بنا پر بعض لوگ ادب واحترام کے اس نقطہ سے گذر جاتے ہیں جو ائمہ دین کے لیے ہمارے دلوں میں ہونا چاہیے۔ اہل حدیث اور اہل فقہ، امرت سر کے اخباروں میں ایک دوسرے کے خلاف مضامین نکلتے رہتے ہیں مگر میں ''اہل فقہ'' کی اس حرکت کو ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر وقتاً فوقتاً بیہودہ حملے کرتا رہتا ہے اور گویا وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ امام موصوف کی عزت اور وقعت پر حملہ کرے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عزت تو اس سے کم نہیں ہوسکتی البتہ اہل فقہ کی جو منزلت مسلمانوں کے دل میں رہ سکتی ہے، وہ قابل غور ہے کیا تفقہ فی الدین کا یہی منشا ہونا چاہیے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

خدائے تعالیٰ کے راست بازوں اور نام وروں کی مخالفت ایسے ہی بُرے نتائج پیدا کردیتی ہے مگر یہ مسلمانوں کے بگڑے ہوئے مذاق کا باعث ہے کہ وہ ائمہ دین کی اس طرح پر تذلیل کراتے ہیں۔ ایسے اخباروں کے متعلق مسلمانوں کو

خاص طور پر تو نوٹس لینا چاہیے۔ اگر چہ۔۔۔۔ کے مقاصد کی دشمنی اور عداوت میں اہل حدیث اور اہل فقہ دونوں برابر ہیں مگر میں بلاخوف لومۃ لائم امرت سر کے اہل فقہ کے اس طریق کو سخت ناپسند کرتا ہوں جو کچھ عرصہ سے اس نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں اختیار کر رکھا ہے۔''

جواب

ایڈیٹر الحکم نے دعوی کیا ہے کہ اہل فقہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر وقتاً فوقتاً بیہودہ حملے کرتا رہتا ہے اور گویا وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ امام موصوف کی عزت و وقعت پر حملہ کرتا ہے لیکن ایڈیٹر الحکم کو شرم کرنی چاہیے کہ وہ جھوٹ بولنے میں اپنے پیرو مرشد رسول کاذب سے بھی سبقت لے گیا۔ کیا وہ اہل فقہ میں سے اپنے دعوی کی تائید میں کوئی ایسا فقرہ پیش کر سکتا ہے۔ جس سے ثابت ہو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ ہے۔ ہم اس کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

دراصل ایڈیٹر الحکم نے ایڈیٹر اہل حدیث کو اس کے اس فتوی پر جس میں مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز کی گئی ہے۔خوش کرنے کے لیے اہل فقہ پر احمقانہ ریویو کیا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھے کہ اگر چہ ایڈیٹر اہل حدیث ان کے پیچھے نماز پڑھ لے اور اگر چہ وہ مذہب اہل سنت و جماعت کا مخالف ہے لیکن ایسا کم عقل بھی نہیں ہے کہ ''الحکم'' کی نوٹ کو حمایت سمجھ کر ''مرقع'' کے مضامین نرم کر دے گا۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر کوئی کسی نبی یا ولی کی تذلیل و توہین کرتا ہے تو نبی یا ولی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ البتہ توہین و تذلیل کرنے والے کی وقعت گھٹ جاتی ہے چنانچہ دجال کادیانی نے خدا کے مقرب رسول حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی توہین اور تذلیل کا ٹھیکہ لے لیا اور نہ صرف یہ کہا کہ؛

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

بلکہ انجام آتھم میں دل کھول کر بُرا بھلا کہہ دیا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین کی اور اپنے ناپاک وجود کو اس سے بہتر اور افضل بنایا۔ اس سے نہ تو حضرت عیسیٰ کے رتبہ میں کوئی فرق آیا اور نہ ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزت میں۔ لیکن مرزا اس توہین و تذلیل کے باعث رُوسیاہ ہوا۔ اور لعنت کا مستحق ٹھہرا اور تمام اہل ایمان کے نزدیک نہ صرف کافر مکفر اور ملعون ثابت ہوا بلکہ مردود ازلی اور مقہور بارگاہ لم یزل سمجھا گیا۔

کیا ایڈیٹر الحکم اپنے مقررہ قاعدہ پر اپنے گرو دجال کادیانی کے ہفوات پر ریویو کر سکتا ہے اور کیا اسی قاعدہ کے مطابق وہ اس کو مردود اور ذلیل اور ملعون سمجھنے پر آمادہ ہے۔ اگرچہ تو اُمید ہے کہ بجائے وہمی منارہ کے اپنی پیشانی پر لعنت اللہ علی المرزا کا ٹیکا لگالے گا۔

ایسی اُمید ان لوگوں سے ہوسکتی ہے جن کو ایمان کی ضرورت اور پرواہ ہو لیکن جن لوگوں نے ایک جھوٹے مدعی نبوت کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا ہو اور جن پر خدائے حکیم و علیم کی طرف سے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِھِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِھِمۡ وَعَلٰی اَبۡصَارِھِمۡ کا فتویٰ لگ چکا ہو، وہ فطرتاً معذور ہیں اور ان کا۔۔۔آنا نہ صرف ناممکن بلکہ محال عقلی ہے۔



۲۷ مارچ ۱۹۰۸ء

دجّالی الہامات

یوں تو مرزا کادیانی کے الہامات پہلودار ہوتے ہیں لیکن آج کل اس کی الہامی مشین میں ایک گول مول الہام ڈھلا ہے- وہ کیا ''ماتم کدہ'' صرف یہی دو لفظ صاف ظاہر ہے کہ اس الہام کا نہ تو سر ہے اور دُم۔ البتہ ایک دُم چھلا یہ لگایا گیا

ہے کہ ایک جنازہ نظر آیا۔ جہلا کا تو خیر ایمان ہی چال بازوں کے پاس مرہون ہوتا ہے لیکن تعلیم یافتہ مرزائیوں پر تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ علم کے ایسے بیہودہ ہفوات کو وحی کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ میاں دجّال کی اس میں کاری گری ہی کون سی ہے۔ ماتم کدہ اور جنازہ میں کوئی تشریح نہیں۔ اگر کوئی اپنی پارٹی کا لڑھک گیا تو بھی خاصی طرح الہام چمٹ جائے گا اور اگر کوئی مخالف اس دار ناپائیدار سے انتقال کر گیا تو بس وہ خود بیت الحزن میں اُچھلے یا کُودے مگر دام افتادوں کو اخباروں کے صفحات سیاہ کرنے کا مشغلہ مل جائے گا، لکھ دیا جائے گا کہ ثناءاللہ کے مباہلہ کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ مخالفین آخر سب ایک ہیں۔ ایک کا مرنا گویا دوسرے کا مرنا ہے اور اپنا یہ حال کہ مبارک احمد تو درکنار کنبہ کا کنبہ بھی مر جائے تو مباہلہ کا اثر نہیں۔ بہر حال اب دیکھنا یہ ہے کہ کادیانی نے یہ گول الہام کس خیال سے گڑھا ہے۔ خدا کرے خدا کرے ....دو بکریوں کے ذبح ہونے کے الہام کی طرح اس الہام کا اثر بھی اس کے گھر پر پڑے۔



۲۲ مئی ۱۹۰۸ء

قادیانیت سے توبہ

تائب غلام حسن طرح بند ولد عبدالسبحان ہاتھی دروازہ کٹرہ مسٹر بیلی رام جو قبل اس کے مرزا غلام احمد صاحب کادیانی کا چار (۴) سال سے بڑا پکا مرید دل دادہ تھا، گذشتہ جمعہ کو جامع مسجد خیرالدین مرحوم میں بطیّب خاطر تائب ہو کر داخل اسلام ہوا۔

منشی غلام محمد نقاش



۲۲مئی ۱۹۰۸ء

خط بنام حکیم نورالدین صاحب احمد بھیروی[۸۹]

(جو چھ(۶) مئی کو ان کی خدمت میں روانہ کیا گیا)

جناب من! السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ بعد از ماوجب معروض ہے کہ خاکسار کو جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا دُنیوی بغض وعناد نہیں۔ صرف الحب للہ اور البغض للہ کا معاملہ ہے چنانچہ ان کی مخالفت میں جو کچھ خاکسار کی طرف سے وقوع میں آتا ہے وہ محض بہ نیت حصول ثواب اور غیرت ایمانی ہوتا ہے۔ و کفی باللّٰہ حسیبا

قبل ازیں جب کہ آپ دو تین بار لاہور میں تشریف فرما ہوئے ہیں تو خاکسار کی طرف سے تحقیق حق کی استدعا کی گئی چنانچہ کوٹھی سکندر خاں میں اس امر کی بابت خاص طور پر زور دیا گیا تھا مگر آپ نے آیندہ تشریف آوری کے وعدہ پر ٹال دیا۔ بعد ازاں بھی آپ نے ایک دو دفعہ پر ایسی ہی دفع الوقتی سے کام لیا مگر یہ امر اکثر لوگوں کے لیے موجب تذبذب ہوا جو نظر بحالات ہرگز مناسب نہیں تھا۔ اب چوں کہ آپ لاہور تشریف لے آئے ہیں اور مرزا صاحب اور بعض دیگر معاونین بھی آپ کے ساتھ موجود ہیں، اس لیے اس موقع کو تصفیہ کے لیے غنیمت سمجھ کر آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ براہ مہربانی۔۔۔آپ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیوں کہ بہت سے اصحاب اس تصفیہ کے منتظر ہیں۔ آپ خواہ مرزا صاحب کو اس تصفیہ کے لیے منتخب فرمالیں یا خود تیار ہو جائیں۔ ہماری طرف سے کوئی کسی قسم کی شرط نہیں۔ آپ کے مقابلہ پر بغرض سوال و جواب وہی عالم اہل سنت و جماعت سے منتخب ہوگا جس کو آپ پسند فرمائیں گے۔ اُمید کہ آپ اس نیاز نامہ کا جواب قطعی بعد از تامل و مشورہ عنایت فرمائیں گے اور سرسری طور پر نظر انداز نہیں کریں گے۔

مکرر آنکہ واضح رہے کہ مندرجہ ذیل علمائے کرام میں سے کوئی ایک یا زیادہ

بروقت تحقیق حق کے لیے آمادہ ہوں گے۔

شمس العلماء جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی

شمس العلماء جناب مولوی ولی محمد صاحب جالندھری[۹۰]

جناب حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری

جناب مولوی کرم الدین صاحب دبیر رئیس بھیں[۹۱]

جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیال کوٹی

جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی

(از پیسہ اخبار، لاہور)



۲۹ مئی ۱۹۰۸ء

مرزا کادیانی کا انتقال

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد کادیانی بمقام لاہور بوقت ۱۰ بجے دن کے اس دنیا سے چل پڑا۔ اور اپنی اکثر پیشین گوئیوں کو ناتمام اور ادھورا چھوڑ گیا۔ من جملہ ان کے ایک نکاح آسمانی والی پیش گوئی ہے جس کے واسطے انہوں نے اُمید رکھی ہوئی تھی کہ منکوحہ آسمانی باوجود دوسرے سے نکاح کر لینے اور باوجود بچہ جننے کے بعد وفات اپنے خاوند کے باکرہ بن کر قبل گذرنے ایام عدت کے اس کے گھر میں آ کر پناہ لے گی۔ مگر سَنُعِیدُھَا سِیرَتَھَا الْاُولٰی کی حسرت ان کی قبر میں ان کے ساتھ گئی۔

خدا کے آسمانی نشانات جو گذشتہ الہاموں کے رو سے ظاہر ہونے والے تھے۔ منکوحہ آسمانی کی حسرت کے ساتھ ہی قبر میں مدفون ہوئے۔ دنیا پر خدا نے بڑا فضل کیا اور ان کو زیادہ مہلت نہ دی اور وہ ان کی تکذیب کے لیے کافی سے زیادہ نشانات قائم ہو گئے۔ کیا یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے کہ مرزا کی پیش گوئیاں ادھوری اور ناتمام رہ جائیں مگر مسلمانوں کی پیش گوئیاں صاف اور کھلے طور پر

پوری ہوں۔

۲۳ مئی کو لاہور کی شاہی مسجد میں مسلمانوں کی معرفت جو جلسہ مرزا کادیانی کی تردید میں قائم ہوا تھا۔ اس میں زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب مجددی نقش بندی نے اپنے وعظ میں مرزائے کادیانی کی نسبت ان الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی کہ آپ سب لوگ گواہ رہیں کہ مرزا کادیانی بہت جلد عذاب کی موت سے مرے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگرچہ میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں لیکن آج میں یہ پیشین گوئی کر دیتا ہوں۔

ناظرین! پیشین گوئی کیا تھی۔ ایک تیر قضا تھا جو چھوٹتے ہی نشانے پر جا لگا۔ یہ پیشین گوئی مرزا کادیانی کی پیشین گوئی نہ تھی کہ برسوں کے انتظار کرنے کے بعد بھی پوری نہ ہو اور تاویلیں کرنے کی ضرورت پڑے بلکہ یہ تو مقرب بارگاہ الٰہی کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی پیش گوئی تھی جس کو خدا نے ضرور پورا کرنا تھا اور اپنے ظاہری الفاظ کی نوعیت کے لحاظ سے بہت جلدی یعنی چار ہی دن کے بعد ظاہر ہوگئی۔ سچ ہے

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

عذاب کی موت۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ مرزا کو وصیت تک کرنے کی مہلت نہ ملی اور نہ اس کے اپنے لیکچر کے وعدوں اور صاحب زادے کی صحت کی اُمیدوں کی کوئی تاویل کرنے کا موقع دیا گیا۔ بہت لوگوں کو معلوم ہے کہ آٹھ برس ہوئے کہ خاکسار (غلام احمد، ایڈیٹر اہل فقہ) کے دل میں خدائے تعالیٰ نے یہ بات ڈالی تھی کہ بضع سنین کے اندر مرزا کادیانی بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا چنانچہ اشتہار ''لعنت آسمانی برابلیس کادیانی''۔ جس میں یہ پیش گوئی درج کی گئی تھی، انہی دنوں میں عام ناظرین کے مطالعہ سے گذر چکا ہے اور اس پیش گوئی کو بالفاظہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب (اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ)

نے اپنی کسی تصنیف میں نقل کر دیا ہوا ہے۔ بضع سنین سے مراد نو (۹) برس کا زمانہ ہے۔ الحمدللہ کہ آٹھ ہی سال ختم ہوئے تھے کہ پیش گوئی بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر ہوگئی۔ الحمدللہ علی ذلک

ملا محمد بخش صاحب لاہوری کی پیش گوئی کا ایک حصہ جو مرزا صاحب کی موت کے متعلق تھا۔ پورا ہوگیا۔ اب دوسرا حصہ باقی ہے، دیکھو وہ کب پورا ہوتا ہے۔

مرزا کی موت کی خبر سننے کے وقت نہ صرف ہمارا بلکہ تمام لوگوں کا خیال تھا کہ مرزا کے مرید مرزا کی لاش کو بے گور و کفن چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور اپنا تعلق اس سے بالکل قطع کر جائیں گے کیوں کہ اس کا اپنا اقرار نامہ بمقابلہ مولوی ثناء اللہ کے موجود ہے، جس سے صاف عیاں ہے کہ صادق کی زندگی ہی میں کاذب مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ بحث یہ تھی کہ وہ مولوی ثناء اللہ کو اپنے دعویٰ نبوت و رسالت میں صادق ماننے پر مجبور کرتا تھا اور وہ تکذیب کرتے تھے۔ اب مرزا کے اپنے فیصلہ کے مطابق ضروری تھا کہ اس نزاع میں جو شخص کاذب ہے، وہ دوسرے کی زندگی میں مر جائے چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صحیح و سالم موجود ہے لیکن وہ شخص جو اپنے دعویٰ میں صادق نہ تھا۔ اپنی ہی دعا اور اپنی ہی پیش گوئی کے مطابق اپنے اعمال کا خمیازہ اٹھانے کے لیے چلا گیا اور ہماری نظروں سے غائب ہے۔ لیکن اس کے مریدوں کی سمجھ پر تعجب ہے کہ وہ باوجود مرزا کے صریح اقبالی ڈگری کے ان کی عقیدت مندی پر ڈٹے رہے اور مرزا صاحب کی لاش کو دفن کرنے کے لیے دارالحزماں کادیاں میں لے گئے۔ افسوس کہ مرزا کادیانی کو بتاریخ ۔۔مئی بذریعہ الہام الرحیل ثم الرحیل اطلاع مل چکی تھی اور وہ متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اب بھی اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو جائے ورنہ صادق کی زندگی میں ہلاک ہوگا مگر افسوس اس تنبیہہ سے بھی اس نے فائدہ نہ اٹھایا۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا کی موت ہیضہ سے وقوع میں آئی لیکن اس کے مریدوں نے اس کے ہیضے کی اخفا کی غرض سے گردہ کا بہانہ مشہور کیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی وجہ سوائے

اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ ایک تو حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق اس کی لاش بھی کادیاں...... میں نہ جا سکتی اور لاہور میں دفن کرنے پر مجبور ہوتے۔ دوسرا یہ کہ پیشین گوئیوں کے الفاظ میں مرزا کی موت کا جو نقشہ کھینچا گیا تھا اور جس میں سرِ مُو بھی فرق نہیں آیا، وہ کس طرح چھپ جائے۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ دنیا روز کے فتنہ وفسادات سے مامون ہو جائے گی اور اس کے بعد اب ہم منتظر ہیں کہ دیکھیں جانشینی کا مسئلہ کس طرح تصفیہ پاتا ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے مرزا صاحب کی موت درد گردہ سے نہیں ہوئی کیوں کہ ۲۵ مئی کو خواجہ کمال الدین، ایل ایل بی کے گھر سے آتے ہوئے خربوزے انہوں نے کثرت سے کھائے۔ ڈاکٹر اور اطبا عموماً درد گردہ کے بیماروں کو خربوزہ کھانے کے لیے ہدایت کیا کرتے ہیں کیوں کہ درد گردہ کے لیے از حد مفید ہیں، اس لیے خربوزے کھانے کے بعد ہیضہ کا یقین ہے اور درد گردہ کا ہونا مشکل۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ وہ درد گردہ سے ہی فوت ہوئے ہیں تو بھی ان کی موت ایک صریح نشان ہو گی جو چیز درد گردہ کا علاج تھی اس نے اس کو مدد دی اور مہلک صورت پیدا کر دی۔ مرزا صاحب ان کے مریدوں کو اگر چہ اس ناگہانی صورت کا قطعی یقین نہ تھا کیوں کہ وہ ان کی زندگی ہی میں مولوی ثناء اللہ کی موت کا انتظار کر رہے تھے لیکن چوں کہ مرزا صاحب شدت درد کے باعث حد سے زیادہ بے تاب تھے اور کسی پہلو قرار نہ تھا- اس لیے ۲۳ مئی کی صبح کو مریدین نے خلوص ثابت سے اس کے حق میں دعائے خیر کی جو **و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال** کے دفتر میں فائل کر دی گئی۔

مرزا صاحب کی موت جس نوعیت کی واقع ہوئی ہے بے شبہ سخت عبرت ناک ہے کہ اس کی لاش زبان حال سے پکار پکار کر مریدوں سے خطاب کر رہی تھی کہ؛

روزگارم بشد بہ نادانی
من نہ کردم شما عذر بکنید



۵ جون ۱۹۰۸ء

مرزا کادیانی کی موت

اخبار الحکم و بدر نے اعتراف کیا ہے کہ مرزا صاحب کی موت مرض اسہال سے وقوع میں آئی۔ مریدین نے جو افواہ دردگردہ کی مشہور کی تھی وہ غلط نکلی۔ مرزا صاحب کی وصیت اورام المرزائین کی اجازت کی بنا پر حکیم نورالدین صاحب بھیروی خلیفہ تسلیم کیے گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ساری جماعت اس خلافت پر بذریعہ بیعت کے متفق ہو رہی ہے۔ مرزائی اخبارات نے مرزا کی موت کے مضامین میں دل کھول کر مرزا کو نبی اور رسول کہہ ڈالا۔ بعض پیش گوئیوں کے راگ بھی گائے جاتے ہیں مگر نکاح آسمانی کی پیش گوئی عالم کباب مبارک احمد کا بدل اور سب سے بڑھ کر مولوی ثناء اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب کا مرجانا - یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان پر بھی مرزائی اخبارات میں بحث ہوتی، مگر تعجب ہے کہ ان باتوں کا ذکر تک نہیں۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ اکثر سمجھ دار مرزائی حکیم صاحب کی بیعت سے تامل کر رہے ہیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اپنے ہی مقرر کردہ معیار نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کاذب تھے۔ اگر یہ غیر صحیح ہے تو جماعت مرزائیہ کا انتشار یقینی ہے۔ بہر حال اب یہ دیکھنا ہے کہ حکیم صاحب بحیثیت خلیفہ کے مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے عدم وقوع اور ان کے مقرر کردہ معیار کے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہیں۔ نکاح آسمانی کی پیش گوئی کی تاویل ہم بتا دیتے ہیں۔ اُمید ہے کہ مرزائی جماعت ہماری ممنون ہوگی۔

مرزا صاحب چونکہ کرشن جی مہاراج بھی تھے اور چونکہ کرشن کے مذہب میں تناسخ کا عقیدہ ہے، اس لیے آپ جب کوئی روپ دھاریں گے تو اکاشی استری کا بیوواں سے ہو جائے گا۔ باقی پیش گوئیوں کے متعلق حکیم صاحب خود ہی فیصلہ کریں گے۔ فقط

۵ جون ۱۹۰۸ء

مرزا صاحب قادیانی کا انتقال اور اس کا نتیجہ

گو سلیمان زماں بھی ہو گیا
تو بھی لے سلطان آخر موت ہے

آج کل ہندوستان کے چاروں طرف مرزا صاحب کے انتقال کی خبر گشت کر رہی ہے جو ۲۶ مئی کو بمقام لاہور واقع ہوا۔ ہماری غرض اس اشتہار سے صرف انتقال کی خبر بتلانا نہیں بلکہ اس کے نتیجے سے اطلاع دینا ہے، نتیجہ بھی وہ نہیں۔ جو ہم بتلا دیں بلکہ وہ جو خود اعلیٰ حضرت مرزا صاحب کا بتلایا اور مقرر کیا ہوا ہے۔ پبلک کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس میں اپنی موت کے نتائج خود بھی بتلائے تھے۔ ہم اس اشتہار کا ضروری ضروری حصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ناظرین بغور پڑھیں اور نتیجہ پائیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود و کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دُکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے میں مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی ہوں

جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں یاد کرتے ہیں۔تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر رہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔

(ا) اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہو جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

(۲) یہ کسی الہام یا وحی کے ساتھ پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ میرا مسیح ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں ہی مجھے ہلاک کر اور میری موت سے اس کو اور اس کی جماعت کو خوش کر دے۔آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں- جو مجھ پر لگاتا ہے-حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی اس کو نابود کر دے مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے اپنی ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن

کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دُکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین
میں اس کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیہ کریمہ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دُور دُور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دوکان دار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تُو نے اے میرے آقا اے میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا اور کسی سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو۔ مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک! تُو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ. آمین

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں بھی چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم
عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد المسیح الموعود عافاہ اللہ وایدہ
مرقوم تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

آج تک مرزا صاحب نے کسی مخالف سے ایسا کھلا مباہلہ نہ کیا تھا، ہمیشہ گول

گول رکھا کرتے تھے مگر خدا کی شان جب آپ تعلّی کے کل مراتب طے کر چکے۔ تو خدائے ذوالجلال حکمت سے ان کے قلم سے ایسا مباہلہ شائع ہوا جو اپنی صفائی کی وجہ سے کسی تاویل کو برداشت نہ کر سکے، اس اشتہار میں مرزا صاحب نے پبلک کو آگاہ کیا ہے کہ اگر مرزا صاحب میری زندگی میں مر گئے۔ (جیسا کہ واقع ہوا ہے) تو مرزائی دعاوی اور نبوت وغیرہ سب غلط اور مرزا صاحب کاذب، مفتری، مفسد اور دجّال وغیرہ۔ اب ان واقعات کو پیش کر کے نتیجہ ناظرین کی رائے پر چھوڑتا ہوں۔ خوشی کی بات ہے کہ مرزا صاحب کی موت کا قوی سبب خود مرزا صاحب کی یہ دعا ہی ثابت ہوئی جو انہوں نے دراصل میری ہلاکت کے لیے کی تھی۔ پبلک جان سکتی ہے کہ اگر میں ان کی زندگی میں مر جاتا تو آج مرزا اور مرزائیوں کے گھر تیل کے نہیں گھی کے چراغ جلتے۔ باوجودیکہ مرزا صاحب نے اپنی موت پر مجھ کو اور میرے ہم خیال پبلک کو خوشی کرنے کی اجازت دی ہے تاہم ہم خوشی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کہا خود پاک دامن ماہ کنعاں کو

مرزائی دوستو! مجھے بھی تمہاری اس میں ہم دردی ہے۔ اس لیے میں تم کو یہ تو نہیں کہتا کہ چوں کہ تمہارے پیر مرشد نے میری صداقت پر مہر لگا دی ہے، اس لیے تم لوگ اس کے انتقال کے بعد اب مجھ سے بیعت کرو۔ نہیں مجھے بیعت کرانے کا شوق نہیں بلکہ تم لوگوں کو ایک رباعی سناتا ہوں، بغور سنو؛

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ مادر گہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

خاکسار ابوالوفا ثناءاللہ
مولوی فاضل مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ (امرت سر)

۲۶ جون ۱۹۰۸ء

مرزائے کادیانی اوراس کی پیشین گوئیاں

یوں تو دنیا میں قاعدہ ہے کہ ہرایک شخص اپنی بات کی پچ میں ہٹ اور ضد کو نہیں چھوڑتا مگر دنیا میں سب سے زیادہ یہ عیب مرزائے کادیانی میں تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ہمارا خیال تھا کہ بے دلیل اور بے وجہ ضد اور ہٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر نہیں ہمارا یہ خیال غلط نکلا۔ مرزا صاحب کے شاگرد اس امر میں اپنے استاد کے بھی اُستاد ثابت ہوئے اور انہوں نے ضد اور ہٹ میں اس سے زیادہ نمبر پائے۔

مرزائے کادیانی کی پیشین گوئیوں کا عام طور پر یہ عالم تھا کہ معمولی راویوں اور رُمّالوں کی تو اکثر باتیں اتفاقی طور پر پوری ہو جاتی ہیں لیکن ان کی کسی پیشین گوئی کو پورے ہونے کا فخر بہت کم حاصل ہوتا تھا۔ جب ایک لڑکے کی پیشین گوئی کی گئی تو لڑکی پیدا ہوئی جب دوسرے عمل سے لڑکا ہوا تو کہہ دیا کہ یہ وہی مولود مسعود ہے جس کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔ اچھا صاحب وہی سہی لیکن اس نے تو عمانوایل ہونا تھا تمام دنیا کا سردار ہونا تھا۔ مگر ڈیڑھ ہی برس کی عمر میں وہ چلتا نظر آیا۔ الغرض اس کی بیہودہ اور دُور از کار باتوں کی فہرست تو بہت طویل ہے۔ اب لے دے کر اس کے مرنے پر دو باتیں زیادہ غور طلب ہیں اور مرزائی مذہب کے صدق و کاذب کا معیار یہی باتیں ہیں۔

پہلی بات نکاح آسمانی کی پیشین گوئی ہے۔ اس پیشین گوئی پر خود مرزا صاحب نے جس قدر زور دیا تھا وہ ان کے ان خطوں سے ظاہر ہے جو انہوں نے مسمات محمدی بیگم (منکوحہ آسمانی) کے رشتہ داروں کے نام لکھے تھے جن لوگوں نے میرا رسالۂ نکاح آسمانی دیکھا ہے ان کو وہ خطوط یاد ہوں گے، اس وقت ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں مگر ان کے یہ فقرے اپنی اہمیت پر شاہد ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ جس طرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر میرا ایمان ہے اسی طرح میرا اس

بات پر ایمان ہے کہ محمدی بیگم ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ پہلا الہام جو مرزا صاحب نے ظاہر کیا تھا وہ یہ ہے جو اس نکاح کے متعلق میں کذبوا بایاتنا و کانوا بھا یستھزون فسیکفیکھم اللّٰہ و یردھا الیك لا تبدیل لکمات اللّٰہ ان ربك محال لما یرید انت معی و انا معك و عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لیے جو اسی کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار ہو گا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عن قریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ (آئینہ کمالات: ۲۹۷)

اسی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۵۷۳ میں مسمات محمدی بیگم کی خاوند کی وفات کا الہام ان الفاظ میں ہے:

و کذالك یموت بعلھا الذی یصیر روحھا الی حولین و ستتہ اشھر

ترجمہ اور ایسے ہی اس عورت کا خاوند جو اس کا زوج بنے گا اڑھائی برس تک مر جائے گا۔

اس کے بعد مختلف تصانیف میں مرزا صاحب نے اور واضح الفاظ میں اس کی تصریح کی ہے یہاں تک بھی لکھ دیا کہ جب اس کا خاوند مر جائے گا تو وہ قبل از اقتضائے ایام عدت اس کے پاس آ کر پناہ لے گی وغیرہ وغیرہ۔

اب اس پیشین گوئی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب فیصلہ کر گئے ہیں کہ یہ نکاح خدا نے فسخ کر دیا تھا- یہ بات تو صاف ہے کہ جب بجائے اڑھائی سال گزرنے کے بیس (۲۰) برس گزر گئے ہوں اور نہ صرف مراد پوری ہونے کی اُمید منقطع ہو گئی ہو بلکہ جذبات عشق نے بھی جواب دے دیا ہو تو نکاح نامہ کا پلٹ جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب اس پیشین گوئی کے

الہام میں لا تبدیل لکمات اللّٰہ ہے تو صاف اس امر کا اشارہ ہے کہ یہ بات کبھی نہیں ٹلے گی اور خود مرزا صاحب بھی اپنے خطوں میں زور دے کر یہی کہتے رہے ہوں تو آخر اس کی منسوخی کی کیا وجہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عذاب منکوحہ آسمانی کے شوہر کی توبہ کے باعث ٹل گیا۔ کس قدر غلط اور بیہودہ ہے۔ منکوحہ آسمانی کے شوہر کا گناہ تو یہ تھا کہ اس نے مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ سے نکاح کیا اور وہ اب تک اس کی زوجیت میں ہے۔ بس توبہ کیسی اور عذاب کا ٹلنا چہ معنی۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بڑھاپے نے الہام کو منسوخ کر دیا۔

دوسری یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خود اپنے صدق وکذب کے لیے یہ معیار مقرر کیا تھا کہ اگر وہ صادق ہیں تو مولوی ثناء اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ان کی زندگی میں مر جائیں گے اور اگر وہ کاذب ہیں تو ان دونوں کی زندگی میں خود ذلت ورُسوائی کی موت سے ہلاک ہوں گے۔ کما ظہر

یہ ایک ایسا صاف اور بیّن معیار تھا کہ کسی کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہ تھی مگر آفرین ہے مرزائیوں پر، ایک صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب دراصل ہلاک نہیں ہوئے کیونکہ ان کا مشن برابر موجود ہے۔ ہلاک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ ضلالت پر قائم رہنے کے لیے کیسی بے سروپا باتیں نکال رہے ہوں گے مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ مرزا صاحب کی اپنی دعا شخصی موت و ہلاکت پر دلالت کرتی ہے تو کسی دوسرے کو کون سا حق حاصل ہے کہ اسے شخصیت سے خارج کرے اور اگر یہی بات ہے تو مرزا صاحب کی تمام پیشین گوئیاں غلط ہوئیں کیوں کہ مرنے والوں کا مشن برابر کام کر رہا ہے۔

ایڈیٹر صاحب الحکم نے ایک اور بھی منطق سے اس بات کو ٹالنا چاہا ہے ان کے طویل مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ چوں کہ مرزا صاحب کے اس اشتہار کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا تھا کہ شریروں کی عمر لمبی ہوتی ہے، اس لیے

خدا نے اسی کے قول کے مطابق فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب پہلے مر گئے۔ واہ رے سمجھ اور عقل۔ کاش ایڈیٹر الحکم یہ خیال کر لیتا کہ جب مرزا صاحب کا وہ لڑکا جس کی بابت الہام ہوا تھا کہ نو (۹) دن کا بخار ٹوٹ گیا اور صحت یاب ہو گیا اور صرف بخار ٹوٹنے پر جس کی شادی بھی کر دی گئی تھی اور آسمانی نشان قائم کر دیا۔۔۔ دوسرے دن مر گیا تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے اشتہار دے دیا تھا کہ مرزا صاحب کی دعا کا نتیجہ نکل آیا اور خود ان کے اپنے فیصلہ کے مطابق کاذب کو ایک ایسا صدمہ اٹھانا پڑا جو موت کے برابر ہو یعنی مبارک احمد مر گیا۔ اگر یہی بات صحیح ہوتی جو تم لکھتے ہو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے بدلے مرزا جی کا مرنا مقدم اور ضروری تھا تو اسی وقت مرزا جی چلّا اُٹھتے کہ اب تو معاملہ بالعکس ہے اور خدا نے تمہاری (یعنی مولوی ثناء اللہ صاحب کی) خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا چاہا ہے کہ صادق کاذب کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا مگر وہ بے چارہ تو اسی ناکامی پر نادم ہو کر دم بخود تھا، اب اس کے صادقوں کے سامنے ہلاک ہو جانے پر بجائے اس کے کہ تم اس کو کاذب اور دجّال اور ملعون سمجھ کر اس سے بالکل علیحدہ ہو جاؤ۔ خواہ مخواہ اس کے منشاء کے خلاف تاویلیں گھڑتے ہو۔

مرزائی اخبارات اب اسی کوشش میں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے احمق لوگ مرزا کے دام تزویر میں پھنسے ہی رہیں مگر جماعت کا ایک بڑا حصہ متزلزل ہو رہا ہے اور عن قریب ایک فہرست ان لوگوں کی شائع ہو گی جو مرزا کے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہو رہے ہیں۔ اس وقت مرزائی اخباروں کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ دیکھیں گے کہ خدائے تعالیٰ نے کس طرح ایک کاذب کو ذلت کی موت سے مارا اور کس طرح اس کی امت کا نام ونشان بھی دنیا پر باقی نہ رہا۔ البتہ مسیلمہ اور اس کے ہم مشربوں کی طرح صفحات تاریخ میں مرزا کا نام باقی ہو گا۔



۳ جولائی ۱۹۰۸ء

دجّالی اُمّت کی عقل ودیانت

مرزائے کادیانی اگر چہ مر گیا لیکن کذب زور افترا کا مادہ کوٹ کوٹ کر اپنے دام اُفتادوں کے اجسام میں بھر گیا۔ عوام اور جہلاء تو خیر حماقت کی رسی میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں ان کا ذکر ہی کیا ہو۔ لیکن ہمیں ان لوگوں پر ترس آتا ہے جو تعلیم یافتہ سمجھ دار ہوں۔ جناب محمد علی صاحب ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کادیاں ایم اے ہیں اور ساتواں برس ہے کہ وہ کتب اسلامیہ میں سے مخالفین اسلام کی تردید میں مضامین انتخاب کر کے لکھ رہے ہیں۔ سات سال کی محنت کتب بینی وغیرہ سے جس قدر قوت استدلالیہ دماغ میں ترقی کر سکتی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت وغیرہ کا اعتقاد ان کی حجیت کو غیر عقلی استدلال اور ناجائز غلط بیانیوں سے قائم رکھنے پر مجبور کر رہا ہے۔

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مرزائے کادیانی نے مولوی ثناء اللہ وعبدالحکیم کے واسطے پیشین گوئیاں کی ہوئی تھیں کہ یہ دونوں فلاں فلاں تاریخ تک ہلاک ہوں گے بلکہ اس نے خدا سے یہ دعا کی ہوئی تھی کہ اے اللہ! ہم دونوں میں سے جو کاذب ہے اس کو صادق کے سامنے طاعون یا ہیضہ یا کسی اور مرض مہلک سے ہلاک کر۔ ان کی یہ دعا قبول ہوگئی اور مولوی ثناء اللہ کے سامنے وہ خود ہلاک ہو گیا۔ پس جب مرزا اپنے فیصلہ کے مطابق کاذب ہو گیا تھا تو مریدوں کو لازم تھا کہ اس کے کاذب ہونے پر ایمان لا کر اس کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ جاتے کیوں کہ ایمان داری کا اقتضا ہی یہی تھا۔ اسی بنا پر ہم نے لکھا تھا کہ ہم کو اُمید تھی کہ مرزائی مرزا کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور اسی مضمون میں اس بھاگنے کی وجہ بھی بیان کر دی تھی۔ اس پر ریویو آف ریلیجنز نمبر ۶ و ۷ صفحہ ۲۸۳ میں ایک اشارہ ہمارے مضمون کی طرف کیا گیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''ہم نے اہل فقہ میں ایک مضمون حضرت اقدس کی وفات پر پڑھا جس میں مضمون نویس لکھتا ہے کہ ہمیں تو اُمید تھی کہ احمدی (یعنی مرزائی) مرزا صاحب کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ میں (ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) پوچھتا ہوں، پھر تمہاری اُمیدوں کو خدا نے خاک میں ملایا یا نہیں۔ یتربصون بکم الدوائر علیھم دائرۃ السوء

مخالفین کو جو حضرت صاحب کی وفات کا انتظار تھا تو صرف اس لیے تھا کہ ان کو یہ یقین تھا کہ بس مرزا صاحب کے مرنے سے یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا اور ساری عمر وہ بھی انتظار کرتے تھک گئے کہ کب مرزا صاحب انتقال کریں اور کب یہ سلسلہ ٹوٹے۔ آخر جب وہ موقع آیا اور انہوں نے سمجھا کہ ہماری خوشی کے دن آئے تو معاً اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک ہاتھ دکھا کر ان سب اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔''

پہلے ہم آیت لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھ لیتے ہیں، اس کے بعد جواب عرض کرتے ہیں۔ ایڈیٹر ریویو نے ہماری تحریر میں سے صرف ایک فقرہ نقل کر دیا اور بجائے خود سمجھ لیا کہ ہم نے جواب دے دیا۔ کاش! کہ وہ اس مطلب کی تمام عبارات کو نقل کر کے یہ جواب لکھتے تو ریویو کے دیکھنے والے ہی اس کا فیصلہ کرتے کہ مضمون نگار کا تو مطلب ہی کچھ اور ہے اور تم کچھ اور ہی الاپ رہے ہو۔

یہ غلط ہے کہ ہم مرزائے کادیانی کے مرتے ہی اس کے سلسلہ کے درہم برہم ہونے کی اُمید رکھتے تھے، لاش کو چھوڑ جانے کی اُمید اور بات ہے اور سلسلہ درہم برہم ہونا اور بات۔ اگرچہ یہ صحیح ہوتا کہ اگر فی الحقیقت مرزائیوں میں ایمان داری مرزا کے بعد بھی ہوتی تو ضرور مرزا کو بے گور و کفن چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ با ایں ہمہ فی الفور کاذبوں کے مذاہب باطلہ کا سلسلہ آناً فاناً درہم برہم نہیں ہوا کرتا۔ حسن بن صباح کی سلطنت اور اس کا مذہب تم کو معلوم ہے کہ اس کی وفات کے بعد کتنی مدت تک دنیا میں قائم رہا۔ پس اسی طرح مرزا کا مذہب بھی درہم

برہم ہو گا مگر اس وقت جبکہ کذب بیانی اور غلط دلائل سے اس کے مذہب کو سنبھالنے والے مرزا کی طرح ذلت ورُسوائی کی موت سے ہلاک ہوں گے۔

ایڈیٹر ریویو نے مرزا کاذب کی پیش گوئیوں کے عدم وقوع پر مفصل اور دُور از کار کم زور پہلوؤں کو لے کر بحث کی ہے۔ وہ بحث خود مرزا کاذب کی تراشیدہ ہفوات کا انتخاب ہے اور اس کا لب لباب صرف یہ ہے کہ انبیا کے اجتہاد میں غلطی ہوا کرتی ہے باوجود یکہ ایڈیٹر خود بار بار مانتا ہے کہ مرزا کی دعا تھی کہ خدا اس کی زندگی میں کاذب کو ہلاک کرے مگر پھر بھی سخت بے حیائی سے ایک موقع پر لکھتا ہے کہ یہ امر باور کرنا چاہیے کہ آپ کے کسی الہام یا وحی میں ہرگز یہ لفظ نہ تھے کہ ثناء اللہ یا عبدالحکیم آپ کی زندگی میں فوت ہوں گے۔ ہاں آپ کی وحی کی رو سے مدفون کے لیے ہلاکت ضرور مقدر ہے، سو خدا تعالیٰ جب چاہے گا اپنے کلام کو پورا کر کے دکھاوے گا۔''

تعجب ہے کہ ایڈیٹر ریویو جب فہم وفراست کا مدعی ایسی کذب بیانی سے کام لے۔ اگر وہ اپنے اس دعوی میں سچا ہے تو ثناء اللہ کے حق میں جو وحی یا الہام اس کے مرشد کامل کا تھا اسے بلفظہ درج کرتا۔ مگر درج کہاں سے کرتا، کسی گذشتہ اشاعت اہل فقہ میں ''مرزا کی موت اور اس کا نتیجہ'' کے عنوان سے مولوی ثناء اللہ صاحب کی ایک مراسلت درج ہوئی ہے جس میں مرزا کی اصل عبارت درج ہے۔ ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں صفائی کے ساتھ مرزا خود تسلیم کرتا ہے کہ اگر وہ ثناء اللہ کی زندگی میں مر گیا تو وہ کاذب دجال وغیرہ ثابت ہوگا۔ اس نے اپنی صداقت وخاصیت کا معیار صرف اسی بات کو قرار دیا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اس نے خدا سے دعا کی اور بڑی التجا کے ساتھ دعا کی۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو خدا نے اس کی دعا کو **و ما دعاء الکفرین الا فی ضلال** کے ضمن میں رکھ کر رد کر دیا یا قبول کیا۔

اگر پہلی بات ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اگر دوسری بات ہے تو مرزا صاحب اپنے قول کی بات دجال کذاب مفتری علی اللہ۔ غرض یہ کہ سب کچھ جو ہم اس کی

نسبت کہتے ہیں- ثابت ہو گیا اور اگر دونوں باتیں نہیں ہوئیں، اس لیے کہ خدا کو ایسا منظور نہ تھا تو اس کے بعد وہ بے مشین کا کوئی پُرزہ بگڑا ہوا نہیں تھا بلکہ رات دن جھوٹے الہام اس میں سے تیار ہو کر نکل رہے تھے لیکن کبھی کسی الہام میں اس کی بیہودہ خواہش کے خلاف کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ اب ایڈیٹر ریویو کو اختیار ہے کہ تینوں شقوں میں جو شق چاہے- اختیار کرے۔

ایڈیٹر ریویو لکھتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں پیش گوئی کرنے والے کے بعد دوسرے کے ہاتھوں سے پوری ہوا کرتی ہیں مثلاً قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ آنے کی پیش گوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے پوری ہوئی، اس کا مطلب وہی ہے جو ایک مرزائی نے اپنی چٹھی مطبوعہ اخبار وطن میں ظاہر کیا ہے کہ نکاح آسمانی کی پیش گوئی خلیفۃ المسیح نورالدین کے ذریعہ سے بذریعہ نکاح پوری ہو گی اور پانچویں لڑکے کی پیش گوئی بھی اسی طرح پوری ہو گی کہ خلیفۃ المسیح ام المرزائین سے نکاح کر کے لڑکا پیدا کر دیں گے۔ مرزا صاحب کی بیوی چونکہ ام المرزائین ہے اور خلیفۃ المسیح خود مرزائی ہے، پس سمجھ میں نہیں آتا کہ خلیفہ صاحب کس طرح اپنی ماں سے نکاح کرنے پر رضامند ہوں گے۔ ہاں اگر مرزا صاحب کی مملوکہ کنیز ہوتی تو شاید وراثت کی صورت میں خلیفہ صاحب اس پر اپنا حق جما لیتے مگر ایسا بھی نہیں۔ پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ لوگ ایسی بیہودہ باتوں سے کیوں کر مرزا کی ہفوات پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔



۳ جولائی ۱۹۰۸ء

[نواب آف رام پور اور مرزا قادیانی]

ہز ہائینس نواب صاحب رام پور کو اب تک ہم عام طور سے لوگ ایک ادیب و شاعر منش رئیس سمجھتے رہے مگر ہم عصر مخبر عالم مراد آباد نے یہ لکھ کر ہمیں غرق

دریائے حیرت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ نبوت سے بری الذمہ بننا ہز ہائینس ممدوح کی زبردست اور مدلل تحریرات کا نتیجہ اور اثر تھا اور کہ مرزا صاحب اور ہز ہائینس کے مابین عرصہ سے تحریری مناظرہ ہو رہا تھا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہز ہائنس کی یہ علمی استعداد ملک وملت کے لیے مفید تر ثابت ہو۔ آمین



۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء

حکیم نورالدین مقیم قادیان مرید اول وسجادہ نشین مرزا قادیانی کی نسبت ایک پیشین گوئی

جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم۔ میں ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں چوں کہ مرزا کادیانی کا مسلمہ ہے کہ ایک مسلمان کی خواب کا رد کرنا خلاف اسلام ہے۔ لہذا میں مرزا صاحب کے اسی اصول کو مدنظر رکھ کر اپنا ایک رؤیا بغرض اشاعت ارسال کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حکیم نورالدین مندرجہ عنوان عن قریب موت کے پنجہ میں گرفتار ہو کر اس دنیا ناپائیدار سے کوچ کر جائے گا۔ بشرطیکہ وہ رجوع الی الحق نہ ہو۔

صاحبو! اگرچہ مجھے پیش گوئی کرنے کی عادت نہیں ہے اور نہ میں ایسی پیش گوئیوں کے اظہار پر مرزا کادیانی کی طرح مخلوق خدا کو ایسے انتظار میں مبتلا رکھ کر تکلیف دینا پسند کرتا ہوں مگر جس حالت میں مجھے یہ القا بار بار ہوا تو میں نے اپنے بعض احباب کے پاس اس کا اظہار کیا تو ان محبوں نے یہ مشورہ دیا کہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس حال کو بنظر خیر خواہی حکیم نورالدین تک پہنچا دو۔ کیا عجب ہے کہ وہ دل سے تائب ہو کر رجوع الی اللہ ہو جائیں اور جو مخلوق خدا ان کی وجہ سے گم راہی کے گڑھے میں گری ہے- وہ نکل آئے۔ اس لیے میں نے بغرض تبلیغ یہ

مناسب سمجھا کہ اسے اخباروں کے ذریعہ شائع کردوں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگرعن قریب ہی حکیم نورالدین کا وصال مرزا کے ساتھ نہ ہوا تو جولوگ محض حکیم صاحب کی بدولت اس پھندے میں گرفتار ہیں، وہ سمجھ لیں گے کہ حکیم صاحب دل سے رجوع الی الحق ہو گئے ہیں پھر ان کے لیے بھی لازمی ہو گا کہ حکیم صاحب کی اندھا دھند تقلید سے منہ بھر کر دل سے حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرماں برداروں میں داخل ہو جائیں اور خسرالدنیا والآخرۃ کی مصیبت سے نجات حاصل کریں۔

حضرات ناظرین میں مرزا کادیانی علیہ ما یستحقہ کا ایک طرح سے خیرخواہ بھی ہوں اگر چہ وہ بالعموم اپنی پیشین گوئیوں میں جھوٹا ثابت ہوتا رہا ہے مگر دم خم کو پورا تھا۔ واہ رے ہمت، واہ رے مردانگی۔خم ٹھونک میدان میں کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی خدائی بہار جی اپنی مختلف صداؤں سے پبلک کو بھاری تشویش میں ڈال دیتے تھے چنانچہ کادیانی مشن کے چند آرگن قادیاں ہی میں موجود ہیں جو کادیانی کے پیروؤں کی اشک پوشی کے لیے اور پبلک کو سبز باغ دکھانے کے واسطے مصروف بکار رہتے ہیں۔

مجھے مرزا کادیانی سے اس بارے میں بھی دلی ہمدردی ہے کہ بلا سے وہ اپنی ہر ایک پیش گوئی میں فیل ہوتا رہا مگر مرزا ایک بی بی کے وصال کا داغ حسرت ساتھ ہی لے گیا۔ یہ وہ بی بی ہے جس کا نکاح مرزا کے ساتھ خدا نے آسمان پر پڑھا تھا اور مرزا کی پیش گوئی کے مطابق اس بی بی کا کنوار پن میں اگر کہیں دوسری جگہ نکاح ہو گیا تو اڑھائی سال میں بیوہ ہو کر مرزا کا گھر آباد کرنا تھا جس کے حصول کے لیے مرزا نے سینکڑوں طرح کے پاپڑ بیلے حتی کہ منکوحہ بی بی کو طلاق اور لائق فرزندوں کو عاق کی نہ صرف دھمکی ہی دی بلکہ عملاً کر کے دکھلا دیا تھا۔مگر ہم مرزا کے مریدوں کو بشارت دیتے ہیں کہ آپ اس سے مشوش نہ ہوں۔خوابوں کی تعبیر بعض اوقات اُلٹ بھی ہوا کرتی ہے چنانچہ مرزا ہی کے اُصول کے مطابق اس کی تاویل یہ ہے جس سے معاملہ بھی صاف ہو جائے اور

مرزا کو بھی فائز المرام خیال کرلیا جائے۔ وہ یوں ہے چوں کہ مرزا جی کرشن گوپال مہاراج کے اوتار تھے ۔ مرے نہیں صرف الوپ ہوئے ہیں اور بجائے اکاش کے اپنے ہی مسلمات کے مطابق اسفل السافلین کو براجمان ہوئے ہیں ۔ جہاں آپ کے دل بہلانے کو نرک کی اپشرہ ہاتھ پھیلائے انتظار میں تھیں گویا ایک کی جگہ ایک لاکھ اسّی ہزار (۱۸۰،۰۰۰) مل گئیں ۔ چلو چھٹی ہوئی ۔ اب پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کوئی کسر باقی ہے ۔ مجھے اس بارے میں مرزا صاحب سے پوری پوری ہمدردی ہے کہ حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی (جن کی نسبت بہت سی پیش گوئیاں تھیں) من جملہ ان کی ایک یہ تھی کہ کاذب صادق کی گود میں وفات پائے گا اور جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی، ملا محمد بخش صاحب لاہوری، مولوی ثناء اللہ امرتسری، ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی کے حق میں جو کچھ پیشین گوئیوں کے متعلق میں ڈنکے کی چوٹ کہوں گا کہ وہ سب کی سب سچ نکلیں کیوں کہ کاذب صادق کی گود میں، جھوٹا سچوں کی حیات میں چل بسا۔ باقی پھر ۔ جس میں مرزا کی موت اور مرزا کا تابوت خلاف شریعت کادیان میں لائے جانے کا تذکرہ ہوگا۔

راقم

ایک غریب امرت سری لوہار

☆

۱۷ جولائی ۱۹۰۸ء

مثنوی مولوی ہند

کسی مرزائی نے ایک فارسی قصیدہ متضمن تعریف وتوصیف مرزا و مذمت اہل اسلام لکھا تھا ۔ جس کے جواب میں جناب مولوی لعل محمد صاحب محافظ دفتر ضلع سیسوتی ممالک متوسط نے یہ اردو مثنوی لکھی ہے، زبان سلیس ہے اور بلحاظ مضامین بھی اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا حصہ دوم ہمارے پاس بغرض

ریویو آیا ہے جس میں ـ ـ اشعار ہیں۔ اخیر میں وہ قصیدہ بھی درج کر دیا گیا ہے جس کے جواب میں یہ مثنوی لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں عقائد مرزا کا رد اور اس کے دعاوی کا ابطال بڑی متانت اور خوش اُسلوبی سے کیا گیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہے اور کتابت و چھپوائی بھی خاص اہتمام کی ہے۔



[۱۹۰۹ء/۱۳۲۷ھ]

۱۳ جون ۱۹۰۹ء

کبھی تو سچ بھی بولا کرو

''کبھی تو سچ بھی بولا کرو'' کے عنوان سے مولوی ثناء اللہ امرت سری نے اپنے اخبار اہل حدیث مطبوعہ ۴ جون ۱۹۰۹ء میں مرزائیوں پر نزلہ گراتے ہوئے جس قدر دروغ گوئی اور خلاف بیانی سے کام لیا ہے-وہ اس قابل ہے کہ کروڑ دفعہ اس پر لاحول پڑھا جائے۔

بقول ثناءاللہ الکذاب قد یصدق (جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیا کرتا ہے) کے مطابق ایڈیٹر صاحب بدر قادیان نے بے شک یہ سچ لکھا ہے کہ ''بستی غزاں جالندھر کی محفل میلاد شریف میں فتنہ کی ابتدا مولوی ثناءاللہ امرت سری کی طرف سے ہوئی۔'' (اخبار بدر، قادیاں بابت ۲ مئی، ۱۹۰۹ء)

جس کی تائید مولانا مولوی غلام احمد صاحب ایڈیٹر اہل فقہ کا چشم دید واقعہ ہے جو انہوں نے اپنے اخبار اہل فقہ مطبوعہ ۱۳ مئی ۱۹۰۹ء میں درج کیا ہے۔ اہل فقہ نے چوں کہ اپنا چشم دید واقعہ کہنا تھا اور کئی ہزار آدمی ان کے بیان کی تصدیق کرنے کے لیے تیار تھے، اس لیے ثناءاللہ امرت سری نے اس کا تو کچھ جواب نہ لکھا اور اخبار بدر، قادیاں نے اس کی اصلیت پر روشنی ڈالی تو بے چارے کو سوائے جھوٹ بولنے اور روز روشن میں بے وفائی کی شمع جلانے کے اور کچھ نہ سُوجھا اور ایسا سفید جھوٹ کہ جس سے جھوٹ کو بھی شرم آئے-اپنے اخبار میں شائع کر کے اپنی بریت کی کوشش کی ہے اور اپنے مضمون میں بڑی شدومد سے یہ ثابت کیا ہے کہ فتنہ کی ابتداء میری طرف سے نہیں ہوئی بل کہ محمد عظیم (یعنی خاکسار راقم مضمون) کی طرف سے ہوئی اور عوام الناس نے اس کو بُرا منایا اور اہل مجلس نے ان کی ساری پارٹی کو وہاں سے نکال دیا۔ گویا ان سے اپنے واقعہ کو صحیح صحیح اپنے ہی منہ سے بیان کر دیا ہے چنانچہ وہ اخیر میں لکھتا ہے کہ ہم اس

پارٹی کی جالندھر سے روانگی پر صرف ایک شعر لکھتے ہیں جو بوقت روانگی اس پارٹی نے جالندھر کو مخاطب کر کے پڑھا؛

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

واہ بے حیائی!! تیرا ستیاناس!!!

اس کے جواب کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

خدا کی قدرت جب مولوی کہلانے والے اس قدر جھوٹ بولیں تو عوام الناس کا کیا حال۔

ایک آدمی نہیں، دو نہیں، سو نہیں، ہزار نہیں۔ جالندھر کے علاقہ کے تمام لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ ثناءاللہ کو وہاں رات ٹھہرنا محال ہو گیا۔ ہر چند ان سے بہتیری کوشش کی کہ وہ کسی صورت سے وہاں رات کا گذارہ کر سکے مگر اصل مجلس نے اس کا وہاں رہنا تک پسند نہ کیا اور وہاں سے نکال دیا اور مجھ کو اور میرے ہم راہیوں کو کئی روز تک وہاں رکھا اور کئی مجلسیں قائم ہوئیں اور یہاں تک ان کا اشتیاق بڑھا کہ آج آٹھ روز سے پھر میں بانی مجلس شیخ فضل کریم صاحب سوداگر چرم کے گھر میں موجود ہوں، جنہوں نے محض میرے وعظ کے اشتیاق کے لیے ایک بڑا عظیم الشان جلسہ منعقد کر کے مجھ کو اپنے گھر میں بلایا ہے جس کے مطبوعہ اشتہارات تمام شہر، بستیوں اور اردگرد کے دیہات میں بہ کثرت تقسیم کیے ہیں۔ چنانچہ عظیم الشان جلسہ ۱۲ جمادی الاول مطابق ۲ جون ۱۹۰۹ء کو بڑی دُھوم دھام و رونق سے ہو گیا ہے جس میں تقریباً چار پانچ ہزار آدمی تھے۔ اس کے بعد بستی غذاں، بستی پیرداد خان، بستی دانش منداں، بستی شیخ وغیرہ میں وعظ کر رہا ہوں اور خدا کے فضل سے مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں۔ دو تین روز تک میں یہاں سے واپس لاہور چلا جاؤں گا۔

میں بڑے زور سے ثناءاللہ امرت سری کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو وہ یافندگان بستی غذاں خصوصاً بانیان مجلس کی اپنے دعویٰ میں شہادت

پیش کرے یا آیندہ خدا سے ڈر کر اس قدر جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ آخر ایک دن مرنا ہے اور خداوند تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ شیخ فضل کریم صاحب جن کے گھر میں وہ جلسہ تھا - وہ فرماتے ہیں کہ ''جب ہمارے مولویوں کا یہ حال ہو کہ وہ روز روشن میں اس قدر سیاہ جھوٹ بولیں تو عام لوگوں کا کیا حال۔''

بستی غذاں کے نمبر دار وغیرہ تمام ذی عزت آدمی اس واقعہ کے گواہ ہیں۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ ثناء اللہ کو بستی غذاں کی مجلس میلاد میں آیندہ شامل ہونا کبھی نصیب نہیں ہوگا اور اس قسم کے جھوٹ سے وہ ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا رہے گا جیسا کہ اب اکثر مقامات کے لوگ اس کے مکر وفریب، کذب و بہتان سے واقف ہوتے جاتے ہیں۔

سنا گیا ہے کہ تھوڑے دن ہوئے شہر جالندھر میں بڑی منت وخوشامد سے کہ سن کر اور محصول چارج کر لینے کا وعدہ دے کر اسلامیہ بورڈنگ میں وعظ کہا جس کی نسبت اہل شہر و ممبران انجمن اس بات سے سخت ناراض ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسے جھوٹے اور گستاخ کو راہ راست دکھائے۔

فقط خاکسار محمد عظیم خوش نویس حنفی نقش بندی [۹۸]

از بستی غذاں جالندھر

مورخہ ۵ جون ۱۹۰۹ء



۱۳ جون ۱۹۰۹ء

انجمن اسلامیہ بستی غذاں کی اسلامی دوکان

ہماری بستی غذاں (جالندھر) میں خدا کے فضل سے مسلمان آبادی بہت زیادہ ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کی یہاں کوئی بھی دوکان نہیں تھی۔ یہاں کیا بل کہ ہمارے تمام علاقہ کے مسلمانوں کی ایسی ہی حالت ہے۔ ہماری خوش قسمتی سے قریباً ڈیڑھ مہینہ کا عرصہ ہوا کہ عالی جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب حنفی نقش

بندی لاہوری متوطن گکھڑ محفل میلاد شریف کے جلسہ میں ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں دو تین سال سے محفل میلاد شریف میں مولوی ثناءاللہ صاحب امرت سری تشریف لایا کرتے تھے۔ اب کے سال بھی بدستور وہ جلسہ میں شامل ہوئے اور انہوں نے مولانا مولوی محمد عظیم صاحب مدظلہ کے وعظ میں بولنا شروع کر دیا اور عوام الناس نے مولوی ثناءاللہ صاحب کی اس بے جا حرکت کو نہایت بُرا منایا اور چوں کہ وہاں کچھ مزید شکر رنجی ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس لیے ہم نے مولوی ثناءاللہ اور اس کے ہم راہیوں کو بھی زبردستی وداع کر دیا اور اپنے علمائے احناف کو ٹھہرا لیا۔

رات کو بڑی دُھوم دھام سے جلسہ ہوا جس میں کم از کم چھ سات ہزار کے قریب مجمع تھا جس میں علمائے احناف نے بڑی عمدگی و متانت سے وعظ بیان فرمائے۔ دوسرے روز پھر ہماری بستی میں منڈی کے اندر مجلس وعظ منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا مولوی محمد عظیم صاحب مدظلہ مسلمانوں کو تجارت کے فوائد سے آگاہی کر کے اہل ہنود کی تجارت کی ترقی کے اُصول کو بڑی خوبی و متانت سے بیان فرمایا۔ اور مولانا عالی جناب مولوی غلام احمد صاحب ایڈیٹر اہل فقہ نے بڑے پُر زور الفاظ میں تائید کی، جس کا نتیجہ خداوند پاک کے فضل سے بہت اچھا نکلا۔ آج کل چند روز سے پھر مولانا موصوف ہماری بستی میں رونق افروز ہیں اور بذریعہ مواعظ حسنہ مسلمانوں کو بیدار کر رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی تحریک سے یہاں کی انجمن اسلامیہ نے ایک اسلامی دوکان کھول دی ہے جس میں خورد و نوش کی تمام اشیاء مہیا کی گئی ہیں اور تمام اہل اسلام نے تمام اشیاء جو اس دوکان سے مل سکیں گی۔ خریدنے کا عہد مصمم کر لیا ہے۔ تمام مسلمانوں کے دلوں میں زندگی کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں اور اُمید ہے کہ چند روز میں اور کئی مسلمانوں کی دوکانیں کھل جائیں گی۔ یہ سب مولانا ممدوح کے مواعظ حسنہ کا نتیجہ ہے۔ یہاں کے تمام اہل اسلام مولانا موصوف کے از حد مشکور ہیں کہ جنہوں نے ہم کو نیک و بد سے خبردار کیا ہے۔ ہم بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں کہ دیگر مقامات کے مسلمان بھی

خانہ جنگی کو چھوڑ کر مولانا ممدوح کی ذات سے فائدہ اٹھا دیں اور دیگر اسلامی انجمنیں ہماری بستی کی انجمن اسلامیہ کی تقلید کر کے اسلامی قومی تجارت کو ترقی دے کر مسلمانوں کو دیگر اقوام کے پنجہ سے چھڑانے کی کوشش کریں۔

راقمان: شیخ محمد علی و غلام نبی
سوداگران چرم بستی غذاں جالندھر
۱۶ جون ۱۹۰۹ء



۲۷ جون ۱۹۰۹ء

رام پور میں [غیر مقلدوں] اور مرزائیوں کا مناظرہ

ریاست رام پور کے دو عہدہ داروں کی تحریک پر ہز ہائنس نواب صاحب بہادر والی رام پور کی طرف سے ایک مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ مرزائی پارٹی کے مقابلہ کے لیے علمائے وہابیہ مدعو تھے۔ اخبار دبدبہ سکندری، رام پور[۹۴] نے اس مناظرہ کی مجمل کیفیت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی پارٹی کو شکست ہوئی۔ اخبار مذکور میں فریقین کے علماء کی فہرست بھی دی گئی ہے جن میں دو سُنّی المذہب علماء کے اسماء گرامی بھی درج ہیں۔ ہمیں ان حضرات کا نام دیکھ کر تعجب ہوا کہ اللہ اللہ کاش یہ حضرات وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ پر خیال رکھتے اور شریک نہ ہوتے۔

ریاست رام پور ایک اسلامی ریاست ہے اور بقول اخبار دبدبہ سکندری اس میں بڑے بڑے علماء اور ہزاروں طلبا موجود ہیں لیکن ہمیں سخت افسوس ہے کہ باوجود اس دعوی کے رام پور اپنے حلقہ میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ پیدا کر سکا جو مرزائیوں کے ساتھ مباحثہ کرتا بلکہ دُور دراز مقامات سے لوگوں کو طلب کرنا پڑا۔ اہل رام پور کے لیے شرم کا مقام ہے۔ مناظرہ کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ پہلے روز مرزائی جماعت کی طرف سے میاں محمد احسن امروہی[۹۵] نے ایک لکھا ہوا

مضمون پڑھا۔اس کے جواب میں مولوی ثناءاللہ امرت سری نے تقریر کی،اس کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ دوسرے دن مرزائیوں نے میاں محمد احسن کو معزول کردیا اور ایک دوسرے صاحب کو مقرر کیا مگر اس روز بھی مرزائیوں کے خلاف اثر پڑا کیوں کہ مقرر کی تقریر۔۔اور غیر متعلق تھی اور خود مرزائیوں کو بھی اس کا احساس ہوا۔تیسرے دن جناب نواب صاحب بہادر بباعث علالت طبع شریک مجلس نہ ہو سکے،اس لیے مرزائی جماعت نے اس روز تقریر سے انکار کیا۔ اس کے بعد کے دن جمعہ تھا۔مرزائیوں نے اس روز بھی جلسہ ملتوی کرایا۔شنبہ کے دن پھر کچھ تقریریں ہوئیں بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ مرزائیوں سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت نہ ہو سکی۔

ہمارے خیال میں مرزائیوں کے ساتھ کسی خاص مسئلہ میں عموماً اور مسئلہ وفات و حیات مسیح علیہ السلام میں خصوصاً بحث کرنا تضیع اوقات ہے۔ مسلمانوں میں کئی فرقے ایسے بھی ہیں جو حیات سے منکر ہیں،فرقہ معتزلہ آپ کی حیات کو مطلق نہیں مانتا۔ دُور کیوں جاؤ اسی امرت سر میں مولوی غلام علی صاحب قصوری[۹۶] کی نسبت ان کے بعض شاگردوں کی روایت ہے کہ انہوں نے درس قرآن شریف میں فرمایا تھا کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔یہی باعث ہے کہ امرت سر میں زیادہ تر وہابی ہی مرزائی ہوئے بلکہ دراصل مباحثہ تو اس امر میں ہونا چاہیے کہ آیا مرزا صاحب صادق ہیں یا کاذب۔ اگر یہ ثابت ہو جائے (لیکن ہرگز ثابت نہیں ہوگا) کہ مرزا صاحب صادق تھے تو پھر جزئی اور فروعی مسائل میں بحث فضول ہے۔

ایک صادق جو کہتا ہے اسے مان لیا جائے گا اور اگر یہ ثابت ہو کہ خیریت سے مرزا صاحب نے کبھی سچ بولا ہی نہیں (اور ضرور ثابت ہوگا بلکہ ثابت شدہ امر ہے) تو پھر کسی مسئلہ میں بحث یا مناظرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بہت دن ہوئے کہ مجھے ایک مرزائی کے ساتھ کلکتہ میں مناظرہ کرنے کا اتفاق ہوا

تھا۔ (اس مناظرہ کی کارروائی اخبار اہل حدیث میں چھپ چکی ہے) اس میں میں نے ہر چند چاہا تھا کہ مرزائی مناظر اس بات پر آئے کہ بجائے جزئی اور فروعی مباحث کے صرف یہ تحقیق کیا جائے کہ مرزا صاحب اپنے دعوی مامور من اللہ میں صادق بھی ہیں یا نہیں؟ مگر مرزائی مناظر صاحب نے ہرگز نہ مانا اور مانتے بھی کیوں کر۔ خود مرزا صاحب ہی کی کتابیں ان کے خلاف تردید کے لیے کافی تھیں۔ ہاں اگر ضرورت ہوتو کوئی مسئلہ مثلاً وفات وحیات مسیح اگر بحث کے ضمن میں آ جائے تو اس پر روشنی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اصل موضوع بحث کا وہی مسئلہ صدق وکذب کادیانی ہونا چاہیے۔

بہر حال مباحثہ رام پور کا نتیجہ مرزائیوں کے خلاف تو نکلا مگر خدا جن لوگوں کو گم راہ کرتا ہے ان کے لیے ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لیے اُمید نہیں کہ مرزائی اپنی کم زوری کو محسوس کر کے اب بھی سمجھیں اور یہ بھی ان کے استاد کی سنت ہے جب کسی پیش گوئی کے جھوٹے نکلنے پر چاروں طرف سے شور بر پا ہوتا تھا تو وہ بجائے نادم ہو کر خاموش رہنے کے۔ کمال بے حیائی سے کوئی نہ کوئی عذر 'گناہ بدتر از گناہ' تراش کر صفحات کے صفحات سیاہ کر دیتے ہیں۔ اب دیکھیں کہ اس مناظرہ کی رپورٹ مرزائی آرگن کن الفاظ میں شائع کریں گے۔



۵ جولائی ۱۹۰۹ء

مباحثہ رام پور

اس مباحثہ کے متعلق کادیانی اخبار بدر نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرائط پہلے سے طے ہو چکی تھیں اور کہ ہز ہائنس نواب صاحب رام پور بحیثیت ثالث سمجھے گئے تھے مگر رام پور میں شرائط کے برخلاف برتاؤ ہوا۔ نواب صاحب بہادر نے مولوی ثناء اللہ کی پیٹھ ٹھونکی اور غیر احمدی فریق سے

نواب صاحب نے مختلف ملاقاتیں کیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نواب صاحب نے اپنے آپ کو فریق مناظر کا طرف دار اور ساتھی ظاہر فرمایا۔ نیز مولوی ثناء اللہ نے مرزا صاحب کے حق میں سبّ وشتم سے کام لیا وغیرہ وغیرہ۔ ان وجوہات کی بنا پر احمدی جماعت نے مباحثہ کا انسداد ضروری سمجھا۔ اگرچہ ابھی تک ہم نے فریقین کی تقریریں نہیں سنی، اس لیے یہ رائے نہیں قائم کی جاسکتی کہ مرزائی اخبار کا بیان متعلقہ سبّ وشتم کہاں تک صحیح ہے لیکن مضمون نگار مانتا ہے کہ نواب صاحب شیعہ عقائد کے پیرو ہیں اور اسی بنا پر مرزائی جماعت نے ان کو ثالث سمجھا تھا اور بات بھی صحیح ہے کہ نواب صاحب نہ تو مرزائی ہیں اور نہ وہابی نہ اہل سنت بل کہ وہ شیعہ ہیں اور اس صورت میں ان کے نزدیک دونوں گروہ مساوی تھے۔ مضمون نگار قبل از پہلی تقریروں کے ملاقاتوں کا ہونا بھی بیان نہیں کرتا۔ پس ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے مرزائی مناظر کی تقریر کو کم زور اور فریق ثانی کی تقریر کو پُر زور سمجھا اور طرف داری پر مجبور ہوئے اور مولوی ثناء اللہ کی پیٹھ ٹھونکی تو اس صورت میں نتیجہ صاف ہے کہ حضور نواب صاحب بہادر کا فیصلہ برخلاف مرزائی جماعت کے صادر ہوا اور مرزائی جماعت کو ناکامی ہوئی۔

اصلیت کچھ ہی ہو مگر رام پور کے قرب وجوار کے شہروں بریلی مراد آباد وغیرہ میں عام طور پر مشہور ہو گیا کہ مرزائی جماعت بھاگ گئی اور اپنے دعاوی پر سوائے لچر اور فضول باتوں کے کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔

اس لیے اس علاقہ میں مرزائی جماعت کو آیندہ کامیابی کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔ مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے جھوٹی نکلنے پر عموماً ایسی ہی باتوں سے کام لیا جاتا تھا جس طرح کہ اب مناظرہ کی ناکامی کے موقع پر بیان کی جاتی ہیں لیکن خدائی فیصلہ وہی ہے جو لوگوں پر منکشف ہوا۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذٰلک**



۵ جولائی ۱۹۰۹ء

مختصر روئداد جلسہ اہل سنت و جماعت

شہر فیروز پور

[جلسہ] جو بتاریخ ۲۶، ۲۷ جون ۱۹۰۹ء مطابق ۷، ۸ جمادی الثانی مسجد مولانا مولوی شرف الدین صاحب مرحوم میں منعقد ہوا۔ ماہ مئی کے آخری ہفتہ اتوار کو شہر فیروز پور میں ایک جلسہ انجمن احمدیہ کا منعقد ہوا۔ جس میں مرزائیوں کے گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف و توصیف اور جھوٹے مشن کی صداقت پر خوب لیکچر بازی ہوئی جس سے تمام اہل اسلام فیروز پور میں مرزا کی صداقت کا شور برپا کر دیا۔ لوگ سمجھے بیٹھے تھے کہ مرزا مر گیا۔ اب مسیح اور مہدی اور دجال کے جھگڑے مٹ جائیں گے اور فتنہ فرو ہو جائے گا مگر ' خود غلط بود آنچہ می پنداشتیم '

کرشن قادیانی کے چیلوں میں سے خواجہ کمال الدین وکیل کو خوب سُوجھی کہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ میں پھنسانے کی نیت سے لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر مرزائیو۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ آپ لاکھ کوشش کریں کچھ کارگر نہ ہو گی کیوں کہ آپ کے گرو گھنٹال کا مقدمہ ایسا بگڑا ہوا ہے جس کے سنوارنے والا وکیل آج دنیا میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی ان شاء اللہ تا قیامت کوئی ایسا وکیل پیدا ہو گا۔ خواجہ کمال الدین بے چارے تو کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ فیروز پور کے اس جلسہ میں مرزائیوں نے ہندوؤں کے پیشوا کرشن کا نبی اور ویدوں کا الہامی کتاب ہونا بیان کیا اور احادیث کی غلط تاویلیں کر کے مرزا کا مسیح اور مہدی ہونا بیان کیا۔ مسلمانان فیروز پور کی رگ حمیت جوش میں آئی اور حنفی جماعت کے بعض دردمندان اسلام و قوم نے امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پیروؤں کی طرف سے ایک جلسہ قیام جلسہ اہل سنت و جماعت مرزائیوں کی

تردید میں منعقد کیا جس کی غرض مرزائیت کے زہریلے اثر سے قوم کو بچانا اور ان میں اتفاق و ہمدردی کا پھیلانا تھا اور بس مسلمانوں نے اپنی ضروریات کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ مرزائیوں نے پھبتیاں اُڑائیں اور مرزائی حکومت کی جانب سے طرح طرح کی دھمکیاں دی گئیں مگر یہ خدا کے بندے اپنے ارادے پر قائم رہے اور جلسہ کی تاریخیں مقرر کر کے حضرت قبلہ عالم جناب مولائی سیدی و آقائی حضرت سیدنا و مولانا حضرت حافظ حاجی صوفی پیر جماعت علی شاہ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور عالم بہ نفس نفیس تشریف لا کر لوگوں کو چاہ ضلالت میں گرنے سے بچانے کے لیے اپنے دیدار پُرانوار سے تشریف فرمائیں اور لوگوں پر حق و باطل کو ظاہر کریں جیسا کہ مرزا کی موت کے وقت لاہور میں ظاہر ہوا تھا کیوں کہ مرزا کی موت حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب ہی کی توجہ اور دعا کے اثر سے واقع ہوئی چنانچہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب علی پوری نے ایک نہایت ہی شفقت آمیز اُمور تسلی سے بھرا ہوا تار ارسال کیا کہ مسلمانان فیروز پور مطمئن رہیں، ہم ان شاء اللہ ضرور پہنچیں گے اور خدا نے چاہا تو جلسہ بڑی کامیابی سے ہوگا۔ حضرت قبلہ عالم کے علاوہ پنجاب کے مشہور علما کو بھی شمولیت جلسہ کے لیے دعوت دی گئی۔ بریں خیال کہ شاید حضرت صاحب شامل نہ ہوسکیں مگر میں قربان جاؤں حضور کی ذات بابرکات پر کہ حضور نے حضرت مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب [۹۷] و مولانا مولوی محمد عظیم صاحب خوش نویس [۹۸] متوطن گکھڑ مقیم لاہور کو مقررہ تاریخ پر فیروز پور روانہ کر دیا۔ حضور بذات خود ایک نہایت ضروری کام کے باعث تشریف نہ لا سکے۔ الغرض ۲۶ جون کو پہلا اجلاس صبح کے سوا سات بجے منعقد ہوا۔ پہلے قرآن مجید کی تلاوت اور نعت خوانی ہوئی۔ بعد ازاں ایک مولوی صاحب نے پُراثر تقریر کی اور بعدہٗ مولانا مولوی احمد سعید امام مسجد زینت المساجد دہلوی نے ایک نہایت ہی دل کش وعظ جناب سرور کائنات کے فضائل و برکات پر بیان کیا اور پہلا اجلاس سوا گیارہ بجے منعقد ہوا۔ بعد نماز عصر دوسرا اجلاس شام کے پانچ بجے منعقد ہوا۔

بعد تلاوت ونعت خوانی کے جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب نے نہایت مہذبانہ اور شائستہ پیرائے میں مرزائی تعلیم کی قلعی کھولی اور مرزا کی تردید میں ایسے دل چسپ پیرایہ میں تقریر کی کہ حاضرین نے مرحبا جزاک اللہ کے نعرے لگا رکھے تھے اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تقریر کرتے وقت آپ کی زبان سے پھول جھڑ رہے تھے۔ مولانا نے پانچ [بجے] سے اذان مغرب تک تقریر کی اور نماز مغرب کے لیے دوسرا اجلاس برخاست ہوا اور بعد از نماز عشا تیسرا اجلاس منعقد ہوا۔ رات کے ساڑھے نو بجے بعد از تلاوت قرآن مجید ونعت خوانی جناب حضرت مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب نے نہایت ہی دل چسپ اور موثر لہجہ میں اسلام کی صداقت اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کو بذریعہ دلائل عقلی ونقلی و بروئے قرآن واحادیث ثابت کیا اور مرزا کے جھوٹے دعوؤں اور ناقص تعلیم کو پبلک پر دل چسپ اور موثر پیرایہ میں ظاہر کیا۔ حضور کی تقریر ایسی دل کش اور پیاری تھی کہ کوئی آدمی سانس تک نہ لیتا تھا۔ اگلے روز ۲۷ جون کو صبح کے سوا سات بجے پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا مولوی احمد سعید دہلوی نے جناب سرور کائنات کے معجزات کا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے مقابلہ کر کے حضور کے خاتم النبیین اور اشرف الانبیاء ہونے کو بڑی وضاحت سے ثابت کیا۔ بعد ازاں حضرت مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب نے ساڑھے نو سے بارہ بجے تک وعظ فرمایا۔ حضور کی تقریر کا ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ ہزاروں نکات سے بھرا ہوا تھا اور اعجاز کا کام لے رہا تھا۔ دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر منعقد ہوا، جس میں مولانا مولوی احمد سعید دہلوی نے ایک بے نظیر وعظ بیان کیا۔ بعد از نماز عصر تیسرا اجلاس منعقد ہوا جس میں جناب مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب نے کرامات اولیائے عظام و برکات صوفیائے کرام پر ایک دل چسپ اور عالمانہ لیکچر دیا اور جلسہ نماز مغرب کے لیے برخاست ہوا اور بعد از نماز عشاء چوتھے اجلاس میں مولانا مولوی محمد عظیم صاحب نے ایک بے نظیر وعظ فرمایا جس میں مسلمانوں کو مسلمان رہنے اور کفر بدعات اور رُسومات بد سے پرہیز

رکھنے کے علاوہ اپنے لباس اور شکل وصورت کو بھی مسلمانوں کی سی بنانے کی از حد تاکید کی۔مولانا کے وعظ کے بعد مکرم بندہ منشی شیر نواب خان مدرس قصوری نے حضرت قبلہ عالم کا شکریہ ادا کیا، جن کے وجود مبارک سے جلسہ کو ایسی رونق حاصل ہوئی۔دیگر علماء اور صلحاء کے علاوہ شہر کے لوگوں اور بانیان مجلس کا شکریہ ادا کیا گیا اور رؤسا میں سے مستری چراغ دین صاحب ہیڈ مستری قلعہ میگزین کا شکریہ خاص طور پر کیا گیا جن کی سرپرستی میں یہ جلسہ منعقد ہوا تھا اور جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب نے دعا کی اور جلسہ برخاست ہوا حاضرین جلسہ کی تعداد۔۔معقول ہوتی تھی جو اکثر جلسوں میں بہت کم دیکھی گئی ہے۔لوگ پروانوں کی مانند حضرت حافظ جی صاحب ومولانا مولوی محمد عظیم صاحب پر نثار ہوتے تھے۔ہر فرد بشر کی زبان پر میرے پیرومرشد حضرت سید جماعت علی شاہ کا ورد جاری تھا اور لوگ بے اختیار ہو کر کہہ رہے تھے۔اللہ اکبر جس کے غلام ایسے لائق ہیں وہ مولیٰ کس شان کا ہوگا۔شعر

وہ خدا جانے کہ ہو گا کیسا ہی رحمت شعار
با کرامت جس جنم کے اس قدر ہیں آدمی

نہ کہ مرزا جیسے اگر حضرت اقدس بذات خود تشریف لاتے تو جلسہ کی رونق اور بھی دوبالا ہو جاتی۔مہمانان بیرون جات کی تعداد ساٹھ ستر کے قریب تھی جن کو مستری چراغ دین صاحب ومستری کریم بخش صاحب و بابو علی محمد سپرنٹنڈنٹ ریاست الور کی طرف سے بڑی نفیس دعوتیں دی گئیں۔خداوند کریم ان صاحبان کو جزائے خیر دے۔ان لوگوں کو بھی جزائے خیر دے جنہوں نے اس کار خیر میں تن من دھن سے مدد دی۔سچ تو یہ ہے کہ جلسہ ایسا عظیم الشان تھا کہ پنجاب کے دوسرے بڑے بڑے انسٹی ٹیوٹوں (Institutes) کے اجلاسوں سے کسی درجہ کم نہ تھا مگر یہ سب قبلہ عالم کے وجود کا طفیل ہے۔خداوند کریم حضور کا سایہ قیامت تک ہمارے سر پر دراز رکھے اور حضور کی عمر میں برکت دے جن کی ذات اقدس کی وجہ سے فیروز پور میں مرزائی طلسم ٹوٹا۔ایک دو آدمیوں نے شہر

سے اور چار آدمیوں نے چھاؤنی [Cantt] سے اپنے عقائد بد سے توبہ کی۔ بعد میں بذریعہ اخبار اہل فقہ امرت سر یاران طریقت کی خدمت میں خصوصاً اور عام مسلمانوں کی خدمت میں عموماً درخواست کرتا ہوں کہ جس شہر میں انجمن احمدیہ کی طرف سے جلسہ ہو۔ وہاں کے یاران طریقت اور باشندگان کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ مرزائی طلسم توڑنے کے لیے فوراً ہی ایسے اجلاس منعقد کریں تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو اور لوگ چاہ ضلالت میں نہ گرنے پائیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ میری اس درخواست جو کہ سراسر مفید اور کار خیر پر بھی ہے ۔یاران طریقت اور عام اہل اسلام بڑی دقت سے دیکھیں گے اور اس پر عمل درآمد کر کے مولا کی خوشنودی حاصل کریں گے۔

والحمدللّٰہ ربّ العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

غلام غلامان آستانہ عالیہ سندھی خان نقش بندی مجددی
مدرس گورنمنٹ ہائی سکول، فیروز پور



۲۷؍جولائی ۱۹۰۹ء

فیروز پور میں مرزائیوں کا حشر

مرزا غلام احمد صاحب کادیانی کی بے وقت موت نے جو نقصان مرزائیوں کو پہنچایا ہے اس کو مرزائی ہی خوب جانتے ہیں جب ان کی جماعت منتشر ہونے لگی اور ان کے چندہ میں نقصان اور حرج واقع ہو گیا اور اپنے اخبار کے بند ہو جانے کے آثار نظر آنے لگے تو ناچار مرزائیوں نے یہ ریزولیوشن (Resolution) پاس کیا کہ شہر بہ شہر لیکچروں کا سلسلہ شرع کیا جائے اور لیکچروں میں پیشین گوئیوں

کاایک مضمون بنا کرایک آدمی کو پڑھنے کے لئے لئے مقرر کیا جائے تا کہ وہ ہرشہر میں وہی ایک لکچر طوطے کی زبانی یاد کر کے رٹتا پھرے،

چنانچہ اس کام کے لئے کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر لاہور کو متعین کیا گیا اسی سلسلہ میں مرزائیوں نے پچھلے مہینہ میں شہر فیروز پور میں بھی ایک جلسہ کیا جس میں انہوں نے تمام رؤسائے شہر کو بذریعہ دعوتی رقعوں کے مدعو کیا اور اپنے مشن کی اشاعت میں سرتوڑ کوشش کی لوگوں پر اس دھوکے کا بہت بُرا اثر پڑا۔ اور تمام شہر کے خیالات مرزا کی نبوت ورسالت کی طرف مائل ہو گئے ہم مسلمانان فیروز پور کی خوش قسمتی سے عالی جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب خوشنویس متوطن گکھڑ مقیم لاہور تشریف لے آئے مولانا ممدوح نے شہر اور چھاؤنی میں وعظ فرمانا شروع کیا جس کا نتیجہ خدا کے فضل سے یہ نکلا ہے کہ لوگ مرزائیوں کے دھوکے سے آگاہ ہو کر پھر صراط مستقیم پر قائم ہو گئے ہیں اور خدا کی مہربانی سے بہت سے مرزائی تائب ہو کر مسلمان بن گئے ہیں اب صرف چند مرزائی باقی رہ گئے ہیں جن کو نہ علم ہے اور نہ دین کے مسائل سمجھنے کا ان میں مادہ موجود ہے مولانا نے کئی دفعہ ان کو اپنے مقابلہ پر بلایا مگر وہ نہیں آسکے بلکہ مولانا خود ان کے گھروں میں جا کر ان کو بذریعہ وعظ ونصیحت سے سمجھاتے رہے اوران سے مرزا کی نبوت ورسالت کا ثبوت مانگتے رہے مگران سے کوئی جواب بن نہ آیا اب خدائے تعالٰی کا ایسا فضل ہوا کہ مرزائی جو چند آدمی باقی رہ گئے ہیں وہ مارے شرم کے سامنے نہیں آتے اور اُمید کی جاتی ہے کہ وہ بھی عن قریب راہ راست پر آجائیں گے۔ مولانا ممدوح کے وعظ سے دوسرا فائدہ یہ پہنچا ہے کہ سینکڑوں مسلمانوں نے ہندوؤں کی دوکان سے اشیاء خریدنے سے سچے دل سے توبہ کرلی ہے اور اپنی دوکانیں کھولنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور چھاؤنی اور شہر میں چند دوکانیں غلہ خوردنی پارچات اور دودھ دہی کی کھل گئی ہیں اور کھلتی جاتی ہیں اور جو مسلمان دوکاندار ہیں اُن کی دوکانوں پر بڑی رونق اور بھیڑ بھاڑ ہونے لگی ہے۔ اُمید ہے کہ اگر یہ سلسلہ

جاری رہا تو وہ دن دُور نہیں کہ جب کہ فیروز پور شہر اور چھاؤنی میں مسلمانوں کی دوکانیں ہرایک بازار اور ہر ایک گلی کوچہ میں نظر آنے لگیں گی خداوند تعالیٰ مولانا ممدوح کی عمر میں برکت دے جن کے فیض سے ہم کو ایسے دینی و دُنیاوی فائدے پہنچے ہیں۔ آمین ثم آمین

راقمان مسلمانان فیروز پور

اہل فقہ

مجالس مباحثات کے منعقد کرنے سے یہ طریقہ بہت اچھا ہے کہ بذریعہ وعظ ونصیحت لوگوں کو حق کی طرف بلایا جائے مباحثات میں عموماً کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا ہرایک فریق یہی راگ گاتا رہتا ہے کہ میں کامیاب ہوا، اگرچہ واقعات سے شکست ہی ظاہر ہو خصوصاً مرزائی پارٹی کا تو خود مرزا صاحب کے زمانہ سے یہ اُصول چلا آتا ہے کہ کتنی ہی سخت ذلت حاصل ہو مگر وہ اپنے وام اُفتادوں کو کسی نہ کسی تاویل سے خوش کر ہی لیا کرتے ہیں۔ اور یہ مرزائی کمال نہیں بلکہ دام افتادے کچھ مرزائیت میں ایسے منہمک ہیں کہ خود تاویل کرنے کی فرمائش کرتے ہیں جب عبداللہ آتھم کی پیش گوئی غلط نکلی تھی اس وقت مالیر کوٹلہ کے ایک مرزائی رئیس نے مرزا صاحب سے درخواست کی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ پیش گوئی تو ایسی غلط نکلی کہ ہم شرم کے مارے منہ نہیں دکھا سکتے اس جلد اس کا کوئی علاج کیجئے اور ہمارے اس زخم کے لئے کوئی مرحم تجویز کیجئے بس ادھر سے گھڑ دیا کہ آتھم دل میں ایمان لے آیا ہے چلو زخم پر مرہم لگ گیا اور زخم مندمل ہو گیا بہرحال وعظ ونصیحت کے ذریعہ سے گم راہوں کو راہ راست پر لانے کا اچھا طریقہ ہے۔ خدا مولوی صاحب کی کوششوں میں برکت دے اور کامیابی عطا فرمائے۔ آمین



۱۴اگست ۱۹۰۹ء

مرزائے قادیانی کی موت

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ایم ملی اسسٹنٹ سرجن ریاست پٹیالہ کی جس قدر پیشین گوئیاں و الہامات تھے۔وہ سب کے سب پورے ہوئے اور ڈاکٹر صاحب کی آخری پیشین گوئی کہ مرزا ۲۱ ساون ۱۹۶۵ (پنجاب کی دیسی تاریخ) تک ہلاک ہو جائے گا۔مرزا اس معیاد کے اندر مر گیا اور مرزائیوں کو زندہ در گور کر گیا۔مرزا کے مرنے کے بعد مرزائیوں نے دیکھا کہ ہم دنیا کو کیا منہ دکھائیں، ہمارا گُرو تو لٹیا ہی ڈبو گیا۔ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی ۳ سالہ پیشین گوئی اور ۱۴ ماہ والی اور ۲۴ مئی ۱۹۰۷ء والی اور ۲۱ ساون ۱۹۶۷ کی عظیم الشان پیشین گوئی کو جھٹلانے کے واسطے طرح طرح کی ناجائز کوششیں کیں اور مرزائی اخباروں میں وہ طوفان بدتمیزی پھیلایا اور ورقوں کے ورق سیاہ کیے تاکہ کسی طرح یہ ندامت ٹل جائے اور ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی میں جو لفظ کو بعض اخباروں میں سہواً لکھا گیا تھا۔اس پر مرزائیوں نے دنیا کو سر پر اٹھا لیا۔اگر ان کو اپنے گھر کی خبر ہوتی تو ان کو دوبارہ ذلت نہ اٹھانی پڑتی۔لو بھئی ہم تمہارے گُرو کی الہامی۔۔چشمہ معرفت جو ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔اسی سے ہم تمہاری تسلی کر دیتے ہیں۔اگر اب بھی تم نہ مانو تو ہم پکار کر بھی کہیں گے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین

کہو مرزائیو! آمین!

مرزائیو تمہارے گورو جی مہاراج کرشن قادیانی چشمۂ معرفت کے صفحہ ۳۲۱ و ۳۲۲ پر یوں لکھتے ہیں۔ذرا آنکھوں کی پٹی اُتارو اور غور سے پڑھو۔

''ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ہاں اخیری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے۔اور وہ ڈاکٹر ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعوی

ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائے گا اور یہ اس کی سچائی کے لیے نشان ہوا ہے۔ اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا مگر خدا نے اس کی پیشین گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ فوراً عذاب میں مبتلا ہو جائے گا جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے، خدا اس کی مدد کرے گا۔''

تو بھئی مرزائیو اب بھی مانو گے یا نہیں۔ تمہارے کرشن جی قادیان نے تو اس آسمانی مقدمہ سے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے اور اپنے کذب اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے صدق پر اپنے ہاتھوں سے مہر لگا دی ہے اور ڈاکٹر صاحب کی ۲۱ ساون ۱۹٦۷ والی پیشین گوئی کو سچا ثابت کر دکھایا۔ اب بھی تسلی ہوئی ہے یا نہیں۔ بس ہمارا یہ آخری پیغام تمہارے نام ہے۔ اگر اب بھی تم نہ باز آؤ اور شرم وحیا سے کام نہ لو تو پھر ہم بار بار پکار پکار کر سو (۱۰۰) دفعہ نہیں بلکہ ہزار دفعہ بھی کہیں گے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

کہو رے مرزائیو! آمین!

راقم

خادم الاسلام ملا محمد بخش لاہوری

☆

۱۴ اگست ۱۹۰۹ء

مرزا صاحب قادیانی کی عمر کا انجام

عوام کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا الہام ازالہ اوہام واربعین رسائل مرزا صاحب میں یہ تھا کہ میری عمر ۸۰ سال کی ہے۔ اسی پر اخبار بدر ہفتہ گذشتہ میں بھی بحث کی گئی ہے اور مرزا صاحب کے الہام ۸۱ سالہ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش میں بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور مرزا صاحب کی عمر ۲٦ مئی ۱۹۰۸ء

تک ۷۰۔۷۲ یا ۷۵ سال بیان کی ہے تا کہ ۸۰ سال تک پہنچ جائے۔ جو محض غلط ہے۔

پھر مرزا نے اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں اپنی عمر ۸۰ برس یا ۸۰ برس سے کچھ کم یا زیادہ لکھی ہے مگر افسوس مرزا صاحب کی سوانح عمری جو اس کے خالص مرید نے ''عسل مصفیٰ'' میں لکھی ہے۔ اس میں سال پیدائش ۱۸۳۶ء یا ۱۸۴۰ء لکھا ہے اور ابھی چند۔۔۔ مرزا صاحب کی وفات کے پہلے پیسہ اخبار میں بھی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء لکھی ہے۔ اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر ۶۹ یا ۶۸ سال ہوتی ہے۔ گویا گیارہ یا بارہ سال اسّی (۸۰) سال سے کم۔ علاوہ اس کے قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں قرآنی آیت ''اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا'' [التوبۃ:۴۹] سے ۱۲۵۹ ہجری سال پیدائش لکھا ہے۔ اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر صرف ۶۷ سال کے قریب ہوتی ہے۔ یہ حساب اس لیے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کا پتہ قرآنی آیت کے اعداد جمل نے دیا ہے جس پر مرزا صاحب کو بھی اعتبار ہے۔ اس کے خلاف نہ مرزا صاحب نے اور نہ کسی مرزائی نے اب تک کوئی عذر یا اعتراض کیا۔ حالاں کہ اسی کتاب کو طبع ہوئے قریب چودہ (۱۴) سال کے گزر گئے ہیں۔ پس صحیح یہی ہے کہ مرزا صاحب کی عمر ۶۷ سال کی تھی جبکہ وہ اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ گویا یہ الہام ۸۰ سالہ عمر کا مثل دیگر شیطانی الہاموں کے پورے طور پر ثابت ہو کر غلط اور جھوٹا ہوا۔ ''برکات الدعا'' کے ٹائٹل پیج پر بھی مرزا صاحب اپنی عمر ۵۲ سال بتلاتے ہیں۔ کہ جو ۱۸۹۳ء میں چھپی تھی کہ جو پندرہ سولہ سال ہوئے اس طرح بھی ان کی عمر ۶۷ سال کی ہوتی ہے اور سنیے ایک الہام مرزا صاحب کا جس کو مرزائی چھپاتے ہیں یا بقول شخصے ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' اور ہمارے مسلمانوں کی نظر سے وہ رویا نہیں گذرا۔ لیجیے ہم اس رؤیا کو ناظرین کے روبرو پیش کرتے ہیں جس میں مرزا صاحب نے اپنی عمر ۹۵ سال کی بڑی جدوجہد تکرار واصرار سے ہاتھا پائی کر کے ایک صاحب کی دعا سے منظور

کرائی تھی۔ جس میں مرزائیوں کی طرف سے کوئی بھی جواب نہیں ہوسکتا اور مرزا جی کے جھوٹے ہونے پر مہر ہے۔ یہ پچانوے (۹۵) سال کی عمر مرزا صاحب نے اس حساب سے لگائی تھی جبکہ اپنی جائیداد کو اپنی بیوی کے نام پانچ ہزار روپیہ میں گروی کیا تھا اور اقرار کیا تھا کہ ۳۰ سال کے اندر فک الراہن کرالوں گا۔ دیکھو مرزا صاحب کی رجسٹری جائیداد مندرجہ کتاب کلمہ فضل رحمانی۔ مگر افسوس جائیداد بھی فک الرہن نہ کروا سکے۔ اولاد سابق کو محروم الارث کا ارادہ پورا کر گئے۔ مرزا صاحب کا رویا ۹۰ سال کی عمر کی منظوری کا ہم بلفظہٖ درج کرتے ہیں تا کہ ناظرین اور مرزائی صاحبان کو شبہ کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ و ھو ھذا

رؤیا حضرت اقدس عم

''میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آج بہت ہی دعائیں اُمور ضروریہ کے متعلق مانگ لوں۔ اور یہ شخص آمین کہتا جائے۔ آخر میں نے دعا مانگنی شروع کی۔ جس میں سے بعض دعائیں یاد ہیں اور بعض بُھول گئیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ ایک دعا یہ ہے کہ میرے سلسلہ کو ترقی ہو اور تیری نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو اور بعض دعائیں اپنے دوستوں کے حق میں تھیں، اتنے میں خیال آیا کہ یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر ۹۵ سال کی ہو جائے۔ میں نے دعا کی اس نے آمین نہ کہی۔ میں نے وجہ پوچھی، وہ خاموش رہا پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا، بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا۔ اچھا دعا کرو میں آمین کہوں گا چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ برس کی ہو جائے۔ اس نے آمین کہی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تُو شرح صدر سے آمین کہتا تھا، اس دعا پر کیا ہو گیا۔ اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا کہ یہ وجہ تھی فلاں وجہ تھی جو میرے ذہن سے جاتا رہا مگر مفہوم بعض عذروں کا یہ تھا کہ گویا وہ کہتا ہے کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے تو ہماری

ذمہ داری بہت بڑھ جاتی۔ (بلفظہٖ اخبار الحکم مورخہ ۱۷۔۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵ کالم)

اول اس رؤیا یا الہام میں مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال بڑے وثوق سے منظور ہو چکی ہوئی تھی۔ مرزائیو ایسے پیغمبر کی بیعت سے توبہ کرو، خدا تم پر رحم کرے۔

یہاں تک مرزا کی عمر ۹۵ سال ثابت ہوئی۔ لیجیے اب اور سنیے ضمیمہ اخبار الحکم ۱۱ مئی ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے کہ میری [عمر] ۱۰ سال اور بڑھا دی گئی ہے۔ اس حساب سے مرزا کی عمر ایک سو پانچ برس (۱۰۵) کی ہوتی ہے۔ پھر [اخبار] "تبصرہ" ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں مرزا لکھتا ہے کہ میری عمر اور بڑھا دی گئی ہے۔ اب ناظرین خود خیال کریں کہ یا تو مرزا کی کتابیں جلا دیں ورنہ سچے دل سے توبہ کریں۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو
آپ آگے چاہے مانو نہ مانو

راقم

ابوالفضل نقش بندی لاہوری



[۱۹۱۱ء/۱۳۲۹ھ]

۸/اپریل ۱۹۱۱ء

مرزائیوں کی اخلاقی حالت

امرت سر میں ایک مرزائی صاحب کے والد انتقال کر گئے ایک دوست ان کے پاس بغرض ماتم پُرسی گئے اور ان میں جو باتیں ہوئیں وہ یہ ہیں۔

دوست: مجھے یہ سن کر رنج ہوا کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔

مرزائی: کیا اُس نے مرنا نہیں تھا؟

دوست: مرنا تو ہر ایک کو ہے مگر بزرگوں کی موجودگی باعث برکت ہوتی ہے اور ان کا اُٹھ جانا افسوس ناک امر ہوتا ہے۔

مرزائی: مگر اُس لعنتی کا مرنا ہی اچھا تھا ایسے ملعون کی زندگی وبال ہے۔

دوست: آپ ایسا نہ کہیں آخر آپ کا باپ تھا جب آپ کا کہیں ذکر آئے گا تو سب یہی کہیں گے کہ فلاں شخص کا بیٹا ہے خدا نے چونکہ اس کو آپ کا باپ بنایا ہے اس لئے یہ تعلق ایسا نہیں کہ آپ اس کو ایسے کلموں سے یاد کریں۔

مرزائی: اس ملعون کے ذکر کو چھوڑئے اور کوئی بات کیجئے۔

یہ سن کر وہ بے چارہ خاموش ہو رہا کیوں نہ ہو جب ان لوگوں کے امام کا طرز عمل لوگوں کو گالیاں دینے کا تھا تو مرزائیوں پر کوئی افسوس نہیں کیوں کہ مرحوم ایک سچا مسلمان تھا اور مرزا صاحب کو کاذب جانتا تھا مگر سوال یہ ہے کہ جب مرزائیوں کے نزدیک وہ محض اس لئے ملعون تھا کہ مرزا صاحب کے دام تزویر میں نہیں پھنسا تو اس کا جنازہ مسلمانوں نے پڑھ لیا تھا مرزائیوں نے اس کا علاحدہ جنازہ کیوں پڑھا نماز جنازہ تو مسلمان کے لئے ہے۔



۱۰جولائی ۱۹۱۱ء

مرزائی اور غیر مرزائی

مرزا صاحب کادیانی کی تصانیف اور اشتہارات کو ایک منصف مزاج اگر انصاف اور غور کی نظر سے دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی کہی بات پر ہمیشہ قائم نہیں رہے اور ان کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا کہ جیسا موقع دیکھا ویسا ہی الہام گھڑ لیا، انہیں یاد نہیں رہتا تھا کہ وہ پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ مریدوں نے تو اس بات کی گویا قسم اٹھائی ہوئی ہوتی تھی کہ جو کچھ رطب و یابس مرزا صاحب کے زبان و قلم سے نکلے بلا چون و چرا اس پر ایمان لائیں گے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ایک سلیم العقل آدمی متضاد اور متناقض الہامات کو الہام ربّانی سمجھے۔

چند اہل اسلام یعنی غیر مرزائی بھی چاہتے تھے کہ مرزائی صاحب ممبر بن جائیں بعض ممبران جو یہ محسوس کر چکے ہوئے تھے کہ مرزائی جماعت نہ تو اپنی انجمنوں میں کسی غیر مرزائی کو شامل کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے دیگر جلسوں میں اور مرزا صاحب چونکہ فتوے دے چکے ہیں کہ جو ان پر ایمان لائے، اپنا ایمان نہیں کھوتا وہ ان کے نزدیک کافر ہے۔ اس لیے انہوں نے اس کی مخالفت کی اور زیادہ ممبران نے ان کا ساتھ دیا۔ بلحاظ کثرت رائے ضروری تھا کہ مرزائی صاحب ریجیکٹ (Reject) ہوتے مگر یہ معاملہ کسی دوسرے وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا اور بعد ازاں محرک نے یہ تحریک واپس لے لی، اس خیال سے کہ کامیابی تو مشکل ہے۔ چلو 'دست بالا نرسید ترش شد' کو صادق کر کے دکھا دیں۔

ان کے ساتھ جن دیگر حضرات کا نام ممبری کے لیے پیش کیا گیا ان میں سے بعض کی تحریک بھی۔۔۔غیر مرزائی بزرگوں کی طرف سے ہوئی تھی جنھوں نے اپنے مرزائی دوست کا نام پیش کیا تھا، اس لیے پروپوز (propose) کرنے والی پارٹی نے یہ خیال کر لیا کہ شاید یہ بھی انہی کے ہم خیال ہوں اس لیے وہ بھی ریجیکٹ ہو گئے۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ اس غلط فہمی کے باعث بعض لائق ذی

علم اور پُر جوش مسلمان انجمن کے ممبر نہ ہو سکے اور قوم ان کی خدمات سے مستفیض نہ ہو سکی۔ لیکن اگر خیال کیا جائے تو اس کا بار بھی انہیں حضرات پر ہے جنہوں نے خواہ مخواہ ایک مرزائی کے ممبر بننے پر اتنا زور دیا۔ اس کے بعد اخبار وکیل امرت سر میں وقتاً فوقتاً چند تحریرات انجمن اسلامیہ کے خلاف شائع ہوتی رہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہ صرف بیہودہ بلکہ اس قابل تھیں کہ جواب ہی نہ دیا جائے کیوں کہ اگرچہ ان مضامین کے لکھنے والے مختلف اشخاص ظاہر کیے گئے لیکن دراصل صرف اسی ناکام مرزائی کی طبع رسا کا نتیجہ تھے۔

خیر ہمیں انجمن کے معاملات سے بھی بحث نہیں کیوں کہ اگر تمام مرزائی جماعت انجمن کی مخالفت میں سرگرم ہونے پر حلف اُٹھالے تو بھی انجمن کا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ البتہ اس قدر ذکر کر دینا ضروری ہے کہ ماہ اپریل کا تشحیذ الاذہان اور اس کی نقل کی اشاعت نے مرزائی ناکام کے حق میں وہ مخالفت کا کام کیا جو اہل اسلام سے نہیں ہو سکتا تھا کیوں کہ اس مضمون کا ماحصل یہ بھی ہے کہ اگر یہ مرزائی صاحب انجمن اسلامیہ کی ممبری کی خواہش کرتے ہیں تو وہ بھی کافر ہیں کیوں کہ یہ صاف بات ہے کہ انجمن کے ممبران اہل اسلام (یعنی غیر مرزائی) ہیں جو مرزا صاحب پر ایمان رکھنا تو درکنار ان کو کاذب اور مفتری علی اللہ سمجھتے ہیں۔ پس جو مرزائی ان میں شامل ہونا چاہتا ہے وہ اس حکم میں آ جائے گا کہ مرزا صاحب کی تکذیب کرنے والوں کو بُرا نہیں سمجھتا اور یہی ان کے نزدیک قابل معافی جرم ہے۔

اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جماعت مرزائیہ سے اس کے متعلق استفسارات ہوئے مگر جماعت مرزائیہ کوئی جواب نہیں دے سکتی البتہ دلی زبان سے کہیں کہیں یہ صدا سُنی جاتی ہے کہ یہ مضمون مرزا صاحب کے بیٹے نے لکھا۔ وہ ہمارے لیے قابل حجت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ بھی زبانی گفتگو تک محدود ہے۔ اس مضمون کی کوئی تحریر (کہ مرزا صاحب کے بیٹے کا کوئی مضمون مرزائیوں کے لیے دلیل نہیں) شائع کر بھی نہیں سکتے کیوں کہ ایسی تحریر کے شائع

کرنے سے اور بھی استفسارات کا دروازہ کھل جائے گا سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ مضمون نگار نے دیباچہ میں بالصراحت لکھ دیا ہے کہ یہ مضمون مرزا صاحب کے خلیفہ کو دکھا دیا گیا۔ انہوں نے نہ صرف پسند کیا بلکہ شائع کرنے کی اجازت دی۔ پس سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا یہ غلط ہے؟ اگر غلط ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان کے پیغمبر کے خلیفہ صاحب نے اب تک اس کی تردید اور تکذیب نہیں کی۔ اگر بفرض محال اب خلیفہ صاحب اس کی تردید پر مجبور ہوں تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اس مضمون میں مرزا صاحب کے جن اقوال سے استدلال کیا گیا ہے، کیا وہ صحیح ہیں؟ اگر صحیح ہیں تو پھر خواہ مرزا صاحب کے بیٹے نے بلا رضامندی خلیفہ صاحب کے بھی لکھا تو اپنی نوعیت میں صحیح ہوگا اگر حوالہ جات غلط ہیں تو ساری جماعت میں سے کوئی مرد میدان بن کر اس کا ثبوت دے۔

خیر جو ہوا سو ہوا۔ ہمیں بڑی خوشی یہ ہے کہ مرزائی پارٹی کی طرف سے یہ مضمون شائع ہوگیا کیوں کہ ہمارے انگریزی خواں نوجوان خواہ مخواہ ہم پر تعصب اور تنگ خیالی کا الزام دھرتے تھے۔ اب ان کو معلوم ہوگیا کہ ایک وسیع الخیال (برعکس نہند نام زنگی کافور) کی تنگ خیالی کی کوئی انتہا نہیں۔ اب اگر ہمارے انگریزی خواں دوست کافر کا خطاب پا کر بھی ان لوگوں میں شمولیت کو روا رکھیں تو وہ جانیں اور اُن کا کام۔ اہل اسلام اس سے بری ہیں۔ فالحمدللہ علی ذالک

ایمان لانا تو درکنار اب جماعت مرزائیہ نے اپنے پیغمبر مرزا صاحب کی سنت پر پورا عمل کرنا شروع کر دیا۔ ماہ اپریل کے تشحیذ الاذہان میں ایک طویل مضمون مرزا صاحب کے صاحب زادہ نے تحریر کیا جس کی نسبت وہ یہ فرماتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح نے سن لیا اور شائع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس مضمون میں مرزا صاحب کے اقوال سے استدلال کیا گیا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان لا کر بیعت نہ کریں وہ اگرچہ مرزا صاحب کو سچا ہی سمجھیں تو بھی کافر اور جہنمی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس مضمون کو امرت سر کی مرزا پارٹی نے بہت ہی پسند کیا اور صرف رسالہ کے ناظرین کا مقابلہ کافی نہ سمجھا گیا بلکہ امرت سر میں اصلی نقل کی دو ہزار کاپیاں چھپوا کر تقسیم کی گئیں تا کہ عام خاص اس حکم سے آگاہ ہو جاویں۔ اس سے ہمیں بحث نہیں کہ یہ مضمون اپنے آپ میں صحیح ہے یا غلط اور نہ ہی ہمیں۔۔ بحث کرنے کا حاصل ہے۔ ہم جس صورت میں اور اس کی جماعت کو خارج من الاسلام اور گم راہ سمجھتے ہیں تو اس کا۔۔ ہمارے لیے

حجت نہیں ہوسکتا۔البتہ جولوگ مرزائیوں سے رشتہ داری اور دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں وہ اس پر کچھ بحث مباحثہ کریں۔شاید آپ کا حق ہو۔امرت سر میں۔۔۔ہوئے کہ انجمن اسلامیہ کی۔۔۔کے چند صاحبان کا نام پیش کیا گیا۔ان میں ایک صاحب مرزائی ہے اگرچہ قواعد انجمن میں کوئی۔۔قاعدہ اس کے متعلق روشنی نہیں۔۔۔۔کہ مرزائی لوگ اس کے۔۔۔نہیں ہوسکتے ہیں یا نہیں۔۔۔۔۔۔



۱۷ جولائی ۱۹۱۱ء

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

مرزا صاحب کادیانی کے مرید اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تمام پیش گوئیاں پوری ہوگئیں اگرچہ مرزا صاحب کے مرید اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرزا صاحب اس میں ناکام رہے مگر پھر بھی وہ زبان سے اقرار نہیں کرتے تاہم جہاں بعض پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں ان بعض پیش گوئیوں کا نام تک نہیں لیتے جو تاویلات رکیکہ سے بھی پوری ثابت نہیں ہوسکتیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کا دل اچھی طرح جانتا ہے کہ پیش گوئیاں پوری طرح نہیں ہوئیں۔

مرزا صاحب کی عام پیش گوئیوں کو نظر انداز کر کے ہم دو پیش گوئیوں کو بحث میں لاتے ہیں اور مرزائیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ پیش گوئیاں پوری ہوئیں؟ اگر پوری ہوئیں تو کس طرح؟

پہلی پیش گوئی عموایل یا بشیر کی ہے، مرزا صاحب کے جو الفاظ عموایل یا بشیر کی تعریف میں ان کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں ان سے بحث نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں۔مرزا صاحب نے جب اس پیش گوئی کو ظاہر کیا کہ ان کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام عموایل و بشیر ہوگا اس کی بے شمار تعریفات واوصاف میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ کان اللّٰہ نزل من السماء یعنی یہ لڑکا کیا ہوگا گویا خدا آسمانوں سے اُترا ہوگا۔اگر یہ پیش گوئی

مرہون بالوقت نہ کردی جاتی تو بھی اب مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہر ایک شخص کو حق حاصل تھا کہ وہ مرزائیوں سے دریافت کرے کہ بتاؤ اس پیش گوئی کا ظہور کس طرح سے ہوا۔ مگر مرزا صاحب نے اس حاملہ کو خود ہی صاف کر دیا تھا اور اس پیش گوئی کو بیان کر کے یہ دعوی کر دیا تھا ان کی بیوی حاملہ ہیں اور صاحب زادہ موعودہ اسی حمل میں ہیں، وقت وضع حمل کا بڑے شد و مد سے اسی طرح انتظار تھا جس طرح کہ عبداللہ آتھم کی موت کا ٦ ستمبر کی رات کے ۱۲ بجے کا لیکن نتیجہ وہی ہوا جو عبداللہ آتھم کی پیش گوئی کا نکلا۔ مگر فرق اتنا رہا کہ عبداللہ آتھم کی پیش گوئی تو سرتاپا غلط نکلی مگر عموائل صاحب کی پیش گوئی پوری تو ہوگئی صرف تذکیر و تانیث کا جھگڑا پڑ گیا یعنی بجائے صاحب زادہ کے صاحب زادی پیدا ہوئی۔ مرزا صاحب کے مخالفین نے مضامین کی بوچھاڑ شروع کر دی مگر مرزا صاحب بھی آخر بڑے دانا تھے جس طرح انہوں نے عبداللہ آتھم کے زندہ امرت سر میں پھرنے کی خبر سن کر جھٹ الہام گھڑ لیا تھا کہ عبداللہ آتھم نے رجوع الی الحق کر لیا ہے، اس واسطے بچ گیا اسی طرح صاحب زادی کے پیدا ہونے کی خبر سن کر کہہ دیا کہ اگلے حمل میں وہ لڑکا ہوگا۔ خیر ایک زمانہ آ گیا کہ آپ کی حرم پھر بارور ہوئیں اور آخر لڑکا ہی جنیں، بس پھر کیا تھا۔ مرزا صاحب نے بڑے زور سے اشتہار لکھ مارا کہ وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ سب لوگوں کو انتظار تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہوگا اور اس کے وہ کمالات ظاہر ہوں گے جو مرزا صاحب نے الہام کے رنگ میں ظاہر کیے ہیں خصوصاً مرزائی تو ان الہاموں پر ایسا اُدھار کھائے بیٹھے تھے کہ کچھ پوچھو ہی نہیں لیکن

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

وہ جس نے لوگوں کو خدا بن کر دکھانا تھا ایک برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک پکار کر راہی ملک عدم ہوا، اس کے بعد اگرچہ مرزا صاحب کے ہاں لڑکے پیدا ہوئے مگر عموائیل عنقا رہا۔

مرزا صاحب کی زندگی میں مولوی نورالدین صاحب سے (جو آج کل مرزا

صاحب کے جانشین ہیں) بمقام امرت سرایک موقع پر دریافت کیا تھا کہ اس پیش گوئی کے غلط ہونے میں کوئی بھی شبہ نہیں کیوں کہ جب ظاہر کر دیا گیا کہ وہ مولود مسعود جس کی پیش گوئی کی گئی تھی- پیدا ہو گیا پھر وہ پیدا ہو کر مر گیا تو اب کوئی تاویل اس کی نہیں ہوسکتی ۔انہوں نے فرمایا کہ ''واقعی بات تو یہی ہے مگر مرزا صاحب سے جب اس کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے الہاموں کی حقیقت خود جانتا ہے۔'' اس جواب سے کوئی مرزائی عقیدہ کا آدمی خوش ہو جائے تو وہ الگ بات ہے لیکن ایک مخالف اور طالب حق اس جواب سے مطمئن نہیں ہوسکتا کیوں کہ مرزا صاحب کے مرید تو اس کے عادی ہیں کہ مرزا صاحب کی متضاد و متناقض تحریرات والہامات کو بھی بلا چون و چرا کے تسلیم کرلیں چنانچہ مرزا صاحب کی کوئی بات اٹھا کر دیکھو تناقض اور تضاد ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات وحیات کا مسئلہ لے لو۔ مرزا صاحب کی سب سے پہلی تصنیف جس کے حرف حرف کو مرزا صاحب نے الہام سے لکھا اور مرزا صاحب کو اس پر ناز بھی ہے۔اس میں صاف اور صریح طور پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور جس وقت آپ آسمان سے اُتریں گے،اس وقت آیہ شریفہ(۱) هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ [التوبة:۳۳] کا ظہور ہوگا اس کی تائید پھر مختلف تحریروں سے کرتے رہے چنانچہ مرزا صاحب اپنی مشہور کتاب آئینہ کمالات میں انبیاء بنی اسرائیل کی کثیر الازدواجی پر بحث کرتے ہوئے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''انجیل کے بعض اشارہ سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کی فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اُٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔'' (آئینہ کمالات،صفحہ۲۸۳)

اس حوالہ میں صاف براہین احمدیہ کے اندراج رفع المسیح الی السماء کی تائید کی ہے کہ تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے اس کے بعد انہوں نے براہین

احمدیہ کے الہام کی پروا نہ کر کے نیا عقیدہ یہ گھڑ لیا کہ حضرت مسیح صلیب دیے گئے اور صلیب پر فوت ہو گئے۔

مقبرہ کے متعلق البتہ وقتاً فوقتاً پہلو بدلتے رہے ایک دفعہ یہ ظاہر فرمایا کہ ان کی قبر گلیل میں ہے پھر یہ رائے قائم کی کہ ان کی قبر قدس (یروشلم) میں ہے اس کے متعلق ایک عربی کا شہادتی خط بھی چھاپ دیا کہ نصاریٰ کا گرجا اس قبر کے موقع پر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ امر تو ظاہر تھا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے اور دفن کیے گئے۔ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے جس مقام پر وہ ان کا دفن ہونا مانتے ہیں اسی مقام پر گرجا ہے مگر مرزا صاحب کو چوں کہ اصلیت سے چنداں غرض نہیں ہوتی تھی ان کو تو صرف یہ منظور تھا کہ جماعت کو قابو میں رکھے اور جماعت بھی اتفاق سے ان کو ایسی ملی کہ جو کچھ رطب و یابس وہ بیان کریں بسر وچشم آمنا وصدقنا کہنے پر تیار۔ خیر اس کے بعد جب علمائے اسلام نے اس کے متعلق یہ ظاہر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے حق میں فرمایا ہے کہ یُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلاً [آل عمران:۴۶] اور زمانہ کہولت چالیس برس کے بعد شروع ہوتا ہے پس اگر یہ مانا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے وقت ۳۳ برس کی عمر میں فوت ہو گئے ہیں تو قرآن شریف کے لفظ "كَهْلاً" کے کیا معنی ہوں گے یہ سن کر مرزا صاحب کو ہوش آیا اور ایسا پہلو بدلا کہ براہین احمدیہ کے زبردست الہام کو توڑنے والی تحقیق اور شہادتوں کا پاس تک نہ کیا اور فرما دیا کہ واقعہ صلیب کے موقع پر مسیح فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ زندہ رہ گئے تھے اور یہودیوں سے بچ کر چوری بھاگ کر یروشلم سے سیدھے کشمیر پہنچے اور شہر سری نگر کے محلّہ خانیاں میں بعمر ۱۲۰ سال فوت ہو گئے اور وہیں دفن ہوئے، اب تک ان کی قبر موجود ہے۔ یہ خیال اس لیے ان کو پیدا ہوا کہ جس طرح سرہند میں مشہور ہے کہ ایک نبی کی قبر ہے اسی طرح کشمیر میں بھی مشہور ہے کہ خانبار میں کسی نبی کی قبر ہے، محض اس موہومی ثبوت پر پکے ہو گئے کہ حضرت مسیح کی قبر ہے حالاں کہ جس شخص کی یہ قبر ہے اس

کی سوانح عمری بھی اردو ترجمہ ہو کر چھپ چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ صاحب قبر یوز آصف ایک بدھ مذہب کا درویش تھا۔

اسی طرح مریدوں نے عموایل کی پیش گوئی پر موہومی ایمان رکھا لیکن ایک محقق کبھی نہیں مان سکتا کہ اس پیش گوئی کو محض اس لیے ٹال دیا جائے کہ خدا اپنے الہام کو اچھی طرح سمجھتا اور جانتا ہے اس لیے ایک محقق بڑے زور سے سوال کر سکتا ہے کہ مرزائی صاحبان بتائیں کہ

(الف) کیا یہ پیش گوئی پوری ہوئی؟

(ب) اگر ہوئی تو کس طرح اور کب؟

(ج) اگر نہیں ہوئی تو فہوالمراد؟

دوسری پیش گوئی جس پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں، نکاح آسمانی کے متعلق ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ نامی ایک شخص مرزا صاحب کی برادری میں تھا اور رشتہ دار بھی۔ رشتہ یہ تھا کہ اس کی لڑکی یا خاندان میں کوئی قریب رشتہ کی لڑکی مرزا صاحب کے بیٹے سے بیاہی ہوئی تھی۔ اسی احمد بیگ کی ایک لڑکی تھی جس کی نسبت مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی کی کہ خدا تعالیٰ نے اس کا نکاح مرزا صاحب سے آسمان پر کر دیا ہے جس وقت یہ پیش گوئی شائع ہوئی اس وقت اس لڑکی کی عمر غالباً ۹ سال سے زیادہ نہ تھی اس کی اطلاع جب احمد بیگ کو پہنچی تو اس نے آسمانی نکاح توڑنے کی فکر کی اور لڑکی کا رشتہ تلاش کرنے لگے۔ اس کے متعلق سر توڑ کوشش شروع کر دی باوجود یکہ مرزا صاحب اس الہام پر اپنا ایسا ایمان ظاہر کر چکے تھے کہ جیسا لا الہ الا اللہ پر ہے اور یہ ظاہر کر چکے تھے کہ زمین و آسمان ٹل جائیں تو ٹل جائیں مگر یہ امر نہ ٹلے گا یعنی احمد بیگ کی لڑکی ضرور ہی مرزا صاحب کی زوجیت میں آئے گی مگر پھر بھی ان کی کوشش کا یہ حال تھا کہ بے تاب ہوئے جاتے تھے۔ انہوں نے اس کے متعلق نہ صرف لڑکی والوں کو اپنی جائیداد کا اس طرح لالچ دیا کہ وہ سب اسی لڑکی کے نام کرا دی جائے گی بلکہ سخت دھمکی بھی دی کہ اگر تم نے اس کو میری زوجیت میں نہ دیا تو تمہاری لڑکی میرے

بیٹے کے ساتھ بیاہی ہوئی ہے اس کو طلاق دلا دوں گا اور اگر میرا بیٹا طلاق نہ دے گا تو اس کو عاق کر کے اپنی جائیداد سے محروم کر دوں گا۔ اس کے متعلق مرزا صاحب نے جو خطوط لکھے تھے اور اپنے بیٹے کی زوجہ سے لکھوائے وہ اگرچہ بہت دفعہ شائع ہو چکے ہیں لیکن ناظرین کی دل چسپی کے لیے ہم اس جگہ بھی نقل کر دیتے ہیں؛ ناظرین غور سے ملاحظہ کریں۔

[مرزا قادیانی کا مکتوب بنام احمد بیگ]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی .

مشفقی مکرمی اخویم احمد بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آں مکرم کی خبر سنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لیے عزا پُرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا خصوصاً بچوں کی ماؤں کے لیے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحب عمر عطا کرے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کے لیے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی

طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا، اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ کی تنبیہیں [یعنی تنبیہات] وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا کیوں کہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لیے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لیے نہایت درجہ موجب برکت کا ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔

کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین وآسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی اس عاجز کی ہزار لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رُسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا یعنی [میں نے] لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کے لیے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدائے تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے- ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لیے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے الہام کیا ہے۔ آپ کے

سب غم دُور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرمادے، اگر میرے اس خط میں کوئی نا ملائم لفظ ہو تو معاف فرمادیں۔ والسلام

خاکسار احقر عباداللہ غلام احمد عفی عنہ

۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

[مرزا قادیانی کا مکتوب بنام مرزا علی شیر بیگ]

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . نحمدہ و نصلی

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں، آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا مگر محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے، اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور اب آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین اسلام (نعوذ باللہ من ذلک) کے سخت دشمن ہیں، عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، رُوسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور مجھے بچائے گا اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا، کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی بلکہ وہ اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی

کے لیے مجھے چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لیے سب ایک ہو گئے یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض؟ کہیں جائے گی مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی کے لیے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے ہیں میری عزت کے پیاسے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا رُوسیاہ ہو، خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے رُوسیاہ کرے مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں، میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ''ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کے لیے فضل احمد کے گھر میں ہے بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ وہ شخص کیا بَلا ہے ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے، یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں'' پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے جو چاہے کرے، ہم اس کے لیے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے، مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا یہ باتیں آپ کی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں بے شک میں ناچیز ہوں ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشاء ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کر دوں گا اور اگر میرے لیے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں با دل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست

کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لیے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہوگا لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ورنہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دوں گا اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بنا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم

راقم

خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج

۴ مئی ۱۸۹۱ء

[مرزا قادیانی کا مکتوب بنام ہمشیرہ مرزا احمد بیگ]

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .نحمدہ و نصلی.

والدۂ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اس لیے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھاؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور الدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس راہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔ سو اُمید رکھتا ہوں کہ شرطی طور

پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائے گا جس کا مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ (محمدی) کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو (محمدی) کا کسی اور سے نکاح ہو جائے، عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔ سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو (محمدی) کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لیے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی، مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔

راقم

مرزا غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج

۴ مئی ۱۸۹۱ء

مکتوب از عزت بی بی بطرف والدہ

''اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو، مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہر طرح کی رُسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔''

(اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارک ہے)

''جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے کہ اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلاتوقف عزت بی بی کے لیے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تا کہ اسے لے جائے۔'' فقط

نوٹ

جس طرح مرزا صاحب منکوحہ آسمانی کے حاصل کرنے میں ناکام رہے اسی طرح اپنے بیٹے پر بھی قابو نہ پاسکے، بہت چاہتے تھے کہ وہ اپنی بے گناہ بی بی کو محض اس جرم پر طلاق دیوے کہ اس کے رشتہ دار نے مرزا صاحب کی زوجیت میں اپنی لڑکی کو نہیں دیا۔

جب یہ سب کچھ ہولیا اور مرزا صاحب کی کوئی کوشش کام نہ آئی نہ لالچ کا جادو چلا نہ بیٹے نے اپنی بی بی کو طلاق دینا منظور کیا تو مسمات محمدی بیگم کا نکاح ایک نوجوان سے ہوگیا تو مرزا صاحب کو فکر ہوگیا کہ اب کیا ہوگا۔ زمین وآسمان تو نہ ٹلے مگر اس کے الہام کرنے والے کی بات ٹل گئی لیکن انہیں تسلی تھی کہ جماعت پر پورا بھروسہ ہے جو کچھ کہوں گا وہ مان لے گی۔ اس لیے مرزا صاحب نے یہ علاج کیا کہ اس کے متعلق الفاظ یہ تھے؛ **انا رادوھا الیک** یعنی ہم اس کو تیری طرف لوٹا دیں گے۔ لوٹا دینا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ پہلے وہ دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے اب احمد بیگ نکاح کی تاریخ سے تین (۳) برس تک مر جائے گا اور اس لڑکی کا خاوند اڑھائی برس تک مر جائے گا اور یہ لڑکی قبل از گزرنے ایام عدت میرے گھر میں خودبخود آجائے گی۔ وغیر ذالک

صرف یہ اعتراض باقی رہتا تھا کہ مرزا صاحب سے اس کا نکاح پہلے آسمان پر ہو چکا تھا مگر بعد میں جو نکاح کر کے لے گیا اس صورت میں مرزا صاحب کا خدا عاجز آگیا کیوں کہ مرزا صاحب کو اس کی بکارت سے فائدہ نہ اٹھانے دیا، اس کا جواب دینے کے لیے بھی مرزا صاحب نے ایک الہام گھڑ لیا کہ **و لا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی** یعنی تُو نہ ڈر ہم اس کو پہلی حالت میں لے آئیں

گے یعنی دوبارہ باکرہ بنادیں گے ہمیں تو خدا کی قدرت کاملہ سے کوئی انکار نہیں اور اگر خدا چاہے تو کسی کو باکرہ بنا دیوے لیکن مرزا صاحب کا آخری مسلک قانون قدرت جس کی رو سے مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر تشریف لانا ناممکن اور محال ہے اس کا مخالف ہے۔ خیر ہمیں اس سے بحث نہیں بلکہ اصل مطلب کو ہم نے دیکھا ہے۔

اس پیش گوئی کے ظہور کے موقع کا جو نقشہ مرزا صاحب نے کھینچا ہے وہ ان کی اس عبارت سے ظاہر ہے:

فتفکروا ایھا الطلاب اھذا اضغاث احلام اھذا افترا و انسان واسئلوا هل المتوفی الذین یتندمون فی الفسهم و یبکون علی متیهم و یقولون یا ویلنا انا کنا خاطئین و هنا نی ربی و قال انا مهلکوا بعلها کما اهلکنا اباها و رادوها الیك الحق من ربك فلا تکونن من الممترین و ما نوخره الا لاجل معدود قل تربصوا الاجل و انی معکم من المتربصین۔

(آئینہ کمالات:۵۷۶)

''یعنی اے طالبو! سوچو کیا یہ متوحش خواب ہیں کیا یہ انسان کا افترا ہے۔ مرنے والے کے لوگوں سے پوچھو جو اپنے دلوں میں نادم ہو رہے اور اپنی میت پر رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ افسوس سچ مچ ہم گناہ گار تھے، مجھے خدا نے مبارک باد دی ہے اور کہا ہے کہ میں اس کے خاوند کو اس طرح ہلاک کروں گا جس طرح کہ اس کے باپ کو ہلاک کیا اور اس کو تیری طرف لوٹا دوں گا۔ خدا کی طرف سے سچائی ہے پس تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ہم اس کو دیر نہ کریں گے مگر ایک گنے ہوئے وقت تک (یعنی اڑھائی برس تک) کہہ دے (اے مرزا) اس وقت کا انتظار کرو اور میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔''

مرزا صاحب نے اس نقشہ کے کھینچنے کی جرات محض اس بنا پر کی کہ مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کے نکاح سے دو تین ماہ بعد فوت ہو گیا تھا اگرچہ مرزائی اُصول

کے مطابق اس کی موت اتفاقیہ تھی اور پیش گوئی کی بنا پر نہ تھی کیوں کہ کوئی وجہ نہیں کہ عبداللہ آتھم کی موت کے واسطے پندرہویں ماہ کے آخری تاریخ کی رات کے بارہ بجے تک موت رکی رہے مگر ایک دوسرے شخص کے لیے وقت معین کا ۹/ ابھی پورا نہ ہونے پائے۔ مرزا صاحب نے دراصل یہ خیال کیا کہ احمد بیگ کا داماد اس پیش گوئی سے ڈر جائے گا اور اپنی بی بی کو طلاق دے گا اور میری پیش گوئی سچی ثابت ہو جائے گی۔ مرزا صاحب کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ احمد بیگ کا داماد ایک فوجی سپاہی ہے جو میدان جنگ میں توپوں اور بندوقوں اور تلواروں کے سامنے موت سے نہیں ڈرا کرتے تو بھلا ان گیدڑ بھبکیوں کا اثر اس پر کیا ہوگا؟

الغرض اڑھائی برس تو کیا ایک زمانہ گزر گیا نہ تو اس کا خاوند ہلاک ہوا نہ اس پر کوئی رونے والے نہ افسوس کرنے والے...... نہ ندامت اٹھانے والے معلوم ہوئے نہ منکوح آسمانی مرزا صاحب کے پاس قبل از گزرنے ایام عدت کے واپس آئی نہ نکاح آسمانی کی تصدیق ہوئی بلکہ مرزا صاحب کی عبارت کا روئے سخن مرزائی جماعت کی طرف زیادہ موزوں ہے کہ مرزا صاحب اسی تمنا میں دنیا سے گزر گئے اور اس کی جماعت کو ندامت حاصل ہوئی اگرچہ ہمیں بھی مرزا صاحب کی اس ناکامی پر افسوس ہے کیوں کہ وہ بے چارے زندگی کے دن منکوحہ آسمانی کے خاوند کا تصور آتے ہی زبان حال سے کہتے تھے

یاں انتظار وصل وہ آغوش غیر میں
قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

مرزا صاحب کی زندگی میں جب اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا ان سے مطالبہ ہوتا تو دو طرح کے جواب ملتے تھے مرزا صاحب کے مرید تو یہ کہہ دیتے تھے کہ ابھی مرزا صاحب زندہ ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ پیش گوئی ضرور پوری ہوگی اور مرزا صاحب دبی زبان سے کبھی کبھی یہ کہہ دیا کرتے کہ توبہ کی برکت سے

محمدی بیگم کا خاوند زندہ رہ گیا مگر یہ جواب نہ صرف غلط بلکہ ُعذر گناہ بدتر از گناہ' کا مصداق ہے۔ اول تو یہ مرزا صاحب کے الہام کرنے والے کو غیرت سے کام لینا چاہیے تھا کہ جس پیش گوئی پر مرزا صاحب کے دعوی نبوت والہام کے صدق و کذب کا دارومدار تھا وہ کیوں ملتوی رہ جائے۔ فرض کرو کہ توبہ کے باعث وہ بچ بھی رہا مگر سوال یہ ہے کہ اول تو اس کی توبہ ثابت نہیں، دوسرا پیش گوئی میں آتھم کی پیش گوئی کی طرح رجوع الی الحق یا توبہ کی شرط نہیں۔ تیسرا یہ کہ گناہ تو اس کا یہ تھا کہ اس نے خدا کے پڑھے ہوئے خطبہ نکاح کو ملیا میٹ کر دیا اور مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ توبہ کے یہ معنی تھے کہ وہ اس گناہ سے باز رہتا اور مرزا صاحب کو ان کی منکوحہ دے دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ اپنی ضد اور ہٹ پر قائم رہا تو کس طرح مانا جائے کہ اس نے توبہ کی۔

اس بحث سے جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں اس لیے ہم اس کے متعلق بھی مرزائی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دیں کہ پیش گوئی اپنے الفاظ میں کس طرح صادق اور سچی ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ مرزائی صاحبان اس سے بہت جھنجلائیں گے لیکن ہم ان کو ایک آسان ترکیب بتا دیتے ہیں۔ عموائیل کی پیش گوئی کے متعلق تو کوئی جواب نہیں بن پڑے گا اور ہمارے مرزائی دوستوں کو ندامت ہی اٹھانی پڑے گی البتہ دوسری پیش گوئی کے واسطے وہ یہ کہہ دیں کہ چوں کہ نکاح آسمان پر ہوا تھا، اس لیے مدت اڑھائی برس بھی آسمانی اصطلاح کے مطابق محسوب ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن پچاس ہزار برس کا ہوتا ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا فوت ہو جانا یا تب تک منکوحہ آسمانی کا فوت ہونا سو شاید مرزا صاحب کسی زمانہ میں بذریعہ تناسخ دوبارہ جنم لے کر کامیاب ہو جائیں۔ شرم!! شرم!! شرم!!!



۲۴ جولائی ۱۹۱۱ء

کادیان سے تعطیل جمعہ کے متعلق میموریل بھیجنے کی تجویز

مولوی نورالدین صاحب خلیفہ مرزا صاحب کی طرف سے ایک یادداشت ایڈیٹران وانجمن ہائے اسلامیہ کے پاس موصول ہوئی ہے، اس یادداشت کا لب لباب یہ ہے کہ چوں کہ نماز جمعہ مسلمانوں پر فرض ہے اور یہ فرض ایسا ہے کہ اذان کے ہوتے ہی تمام کاروبار کے ترک کر دینے کا حکم ہے اور ضروری ہے کہ نماز جمعہ کے واسطے مسجد میں خطبہ سنا جائے اور باجماعت نماز پڑھی جائے اور یہ کہ عیدین کی نماز کی اسلام میں اتنی تاکید نہیں جتنی کہ نماز جمعہ کی ہے اور گورنمنٹ ہند نے چوں کہ ہر شخص کو اپنے مذہب کے ارکان کے ادا کرنے کی پوری آزادی عطا فرمائی ہے مگر نماز جمعہ کے لیے مسلمان ملازمین وطلباء کالج وسکول کو موقع نہیں ملتا، اس لیے دربار تاج پوشی دہلی کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے ایک متفقہ میموریل گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں پیش کیا جائے اس غرض سے کہ یا تو گورنمنٹ عالیہ جمعہ کی تعطیل منظور کرے یا جمعہ کے دن دو گھنٹے کی رخصت ہو جایا کرے تاکہ وہ اپنے فرض سے سبک دوش ہو جایا کریں۔

اس کے متعلق عام اہل اسلام سے رائے کی استدعا ہے اور آخر میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ احمدیوں کے میموریل میں ہم کیوں شامل ہوں اس لیے اگر کوئی انتظام اس کے متعلق کسی اور جماعت کی طرف سے ہو جائے تو ہم اپنا میموریل نہیں بھیجیں گے۔

نماز جمعہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تو صحیح ہے لیکن جس قدر رونا رکاوٹ کا رویا گیا ہے وہ غلط ہے باستثنائے شاذ حکام کے ہم نے عموماً دیکھا ہے کہ نماز پڑھنے کی روک نہیں۔ امرت سر ڈسٹرکٹ کورٹ کے قریب مسجد ہے جہاں ہر جمعہ کو

بڑی جماعت نماز ادا کرتی ہے اور نمازی مسلمان اہل کاران عدالت اور اہالی مقدمات ہوتے ہیں جمعہ پر ہی منحصر نہیں۔ روزمرہ جس اہل کار نے نماز پڑھنی ہوتی ہے، برابر پڑھ آتا ہے سردیوں میں گورنمنٹ اسکول امرت سر کے طلباء کو کافی وقت دیا جاتا ہے کہ وہ نماز جمعہ میاں محمد جان کی مسجد میں ادا کریں اگرچہ ایک شہر کی مثال ہے تمام ہندوستان کا قیاس نہیں ہوسکتا لیکن کم از کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والوں کے لیے کوئی قانونی ممانعت نہیں اگر کوئی خاص یوروپین افسر کسی ماتحت اہل کار کو اس سے روکتا ہے تو اس رکاوٹ کے دُور کرنے کے لیے ہمارے خیال میں اس قدر متہم بالشان میموریل کا تیار ہونا چنداں ضروری نہیں خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ اعلان ہوگیا ہے کہ حضور ملک معظم کی تشریف آوری دہلی کے موقع پر سوائے مبارک باد کے الفاظ کے کوئی غرض یا خواہش پیش نہ ہو سکے گی۔ یہ کام بڑی آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ اس کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا سے خط و کتابت کرے۔ اُمید ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اپنی رعایا پروری کو مدنظر رکھ کر حکم صادر کردے گی کہ مسلمان اہل کاران دفاتر وعہدہ داران کو نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے۔

گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے تو پوری آزادی ہے اور جہاں تک ہمارا علم ہے عام طور پر نماز کی رکاوٹ نہیں، **النادر کالمعدوم**۔ البتہ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان خود نماز پڑھنے کی کوشش کریں تب کوئی مسلمان جج یا منصف یا ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر یا کوئی اہل کار خود نماز نہیں پڑھتا۔ تو گورنمنٹ کا اس میں کیا قصور ہے؟ اہل کاران وعہدہ داران میں آج کل زیادہ عنصر گریجویٹوں کا ہے جن میں ۹۰ فیصدی ضرور ایسے بزرگ ہوتے ہیں جو نہ نماز کی پروا کرتے اور نہ ہی نماز کی ضرورت سمجھتے ہیں جب ہمارے گھر کا یہ حال ہے تو ہم گورنمنٹ کو کیا کہہ سکتے ہیں؟

قریباً چودہ پندرہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ مرزا

صاحب نے بھی زور سے یہ تحریک کی تھی کہ گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں تعطیل جمعہ کے لیے ایک میموریل بھیجا جائے۔ میموریل کے لیے بکثرت لوگوں سے دستخط بھی کرائے گئے تھے علاوہ برآں مرزائی لوگ ایک اور فارم کی خانہ پُری بھی کرتے تھے جس میں ان لوگوں کے نام لکھے جاتے تھے جو اس میموریل پر دستخط کرنے سے انکار کرتا تھا اس کے متعلق یہ افواہ تھی کہ میموریل میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر حضور ملکہ معظّمہ آں جہانی جمعہ کی تعطیل منظور کر لیں گی تو ہم اس کے صلے میں ملکہ معظّمہ کے نام کا خطبہ پڑھا کرنے کے میموریل کے تیار ہونے اور مخالفین کی فہرست مرتب ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں خطبہ کے متعلق افواہ تو تھی مگر ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ امر صحیح ہے یا غلط۔ مگر آج تک یہ معلوم نہ ہوا کیا یہ میموریل بھیجا گیا تھا اور اگر بھیجا گیا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا تھا۔

اگر چہ ایسے میموریل میں مسلمانوں کی شمولیت بادی النظر میں نقصان دہ نہیں لیکن مرزائی جماعت کی پالیسیوں کی تہ میں ایسی باتیں مخفی ہوتی ہیں جن کا علم قبل از وقت کسی کو نہیں ہو سکتا، اس لیے ہمارا خیال ہے کہ مسلمانوں کو لازم ہے مرزائیوں کے کسی میموریل میں اپنی شرکت ظاہر نہ کریں۔ غیر مرزائی مسلمان خدا کے فضل وکرم سے گورنمنٹ عالیہ کے دربار میں باریابی کا فخر رکھتے ہیں اس لیے وہ خود نماز جمعہ کے متعلق کوشش کریں کہ کوئی افسر کسی مسلمان کو نہ روکے بشرط یہ کہ رکاوٹ موجود ہو۔

آخر میں ہم مرزا صاحب کے خلیفہ صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب بقول صاحب زادہ مرزا صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ اپریل ۱۹۱۱ء کا طویل مضمون آپ نے پسند کیا اور آپ نے شائع کرنے کا حکم صادر فرمایا جس کی رو سے نہ صرف ہم اہل اسلام آپ سے علاحدہ ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو مرزا صاحب کو اچھا بھی سمجھتے ہوں مگر بیعت میں تامل کرتے ہوں آپ کے نزدیک کافر ہیں تو آپ کو کون سی ضرورت پڑی کہ (بخیال خود) گروہ کفار کی شرکت کے طلب گار ہیں ان کو اپنے مضامین کا کچھ بھی پاس ولحاظ رکھنا چاہیے کبھی تو آپ الگ تھلگ

ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی پھر مسلمانوں میں شامل ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ اگر چہ ایسے پہلو بدلانا مرزا صاحب کی نسبت ہے تاہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ آپ سے بالکل الگ رہیں آپ مسلمانوں کے بھیس میں مسلمانوں کا شکار نہ کریں؛

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدرت را مے شناسم



۷ اگست ۱۹۱۱ء

انجمن اسلامیہ پر ناگوار حملے

اس عنوان سے ایک مراسلت گذشتہ اشاعت میں ناظرین کے مطالعہ میں آ چکی ہے، اس اشاعت سے پہلے اخبار وکیل میں پھر اس پر ایک مضمون نکلا ہے جو وکیل ۲۶ جولائی کے صفحہ ۹ پر درج ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اخبار وکیل کے ایڈیٹر سٹاف میں سے کسی بزرگ نے بھی اس مراسلت کو نہیں پڑھا۔ اگر وہ پڑھ لیتے تو ہرگز ایسی مراسلت جس میں بازاری الفاظ سے کام لیا گیا ہے- درج اخبار نہ کرتے۔ بادی النظر میں یہ محال معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ دار ایڈیٹر نے اس کا مطالعہ نہ فرمایا ہو۔ اس صورت میں یہ امر بدیہی نتیجہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب ایسی بدتہذیبی کو روا رکھتے ہیں جو اس مراسلت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔

اگر چہ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ان بازاری الفاظ کو نقل کر کے ناظرین اخبار کو بد تہذیبی کا نمونہ دکھاؤں۔ لیکن ممکن ہے کہ کوئی صاحب ہمارے دعوی کو بے دلیل سمجھے، اس لیے بادل ناخواستہ صرف ایک نمونہ پیش کرتا ہوں تا کہ میرے دعوی کی صداقت ظاہر ہو۔

صاحب مراسلت یوں دُرافشانی فرماتے ہیں:

''امن پسند صاحب نے بی بی غیرت بیگم کو طلاق دے دی اور گھر کی امن پسندی کو خیر باد کہہ کر دوسرا مضمون حوالہ قلم کر ہی دیا۔ اب وہ دُکھیاری شامت کی ماری صدر انجمن صاحب اور اراکین انجمن کی بھری سبھا کی خدمت میں مستغیثانہ وضع سے کاغذی پیراہن پہن کر اپیل کرنے کی غرض سے حاضر ہے۔''

ناظرین دیکھا یہ ہے ایک اخبار کے مضمون کا نمونہ جو دعوی کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مورل اور سوشل کیریکٹر کا مصلح ہے، اسی

کا نام ہے 'برعکس نہند نام زنگی کافور' اور اسی کو دوسرے لفظوں میں گندم نمائی جو فروشی کہتے ہیں۔ اس پر صفائی یہ ہے کہ اس مضمون کے ملحقہ مضمون کے اخیر میں ایڈیٹر صاحب باوجود ایک واقعہ کی بے علمی کے محض بعض کے طرز عمل سے صاحب صدر انجمن پر خلاف تہذیب تقریر کرنے کا الزام قائم کرنے کے لیے شبہ کرتے ہیں مگر ان کو یہ نہ سُوجھا کہ جو مراسلت وہ درج کر رہے ہیں اس میں بد تہذیبی کو کہاں تک جائز رکھا گیا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں 'خود را فضیحت دیگراں را نصیحت' تعصب بُری بَلا ہے۔ **اللّٰھم احفظنا منه**

ہمیں افسوس ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی عطا کی ہوئی آزادی کو یہ لوگ کیسے بُرے طریق پر استعمال میں لا رہے ہیں اور پھر اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی ہٹ پر قائم ہیں۔

اگرچہ امرت سر کی پبلک ان تمام تحریرات کو جو انجمن کی نسبت وکیل میں شائع ہو رہی ہیں جس وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اس لیے ضرورت نہیں کہ ایسی لغو تحریرات کا جواب لکھا جائے لیکن ایک امر جو آج کل امرت سر میں مشہور ہو رہا ہے، قابل اندراج ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ انجمن اسلامیہ کی مخالف پارٹی نے یہ دیکھ کر کہ ممبران انجمن یا دیگر اہل اسلام پر ان تحریرات کا اثر نہیں پڑتا جو وکیل میں شائع ہو رہی ہیں۔ یہ انتظام کیا ہے کہ خود ہی بعض مضامین درج اخبار کریں جو بظاہر مخالف پارٹی کے

جواب میں ہوں لیکن دراصل مخالف پارٹی کے حق میں مفید ہوں۔ بعدازاں خود ہی ان کی تردید کر دی جاتی ہے۔ اس طرح سے یہ سلسلہ مضمون وکیل میں چلتا رہے گا۔ اس افواہ پر شاید ہم اعتبار نہ کرتے مگر جب ہم نے سب مضامین کو غور سے دیکھا تو اس افواہ پر اعتبار کرنا پڑا کیوں کہ یہ لوگ ممبران انجمن کی طرف سے جو ڈیفنس پیش کرتے ہیں اس پر خود ممبران انجمن خوش نہیں۔ اگر ممبران انجمن کی طرف سے وہ خود یا ان کا کوئی خیرخواہ لکھتا تو کم از کم ان کے خیالات کے مطابق لکھتا مگر چوں کہ ایسا نہیں۔ اس لیے یقینی بات ہے کہ وہی پارٹی سارے مضامین لکھ رہی ہے۔

خیر یہ جو کچھ ہوا سو ہوا۔ ہم مخالف پارٹی سے پوچھتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ مضمون سے کون سے اسلامی اور قومی فائدہ کی اُمید رکھتے ہیں؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ ہاں البتہ یہ قلق ان کو ضرور ہے کہ ان کے پیش کردہ ممبر انجمن میں منظور کیوں نہ ہوئے۔ ہم ایک اشاعت میں یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ اگر یہ لوگ ایک مرزائی کی حمایت پر کمر بستہ نہ ہو جاتے تو بقیہ نامزد حضرات ضرور ممبر بن جاتے لیکن انجمن کی کثرت رائے نے یہ خیال کیا کہ جب یہ لوگ ایک ایسے شخص کے ممبر ہونے پر زور دیتے ہیں جو نہ مسلمانوں کو مسلمان سمجھتا ہے اور نہ مسلمان اس کو مسلمان سمجھتے ہیں تو باقی حضرات بھی شاید اسی قسم کے ہوں گے۔ اب اگر ممبری حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ تھا تو وہ صلح و آشتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ممبران انجمن پر یہ ثابت کر دیا جاتا کہ سوائے مرزائی صاحب کے باقی جن بزرگوں کے اسماء پیش کیے گئے تھے وہ واقعی قابل اور لائق اشخاص ہیں۔ اس طرح سے شاید وہ کسی وقت ممبر ہو جاتے لیکن فساد پر آمادہ ہونے سے یہ بدظنی ممبران انجمن سے تجاوز کر کے پبلک پر اثر ڈال رہی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مخالف پارٹی اپنی لوکل تعداد میں بیٹھ کر اگرچہ یہ سمجھتی ہو کہ وہ بڑا کام کر رہی ہے لیکن اس کو پبلک کی رائے کا پتہ لگانا چاہیے کہ عام خیال ان کی نسبت کیا ہے۔

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا



۷ اگست ۱۹۱۱ء

مرزا کادیانی کا اختراع

مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے من جملہ اختراعات یہ بھی ایک اختراع کیا ہے کہ بعض ہندی فلاں فلاں بزرگ (کرشن جی مثلاً) نبی و رسول تھے اور بڑے زور شور سے آیت رُسُلاً قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ [النسآء:۱۶۴] اور ان من الامة الا عملا فیھا ت۔۔۔ سے استدلال کر کے بزعم خود اس دعوی کو ثابت کیا ہے؛ ''ان آیات سے اگر ایسے صاحبوں کی نبوت کا امکان ثابت ہوگا تو وہ بھی بایں خیال کہ شاید آیات بالا سے وہ بھی مراد ہوں مگر وہ بھی اس صورت میں کہ جو عقائد و اعمال خلاف انزل اللہ ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔'' وہ ان کے نہ ہوں۔ پس اس کا مقتضی یہ ہوگا کہ ان کو برائی سے یاد نہ کیا جائے اور زبان وقلم کو ان کی نسبت طعن و تشنیع سے روکا جائے لیکن ان کی نبوت پر تیقن کرنے کے واسطے کافی نہیں ہو گا۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ نبی نہ ہوں اور بھی صاحب نبی ہو گزرے ہیں۔ ہاں مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اجمالاً تمام انبیاء پر ایمان لائیں اور خاص شخص کی نبوت پر ایمان لانا اہل اسلام کے نزدیک تب فرض ہے کہ اس بزرگ کی نبوت منصوص ہو اور نص بھی کیسی کہ موجب اطمینان ہو اور صاف صاف ہو کہ فلاں بزرگ نبی و رسول تھے۔ یہ امر ایسا نہیں ہے کہ اس کا ثبوت تخیلات واوہام سے ہو۔ یہ کہنا بھی کافی نہ ہوگا کہ اس کے احوال قرآن وحدیث سے ملتے جلتے ہیں۔ اولاً اس لیے کہ ان عقائد وافعال کا ثبوت بر سبیل تواتر ان سے ہو۔ ثانیاً کہ بار ہا دیکھا گیا ہے کہ عام ناصحین اور شعرا کے اقوال قرآن وحدیث کے موافق ہوتے

ہیں خواہ وہ اس زمانہ کے ہوں یا اور کسی زمانہ کے۔ پس اگر صرف افعال کے موافق ہونے سے کسی کی نوبت ثابت ہوتی ہو تو چاہیے کہ ناصحین وشعراء مذکور بھی نبی ہوں۔**اذ لیس فلیس**

دہریہ جو الٰہی ہستی کے منکر ہیں ان کے بھی کئی ایک اقوال وعقائد قرآن سے موافق ہیں، مثلاً قتل ناحق وامثالہ کی برائی تو کیا ان کے بانی مذہب بھی نبی و رسول اللہ قرار دیے جاسکتے ہیں حالاں کہ یہ بالکل خلاف دانش و بداہت ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ پس مکرراً لکھتا ہوں کہ پیشوایان مذاہب کو بُرا کہنا یا لکھنا مذموم ہے۔ اول تو اس لیے کہ ان کی صلاحیت کا احتمال ہے۔ دوم کہ مخالفین اسلام بھی ہمارے پیشوایان دین کو بُرا کہنے سے اجتناب کریں گے۔ البتہ یہ تو اہل اسلام با تہذیب کہہ سکتے ہیں کہ مرزائی جماعت جب تک کہ ایسے بزرگوں کی پیغمبری قطعی دلائل (قرآن) سے قطعی نہ سہی ظنی (حدیث صحیح) ہی سے ثابت نہ کریں گے تب تک ایسی بناوٹیں تمام مذاہب کو پھانسنے کا آلہ متصور ہوگا اور بس۔

اگر یہ کہہ دیا جائے کہ نہیں نبوت پر ایمان لانا فرض ہے خواہ منصوص ہو یا نہ یا کہ کسی نے دہریت اور غیر اللہ کی عبادت ہی کیوں نہ جاری کی ہو تو صاحبو! اہل اسلام اس طرح پر کسی کی نبوت کے قائل نہیں ہو سکتے کیوں کہ یوں تو حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ وغیرہم علیہم السلام کی بعثت لغو ٹھہرے گی اور جتنی کتابیں آسمانی مسلمہ ہیں تمام ہی دفتر داخل کرنے کے لائق ہوں گی بلکہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام بانی تفرقہ وفساد ٹھہریں گے۔**العیاذ باللّٰہ و لم یقل به مومن بناء علیه**

کرشن جی وامثالہٗ کی نبوت کے قائلین پر لازم ہے کہ ان کی نبوت اسی طریقہ سے ثابت کریں جو ہم بیان کرآئے ہیں، نہیں تو ایسے اختراعات کو عقلا خاص کر مسلمان کب قابل قدر متصور کرسکتے ہیں۔ یونہی اپنی زبان سے کہہ دینا کہ فلاں نبی ہے، فلاں رسول ہے- رائیگاں ہوگا۔ ہاں جیسے کہ اپنا عیسیٰ ومہدی ورسول و کرشن ہونا بعض کو منوا کر گدی بنالی ہے، یہ اس پر اور ایک مصالحہ سہی۔

مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب اگر اپنی دنیا سنوار گئے، اپنے پس ماندوں کے لیے سلسلہ پیری و مریدی چھوڑ گئے اور اسی کی طفیل دھڑا دھڑ منی آرڈر آئے اور آ رہے ہیں لیکن اس کا جو کچھ انعام ہے اس کا کچھ تو پتہ لگ گیا ہوگا اور کچھ لگے گا۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اصل مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت نہیں بلکہ گدی نشین۔ میری اس تحریر کو زیر نظر لا کر اہل اسلام کی تشفی کریں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

مرقومہ
مولانا مولوی مفتی پیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب امرت سری

☆

۱۲۱ اگست ۱۹۱۱ء

مولوی نور الدین اور خواجہ کمال الدین صاحبان

۷ اگست ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک صاحب نے خواجہ کمال الدین صاحب وکیل احمدی کو مخاطب کر کے ان سے دریافت کیا ہے کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء میں غیر احمدیوں کو کافر کہا گیا ہے تو کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے اگر اتفاق ہے تو آپ مسلمانوں کے جلسوں میں کیوں شامل ہوتے ہیں وغیرہ۔

سائل صاحب نے خواجہ صاحب کو ناحق مخاطب کیا۔ دراصل یہ سوال ان مسلمانوں (غیر احمدیوں) سے ہونا چاہیے تھا جو خواجہ صاحب کو اپنے جلسوں میں شامل کرتے ہیں یا اپنے مکانوں پر خواجہ صاحب کے لیکچروں کا اہتمام کرتے ہیں یا یہ سوال ایسے غیر احمدیوں سے ہونا چاہیے تھا جو خواجہ صاحب کے لیکچروں کی بابت اشتہار دیتے اور ان کی تعریف کرتے ہیں یہی لوگ اس کا جواب دیں کہ جب کہ تم لوگ مرزائے کادیانی کے نزدیک کافر اور جہنمی ہو اور

اولئک هم الکفرون حقاتمہاری ہی شان میں مرزائی آسمان سے نازل ہوا ہے تو کیا تم لوگوں نے اس مقدس خطاب کو اپنے لیے قابل فخر تصور فرما کر قبول کر لیا ہے۔

سائل صاحب کو اصل قصہ بھی معلوم نہیں اگر ان کو معلوم ہوتا تو وہ سوال ہی نہ کرتے۔ اصل ماجرا یہ ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ خواہش تھی کہ وہ مسلمانوں سے اتفاق واتحاد رکھیں ان کو اپنے جلسوں میں شامل کریں اور خود ان کے جلسوں میں شامل ہوں اگر چہ یہ اتحاد و اتفاق مسلمانوں کے لیے سخت خطرناک تھا کیوں کہ جس وقت خواجہ صاحب عام مسلمانوں کے جلسوں میں شامل ہوتے یا لیکچر دیتے ہیں تو اس وقت مرزا صاحب کے مشن کی تائید کے متعلق کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے۔ اس رویہ سے عام جہلا کو ان کی محبت ہو جاتی ہے اور مرزائیوں سے راہ ورسم پیدا ہو کر آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ مرزائی ہوتے ہیں اور اگر چہ خواجہ صاحب نے اپنی جماعت کو بڑھانے کے لیے یہ اچھا گُر تجویز کیا تھا مگر مسلمانوں کی خوش قسمتی سے مرزائیت کے دارالخلافہ میں اس گُر کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھا گیا اور خواجہ صاحب کی مخالفت اپریل کے تشخیذ الاذہان کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ اس لیے خواجہ صاحب سے اس کے متعلق کوئی استفسار کرنا موزوں نہیں۔

خیر مسلمانوں کا تو اس اعلان سے کچھ نہیں بگڑا البتہ وہ لوگ جواب بھی مرزائیوں سے گھی کھچڑی ہیں اور ان کے لیکچروں کا اہتمام کرتے اور اشتہارات شائع کرتے ہیں۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اوران کے حق میں صادق آتا ہے۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ
کیوں کہ مسلمان ان کو مرزائی سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کے نزدیک وہ کافر ہیں۔



۱۲۱گست ۱۹۱۱ء

نماز جمعہ

نماز جمعہ کے متعلق جو تحریر مولوی نورالدین صاحب جانشین مرزا صاحب کادیانی نے پیش کی تھی۔ سب سے پہلے ہم نے اس پر نوٹس لیا تھا اور اندھا دھند تائید نہیں کی تھی مگر معزز ہم عصر کرزن گزٹ دہلی نے اپنے ۱۸ اگست کی اشاعت میں اس کے متعلق ایک بسیط مضمون لکھا ہے جس کو ہم بغرض آگاہی اپنے ناظرین کے طبع کرتے ہیں کہ ہمیں افسوس ہے کہ ہم عصر موصوف نے مضمون کے ابتدائی حصہ میں سب اخبارات کو ایک ہی لاٹھی سے ہانک دیا ہے، اور الزام لگا دیا ہے کہ سب اخبارات نے اس تجویز کی تائید کی۔ حالاں کہ یہ غلط ہے ہم عصر موصوف کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مستثنیات نہ رہ جایا کریں۔ بہر حال وہ مضمون یہ ہے:

''چند ہفتے سے ایک غل مچ رہا ہے کہ شہنشاہ ہند جب دہلی تشریف فرما ہوں تو ایک عرض داشت سب مسلمانوں کی طرف سے اس مضمون کی پیش ہونی چاہیے کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے سرکاری مسلمان ملازموں کو چھٹی مل جایا کرے۔ یہ تحریک مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب جانشین مولانا مولوی مرزا غلام احمد صاحب مرحوم نے کی ہے اور کل مسلمان اخباروں سے چاہا ہے کہ سب اپنی متفقہ آواز سے اس تجویز کی تائید کریں چنانچہ حکیم صاحب کی اس تجویز کی تائید بڑی گرم جوشی سے اخباروں نے کی اور جیسا کہ اخبارات کی عادت ہے کہ بغیر سوچے سمجھے ہر بات کی تردید و تائید پر اُتر آتے ہیں اسی طرح اس تجویز پر بھی خوب واہ واہ کی گئی اور اس کی خوب داد دی۔

سب میں بڑی بات جو حکیم صاحب کی اس تجویز میں قابل حل ہے وہ یہ ہے کہ نماز جمعہ کا وٴ میموریل مسلمانوں کی طرف سے پیش ہوگا وہ مسلمان کون ہوں گے کیوں کہ آپ کے جدید فتوی کی بنا پر امت مرحومہ کے چھ کروڑ ہندوستانی مسلمان کافر مطلق بن چکے ہیں۔ اس سے پایا گیا کہ حضور کی مراد لفظ

''مسلمان''۔۔کے محض ان لوگوں سے ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کے مرید ہیں اور بس اور اگر یہ بات نہیں ہے تو فتوی غلط ٹھہرا اس کو فوراً بدل دینا چاہیے اپنی غلطی کا اعتراف کرنا چاہیے اور اگر ان دونوں میں کوئی بات نہیں اور حکیم صاحب کا بھی مقصد ہے کہ صرف مرزا صاحب کے مریدوں کو نماز جمعہ کی اجازت مل جائے تو اس چھوٹی سی بات کے لیے شہنشاہ اعظم کو تکلیف دہی محض بے سُود ہے یہ تو ہر دفتر کا حاکم کر سکتا ہے چنانچہ اس کا عمل درآمد برابر ہو رہا ہے کہ اکثر یورپی حاکم اپنے مسلمان ماتحتوں کو جمعہ کی نماز کی اجازت دیتے ہیں۔

ان سب باتوں کو بھی فروگذاشت کر کے اگر نفس معاملہ کی طرف دیکھا جائے تو وہ بھی اس قدر خفیف ہے کہ تاج پوشی کے موقع پر ملک معظم کو اس میں تکلیف لینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کے لیے کسی بڑے قانون وضع کرنے کی حاجت ہے۔ مسلمانوں کو تو یہی زیبا ہے کہ شہنشاہ ہند کی خدمت میں اگر وہ کوئی میموریل پیش کریں یا کوئی سپاس نامہ گزرانیں تو صرف مبارک بادی کا جو صرف مطلب کوئی نہ ہو۔ یہ بات قوم کے لیے ایک بڑی نیکی کی ہے کہ برٹش حکومت میں کیا کچھ فوائد حاصل نہیں ہوئے کہ مزید کی درخواست کی جائے جو قدرتی انعامات انگریزی سلطنت کی بدولت ہمیں مل چکے ہیں ان ہی سے فائدہ اٹھائیں ہم اپنی بدقسمتی سے اُلٹا سے نقصان اٹھا رہے ہیں، کاش ہمیں یہ نعمت نہ ملتی تو اتنا نقصان نہ اٹھاتے۔ مثلاً مذہبی آزادی کی نعمت ہمیں ملی ہوئی ہے اس نعمت کا بُری طرح ہم استعمال کر رہے ہیں ہمارا ہی دل جانتا ہے محض تحکم بے جا حکومت اور دوسروں کو اپنا غلام بنانے کے لیے امت مرحومہ کو ہم نے پارہ پارہ کر دیا۔ صدہا گروہ علاحدہ علاحدہ بنتے جاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ہر جدید اور نو پیدا گروہ باقی کروڑ ہا مسلمانوں کو کافر اور فاسق سمجھتا ہے۔ یہ کیا مرحوم قوم کا ایک دردناک نظارہ نہیں ہے۔ سنگ دل سے سنگ دل شخص بھی مرحوم قوم کی اس حالت کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگے۔ مذہب پرستی بڑھتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی باہمی نفاق، عداوت، حسد اور جدائی بلکہ دائمی جدائی کو ترقی ہوتی جاتی ہے اپنے ہی بدن سے

ایک پھوڑا اٹھتا ہے ایک عرصہ تک پکتا رہتا ہے پھر اس میں مواد پڑ جاتا ہے پھر وہ پھوٹ جاتا ہے اور رستا رہتا ہے اور اس کی بدبو سے لاکھوں آدمیوں کے دماغ خراب ہوتے رہتے ہیں۔

جمعہ کی نماز تو ایک طرف رہی نفس نماز کو تو عوام بے چاروں کا تو کچھ کہنا ہی نہیں وہ تو موجودہ رہ نمایان قوم کی نظروں...... میں چو پائے جانوروں کے برابر بھی مرتبہ نہیں رکھتے۔ خود ان واجب الاحترام پیشواؤں یا لیڈروں کو جو نہ صرف زبانی لیڈر بننے کے مدعی ہیں، بلکہ ایک حد تک گورنمنٹ نے بھی انہیں مسلمانوں کا لیڈر تسلیم کر لیا ہے، انہوں نے اس مذہبی آزادی سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنا نام تو وہی باپ دادا کا رکھا ہوا مسلمانوں کا سا رہنے دیا مگر دین خدا یعنی اسلام سے بالکلیہ آزادی حاصل کر لی۔ روزہ، نماز، زکوۃ اور حج سے قطع تعلق کیا۔ جیسا آریا ان اصول سے کرتے ہیں خفیف سا بھی لگاؤ نہیں رہنے دیا اور پھر مسلمان کے مسلمان بنے رہے۔

روزے میں بھی یہ بات ہے کہ بیمار یا مسافر کو رخصت دی گئی ہے۔ زکوۃ میں بھی کچھ نہ کچھ شرطیں موجود ہیں۔ اسی طرح حج کی بھی یہی کیفیت ہے مگر نماز میں تو نہ کوئی شرط ہے اور نہ سوائے موت کے اس سے رخصت دی گئی ہے۔ مسلمان اور غیر مسلمان میں نماز ہی کا امتیاز ہے اگر مسلمان نماز نہیں پڑھتا تو وہ مثل آریا کے ہے جو اسلام کا منکر ہے۔ یہ عمود اسلام ہے یہی اسلام کی روح ہے یہی خدا پرستی کا ذریعہ ہے یہی عین اسلام ہے یہی قومیت ہے یہی ولایت ہے اور یہی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے، اس کا تارک کل روحانی برکتوں سے محروم ہے۔ وہ لیڈر کیسا مسلمان ہی نہیں ہے۔ ہمارے مذہب میں ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا ایسا ہے جیسا کتے کے ساتھ ایک رکابی میں کھا لیا۔ ہمارا روئے سخن کسی خاص گروہ اور خاص اشخاص کی طرف نہیں ہے۔ ہم عام بات کہہ رہے ہیں کہ بدقسمتی سے آج کل اصلی ریاست امارت اور تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ نماز سے بالکل آزاد ہو جائے اور بس۔

روزمرہ امت مرحومہ ان فراعنہ کو دیکھتی ہے اور خون کے گھونٹ پی کے چپکی ہو رہتی ہے۔ وہ ان کی طرف قدم آگے بڑھاتی ہے مگر یہ رعونت کے بت اس کی طرف ملتفت نہیں ہوتے۔ اخیر بے چاری شرمندہ ہو کر پچھلے پیروں ہٹ جاتی ہے۔ یہ لوگ یقیناً **ختم اللّٰہ علی قلوبھم الخ** کے بالکل مصداق ہیں۔

خیال تو کیجیے کہ پانچ وقت اللہ اکبر کی صدائیں ان کے کانوں میں پہنچتی ہیں مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوتے، صبح صادق میں نور کے تڑکے جس وقت موذن یہ کہتا ہے: **الصلوۃ خیر من النوم** یعنی نماز سونے سے بہتر ہے- یہ پڑے ہوئے خراٹے لیتے رہتے ہیں اور اپنے اس نام نہاد استراحت میں خلل ڈالنا اپنی دولت مندی یا تعلیم کے منافی خیال کرتے ہیں۔

پہلے اس کا فکر کرنا چاہیے تھا کہ یہ طبقہ جو بدنصیبی سے مرحوم قوم کا لیڈر بن بیٹھا ہے، اسلام سے کوسوں دُور ہے۔ اس کے علاوہ عوام الناس میں جو صرف بعض پیروں اور بعض مولویوں کے تابع ہیں اور ان ہی کو وہ اپنا امام خیال کرتے ہیں اور ان کے ہر کلام کو کلام خدا سے کم نہیں مانتے مگر بدقسمتی سے ان میں بھی فیصدی نوے (۹۰) آدمی نماز نہیں پڑھتے اور یہ ان بے چاروں کا زیادہ قصور نہیں ہے۔ قصور ان کے پیروں اور مولویوں کا جو دنیا بھر کے چڑے چڑیوں کی کہانیاں انہیں سناتے اور مسلمانوں کے دوسرے فریقوں سے نفرت دلاتے ہیں مگر نماز کی تاکید جیسا کہ چاہیے مطلق نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ کروڑوں مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے مگر کلمہ گو بھائیوں کے دائرے سے نکلنا بھی نہیں چاہتے۔

اب ان مسلمانوں کو لو جو پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے یقیناً بڑے پابند ہیں مگر ان میں بھی بدقسمتی سے ایک مرض پھیلا ہوا ہے اور وہ مرض جوں کا توں باقی ہے، صدیاں گزرنے پر بھی اس میں فرق نہیں آیا اور وہ مہلک مرض یہ ہے کہ کوئی شخص سمجھ کے قرآن شریف نہیں پڑھتا۔ صرف الفاظ نوک زبان ہوتے ہیں، باقی معنیٰ نہیں سمجھتا اور اسی طرح تمام عمر اس نادانی میں گزر جاتی ہے اور اخیر وہ دنیا سے ناکام چلا جاتا ہے۔ بھلا خیال تو فرمائیے کہ جس شخص نے ہزاروں بار

قرآن مجید کی مختلف سورتیں پڑھی ہوں اور بار بار قرآن مجید تلاوت کیا ہو اور معنی ایک لفظ کے بھی نہ سمجھا ہو اس کی بدقسمتی کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ خدا کے حضور حاضر ہو کر وہ کیا جواب دے گا۔ جب اس سے یہ سوال ہوگا کہ ہمارے کلام کی گردان تو ساری عمر کرتا رہا مگر کبھی تُو نے بُھولے سے بھی یہ کوشش کی کہ اس عبارت کا جس کی گردان کر رہا ہوں مطلب تو سمجھوں سوائے سرنگونی کے اس کا جواب اور کیا ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید نازل ہوا تھا ہمیں خدا پرستی کی تعلیم دینے کے لیے، ہم نے اسے دل لگی اور آمدنی کا ایک ذریعہ بنا لیا۔ خود اندھے بچوں کو جو ہم سے قرآن مجید پڑھتے ہیں انہیں بڑی کوشش سے اندھا بناتے ہیں ہمارے بعض علماء نے ہمیں فتوی دے دیا ہے کہ قرآن مجید بامعنی پڑھنا گناہ گار بننا ہے۔ غرض جب ایسی قباحتیں موجود ہیں جب امت مرحومہ میں یہ یہ قباحتیں برپا ہو رہی ہیں نماز کی یہ درگت ہے، قرآن مجید کا یہ حال ہے تو اتنی بڑی خرابیوں کی پہلے نہ اصلاح کرنی اور ایک خفیف جز کی اتنی بڑی تحریک اور کوشش کرنی اور زمانہ دربار میں ملک معظم کو بلاوجہ تکلیف دینی ایک نادانی کا فعل ہے۔

جمعہ کی نماز کا اگر نقشہ دیکھا جائے تو دل دہل جائے اور کلیجہ کانپنے لگے کہ ایک ہی خدا ایک ہی رسول ایک ہی قبلہ اور ایک ہی کتاب کے ماننے والے کیسے متفرق ہو گئے اور اپنی اس تفریق کی بدولت کس طرح ٹکڑیاں ٹکڑیاں ہو کے نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آیا۔ نماز جمعہ اس طرح بھی ہو جاتی ہے یا نہیں۔ کیوں کہ جماعت کا جب تک اطلاق نہ ہو اور کل جماعت مل کے ایک ہی جگہ نہ پڑھے اس پر نماز جمعہ کیوں کر صادق آسکتی ہے، کہیں قلندر کے اس قول سے کوئی رند مشرب استدلال نہ کر بیٹھے؛

نماز جمعہ بحکم قلندر است حرام
بین دلیل کہ ہفتاد پارہ شد اسلام

اور شہروں کی تو خیر نہیں۔ دہلی جو مذہبی شہر ہونے کی وجہ سے اور شہروں پر فوقیت

رکھتا ہے، یہاں جمعہ کی نماز کا نظارہ سب سے زیادہ دردناک ہے۔ اول تو علاوہ جامع مسجد کے اور کئی متعدد مسجدوں میں نماز ہوتی ہے اس کے علاوہ مسلمانوں کی بعض جماعتیں ایسی ہیں کہ وہ اپنے امام کے سوا دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ ان کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں نماز جمعہ علاحدہ ادا کرتی ہیں اور ان کے اماموں نے یہ حکم دے دیا ہے کہ اگر کسی غیر کے پیچھے نماز پڑھی تو اسلام سے خارج ہوئے۔ ایک دردمند مسلمان کو امت مرحومہ کی یہ صورت دیکھ کر کتنا افسوس ہوتا ہوگا اور اس کے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ محض مذہب پرستی کے غلو اور بعض فروعی اختلافات کی وجہ سے امت مرحومہ کیسی پارہ پارہ ہوگئی ہے اور اس حکم کی کہ خداوند تعالیٰ کی رسی کو جمع ہو کے مضبوطی سے پکڑو۔ کیسی مخالفت کر رہی ہے۔

اس تفریق سے اگر نماز جمعہ نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ بات فقط یہ ہے کہ خدا پرستی کی روح یا خدا پرستی کا مذاق طبائع میں سے بالکل سلب ہو چکا ہے اس کی جگہ مذہب پرستی یا ناروا آزادی نے لے لی ہے۔ اس وجہ سے یہ فرقہ بندی ہے ورنہ قرآن مجید کی تعلیم کھلی ہوئی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اس سے بہتر اتفاق پیدا کرنے والی اور کوئی کتاب نہیں ہے مگر مشکل یہ ہے کہ گم کردہ راہ اس سے مطلق فائدہ نہیں اُٹھا سکتے جو لوگ نیک دل اور خدا پرستی کا مذاق رکھتے ہیں وہی اس سے فائدہ لے سکتے ہیں۔ خدا پرستی سے چوں کہ ہم کوسوں دُور ہو گئے اس لیے خدا کی کتاب بھی ہمارے منہ پر بند کر دی گئی اور اب وہ زمانہ ہے کہ کلام خدا کی تلاوت چڑے چڑیا کی کہانیوں کے آگے مطلق نہیں کی جاتی اور اسے بالکل پس پشت ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک ہماری شومی طالع نے دھکا دیا کہ اس کا سمجھ کے پڑھنا ہم نے ناجائز قرار دیا۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**

حکیم نورالدین صاحب! آپ نے مرحوم امت کی حالت غور فرمائی کہ محض بے جا تحکم اور دوسرے پر برتری پیدا کرنے اور خداوند تعالیٰ کے کنبہ کے افراد کو غلام بنانے کے لیے کیا کیا کھیل کھیلے جا رہے ہیں۔ عمودالاسلام یعنی نماز کے ساتھ کیا

سلوک ہو رہا ہے، شہر کی مساجد ان لوگوں سے جو اپنے کو شریف اور رئیس کہتے ہیں کیسی خالی نظر آ رہی ہیں کیسے کیسے مذہبی دنگل قائم ہو گئے ہیں اور اس چودہویں صدی کے پہلوان کس زور شور سے کشتیاں لڑ رہے ہیں ان کے دل پتھر اور ان کے کلیجے کا سنگ ۔۔۔ ہو گئے ہیں ۔ انہیں نہ خدا کی پروا رہی نہ رسول امین کی ایسی حالت میں آپ نے جمعہ کی نماز کا ایک خفیف سا مسئلہ چھیڑ کے کئی درجن اُردو اخباروں کے کالم برباد کر آئے اور اپنا قیمتی وقت بھی ضائع کیا۔

حکیم صاحب اپنے ان چند مسلمانوں کی نماز جمعہ کے لیے تو اتنی بلند آواز کی کہ شہنشاہ معظم کی خدمت میں عرض داشت پیش کرنے کی ٹھان لی مگر للہ آپ کو یہ بھی خیال نہ آیا کہ ہر شہر کے ہزاروں مسلمان جو اپنے وقت کے آپ مالک ہیں ۔ جمعہ کی نماز کے لیے کبھی گھر سے نہیں نکلتے اور اسے اپنی شان کے خلاف جانتے ہیں ۔ ان کا اخیر کچھ انتظام کیجیے گا ۔ کاش آپ کی وہاں تک دسترس ہو اور آپ تعزیرات ہند میں کوئی ایسی دفعہ اور بڑھوا دیں کہ اگر کوئی مسلمان نماز نہ پڑھے گا تو اسے یہ سزا دی جائے گی ۔ ایسی حالت میں سب سے پہلے ہم لبیک کی صدا بلند کریں گے مگر جب یہ ممکن نہیں نہ انگریزی اصول سلطنت کے مطابق ہے تو پھر صرف نماز جمعہ کی چند مسلمانوں کے لیے ملک معظم سے اجازت مانگنی اور شہنشاہ ہند کو تکلیف دینا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے ۔ امید ہے کہ آپ اپنے اس خیال پر زیادہ زور نہیں دیں گے ۔

اگر آپ سے کچھ ہو سکتا ہے تو باہمی تفرق کے مٹانے کی کوشش کیجیے ۔ کروڑ ہا مسلمانوں کو کافر کہنے سے باز آیئے ۔ انہیں بھائی بھائی بنا دیجیے ، ناموں کی تفریق سے جو مخالفت پیدا ہو گئی ہے اسے مٹا دیجیے گزشتہ باتوں کو بھلا دیجیے اور سمجھ لیجیے کہ ہر شخص اپنے افعال و کردار کا ذمہ دار ہے جو کچھ اس نے کیا ہے اس کی بابت صرف اس سے سوال کیا جائے گا اور ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا مگر یہ ساری باتیں اس وقت حاصل ہو سکتی ہیں کہ انسان مذہب پرستی چھوڑ کے خدا پرست بن جائے اور بس دونوں جہان میں بیڑا پار ہے ۔ آپس کی کٹا چھٹی یہ

باہمی ردوکد، یہ حسد وبغض، یہ کینہ اور عداوت یہ ایک دوسرے کو بُرے لقبوں اور ناموں سے پکارنا یہ ساری باتیں محض خداپرستی نہ ہونے کی وجہ سے ہیں ورنہ خدا پرست کے تو خواب وخیال میں بھی ایسی باتیں نہیں آسکتیں۔

نماز عزیز از جان نماز اور مسلم کے لیے معرفت کی معراج نماز اگر تو نہیں تو اسلام نہیں اور اسلام نہیں تو دین ودنیا کا مزا نہیں اور دین ودنیا کا مزا نہیں تو زندگی نہیں۔

نماز پیاری نماز جس نے تجھ سے منہ پھیرا، اس نے اپنی روحانی بہبودی سے منہ پھیر لیا۔ انسان اس بات کا حق ہی نہیں رکھتا کہ اپنے کو مسلمان کہے اور نماز نہ پڑھے۔ تمام دنیا کی راحتوں کا سرچشمہ اور تمام جہان کی نیکیوں کی کنجی یہی نماز ہے۔ صداقت اسی سے پیدا ہوتی ہے اور خداپرستی کا دارومدار اسی پر ہے۔ مسلمان مسلمان نہیں ہے اگر تارک صلوٰۃ ہے۔

حکیم جی! آؤ اگر درد بھرا دل رکھتے ہو تو فتویٰ کفر لکھنے سے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ نماز کی منادی کرو اور امت مرحومہ کے گم کردہ راہ افراد پر زور دو، ان کی منت خوشامد کرو، ان کے آگے الحاح وزاری کرو کہ وہ نماز پڑھیں اور حتی الامکان پابندی سے پڑھیں۔ یہ بہت بڑا جہاد ہے اور یہی بہت بڑی قومی خدمت ہے۔

ہم ایسے لیڈر پر جو لکھ پتی ہونے کے علاوہ حکام رس ہے کیا خاک فخر کریں جب کہ وہ نماز نہیں پڑھتا کیوں کہ ہم ہم وطنی کے لحاظ سے ایسے کسی بندہ پر بھی فخر کرسکتے ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم میں شناخت اسی نماز کی ہے۔ واللہ اس سے بہتر معیار اسلام اور غیر اسلام جانچنے کا اور ہو ہی نہیں سکتا۔ کائنات کے خلاصہ اور کل مرسلین کے سردار جب کبھی فرماتے تھے، یہی فرماتے تھے اگر مجھے کسی چیز سے عشق ہے تو وہ نماز سے ہے جو فتوحات غیبی کی کنجی ہے نماز کو۔۔۔ نیک دلی فروتنی اور خضوع وخشوع کے ساتھ بارگاہ صمدی میں دو۔ البتہ حاضر ہو کے توحید کا اقرار کرنا اور شہادت دینا کہ ہم تیرے سوا نہ کسی کو معبود مانتے ہیں اور نہ تیرے سوا کسی سے مدد طلب کرتے ہیں، بس صرف قوی نظام قائم کرنے کے لیے پانچ وقت

منتخب کر کے اس حاضری کے لیے مختص کر دیے ہیں، بار بار یہ اقرار اس لیے کیا جاتا ہے کہ مکروہات دنیا میں پھنس کے کہیں حقیقی معبود بُھلا دیا جائے اور پھر عبد و معبود میں تعلقات شکستہ ہو کے عالم میں برہمی پیدا ہو جائے۔

جس بات کا ڈر تھا وہ ہو کے رہا، لاکھوں کروڑوں آدمیوں نے اپنی بدقسمتی سے اس حاضری اور شہادت دینے سے پہلو تہی کی اور جو لاکھوں افراد محض حاضر ہونے کے عادی ہیں وہ اس بے ہوشی میں جاتے ہیں کہ انہیں اپنے آگے پیچھے کی خبر ہی نہیں رہتی، وہ مثل بیگار کے اس عظیم الشان فرض کو ادا کرتے ہیں اور دوران نماز میں شاید کوئی لمحہ ایسا ہوتا ہو کہ وہ اپنی کل جان اور ساری روح سے خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہوں۔ بات یہ ہے کہ جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں جب اسے سمجھتے ہی نہیں تو ان کے دل پر کیا خاک اثر ہو سکتا ہے اور معبود کی حضوری کا کیا مزا چکھ سکتے ہیں۔ حکیم جی یہ بہت بڑا کام ہے۔ کاش آپ بیکار کاروں میں اپنا وقت گزارنے کے بدلے نماز کی اشاعت میں اپنی عمر کا آخری حصہ صرف کر دیں۔

آپ نے امت مرحومہ کے کروڑہا بے گناہ افراد کو کافر بنایا- اچھا کیا؟ آپ اپنی رائے کے مختار اور اپنے خیال کے مالک ہیں مگر ہم تو آپ کو مسلمان (ا) ہی سمجھتے ہیں خواہ آپ مرزا غلام احمد صاحب کو پیر بنائیں یا نبی کہیں- پڑھتے تو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ بس اسلام کی شہادت کے لیے یہی کافی ہے (مگر کلمہ گو نمازی ضرور ہو) آپ ہمارے دینی بھائی ہیں اگر آپ میں کچھ کم زوری ہے تو اس کی وجہ سے ہم آپ کو ہرگز ملامت نہیں کرنے کے بلکہ آپ سے بہ محبت پیش آئیں گے اور نرم الفاظ میں آپ کی خدمت میں عرض کریں گے شاید وہ کم زوری جاتی رہے ورنہ آپ کے حق میں دعائے خیر کریں گے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے گا اور آپ کا خاتمہ بخیر ہوگا۔

یہ سب کچھ ہو گا مگر میرے عزیز حکیم صاحب یہ کوشش ہرگز نہ کرو کہ باہمی منافرت کو ترقی ہو، امت مرحومہ کو ایک نظر سے دیکھو اور اس پر رحم کرو، خدا تم پر

رحم کرے گا اپنے مشن کا کام کرو اور دل کھول کے کرو اور اس میں خوب مستعدی دکھاؤ مگر مرحوم امت کے دوسرے افراد پر نظرِ عنایت رکھو اور قدیم دل آزار دفتر اب بُرد کر دو۔ خدا تمہارا بھلا کرے گا۔ مرحوم امت کی بے کسی فرقہ بندی سے روز بروز بڑھتی جاتی ہے کیا آپ دینی عالم ہو کے اس پر رحم نہ فرمائیں گے۔ آپ کی نظروں میں جو لوگ گم راہ ہیں انہیں دلاسا دو اپنے پاس بلاؤ۔ انسانیت اور خلق سے پیش آؤ اور ان سے خطاب کرو۔

دوسرے کے تشدد اور سختی کا جواب دعائے خیر سے دو۔ اللہ اس کی جزا دے گا۔ سوائے خداوند تعالیٰ کی عبادت کے کل کام چھوڑ دو۔ عبادت کا مفہوم بہت بڑا خداوند تعالیٰ کے کنبہ سے بہ محبت پیش آنا ہے۔ اپنے مریدوں یا احباب سے کہہ دو کہ سبّ و شتم کا دروازہ بند کر دیں اور نماز عزیز نماز اور پاک نماز کی منادی بذریعہ تحریر اور تقریر کرتے پھریں۔ کسی کو مخالف سمجھ کے نفرت کی نظریں اس پر نہ ڈالیں بلکہ ان سے اُلفت و محبت سے پیش آئیں، اسی میں نجات ہے اور یہی اصلی برتری اور روحانی ترقی کی کنجی ہے۔

اب اس مسئلہ پر کہ نماز کے لیے ایک عرض داشت شہنشاہ ہند کی خدمت میں پیش کی جائے۔ زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی، اگر خدا توفیق دے گا تو ممکن ہے ہمارے اور اسلامی ہم عصر اس کی تائید کریں گے۔ ہم پھر یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے سوائے مبارک بادی کے کسی قسم کی استدعا نہ کی جائے، یہ اور بات ہے کہ ملک معظم اپنے عظیم الشان دربار کی یادگار میں کچھ عطیات بطور خود ہندوستان کے ساتھ کر جائیں، ہر ایک چھوٹی سی چھوٹی اور فضول سی فضول بات سے کچھ نہ کچھ نتیجہ نکل آتا ہے۔ حکیم صاحب اور ان کی مشن کی ڈونڈی قریب قریب کل اخباروں میں پٹ گئی، چلو اچھا ہوا۔ باقی اس قسم کی عرض داشت بھیجنی لغو اور مہمل ہی نہیں ہے بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کی کم عقلی پر دلالت کرتی ہیں۔

اصل نماز ہی جب روز بروز مفقود ہوتی چلی جاتی ہے تو نماز جمعہ کا کیا ذکر ہے اس

پرستش چکے کہ فیصدی دس مسلمان بھی نماز نہیں پڑھتے۔ پہلے ان کا انتظام کرنا چاہیے نہ کہ ان لوگوں کا جو بہت ہی تھوڑے ہیں اور ان کا شمار انگلیوں پر ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں عربی اسکول میں پڑھتا تھا تو وہاں یہ قاعدہ تھا کہ اگر گرمی کا موسم ہے تو جمعہ کے روز دو گھنٹے پہلے چھٹی ہو جاتی تھی اور اگر جاڑے کے دن ہیں اس روز مدرسہ صبح کا کر دیا جاتا تھا یعنی سات بجے سے طلبہ آئیں اور گیارہ بجے اپنے گھر چلے جائیں۔ یہ رعایت محض نماز جمعہ کے لیے کی جاتی تھی مگر خدا گواہ ہے کہ میں نے تو مسلمان مدرسین میں سے ایک مدرس کو بھی نماز جمعہ پڑھتے نہیں دیکھا اور طلبہ میں شاید فیصدی چار مشکل سے ایسے نظر پڑتے تھے جو نماز جمعہ میں شریک ہوتے ہوں اور لطف دیکھیے کہ عربی اسکول واقع اجمیری دروازہ میں خود ایک شان دار مسجد سنگ مرقع کی بنی ہوئی ہے اس میں کبھی جھاڑو بھی نہیں ملتی نہ کوئی مدرس نماز پڑھتا ہے نہ طالب علم۔

دیکھا عزیز حکیم جی یہ حال ہے مسلمانوں کا۔ کیا انہی کے لیے آپ نے اتنا حوصلہ کیا کہ شہنشاہ ہند کی تقریبات تاج پوشی میں مخل ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت سچ مانیے گا خدا کا غضب ہے مسلمانوں کی قوم پر کہ وجہ امتیاز مابین مسلم و غیر مسلم کو اڑائے دیتے ہیں اور ذرا بھی انہیں خبر نہیں۔ وہ مذہب پرستی کے ایک خطرناک غار میں گر پڑے ہیں۔ بظاہر ان کے نکلنے کی ہمیں تو کوئی امید نہیں معلوم ہوتی، نابینگی یہاں تک ہو گئی ہے کہ اصنام پرستی کھلم کھلا کر رہے ہیں مگر اپنے کو خدا پرست ضرور کہیں گے اپنی دلی اغراض کو اپنا معبود حق بنا رکھا ہے مگر اس پر بھی ادعائے خدا پرستی موجود ہے۔ صریحاً مردوں اور زندہ انسانوں کو پرستش ہو رہی ہے مگر اپنے کو خدا پرستی سے آنکھ بھر نہیں ہٹاتے، نماز کا نہ پڑھنا مسجد کی طرف آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھنا موجودہ زمانہ کی تہذیب ہے کسی جینٹل مین (Gentle Man) کو یہاں یا وہاں مسجد میں قدم رکھتا ہوا نہ دیکھو گے مگر خیرہ چشمی اور شوخی دیکھیے کہ مسلمان بنے جائیں گے۔ مجال ہے جو اس سے ایک قدم پیچھے ہٹ جائے۔ اس قیامت کو دیکھ کے بے اختیار یہ منہ سے نکلتا ہے

بر خیزد کہ شور کفر برخاست
اے فتنہ نشان آفرینش

نماز اور وہ اس بے دردی سے چھوڑ دی جائے کہ یہ نہ خیال کیا جائے کہ ہم ہلاکت میں پڑ گئے مدہوشی اتنی کہ عین ہلاکت کو زندگی اور موت کو حیات جاودانی تصور کیا جائے دنیا میں جس قوم کی چاہے معاشرت اختیار کرو کوٹھیوں میں رہو میزوں پر کانٹے چھری سے کھاؤ کوٹ پتلون ہیٹ پہنو سب کچھ کرو مگر نماز نہ چھوڑو۔ تم بے شک مسلمان ہو اور جو انسانی کم زوریاں تمہاری ذات میں آمیز ہوئی ہیں- یک لخت جاتی رہیں گی مگر شرط یہ ہے کہ نماز پابندی سے ادا ہو۔ نماز پہلے نماز کی طرح نہ پڑھ سکو گے تو رفتہ رفتہ نماز نماز ہو جائے گی اور پھر تمہارے دل میں اطمینان پیدا ہو جائے گا۔ معمولی حادثوں اور مصائب کی تم میں پروانہیں رہے گی، یہاں تک کہ تم پر سخت سے سخت مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔ بس یہی راستہ خدا پرستی کا ہے اور یہیں سے انسانی معرفت کی معراج شروع ہوتی ہے گویا اس معراج کا یہ پہلا پایہ ہے۔

میرے عزیز بھائیو! جو کچھ تم سے کہا جاتا ہے اس خیال سے قطع نظر کر کے کہ کون کہہ رہا ہے نفس قول کو دیکھو کہ کیا ہے یا بالفاظ دیگر یہ سمجھو کہ ہر تحریر کو دیکھ کے یہ خیال کیا کرو کہ کیا لکھا گیا ہے نہ کہ کس نے لکھی ہے اسے بار بار پڑھو اگر اپنے اور اپنے بال بچوں یا احباب کے حق میں مفید خیال کرو تو اسے کئی کئی بار پڑھ کے سنا دو، ساتھ ہی گھر کی مستورات کو سناؤ اگر وہ نہ سمجھ سکیں تو انہیں نرمی اور سہولت سے سمجھا دو جس سمجھانے کا یہ خلاصہ ہو کہ نماز پابندی سے سب پڑھنے لگیں ہر گھر والا کوشش کرے کہ بالغ لڑکے اور لڑکی میں سے بے نمازی ایک بھی نہ رہے۔ بس یہ ہی اتفاق کی کنجی ہے۔ یہی نجات ہے اور یہی سب سے بڑا ہمارا قومی شعار ہے۔ اسلام کی علامت بہت بڑی یہی ہے مومن و غیر مومن میں اسی سے امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے بے نمازی میں (خواہ وہ لیڈروں کا بھی لیڈر اور وائسرائے گورنر جنرل ہند کا معتمد ہو) اور ایک اعلیٰ عہدہ دار آریہ

میں کوئی فرق نہیں ہے۔

() یہ بالکل مشکل امر ہے کہ متضاد و متناقض عقیدے کے لوگ دینی کام میں جمع ہو سکیں البتہ دنیاوی کاموں میں ایسا ہو سکتا ہے۔ یورپ ہی کو دیکھ لو جس کی تقلید آج ہمارا ملک زور سے کر رہا ہے، امر دنیاوی میں تو وہ متفق ہے مگر اپنے مذاہب پر ہر ایک فریق بجائے خود قائم ہے اور دوسروں سے مل کر عبادت نہیں کر سکتا۔

(ا) ہم اس سے متفق نہیں بلکہ از روئے احکام شریعت مرزا صاحب اور ان کے متبعین اسلام سے خارج ہیں۔(اہل فقہ)



۲۱اگست ۱۹۱۱ء

[مولوی سید محبوب شاہ صاحب کا مکتوب]

داتہ ضلع ہزارہ سے مولانا مولوی سید محبوب شاہ صاحب مندرجہ ذیل عنایت نامہ ارسال فرماتے ہیں؛

جناب مولانا صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہاں داتہ ضلع ہزارہ میں ۱۹۰۳ء میں صاحب ضلع بہادر نے مرزائیوں کو مسجد محمدی میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے سے ممنوع کر دیا تھا اور روک دیا تھا مگر اب مرزائیوں نے بنام محمد یاں اس بنا پر دعوی دائر کیا ہے کہ احمدیوں کو مسجد محمدی سے کسی طرح نہ روکا جائے۔

ہم محمدی جماعت کو اس بات کے نظائر بکار ہیں پنجاب یا ہندوستان کے کسی شہر میں مثل اس فیصلہ کے کوئی ایسا فیصلہ ہوا ہے کہ مرزائیوں کو محمدیوں کی مسجد سے روکا گیا ہو، اگر اخبار اہل فقہ کے ناظرین میں سے کسی صاحب کو ایسا فیصلہ معلوم ہو تو اس خاکسار کو بواپسی بہت جلد اطلاع دے کر ممنون و مشکور کریں اور عنداللہ مثاب و ماجور ہوں مگر جواب سے بہت جلد اطلاع دیں۔ فقط والسلام

راقم
خادم الاسلام سید محبوب شاہ محمدی حنفی
ساکن داتہ ڈاک خانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ

جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ مقدمہ ہندوستان بھر میں اپنی نوعیت کا پہلا مقدمہ ہے، اس لیے اس کی نظیر شاید نہ مل سکے اگر کوئی واقعہ ایسا ہو چکا ہو اور ہمارے علم میں نہ ہو، ناظرین اخبار میں سے کسی صاحب کو معلوم ہو تو وہ مولوی صاحب کو اطلاع دے دیویں۔

میرے خیال ناقص میں مسلمانوں کو اس مقدمہ کے جواب میں اب کوئی تکلیف نہ ہوگی جب کہ خود جماعت مرزائیہ نے رسالہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء میں اپنی جماعت کو مسلمانوں سے الگ بتایا ہے۔ علاوہ برآں مرزا صاحب کو تمام علمائے اسلام نے بالاتفاق کافر اور خارج از اسلام مانا ہے اگر دعوی دیوانی ہے تو جواب صرف یہ ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب اور اس کے متبعین کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ مطابق قاعدہ قانونی کے تنقیح یہ ہوگی کہ کیا مرزا صاحب اور اس کے مریدین مسلمان ہیں لیکن اگر عدالت کی مرضی ہو، تو ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کیا مرزا صاحب اور اس کی جماعت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ صورت اولیٰ میں بار ثبوت مرزائیوں پر ہوگا اور صورت ثانیہ میں بار ثبوت مسلمانوں پر ہوگا۔ تنقیح خواہ کسی رنگ میں ہو ان شاء اللہ تعالیٰ مسلمان ضرور کامیاب ہوں گے کیوں کہ اگرچہ وہ لوگ اپنے آپ کو مومن اور مسلمانوں کو کافر کہہ رہے ہیں اور اصول میں اختلاف بتاتے ہیں لیکن اس سے ان کو انکار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعت سے نکال کر الگ جماعت قرار دے چکے ہیں۔

ہمارے سنی حنفی وکلاء کا فرض ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے اس مقدمہ میں امداد فرمائیں۔ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ اپریل ۱۹۱۱ء اگرچہ اب نہیں ملتا لیکن اس کی صحیح نقل امرت سر میں چھپی ہے اور مولانا مولوی نور احمد صاحب امام مسجد شیخ بڈھا مرحوم واقعہ موری گنج امرت سر سے صرف محصول ڈاک وصول ہونے پر مل سکتی ہے اور مرزائے کادیانی کے کلمات کفریہ و نقل فتاوی علمائے عرب و عجم بھی مفت ملتے ہیں جس کو ضرورت ہو مولوی صاحب موصوف سے منگوالیں۔



۲۱ اگست ۱۹۱۱ء

[امرت سر میں خواجہ کمال الدین کا لیکچر اور اہل حق کا تردیدی جلسہ]

امرت سر میں گذشتہ اتوار اور پیر کے دن خواجہ کمال الدین صاحب کے لیکچر ہوئے، مسلمانوں نے خلق خدا کو اس شر سے بچانے کے لیے کوشش کی اور مسجد میاں محمد جان صاحب مرحوم میں عین اسی وقت جب کہ خواجہ صاحب کا لیکچر تھا۔مجالس وعظ منعقد کیں۔الحمدللہ کہ مسلمانوں کو اس میں کامیابی ہوئی۔

پہلے دن تو جلسہ گو معمولی تھا مگر مولانا مولوی حیدر علی صاحب اور ایک پشاوری مولوی صاحب کے بیانات سے حاضرین بہت ہی محظوظ ہوئے۔

دوسرے دن عالی جناب فاضل اجل عالم بے بدل مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب پسروری دام برکاتہم کا وعظ تھا۔آپ نے جب وعظ شروع کیا تو لوگوں پر ایسا اثر پڑا کہ ہزار ہا لوگ گویا دم بہ خود اور محو حیرت بنے رہے۔

محویت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایسے جم غفیر میں ذرا بھی شور نہ تھا، آپ نے جس فاضلانہ تقریر سے مرزائے قادیانی کے دعاوی پر بحث کی۔وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ان کی تقریر کے ختم ہونے پر بھری مجلس میں ایک مرزائی نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور مرزا کی بیعت سے سرتابی کر کے مرزا کے کاذب ہونے کا اقرار کیا۔اس کے بعد علی الترتیب ایک ہندوستانی مولوی صاحب اور مولوی ابوتراب حکیم محمد عبدالحق صاحب نے وعظ کیا۔مجلس کا رنگ حافظ صاحب کی تقریر کے بعد کچھ بدل گیا اور لوگ جانے لگے، اس واسطے مہتممین جلسہ نے حافظ صاحب کو دوبارہ مجبور کیا کہ وہ پھر کچھ بیان فرمائیں چنانچہ حافظ صاحب جب دوبارہ منبر پر تشریف لائے اور جب تک وعظ فرماتے رہے۔لوگ اسی کو بہت استغراق سے سنتے رہے اور بخیر و خوبی ۱۲ بجے رات کو جلسہ برخاست ہوا۔

۱۲۸گست ۱۹۱۱ء

مرزائیت اور خواجہ کمال الدین

امرت سر میں خواجہ کمال الدین صاحب مشہور مرزائی لیکچرار کے جو دو (۲) لیکچر گذشتہ ایام میں ہوئے ہیں۔معلوم ہوا ہے کہ ان میں خواجہ صاحب نے عام مسلمانوں کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر فرمایا کہ ہر ایک کلمہ گو خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو میرے نزدیک مسلمان ہے۔اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں خوشی ہے کہ خواجہ صاحب نے عام انگریزی خوانوں کی پالیسی کو پسند کیا مگر اب خواجہ صاحب کو لازم ہے کہ وہ ذیل کے سوالات کا جواب ضرور عنایت فرمادیں تا کہ آپ کی پوزیشن اس معاملہ میں اور بھی صاف ہو جائے؛

(۱) اپریل ۱۹۱۱ء کے تشحیذ الاذہان میں صاحب زادہ مرزا صاحب نے باجازت مولوی نور الدین صاحب جو استدلالات مرزا صاحب کی تحریرات سے کیے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط؟

(۲) اگر صحیح ہیں تو کیا آپ مرزا صاحب کے اقوال کو صحیح سمجھتے ہیں یا غلط؟

(۳) اگر آپ صحیح سمجھتے ہیں اور مرزا صاحب کو اپنا مقتدا جانتے ہیں تو کیا آپ ان اقوال کی رو سے کافر اور **اولئک هم الکفرون حقا** کے مصداق ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر آپ حوالہ جات مندرجہ رسالہ مذکورہ کو غلط سمجھتے ہیں تو آپ علی الاعلان اس کی تردید کیوں نہیں فرماتے؟

(۵) اگر مرزا صاحب کے اقوال غلط ہیں تو کیا آپ اس امر پر آمادہ ہیں کہ علی الاعلان یہ فرمادیویں کہ مرزا صاحب نے غلط لکھا۔

(۶) اگر آپ فقرہ **هم الکفرون حقا** میں شامل ہیں یا مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے تو فرمایئے کہ آپ کو مرزائیوں سے کیا تعلق باقی رہا اور مرزا صاحب آپ کے نزدیک واجب التعظیم کس طرح پر ہیں؟

بہر حال دونوں صورتیں ہیں یا تو آپ مرزا صاحب کی سچائی کا پہلو لے کر ان

کے متفق ہو جائیں اور مسلمانوں کا پیچھا چھوڑیں اور یا صاف صاف اقرار کریں کہ مرزا صاحب کاذب ہیں۔

اُمید ہے کہ خواجہ صاحب ضرور ان سوالات کا مدلل جواب عنایت فرمادیں گے۔



۱۱ستمبر ۱۹۱۱ء

حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات کا جھگڑا جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے شروع کیا ہے تب سے بڑی بڑی معرکۃ الآراء بحثیں اس مسئلہ میں ہو چکی ہیں۔ مجھے اس وقت یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ کس کے دلائل قوی اور قابل اعتبار ہیں بلکہ دکھانا صرف یہ ہے کہ خود مرزا غلام احمد صاحب کے اس بارے میں کس قدر مختلف اقوال ہیں جن سے کسی خدا ترس سمجھ دار ذی فہم وہوش انسان کا اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ الہام ووحی بموجب آیہ کریمہ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا [النسآ: ۸۲] محض خانہ ساز وخود تراشیدہ صرف ذاتی ہوشیاری و چالاکی پر مبنی تھا اور ہرگز ہرگز خدا کی طرف سے اس کو الہامی تعلیم نہیں دی گئی۔

(۱) مرزا کی الہامی کتاب ازالہ اوہام جس کی نسبت خود مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ ''خداتعالیٰ نے اس تالیف میں میری مدد کی ہے جو بیان نہیں کرسکتا۔'' (ازالہ جلد۲ صفحہ۵۶۳ طبع اول) مرزا جی کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا نے یہ کتاب بذریعہ الہام مجھ پر نازل کی ہے اور مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور ان کی عمر کی نسبت وہ حدیثیں پیش کی ہیں جو بلفظہٖ مع ترجمہ مرزا صاحب درج ذیل کی جاتی ہیں۔

(الف) مشکوٰۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے؛

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا

بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ، وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ.

(رواه الترمذی و ابن ماجه)

یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ (60) سے ستر (70) برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کم تر ہوں گے جو ان سے متجاوز کریں۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں پھر اتنا فرق کیوں کر ممکن ہے اور لوگ تو ستر (۷۰) برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار برس کے قریب ان کی زندگی کے گزر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے۔

(ب) پھر دوسری حدیث مسلم کی ہے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وَ عَن جَابر قال سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِشَهْرٍ :تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ؟، وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ، وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ. (رواه مسلم)

اور روایت ہے جابر سے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ کوئی ایسا زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گزرے اور وہ زندہ رہے۔ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو۔ وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا اور "ارض" کی قید سے مطلب یہ ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور "ما علی الارض" میں داخل ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی جسم خاکی زمین پر رہے تو فوت ہو جائے گا اور اگر آسمان پر چلا جائے تو فوت نہیں ہوگا کیوں کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بخود بموجب نص قرآن کریم کے ممتنع ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔

(ازالہ جلد۲ص ۶۲۵)

(۲) پھر مرزا صاحب اپنے مکتوب عربی میں لکھتے ہیں کہ ''بعض اولیائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بھی چھوٹی تھی۔(صفحہ۱۳۲)

(۳) پھر یہی مرزا صاحب الہام اور وحی کے مدعی لکھتے ہیں۔احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ برس کی ہوئی اور اسی بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں۔ریویو آف ریلجنز صفحہ ۲۳۵ اور بعض دیگر کتب مرزا صاحب و عام عقیدہ مرزائیان حال اب اس امر کا انصاف ناظرین پر ہے کہ وہ خود اندازہ لگالیں کہ کیا کسی ملہم مامور من اللہ یا کسی مدعی وحی جس کو بالہام الٰہی سب کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے،اس قدر پہلو بدلنا اور اس قدر تناقض اس کے کلام میں پایا جانا اس کے مفتری علی اللہ کی دلیل نہیں ہے؟

ضرور ہے یاد رکھو زمانہ نے بڑے بڑے جھوٹوں کا حال سنا مگر ایسا بد حافظہ اور دروغ گوتو کوئی بھی نہیں گزرا۔اُمید ہے کہ کوئی احمدی ان تمام اقوال کا تطابق ثابت کر کے مشکور کرنے کی کوشش کرے گا۔

احمدیوں کا قدیمی خیر خواہ
محمد عظیم عفی عنہ
متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ



۱۱ستمبر ۱۹۱۱ء

سچا کون ہے؟

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے انجمن خادم المسلمین جھنگ کے سالانہ جلسہ پر لیکچر دینے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔وہاں خاکسار بھی موجود تھا۔میں نے

خواجہ صاحب کو اس شرط پر لیکچر دینے کی اجازت دی کہ وہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد پر گفتگو کریں۔

ناچار خواجہ صاحب کو ماننا پڑا اور انہوں نے لیکچر میں بڑے زور سے بیان کیا کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں ان کو کافر کہنے والا مسلمان نہیں۔ میں چوں کہ احمدی دوستوں کی چالوں سے واقف ہوں۔ میں نے ڈاکٹر نور حسین صاحب کو جو ایک ذی لیاقت اور اسلام کا سچا درد رکھنے والے بزرگ ہیں خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے لکھوالو کہ کلمہ گو مسلمانوں کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔

خواجہ صاحب کی خدمت میں جو استفتاء پیش کیا گیا وہ اور اس کا جواب بلفظہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مکرمی و معظمی جناب خواجہ صاحب خواجہ کمال الدین صاحب بالقابہ سلمہ ربہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہ مسئلہ استفسار کیا جاتا ہے کہ جناب غیر احمدی کو کافر جانتے ہیں یا مسلمان؟

(صادق ڈاکٹر نور حسین صابر رخصتی شہر جھنگ سیال مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۱)

جواب:

مکرمی السلام علیکم۔ اس میں میرے آقا و مرشد حضرت قبلہ مرزا صاحب کا خود فتوی موجود ہے جو حضور کے منہ بولے الفاظ مطبوعہ اخبار بدر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء میں چھپا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ ''ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے'' اس میں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح سے استصواب بھی کر لیا ہے۔ ہم ایک حدیث کے ماتحت صرف اسی کو کافر کہتے ہیں جس نے پہلے ہم کو کافر ٹھہرایا اور بس میرے آقا کا خود ایک الہام موجود ہے جس میں غیر احمدی بھائیوں کو مسلمان ہی کہا گیا ہے اور وہ یہ ہے؛

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

کمال الدین وکیل لاہور مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۱ء

اس فتوی کو اشتہار کی صورت میں بعنوان ''مسلمانوں کو خوش خبری'' خواجہ صاحب کی اجازت سے المنیر پریس جھنگ نے شائع کر دیا اور ساتھ ہی اخبار المنیر میں بھی درج ہو گیا۔

اس کے بعد مرزا غلام احمد کے صاحب زادے مرزا محمود نے ماہ اپریل کا رسالہ تشخیذ الاذہان شائع کیا جو بالکل خواجہ صاحب کے برخلاف ہے اور تماشا یہ کہ وہ بھی خواجہ صاحب کی طرح لکھتے ہیں کہ میں نے بھی خلیفۃ المسیح سے استصواب کر لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کا فتوی بھی ضروری تھا۔ اس لیے یہ مضمون بہ تمام وکمال دکھایا گیا پھر پروف پڑھا گیا اور آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھے اس مضمون سے مخالفت نہیں اور ہرگز مخالفت نہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ ''اسے چھاپ دو۔'' اب ان دونوں میں سے خدا جانے کون سچا ہے۔ خواجہ صاحب بھی فرماتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح سے استصواب کر لیا ہے۔ مرزا صاحب کے صاحب زادے بھی فرماتے ہیں کہ یہ رسالہ خلیفۃ المسیح کی اجازت سے شائع کیا گیا ہے۔ اب رہا مرزا صاحب کا مذہب۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ میرے آقا کا فتوی ہے کہ ''تم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے'' مرزا صاحب کے صاحب زادے برخلاف اس کے لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا فتوی یہ ہے۔

''حقیقۃ الوحی میں ہے کہ جو آپ کو کافر کہتا ہے یا جو آپ کو کافر نہیں کہتا مگر آپ کے دعوی کو نہیں مانتا۔ کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔''

اور ایک دوسری جگہ اسی رسالہ میں لکھتا ہے کہ ''جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے اور ساتھ ہی غیر احمدیوں کو بھی کامل مسلمان جانتے ہیں وہ کسی حالت میں مسلمان نہیں کہلا سکتے۔''

افسوس ہے ان لوگوں پر جو باوجود کئی سالوں کی مریدی کے انہیں آج تک اتنا بھی پتہ نہیں لگا کہ ان کے فرضی امام اور مصنوعی مہدی کا مذہب کیا تھا اور اس سے دگنا

افسوس مرزائی سوسائٹی کے ان اراکین پر ہے کہ جو اس قدر جھوٹ اور غلط اور متضاد مضامین محض بغرض فریب دہی بیان کر کے زمانہ شناسی کے ماہر بننا چاہتے ہیں۔ میں تمام احمدیوں سے بہ ادب ملتجی ہوں کہ مہربانی فرما کر کوئی صاحب للہ اس راز کو پبلک پر ظاہر فرمائیں کہ آیا خواجہ صاحب سچے ہیں یا مرزا محمود صاحب؛

حکیم صاحب نے دونوں کو اجازت دی یا صرف ایک کو۔ مرزا صاحب کا ٹھیک مذہب وہ ہے جو خواجہ صاحب بیان کرتے ہیں یا جو مرزا محمود صاحب لکھتے ہیں؟ اگر دونوں سچے ہیں تو ان کی تطبیق کیوں کر ہوسکتی ہے۔ اُمید ہے کہ مرزا صاحب کے سچے معتقدین میں سے کوئی صاحب بہت جلد اس کے جواب سے سرفراز فرما کر پبلک کو شکر گزاری کا موقع دیں گے۔ فقط والسلام علی من اتبع الہدیٰ

جواب کا منتظر
خاکسار محمد عظیم حنفی نقشبندی
مقام گھکڑ ضلع گوجرانوالہ



۱۱ستمبر ۱۹۱۱ء

خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کی حقیقی مخالفت مرزا صاحب سے

خواجہ صاحب موصوف اپنی تحریروں اور تقریروں میں اکثر اپنے اصلی مشن مرزائیہ کے خلاف اظہار فرمایا کرتے ہیں۔ اس مخالفت کی وجہ یا تو وہی ہے جس کے باعث جناب ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب و جناب الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ لاہوری، جناب ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی و جناب قاضی فضل احمد صاحب انسپکٹر لودھیانہ و جناب دیگر حضرات مرزا سے الگ ہوئے یا یہ خیال فرمایا کہ مرزا

صاحب کی مدتوں کی محنت سے جماعت بنی بنائی ہاتھ آ جائے۔ بہر حال دال میں کچھ تو کالا ہے چنانچہ مرزا صاحب خود اوران کے صاحب زادہ کا یہی عقیدہ یہی مذہب ہے، مرزا صاحب کا مخالف ومنکر بلکہ دلی معتقد بھی بوجہ بیعت نہ کرنے کا کافر ہے اور خواجہ کمال الدین صاحب (ا) اشتہار مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۱۱ء میں نہایت زور سے اور باریک آواز دھیمی چال سے فرماتے ہیں کہ میں تو کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا بلکہ یہ بھی لکھ دیا کہ مرزا صاحب کی یہ رائے تھی۔ نہ مرزا محمود صاحب کا یہ منشا ہے اور مرزا محمود کے کافر کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خارج از اسلام ہے بلکہ کافر یعنی منکر ہے اگر کافر کے معنی خارج از اسلام کیے جائیں تو مرزا صاحب کی مخالفت لازم آتی ہے۔

ناظرین عبارت مذکورہ بالا میں خواجہ صاحب نے سخت مغالطہ دے کر اصلی راز کو چھپالیا اور مرزا محمود کے مضمون کو بہت غلط طور پر اظہار فرمایا چنانچہ ناظرین کے روبرو چند عبارتیں مرزا محمود کی پیش کر کے انصاف کا خواستگار ہوں اور آیندہ ان دھوکوں سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں۔

(ا) جب تبت اور سوئٹزرلینڈ کے باشندے رسول اللہ کے نہ ماننے سے کافر ہیں تو ہندوستان کے باشندے مسیح موعود (مرزا) کے نہ ماننے سے کیوں کر مومن ٹھہر سکتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۳

(۲) جب حضرت (مرزا) کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان ہی رہتا ہے تو پھر آپ کی محبت سے فائدہ ہی کیا ہوا۔ صفحہ ۳

(۳) یہ کیسا جھوٹ ہے کہ اگر ہم باوجود ان کے انکار کے پھر ان کو مومن کا مومن ہی سمجھیں۔ مومن تو وہ تب ہو سکتے ہیں کہ جب اپنے عقائد باطلہ سے رجوع کر کے حضرت مسیح موعود کے خلیفہ کے ہاتھ بیعت کریں جو حقیقت میں منکر ہیں، انہیں ہم کیوں کر مومن کہہ سکتے ہیں۔ (صفحہ ۱۳)

(۴) مرزا صاحب کی تقریروں کا خلاصہ مرزا محمود یوں نکالتے ہیں؛

[ا] جس نے مرزا صاحب کی دعوت کو قبول نہ کیا، وہ مسلمان نہیں۔

[۲] نہ صرف کافر کہنے والے بلکہ جس نے قبول نہ کیا اگر چہ وہ کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

[۳] خدا کے نزدیک قابل مواخذہ و مستحق سزا ہے۔

[۴] عبدالحکیم صرف اسی وجہ سے خارج از جماعت مرزائیہ کیا گیا کہ وہ کہتا تھا مرزا کا منکر کافر نہیں۔

[۵] یہ عقیدہ خبیث ہے۔

[٦] جو شخص مرزا کے مخالف کو راست باز کہتا ہے اس کا دل شیطان کے پنجہ میں ہے۔

ناظرین خواجہ کمال الدین صاحب نے جو تقریر روزانہ پیسہ اخبار ۲ ستمبر ۱۹۱۱ء میں درج کی ہے وہ اس سے سراسر مخالف ہے۔

(۵) کیا کوئی مسلمان برداشت کرتا ہے کہ اس کا کوئی دوست ہندوؤں سے کچھ کچھ تعلق رکھے اور کبھی کبھی ان کو سنا دے کہ ہم آپ کو ناجی اور پسندیدہ خدا سمجھتے ہیں۔

(٦) مرزا غلام احمد صاحب کی تقریر کا خلاصہ دیکھو صفحہ ۲۳۔

[۱] جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔

[۲] جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے وہ مومن کیوں کر ٹھہر سکتا ہے۔

مرزا بشیر الدین نے اس مضمون کو اپنے باپ کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱٦۳، ۱٦۴ سے نقل کیا ہے۔

(۷) ایک شخص مرزا کو جھوٹا بھی نہیں کہتا اور منکر بھی نہیں اور دل سے سچا بھی جانتا ہے مگر بیعت نہیں کرتا، وہ بھی کافر ہے دیکھو صفحہ ۱۴

(۸) اس لیے ہم منکر کو مومن نہیں کہتے نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر کو بھی کہتے ہیں کیوں کہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔ صفحہ ۴۵

(۹) مرزا کو کافر کہنے والے اور نہ کہنے والے دونوں کافر ہیں۔ صفحہ ۲۶

(۱۰) خواجہ صاحب نے جو تقریر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء پیسہ اخبار میں درج کی ہے اس کے برعکس مرزا محمود نے صفحہ ۳۱ میں بحوالہ اخبار بدر صفحہ ۶ مئی ۱۹۰۸ء ہی تقریر درج کی ہے۔ خدا جانے مرزا محمود سچا ہے یا خواجہ کمال الدین، فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

مسلمانو! انصاف کرو یا خدا سے ڈرو!!!

اپنی ضد و نفسانیت پر مغرور ہو کر عوام کا ایمان برباد نہ کرو۔ دیکھیے مرزا بشیر الدین کے الفاظ کیسے صاف و صریح ہیں جن کو خواجہ صاحب محض طمع و قلعی چڑھا کر مرزا محمود کے خلاف ظاہر کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب یہ پردہ پوشی کہاں تک۔

کوئی صاحب خواجہ صاحب سے دریافت کریں کہ مرزا صاحب نبی و رسول و مامور من اللہ آپ کے نزدیک مسلّم ہیں پھر کیا منکر نبی و رسول آپ کے نزدیک کافر نہیں۔ اگر منکر نبی و رسول کافر ہے تو مرزا صاحب کا منکر آپ کے نزدیک بھی کافر ہی ٹھہرا تو اب مرزا محمود کے قول کی یہ تاویل کہ کافر یعنی منکر ہے کس کام اور پھر کیوں مرزا بشیر کے خلاف لیکچر دے کر ان کا دل دُکھاتے ہیں یا آپ جماعت احمدیہ کو اپنے ہاتھوں پر چلانا چاہتے ہیں۔ باقی وہ حدیث کہ مومن کو کافر کہنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اس سے آپ کی غرض کو تعلق نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھ کر کافر نہیں کہا گیا بلکہ اس کو صرف مدعی نبوت و رسالت اور مکذب آیت قرآن اور محرف احادیث نبویہ خیال کر کے کافر کہا گیا ہے۔ اور مرزا صاحب کو کسی مسلمان نے پہلے کافر نہیں کہا۔ یہاں تک مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ بھی معتقد ہو گئے۔ بس جس وقت مرزا جی نے دعوی نبوت و رسالت کیا اور آیۃ خاتم النبیین کی تکذیب کی اور پیغمبر اسلام کے احکام کی تحریف کی اور جاہلوں نے بھی ساتھ دیا، تصدیق کی اس پر مسلمانوں نے ہر چند مرزا جی کو فہمائش کی مگر نہ مانا۔ آخر الامر مسلمانوں نے ان کے کفریات کو اظہار کیا اور اعلان کر دیا۔ مرزا جی نے اس کے مقابلہ پر کلمہ اہل اسلام مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ و علمائے ہند و سندھ و

پنجاب وافغانستان کو کافر کہہ دیا۔ وہی مرزا بشیر نے کہا تو حدیث مذکورہ کے مصداق خود مرزا صاحب یا ان کے مصداق ہوئے نہ اہل اسلام۔ اس جگہ پر حکیم نور دین صاحب کے ایمان کا پتہ لگ گیا۔ مرزا محمود اور خواجہ کمال صاحب دونوں کے مضمون پر دستخط فرما کر خوش ہیں۔ حکیم صاحب نے انا معکم پر خوب عمل کیا۔

اے سادہ خیال انگریزی خواں نوجوانو! ذرا ہوش کرو۔ دیکھو اگر تم کو علوم اسلامیہ اور دینیات وعقائد حقہ کا علم حاصل ہوتا تو تجھ کو خواجہ صاحب جیسے ہوشیار باتوں ہی باتوں میں خوش نہ کر جاتے اور تم بھولے بھالے بے خبر مارے نہ جاتے۔ فقط

(باقی آئندہ)

راقم

فقیر محبوب احمد المعروف خیر شاہ حنفی نقش بندی مجددی نوری امرت سری

(۱) دیکھو پرچہ روزانہ پیسہ اخبار ۲ دسمبر ۱۹۱۱ء

(۲) اس میں جو حوالہ جات صفحہ ہم نے اس رسالہ کا دیا ہے جو بنام کادیانی کفر کی مشین مطبع مجددی امرت سر میں دوبارہ چھپا ہے دراصل اپریل ۱۹۱۱ء رسالہ تشحیذ الاذہان کی نقل ہے۔



۱۸ستمبر ۱۹۱۱ء

حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر

جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے بارے میں مرزا صاحب قادیانی کے اس قدر مختلف اقوال ہیں کہ جن کو کوئی مرزائی قیامت تک تطابق نہیں دے سکتا جیسا کہ رات اور دن کو جمع کر لینا ناممکن ہے ایسا ہی مرزا کے قبر عیسیٰ کے متعلق متناقض اقوال کا تطابق دینا محال نہیں بلکہ ناممکن ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا کے پاس کوئی خدا تعالیٰ کی وحی نہیں آتی تھی اور نہ اللہ تعالیٰ اس کو بذریعہ الہام کسی بات کی اطلاع دیتا تھا اور نہ اس قدر اختلاف خدائی

تعلیم میں ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی مجھے اس کی تحقیق مقصود نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں ہے یا وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں بلکہ دکھانا یہ ہے کہ عمر کی طرح قبر میں بھی مرزا قادیانی کے اقوال کس قدر دروغ آمیز اور قیاسی ڈھکونسلے ہیں۔ خیر ایک سمجھ دار انسان اگر ذرا بھی خدا ترس دل لے کر غور کرے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں کہ وہ آسانی سے سمجھ جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے محض اپنی مسیحیت کو ثابت کرنے کے لیے خدا تعالیٰ پر افترا باندھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق میرے خیال میں ہمارے نبی اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم کو عیسائیوں کے رد کے لیے اتنا فرما دینا ہی کافی تھا کہ ''تمہارا مسیح مرگیا ہے اور اس کی قبر کشمیر میں موجود ہے۔'' اس سے صرف یہی فائدہ نہ ہوتا کہ عیسائی جھوٹے ثابت ہوتے بلکہ ان کا مصنوعی خدا مرجاتا اور وہ اس کی قبر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور بجائے کفارہ کی منادی کے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اپنی قسمت کو روتے اور مسیح کا ماتم کرتے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سب لوگ قائل تھے کہ انہوں نے زمین پر انتقال فرمایا اور زمین پر ان کی قبر موجود ہے مگر یہ عام خیال تھا کہ ان کی قبر لاپتہ ہے اور توریت کے آخری باب میں لکھا ہے کہ ''سو خداوند کا بندہ موسیٰ خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مرگیا اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔''

(استثنا باب ۳۴ آیت ۵۔۶)

باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتہ دینا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے چنداں ضروری نہیں تھا اور اس قبر کا پتہ لگ جانا بھی کوئی بہت بڑی ضرورت بات نہیں تھی۔ تاہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ مجھ کو اس قبر کا پتہ ہے اور بتلا دیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی غار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے حملے ہے۔

قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ، تَحْتَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ (مسلم،فضائل موسیٰ)
ناظرین! خدا کے لیے انصاف کیجیے اور ذرا سوچیے کہ اس کے مقابل حضرت علیہ السلام کی قبر کا پتہ بتانا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کس قدر ضروری تھا اور اس کے بتلا دینے سے یہی نہیں کہ عیسائیوں کا دین و دنیا سے مٹ جانا اور صدیوں کے عیسائی دنوں میں کل کے کل مسلمان ہو جاتے بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور صداقت پر ایک زندہ نشان قیامت تک قائم ہو جاتا۔ اس لیے کہ حضرت مسیح کی قبر کیا بلکہ مرنے تک کا خیال بھی کسی کو نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسد عنصری آسمان پر مانتے تھے اور ارشاد فرمادیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے اور پھر زمین پر آ کر ایک مدت مقررہ تک قیام فرما کر انتقال فرمائیں گے اور میرے روضہ میں دفن ہوں گے جہاں ان کی قبر کے لیے جگہ موجود ہے مگر مرزا صاحب کی جو کچھ رائے ہے وہ من درجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہوتی ہے۔

(۱) ازالہ اوہام مرزا صاحب کی الہامی کتاب سے اس میں آپ کہتے ہیں ''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔'' (ازالہ:۴۷۳، جلد دوم)

(۲) اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۷۴ پر لکھا ہے کہ ''مسیح ابن مریم مرنے کے بعد جبکہ وہ جلیل میں جا کر کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا، چالیس دن برابر نظر آتا رہا۔''

(۳) کتاب تائید حق اور بعض دیگر کتب میں ہے کہ حضرت مسیح کی قبر علاقہ شام میں ہے اور بعض عربوں کی چشم دید شہادتیں درج ہیں کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی چشم دید شہادت پیش کی ہے۔

(۴) اس کے بعد جب مرزا جی وہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت نہ کر سکے تو آخر میں آ کر یہ لکھنا شروع کیا کہ ''حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک میں ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے

اور جیسا کہ اس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے، آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانہ تک ان کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا۔ آخر سری نگر میں ایک سو پچیس (125) برس کی عمر میں وفات پائی اور خان یار کے محلّہ کے قریب آپ کا مقدس مزار ہے۔'' (ملاحظہ ہو ''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست، صفحہ ۱۴ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء دراز حقیقت و رسالہ ریویو آف ریلیجنز)

اب مرزائیوں کا فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ ازالہ اوہام لکھتے وقت جس کی نسبت مرزا صاحب کا بیان ہے کہ ''خدائے تعالیٰ نے اس تالیف میں میری وہ مدد کی ہے جو میں بیان نہیں کر سکتا۔'' (ص ۵۶۴)

آپ کا الہام کہیں پر لے گیا ہوا تھا کہ عیسائیوں اور دیگر تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے کہ ''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا پھر یہ کیسے باور ہو سکتا ہے کہ وہی خدا دوبارہ بتلاتا ہے کہ نہیں، علاقہ شام میں ہے جب وہاں بھی پتہ نہیں چلتا تو کہنے لگتا ہے کہ ''سری نگر کشمیر میں ہے۔'' یہ تمام اقوال اس بات پر شاہد ہیں کہ مرزا صاحب کا کلام ہی ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

پڑھو :

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا [النسآ: ۸۲]

غرض یہ کہ کوئی بھی مصنف اپنی قلم سے ایسے متضاد مضامین نہیں لکھ سکتا جب تک اس کی عقل درست اور حواس بے جا رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ایسی افترا پردازیوں سے بچائے رکھے۔ آمین

مرزائیوں کا خیر خواہ

محمد عظیم عفاہ اللہ عنہ متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ



۱۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء

غیر احمدیوں کے متعلق خواجہ کمال الدین کا مذہب

یوں تو خیر سے تمام مرزائی جماعت ہی عوام الناس کو بے جا تاویلات سے غلط بیانی کر کے مغالطہ دینے میں مسلمہ استاد ہے۔ایک ہی بات کے کئی کئی پہلو نکال کر اچھے خاصے سمجھ دار آدمی کو دھوکہ میں ڈال کر اپنا مطلب سیدھا کر جانا اس جماعت کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔جس عقل مند انسان کو ان کی تحریریں بغور مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے وہ تو خوب سمجھتا ہے کہ

این خانہ تمام آفتاب است

مگر خواجہ کمال الدین بی اے وکیل لاہور- اس فن میں تمام مرزائیوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ ہر ایک بات کی تہ کو مدنظر رکھ کر زمانہ سازی سے کام لیتے ہیں جس قدر ان کو تحریر پر (عبور) ہے وہ کسی اور مرزائی کے ہرگز ہرگز نصیب نہیں۔وکیل ہونے کی حیثیت میں اس فن میں مہارت ہونا ایک ضروری امر تھا مگر جب سے اس پر لیکچراری کا ملمع پڑ گیا ہے، سونے پر سہاگے کی مثال کچھ نہ پوچھیے۔ان کے جھوٹے ملمع سے بڑے بڑے تجربہ کاروں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔میں اس فن کے کمال میں خواجہ کمال الدین صاحب کا مداح ہوں۔

این کار از تو آید مردوں چنیں کند

خواجہ صاحب سے متعدد رقعہ اخبارات کے ذریعہ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کی مرزا محمود صاحب کے فتوی کفر کی بابت کیا رائے ہے، اول تو ایک مدت تک خواجہ صاحب بالکل عالم خاموشی میں رہے جس سے لوگوں نے سمجھ لیا؛

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید

مگر اس خاموشی کو اب خواجہ صاحب نے توڑا ہے اور روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۳ ستمبر ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون بعنوان ''غیر احمدیوں کے متعلق میرا مذہب'' شائع کیا ہے۔اس میں خواجہ صاحب نے عجیب ٹیڑھی منطق سے کام لیا ہے جس کی

اصلیت کو میرے مکرم دوست مولوی خیر شاہ امرت سری نے اخبار اہل فقہ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۱ء میں عمدگی سے واضح کر دیا ہے کہ خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ یہ صریح مرزا اور مرزا زادہ کی تحریروں کے برخلاف ہے۔ میں مولوی صاحب موصوف کے اس بیان کی چند نکتوں میں تائید کرنی چاہتا ہوں۔

بے شک مرزا اور مرزا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صاحب محض زمانہ بالخصوص انگریزی خوانوں کا طبقہ اس کفر کے ڈنڈے سے ڈر کر ہم سے اب کوسوں دُور بھاگنے لگا ہے مبادا وہ چند آدمی ہمارے سلسلہ میں ابھی تک باقی ہیں، بھاگ جائیں اور میدان صاف نظر آنے لگے۔ یہ کہنے لگے ہیں کہ غیر احمدی مسلمان ہیں بشرطیکہ وہ مرزا کو کافر نہ کہتے ہوں۔ مرزا اور مرزا محمود کا صاف لفظوں میں وہی مذہب ہے جو مرزا محمود صاحب نے تشحیذ الاذہان میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں؛

(۱) ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں۔

(۲) سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا۔ (حقیقۃ الوحی: ۱۶۳)

(۳) اور (جو شخص) مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے نہیں مانتا وہ مومن کیوں کر ہو سکتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی: ۱۶۴)

مولوی نورالدین صاحب نے مارچ ۱۹۱۱ء کے اخبار بدر کے دو پرچوں میں غیر احمدیوں اور احمدیوں میں اُصولی فرق بتا کر مندرجہ بالا الہامات مرزا کی بنا پر سب غیر احمدیوں کو کافر لکھا ہے اور یہاں تک تحریر کیا ہے کہ جو مرزا کو بزرگ جانے لیکن بیعت میں داخل نہیں وہ بھی کافر ہے۔

اب باوجود ایسے کھلے کھلے الفاظ کے خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ میرا اور مرزا کا یہی مذہب ہے کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ یا تو صریح مرزا کی تکذیب کرنا ہے اور یا اسی میں خطرہ کو مدنظر رکھ کر عوام الناس کو مغالطہ دینا مقصود ہے، جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور اگر بالفرض خواجہ صاحب کے خیال میں مرزا کا یہی مذہب تھا تو

خواجہ صاحب کا فرض ہے کہ وہ مولوی نورالدین اور مرزا محمود سے اخبار بدر اور الحکم میں تحریر کرلیں کہ جوفتوی ہم غلطی سے پہلے دے چکے ہیں وہ تمام مرزائی غلط سمجھیں۔ہم نے مرزا کا مطلب نہیں سمجھا تھا یہ ایک خواجہ صاحب کی نیک نیتی کی دلیل ہوگی ورنہ......

ہمیں جس قدر خوشی خواجہ صاحب کی اس تحریر سے ہوئی ہے وہ ہمارا دل جانتا ہے جب منکر مرزا مسلمان کا مسلمان ہی ہے اور وہ قابل مواخذہ خدا رسول کے نزدیک نہیں تو ہمارے خیال میں آئندہ کوایسا کون بے وقوف ہوگا جو ناحق مفت میں دردسر خریدے گا یعنی مرزائی بن کر اپنے خویش واقارب سے بگاڑ پیدا کر کے اپنی زندگی کو وبال جان بنائے گا۔ ناحق کی لعنت ملامت کا نشانہ بننے سے گریز کرے گا جب مرزا کا ماننا ضروری نہیں اور ماننے سے اس کے اُصول میں کوئی خلل نہیں آتا تو مرزائیت کا بہ کلی خاتمہ ہے۔چلو مرزا مرگیا چھٹی ہوئی۔

بس ہو چکی نماز مصلّٰی اُٹھایئے

اُمید ہے کہ عوام الناس اب آئندہ کو ہوش سے کام لیں گے۔

مولوی نورالدین صاحب بھی عجیب موم کی ناک ہیں جدھر چاہو موڑ لو۔ جب خواجہ صاحب نے کہا کہ غیر احمدی مسلمان ہیں اس پر بھی دستخط کر دیے اور جب مرزا محمود صاحب نے لکھا کہ غیر احمدی حتی کہ مرزا کو بزرگ جاننے والے بھی بغیر بیعت کرنے کے کافر ہیں تو لکھ دیا کہ؛

''چھاپ دیجیے مجھے ہرگز ہرگز اس سے مخالفت نہیں۔''

اور جب میاں اکمل نے کہا کہ ہم میں اور غیر احمدیوں میں کیا فرق ہے تو لکھ دیا کہ؛

''ہم میں اور ان میں اُصولی فرق ہے اور جو مرزا کو نہ مانے وہ کافر ہے خواہ وہ بزرگ جانتا ہو۔''

یہ کیسا اندھیر ہے!!!!!

یہ کیسا طرفہ تماشا ہے!!!

اللہ اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے بیعت لیتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو اکیلا مسلمان جانتے ہیں اور باقی کل دنیا کے مسلمانوں کو کافر۔ افسوس

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاؔ ست
کار طفلاں تمام خواہد شد

اخیر مرزا محمود صاحب سے التماس ہے کہ وہ مہربانی فرما کر بہت جلد پبلک کو اطلاع دے کر مشکور فرمائیں کہ آیا کہ ان کا اور مرزا کا یہی مذہب تھا جو خواجہ صاحب بیان کرتے ہیں یا کچھ اور۔ بل کہ مناسب تو یہ ہے کہ مولوی نور دین صاحب خود ہی اس معاملہ پر اپنی رائے ظاہر کریں۔

فقط خاکسار محمد عظیم عفا اللہ عنہ
متوطن گکھڑ حال وارد لشکر بنگلور



۱۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء

بہر رنگیکہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدرت را مے شناسم

مرزائے قادیانی آنجہانی کی عادت تھی کہ وہ کبھی ایک بات پر قائم نہیں رہتے تھے وہ شاید ایسی بے احتیاطی نہ کرتے مگر چوں کہ ان کو جماعت ایسی عقل مند ملی ہوئی تھی کہ جو اُن کی زبان سے نکلا وہ آمنا وصدقنا کہنے کے لیے تیار تھی- اس لیے ان کو اس کی چنداں پرواہ نہ تھی کہ وہ پہلے کیا لکھ چکے ہیں۔

آج کل مرزا صاحب کی اس عادت نے ان کی جماعت میں اعادہ کیا ہے۔ ناظرین گذشتہ اشاعتوں میں ان مضامین کا مطالعہ کر چکے ہیں جن میں مرزا صاحب کے صاحب زادہ کے ایک مضمون کی تنقیح وتنقید تھی۔ مرزا صاحب کے صاحب زادہ کا مضمون مندرجہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء خدا جانے کس منحوس

ساعت میں لکھا گیا تھا کہ اس کی تلافی کے لیے جماعت مرزائیہ بہت کچھ ہاتھ پاؤں مار رہی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اب وہ کسی مفید نتیجہ پر پہنچنے کے قابل نہیں رہی اور نہ ان سے کچھ بن سکتا ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے مولوی نورالدین صاحب جانشین مرزا صاحب کی اجازت سے اشتہار شائع کیا جو نہ صرف مرزا صاحب کے اقوال سے مخالف ہے بلکہ خود موجودہ خلیفۃ المرزا بھی اس کے خلاف لکھ چکے ہوئے ہیں، اس پر چاروں طرف سے جو صدائے مخالفت بلند ہے اس کی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ہم ناظرین کو ایک نئی بات بتاتے ہیں وہ یہ کہ امرت سر کی مرزائی جماعت نے ایک دہ ورقہ اشتہار بعنوان ''احمدی اوران کا مذہب'' شائع کیا ہے۔ اس میں اپنی جماعت کے اعتقادات ظاہر کرنے کے لیے مولوی نورالدین صاحب خلیفہ مرزا صاحب کی ایک تحریر نقل کر دی ہے۔

اس اشتہار کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت مرزائیہ کے حواس باختہ ہیں اور اسے معلوم نہیں وہ کیا کر رہی ہے۔ انہوں نے بجائے خود یہ سمجھ لیا کہ تشخیذ الاذہان سے جو نفرت دنیا میں جماعت مرزائیہ کی نسبت پھیلی تھی۔ اس کا ازالہ ہو گا مگر ان کو یہ معلوم ہی نہیں کہ گلے دیگر شگفت۔ مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے پورا ہونے کی جو بیہودہ بڑ اس دو ورقہ میں ہانکی گئی ہے اس کو چھوڑ کر انہوں نے یہ سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ عام مسلمانوں کے متعلق اپنا مذہب یہ بتایا ہے کہ ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ چشم ما روشن دل ما شاد

جب مرزا صاحب پر ایمان نہ لانے سے بھی ایک کلمہ گو آپ کے نزدیک مسلمان ہے تو مرزائیت اپنا بوریا بدھنا سنبھال لیوے لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو اپنے منکروں کو کافر اور جہنمی لکھا ہے کیا وہ غلط تھا، کیا عبدالعزیز عرف نبی بخش بٹالوی اور ڈاکٹر عبدالحکیم کا جماعت مرزائیہ سے علاحدہ کر دیا جانا مرزا صاحب کا ایک لغو فعل تھا یہ لوگ مرزا صاحب کو مشورہ دیتے تھے کہ غیر مرزائیوں کو کافر نہ کہا جائے مگر مرزا صاحب نے نہ مانا بلکہ ان راسخ مریدوں کو اپنی جماعت سے الگ کر دیا۔ اہل فقہ کے سابقہ مضامین میں مولوی خیر شاہ صاحب

امرت سری، مولانا مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی نے مرزا صاحب کے اقوال اس بارے میں پیش کیے ہیں جن کو غالباً جماعت احمدیہ دیوانہ کی بڑ یا منسوخ سمجھتی ہے۔

جماعت مرزائیہ نے اس دو ورقہ کے آخر میں لکھا ہے ''المشتہر اہل سنت والجماعت احمدیہ امرت سر'' اس لقب اہل سنت والجماعت کو انہوں نے اپنے لیے تجویز تو کر لیا مگر ان کو یا تو یہ معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کا اس بارے میں کیا مذہب ہے اور یا وہ دیدہ و دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں یا ان کو مرزا صاحب کی طرح یاد نہیں رہا کیوں کہ عام قاعدہ ہے کہ غلط بیانی کرنے والے کا حافظہ ٹھیک نہیں ہوتا۔

کتاب ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب نے اہل سنت و جماعت کی نسبت جو رائے ظاہر کی ہوئی ہے تاوقت یہ کہ ان کا دوسرا فیصلہ اس بارے میں اس کو منسوخ نہ کرے بذات خود قائم ہے اور جماعت مرزائیہ ہرگز اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت قرار نہیں دے سکتے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اور میں جیسا کہ اور اختلافات میں فیصلہ کرنے کے لیے حکم ہوں ایسا ہی وفات حیات کے جھگڑے میں بھی میں حکم ہوں اور میں امام مالک وابن حزم اور معتزلہ کے قول کو مسیح کی وفات کے بارے میں صحیح قرار دیتا ہوں اور دوسرے اہل سنت کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہوں۔'' (ضرورۃ الامام صفحہ ۲۰)

پھر اس کے بعد اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ

''اب جو شخص میرے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا وہ اس کو قبول نہیں کرتا جس نے مجھے حکم مقرر فرمایا ہے۔''

اسی ضرورۃ الامام میں ایک جگہ مرزا صاحب اپنی تابع داری کو مسلمانوں پر فرض بتاتے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ

''اب بالآخیر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا

تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزماں میں ہوں۔'' (صفحہ ۲۴)

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مذہب معتزلہ کو حق پر اور اہل سنت کو غلطی پر مانتے ہیں۔ نیز یہ کہ مرزا صاحب کی پیروی سب مسلمانوں پر فرض ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ جماعت احمدیہ کو کیا خبط ہے کہ مرزا صاحب سے منحرف ہو کر اس کے خلاف اشتہارات شائع کرتے ہیں اگر کوئی مسلمان مرزا صاحب کی جماعت میں داخل ہونے کے بغیر بھی مومن اور مسلمان ہے تو فرضیت کہاں رہی۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں چوں کہ لوگ اس دھوکے میں آ کر مرید ہو جاتے تھے کہ ان پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر ان کا جہنمی ہے اور ایمان لانے کے بعد کچھ انہیں شرم دامن گیر ہوتی تھی کہ ان کے کسی دعوی سے انکار کریں اس لیے چار و ناچار سر تسلیم خم کر دیتے تھے لیکن اب وہ خود موجود نہیں اور ان کا سلسلہ نبوت ایک حد تک ختم ہے۔ اب ان کی تصنیفات پر دوسرے لوگ غور کریں گے تو ان کو نہ صرف ضدیں نظر آئیں گی بلکہ ایک ایک امر میں متعدد ضدّات سامنے موجود ہوں گی۔ اس لیے جماعت مرزائیہ کو فکر دامن گیر ہو گیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے جماعت کو سنبھالے رکھنے کا ذریعہ پیدا ہو مگر اس میں جماعت کو ضرور ناکامی ہو گی کیوں کہ مرزا صاحب کا کوئی قول ایسا نظر نہ آوے گا جس کی دو چار تصنیفیں موجود نہ ہوں۔ اس لیے اب ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائیت پر وہ زمانہ آنا شروع ہو گیا ہے جو عموماً جھوٹے نبیوں کی امت پر آنے کا قاعدہ ہے کیوں کہ کوئی سلیم العقل انسان مرزا صاحب کی تصانیف سے واقف ہو کر اس کو مامور من اللہ تو درکنار ایک معمولی سچا آدمی بھی نہیں کہہ سکتا۔ خیر مرزا صاحب اپنے دن اچھی طرح سے بسر کر گئے اب ان کی بلا سے کوئی مرزائی رہے یا نہ رہے۔



۲۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء

قادیانیوں کی کتاب ''نبی اللہ کا ظہور'' کا جواب

''نبی اللہ کا ظہور'' -مرزائے کادیانی کی جماعت کے ایک رکن کی تصنیف ہے۔ مصنف نے بخیال خود بڑا پُر زور رسالہ لکھا ہے لیکن مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ وہی پرانا راگ الاپا ہے جو مرزا صاحب خود الاپ چکے ہیں۔کوئی نئی بات نہیں۔عموماً وہی باتیں ہیں جن کا دندان شکن جواب مسلمانوں کی طرف سے بارہا دیا جا چکا ہے البتہ کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ وصاف ہے قیمت ۔۔ ملنے کا پتہ: مولوی محمد ظہیر الدین موضع اروپ تحصیل وضلع گوجرانوالہ



۲۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء

کارروائی انجمن مشیر المسلمین بنارس

پچھلے دنوں بنارس میں جماعت مرزائیہ نے کچھ سر اٹھایا تھا۔مسلمانان بنارس نے ان کی سرکوبی کے متعلق جو مستحسن کارروائی کی، اس کا مختصر حال اس رسالہ میں درج ہے۔ ۲۸ صفحہ کا رسالہ ہے قیمت درج نہیں۔ غالبًا انجمن کی طرف سے چھپوا کر تقسیم کیا گیا ہے۔

ملنے کا پتہ: سیکرٹری صاحب مشیر المسلمین بنارس



۲۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء

روئیداد مناظرہ مونگیر

بنارس کی طرح مرزائیوں نے مونگیر میں بھی کھلبلی مچائی تھی وہاں کے باغیرت مسلمانوں جماعت مرزائیہ کے عقائد باطلہ کے استیصال کے لیے قابل قدر

کوشش کی۔ مونگیر میں مرزائیوں کی جو گت ہوئی ہے وہ بے نظیر ہے۔ اس کا احساس مرزائی جماعت کو بھی ہے اور مرزائیوں نے اگرچہ زبان سے نہیں مگر زبان حال سے اعتراف کیا ہے کہ وہ مونگیر میں مباحثہ کرنے کے قابل نہ تھے۔ مسلمانان مونگیر نے شرائط مناظرہ وتقرر مسائل مرزائیوں سے طے کر لیے ہوئے تھے۔ مرزائی مناظروں کا صرف یہ کام تھا کہ یہ پابندی شرائط مباحثہ کرتے لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا اور بُری طرح سے اپنے آپ کے لیے ذلت حاصل کی اور صاف لفظوں میں مرزائی مناظر نے۔۔۔صاحب مختار حکم کو کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ ہم مناظرہ نہیں کرتے۔ آپ لکھ دیجیے کہ ہم ہار گئے۔ اخبار بدر میں اس کا اعتراف اس طرح کیا گیا کہ اب اپنی جماعت کو ہدایت کر دی کہ کوئی مرزائی بطور خود بلا استصواب دارالخلافہ کے شرائط ۔۔نہ کیا کرے وغیرذالک

مسلمانان مونگیر نے اس کارروائی مناظرہ کو بذریعہ رسالہ جات و اشتہارات مشہور کیا ہے۔ ان میں سے رسالہ آئینہ کادیانی و روئیداد مناظرہ مونگیر و رسالہ اظہار حق قابل دید ہے۔ سیکرٹری صاحب اہل سنت و جماعت مونگیر سے یہ رسالے مل سکتے ہیں۔

اس سے پہلے مونگیر کے مناظرہ کی ایک مختصر رپورٹ اخبار اہل حدیث میں نکلی تھی جس کی پیشانی پر ایڈیٹر اہل حدیث کی طرف سے لکھا گیا ہے کہ ان کو مونگیر کے مسلمانوں نے بلایا تھا مگر وہ بہ باعث جلسہ انجمن اہل حدیث امرت سر کے نہ جا سکے مگر خواجہ محمد عبدالعزیز صاحب سوداگر شال جو اس مناظرہ کے مہتممین میں سے ہیں، امرت سر تشریف لائے ہیں ان کا بیان ہے کہ ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کو مہتممین جلسہ کی طرف سے کوئی دعوتی پیغام نہیں آیا، شاید کسی وہابی نے ان کو بلایا ہوگا۔



۱۳نومبر۱۹۱۱ء

مرزائیت کا انحطاط

مولوی نورالدین صاحب جانشین مرزائے کادیانی نے حال میں ایک اعلان اپنے وتمام مرزائی بھائیوں کی آگاہی کے لیے شائع کیا گیا ہے جس کو ہم ناظرین کی دل چسپی کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں۔اس اعلان سے پتہ چلتا ہے کہ مرزائی لوگوں کو مرزائیت سے اب بہت کم دل چسپی رہ گئی ہے۔مرزا صاحب کے اُصول مقررہ نسبت چندہ پر اگر آج جماعت مرزائیہ عمل کرے تو شاید اتنے آدمی مرزائی ثابت ہوں جو اُنگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔لیکن مولوی نورالدین صاحب نے بڑی فراخ دلی سے اور تین ماہ کی مہلت دی ہے۔یہ آخری امتحان ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور ان کے پیروؤں کی تعداد مرزائیوں سے کہیں زیادہ ہو کر رہی لیکن آخر ایک دن ایسا آ جاتا ہے کہ الحَقُّ یَعْلُو وَلَا یُعْلٰی صادق آ کر دنیا پر اظہر من الشّمس ہو جاتا ہے کہ فرمان خداوندی جَـاءَ الْـحَـقُّ وَزَهَـقَ الْبَـاطِـلُ واقعی اپنے اندر ایک زبردست طاقت رکھتا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ اب وہ زمانہ شروع ہو رہا ہے جو ایسے سلسلوں کے درہم برہم ہونے کی پہلی تاریخ سمجھا جاتا ہے۔اب مولوی صاحب ہزار کوشش کریں خدا کا زبردست ارادہ نہیں ٹل سکتا۔عن قریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ گروہ مرزائیہ کا تذکرہ صرف کتابوں میں دکھائی دے گا اور بس۔

بہر حال مولوی نورالدین صاحب کا اعلان یہ ہے:

''میرے دوستو! میں درد دل سے یہ اعلان شائع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تمہاری بھلائی کے لیے کرتا ہوں،میرے دل کو بہت دُکھ پہنچتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ تم میں بہت سے ایسے ہیں جو اپنے اصل فرض سے غافل ہو کر نکمی بحثوں اور لغو جھگڑوں میں اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہیں۔کیا تم اس بات سے

واقف نہیں ہو کہ کس غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو دنیا میں قائم کیا ہے۔ یاد رکھو کہ جن بحثوں اور جھگڑوں کو تم تازہ کرنا چاہتے ہو- انہی کے لیے یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔ پس اگر تم اس سچی راہ پر قدم نہ مارو گے جو تمہیں دکھائی گئی ہے اور جس کی حجت بھی تم پر پوری ہو چکی ہے تو خدا کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں'' ما یعبؤ بکم ربی لو لا دعاؤ کم'' تم وہ لوگ ہو جو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے حضور کر چکے ہو کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے اور خوب سمجھ لو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے توڑتا ہے وہ سخت قابل مواخذہ ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ایمان بغیر اعمال صالحہ کے کچھ چیز نہیں بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو دعویٰ کرنے میں تو سب سے آگے قدم رکھتے ہیں مگر عمل کے وقت کچھ بھی نہیں۔ اگر تم کو یہ دعویٰ ہے کہ تم مرزا صاحب پر ایمان لائے ہو تو یہ دعویٰ کسی وقعت کے قابل نہیں جب تک تم اپنے عمل سے اس دعویٰ کی سچائی کو ثابت کر کے نہ دکھاؤ جب تک ان کاموں میں دلی جوش اور سچی ہمدردی سے حصہ نہ لو جو تمہیں کرنے کے لیے کہا گیا ہے اور صدق دل سے ان احکام کے بجالانے میں ساعی نہ رہو جو تم کو دیے گئے ہیں۔ میں اپنے نفس کے لیے تم سے کچھ نہیں مانگتا، ان اجری الا علی اللّٰہ بلکہ تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم چندوں میں سستی کو چھوڑ دو۔ میں تمہیں اس اشتہار کی طرف متوجہ کرتا ہوں جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں۔ آخری فیصلہ قرار دیا ہے جس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

''یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ سو ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دیں کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہ واری بھیج سکتا ہے مگر چاہیے کہ اس میں

لاف گزاف نہ ہو جیسا کہ پہلے بعض سے ظہور میں آیا کہ اپنی زبان پر وہ قائم نہ رہ سکے سو انہوں نے خدا کا گناہ کیا جو عہد کو توڑا...... اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہ واری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لیے قبول کرتا ہے اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کر دیا جائے گا اور اگر کسی نے ماہ واری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لا پرواہی کی۔ اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لا پرواہ جو انصار میں داخل نہیں، اس سلسلہ میں ہر گز نہیں رہے گا۔''

اب اس سے بڑھ کر میں تمہیں کیا کہہ سکتا ہوں جو لوگ چندہ نہیں دیتے یا چندہ دینے میں سستی اور کاہلی سے کام لیتے ہیں وہ خود ہی سوچ لیں کہ کہاں تک وہ احمدی ہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ دوسروں کا فتوی پوچھتے ہیں کہ ہم یہ ہیں اور یہ ہیں مگر وہ دیتے کچھ نہیں وہ خدا کے لیے سوچیں کہ آیا وہ حقیقی طور پر اس سلسلہ میں شامل بھی ہیں؟ خدا کو وہی لوگ پیارے ہیں جو اپنے ایمان کو اپنے اعمال سے پختہ کرتے ہیں بعض ایسے مخلص بھی ہیں جو بہت غریب ہیں اور اپنے لیے کوئی سبیل معاش بھی نہیں رکھتے مگر باایں جب ان کو کچھ مل جاتا ہے تو وہ چندہ میں دیتے ہیں جیسے یہاں حافظ معین الدین حضرت صاحب کے پرانے خادم ہیں۔ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ میں بہت نہیں دے سکتا جس حد تک کوئی شخص استطاعت رکھتا ہے اسی حد تک ادا کرے مگر یہ ضروری ہے کہ مقررہ چندہ کی ادائیگی کو اپنے اوپر فرض کر لے اور وقت مقررہ پر اس کی ادائیگی میں غفلت نہ کرے۔ تمہارے مالوں کے اللہ کی راہ میں خرچ ہونے سے تم ہی کو فائدہ ہوگا، بہت سے ہیں جو دعوی تو یہ کرتے ہیں کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے مگر دین کے لیے کچھ مانگا جائے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ حالاں کہ دنیا کے لیے اگر خرچ کرنے کی ضرورت ہو یا محض نمود کے لیے بھی تو اس بات سے بھی پرہیز نہیں کرتے کہ قرض لے کر خرچ کر دیں بلکہ سُود پر قرض لے کر بھی

خرچ کر لیتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ خدا کی راہ میں دینے کے لیے وہ ویسا جوش نہیں دکھا سکتے جو دنیا کے لیے خرچ میں دکھاتے ہیں۔ کیا اس سے انکار دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے یا جھوٹا۔

دیکھو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم روپے کو اپنا معبود مت بناؤ، یہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ جس نفس کی حظ کے لیے، جس اہل وعیال کے لیے، جن دوستوں کے لیے تم ناجائز کماؤ گے یا خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے رکو گے وہ تمہیں کبھی کوئی فائدہ نہیں دیں گے اور اس طرح سے تمہارے دل کو کبھی اطمینان اور خوشی نصیب نہیں ہو سکتی بلکہ حرص کی جلن دن بدن ترقی کرتی چلی جائے گی اور تمہارے ایمان کو بھی برباد کر کے چھوڑے گی۔

یہاں ایک لنگر خانہ ہے جو ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے دُنیوی کاروبار سے فراغت کا وقت نکال کر یہاں علم دین سیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی شاخ ہے۔ وہ بھی اس وقت قریباً دو ہزار روپے کا مقروض ہے۔ اگر سب احمدی اپنے او پر حسب استطاعت ایک رقم مقرر کر کے اسے باقاعدہ ادا کریں تو اس کے اخراجات بآسانی چل سکتے ہیں مگر بہت ہیں جن کو باوجود بار بار کی تاکید کے اس طرف توجہ نہیں ہوتی یا کوئی رقم مقرر کر کے وعدہ کر لیتے ہیں تو پھر ادا نہیں کرتے۔ پھر ایک مدرسہ ہے جس میں تمہارے بچوں کی دُنیوی و دینی تعلیم کا سامان کیا گیا ہے اور اس زہریلی ہوا سے بچانے کی فکر اس میں کی جاتی ہے جس نے بہت سی روحوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایک دوسرا مدرسہ ہے جس میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے اس کے استحکام کے لیے ابھی بہت سے روپے کی ضرورت ہے، اشاعت اسلام کا سلسلہ ہے۔ یتامیٰ اور مساکین کے لیے علاحدہ ضرورت ہے، ایسے ہی اور قسم کے کئی کاروبار ہیں جن میں تم سب کو حصہ لینا ضروری ہے پھر ان کے ساتھ ہر ایک کام کے لیے عمارت کی ضرورت ہے تمہیں ان اخراجات کا فکر کم از کم تو ہونا چاہیے جتنا اپنی ضروریات کا فکر رکھتے ہو۔

میں آخر میں تمہیں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ ہر قسم کی لغو باتوں کو چھوڑ دو ان سے

تمہارے دین کو فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ دنیا کو۔ آپس میں تنازعات اور جھگڑوں کو چھوڑ دو اور محبت اور رحم کا برتاؤ کرو۔ بڑے چھوٹوں کو اپنا بھائی سمجھیں اور ان کی تحقیر نہ کریں۔ چھوٹے بڑوں کا ادب کریں۔ چاہیے کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور اگر ایک شخص زیادتی کرتا ہے تو دوسرا بجائے بالمقابل جواب دینے کے صبر سے کام لے۔ ان اغراض کے لیے جو اس سلسلہ کے اہم اغراض ہیں چندہ دینے کو اپنے اوپر فرض کر لو۔ دنیا کی حرص کو کم کرو اور ہر ایک قسم کے ناجائز طریق حصول روپیہ کو سخت آگ سمجھو۔ میں نے محض تمہاری خیر خواہی کے لیے اور تمہارے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے یہ باتیں تم کو کہی ہیں اگر تم ان باتوں کو مان لو گے تو دنیا و آخرت میں سکھ پاؤ گے۔ والسلام علی من اتبع الہدی

نورالدین

۷ اکتوبر ۱۹۱۱ء



۱۳ نومبر ۱۹۱۱ء

التماس قابل توجہ اہل اسلام

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ جمیع برادران اہل اسلام و محبان و پیروان حضرت رسول انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالی میں ملتمس ہوں کہ آخر وہ دن آنے والا ہے جس کا شان یوم الفصل من کل شئی ہے ہم اس روز اپنے معبود برحق کے سامنے کیا منہ دکھلائیں گے۔ جس نے ہم کو ہر نیک و بدی کا احساس عطا فرمایا ہے۔ مثل کالانعام نہیں بنایا بل کہ بہ خطاب اشرف المخلوقات مخاطب فرمایا اور حق و ناحق کی پہچان دی ہے اور راہ راست کی جانب تعلیم فرمائی ہے چنانچہ جملہ اہل اسلام بہ کمال عجز و تمام پانچوں وقت اور نیز ہر نوافل و سنن میں **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** الخ کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ کتاب جس کا معجزہ۔۔۔ **تبیانا لکل شئی و تفصیلاً لکل شئی** ہے جو کہ

ہم اہل اسلام کو بہ طفیل سرور کائنات فخر موجودات خاتم النبیین شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ رب العالمین کے ملی ہے۔ یہ وہ مقدس کتاب ہے جس کی شان میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون** و غیر ذلک انسان اس مقدس کتاب کی تعریف وتوصیف سے قاصر البیان اور منکسر الاقلام ہے۔

فی الحقیقت یہ ہمارے لیے ایسی نعمت عظمائے لامتناہی ہے جس کا شکر یہ ہم سے کبھی ادا ہی نہ ہوگا ہر گاہ ہم بہ موجب تعلیم اس مقدس کتاب کے چلیں اور تمام احکام کا اتباع کریں تو ہر گز دنیا میں واہل دنیا میں کسی قسم کا تنازعہ وفتنہ برپا نہ ہوں گے اور نہ گھر گھر فرقہ بندی اور نہ ہی کفر وتکفیر کا عالم میں شور ہوگا۔ بل کہ ہر ایک اپنی زندگی باامن امان بسر کرے گا بشرط یہ کہ اس مقدس کتاب کی پیروی بہ جان و دل کی جائے مگر ہم نے بجائے اتباع کے یک دم اس مقدس کتاب کی طرف توجہ چھوڑ دیا جس کے باعث فی زماننا ایسے فتنہ وفساد برپا ہوگئے اور ہور ہے ہیں اور فرقہ بندی ومختلف مذاہب اس قدر کثرت سے ہوئے۔ میرے خیال میں تعداد مقررہ سے بھی بڑھ گئے۔ **نعوذ باللّٰہ من الفریق المضلین . اللّٰھم ثبتنا علی الاسلام والایمان علی المخصوص فی زماننا**

ایک فرقہ مذلہ مضلہ ایسا برآمد ہوا جو نہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا اور نہ ہی قرآن پاک پر ان کا ایمان ہے۔ نعوذ باللّٰہ منہ

وہ کون سا فرقہ ہے فرقہ مرزائین۔ یہ ایک مطرود فرقہ ہے جس کے نام سے اہل ایمان کے قلب نفرت رکھتے ہیں۔ اس فرقہ مضلہ نے ہندوستان و پنجاب میں عجیب مخمصہ ڈال دیا ہے باوجود یہ کہ از ہر اطراف وجوانب بجز رُوسیاہی اور پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر یہ فرقہ اپنی حرکات سے باز نہیں آتے ہیں۔

۔۔ چند روز کا ذکر ہے کہ شملہ میں ایک شخص نامی مولا بخش خانساماں مذہب اہل سنت و جماعت کا انتقال ہوگیا، اس کا لڑکا فرقہ مرزائیہ مذکورہ سے ہے۔ اس نے اپنے ہم مذہب وملت کو خبر کر کے جمع کیا۔ اسی اثنا میں فرقہ ناجیہ اہل سنت و

جماعت کو بھی خبر ہوئی وہ بھی جمع ہو گئے۔اب فریقین کا اجتماع ہوا۔فرقہ مرزائیہ مذکورہ نے اعلاناً کہہ دیا کہ ہماری نماز جنازہ بجز ہم مذہب کے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ با اجازت وارث مرحوم کے اس پارٹی نے مطابق اپنے مذہب باطلہ کے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ بعدازاں جب حزب اہل سنت و جماعت کا غلبہ ہوا تو انہوں نے ثانیاً مطابق مذہب حنفیہ کے نماز جنازہ ادا کی۔ یہ حزب اللہ ہمیشہ ہر قوم پر غالب رہتی ہے۔ **اللّٰھم ایدہٗ وانصرہٗ**

پارٹی مرزائی کو خوب ذلت اور روسیاہی حاصل ہوئی۔ **اللّٰھم اذلہ**

اگر اب اس فرقہ مصلہ کو شرم وحیا ہو گی تو آیندہ اہل اسلام کے کاموں میں دخل نہیں دیا کریں گے اور نیز بااتفاق اہل سنت و جماعت کے بروز سوئم مرحوم الصدر کے روح کو ثواب ختم کلام اللہ بھی بخشا گیا۔ **اللّٰھم اغفرہٗ**

اب التماس یہ ہے کہ یہ فرقہ مرزائیہ قادیانیہ یہ اہل اسلام سے ایسا عناد اور بغض اور حسد رکھتے ہیں جو پوشیدہ نہیں ہے بل کہ اظہر من الشمّس ہے لیکن مسلمان ابھی تک اپنے خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے تا کہ وہ سمجھیں کہ اور قومیں ہمارے ساتھ کیا کرتی ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں بل کہ برابر وہی دستور اور میل جول ان کے ساتھ چلا جارہا ہے۔

برادران اسلام! اب تو اس خواب نوشین سے بیدار ہونا چاہیے۔آخر وہ دن قریب ہے جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔جس دن اپنے افعال خیر وشر کا ملاحظہ ضروری کرنا ہے۔بقول عزوجل **فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرة شرا یرہ**

کیا دیدہ دانستہ تغافل روا ہے ہرگز نہیں بلکہ اہل حق کا فرض ہے کہ حق و باطل میں تمیز کریں نہ کہ پسِ عنق ڈال دیں۔دیکھیے تو ہمارے اس مقدس اسلام پر کیا کیا حملے ہو رہے ہیں دیکھ کر بھی ہم آنکھ بچا دیتے ہیں۔کیا طریقہ اسلام یہ ہے خصوصاً مرزائی فرقہ نے آج کل ایسا جال اپنے مذاہب باطلہ کا پھیلا دیا ہے جس کا بیان کرنا ناممکن ہے۔افسوس کہ مسلمان ان کی خصلت عقرب سے اجتناب نہیں

کرتے ہیں تاکہ وہ ان کے زخم دل سے بچیں۔

ایھا المسلمون ! اگر آپ کے قلوب میں مذہبی جوش اوراسلام کی محبت ہےتو اس فرقہ سے پھر پہلوا جتناب کریں اوراپنے تئیں بچائیں کیوں کہ **الصحبة موثر** نیز مطابق مذہب اہل سنت و جماعت کے ان کے ساتھ سلام علیک کرنا اور عیادت میں جانا ممنوع ہے بل کہ اپنے قبرستان میں ان کی ہم عقیدہ اموات کو دفن کرنا بھی ناجائز ہے۔۔۔۔

بہ موجب حدیث کے قبور کے لیے مضر ہے۔الحذر الحذر الحذر

فقط۔والسلام علی من اتبع الھدیٰ

راقم

خادم العلماء الاحناف

عبدالغنی عفی عنہ

امام مسجد قطب شملہ

☆

۱۱/دسمبر ۱۹۱۱ء

تقاضا

جناب ایڈیٹر صاحب اہل فقہ امرت سر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ گزرا ہے کہ میں نے مرزا غلام احمد کادیانی متوفی کے خلیفہ سے ان کے زعمی انبیاء کی نبوت کا ثبوت دلائل اسلامیہ سے مانگا تھااوروہ تحریرآپ کے اخبار پسندیدہ اخبار میں درج کرائی تھی اوروہ پرچہ آپ نے قادیاں میں ان کے محکمہ میں بھیجا ہے لیکن صدافسوس خلیفۃ القادیانی نے باوجود آں اب تک جواب نہیں دیا شایداُن کا خیال ہوا اور ہوگا ضرور کہ کادیانی کا قول وحی منزل ہے۔اور کسی حجت کی ضرورت نہیں کادیانی کا اتنا ہی کہہ دینا کہ ہندوستان میں فلاں فلاں نبی گزرا ہے- کافی ہے۔سو التماس ہے کہ یہ زعم کادیانی کی نبوت

ورسالت پرایمان لانے والوں کے لئے کافی ہوتو ہو،بھلامومنین ومسلمین وامت محمدیہ (علیہ السلام) کس طرح اس پرقناعت کرسکتے ہیں وہ تو بعد بعثت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوی نبوت کو بالاجماع کفر جانتے ہیں جیسے شرح فقہ اکبر وغیرہ اس پر دال ہیں:

التحدی فرع دعوی للنبوۃ ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفربالاجماع''

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۹۱، مطبوعہ گلزار محمدی واقعہ لاہور)

لہٰذا ان پر لازم ہے کہ کسی خاص ہندی شخص کی نبوت قرآن شریف یا حدیث سے ثابت کریں، ایسے اُمور کا ثبوت نقل سے ہوا کرتا ہے قیاس وعقل کا دخل نہیں ہوا کرتا چنانچہ یہ امر عاقلوں سے پوشیدہ نہیں ہے اگر ان سے یہ نہ ہوسکے اور نہیں ہو سکے گا تو آپ اس دعوی سے توبہ کریں۔اور توبہ نامہ نہیں تو ثبوت ہی سہی کسی اپنے اخبار میں شائع کریں اور وہ پرچہ بنام بندہ یا آپ کے نام پر ارسال کریں تا کہ بندہ اس کو ملاحظہ کرے اور بصورت نادرستی اس پر اپنا خدشہ ظاہر کرے۔

ہذا ابوالحسن غلام مصطفیٰ عفی عنہ الحنفی القاسمی امرت سری۔

اہل فقہ:

مولانا آپ ناحق تقاضا فرماتے ہیں کادیانی مشن کبھی کسی کے جواب میں قلم نہیں اٹھاتا تاہم نے مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کا سلسلہ شروع کر کے صرف دو پیش گوئیوں پر بحث کی تھی ہمارا خیال تھا کہ کادیانی مشن باقاعدہ اس کا جواب دے گا تو اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی باقی پیش گوئیوں کی تنقید شروع کر دیں گے مگر کادیانی مشن نے اپنی عادت سے کام لیا اور خاموشی کو اس لیے بہتر سمجھا کہ واقعی مرزا صاحب کی پیش گوئیوں اوران کے الہام بازیچہ طفلاں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔



۲۵ دسمبر ۱۹۱۱ء

دعویٰ نبوت کا سنگ بنیاد

گورنمنٹ عالیہ کی عطا کی ہوئی آزادی سے بعض لوگوں نے بجائے آزادی کے ساتھ مذہبی جذبات کرنے کے مذہب کا مقابلہ اس طرح شروع کر دیا کہ نبوت کا دعوی کر کے دنیا میں اپنی پوزیشن بڑھانے کے درپے ہو گئے۔ ابھی مرزائے کادیانی کا واقعہ دعوئ نبوت کل کی بات ہے جب مرزا صاحب نے ایسے الفاظ اپنے لیے مستعمل کیے جن سے پتہ لگتا تھا کہ یہ دعوی نبوت کا سنگ بنیاد ہے تو اس سے پہلے اس کی تکمیل کے لیے انہوں نے یہ منصوبہ سوچا کہ جس طرح ہو سکے علمائے اسلام سے بگاڑ کیا جائے چنانچہ ایسا کیا گیا جب کسی نے اعتراض کیا کہ ایسے الفاظ سے شبہ پڑتا ہے کہ ان کی تہ میں نبوت کا دعوی مخفی ہے تو صاف انکار کر دیتے کہ حاشا وکلا۔ ہم ہرگز دعوی نبوت نہیں کرتے یہ ہم پر افترا ہے مگر تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے۔ حضرت جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم ومغفور قصوری نے مرزا صاحب کے الفاظ پڑھ کر فوراً رائے قائم فرمائی کہ یہ شخص ضرور نبوت کا دعوی کرے گا اور علمائے عرب وعجم سے مرزا صاحب کے اقوال کی بنا پر ان کے لیے کفر کا فتوی حاصل کیا، اگرچہ بعض لوگ اس وقت مرزا صاحب کے انکار دعوی نبوت کی بنا پر مولوی صاحب موصوف مرحوم اور ان کے ہم خیال علماء پر زبان طعن دراز کرتے تھے کہ جب ایک شخص انکار کرتا ہے تو خواہ مخواہ اس پر الزام قائم کرنا سخت بے انصافی ہے لیکن آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم کا خیال کیسا صحیح ثابت ہوا اور جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ اب جماعت اس قدر لٹو ہو گئی ہے کہ دعوی نبوت پر امنا و صدقنا لکھنے کو تیار ہو گئی تو فوراً دعوی کر دیا۔

ہمارے مکرم دوست مولوی ثناء اللہ صاحب جو ایسی پالیسیوں میں مرزا صاحب کے شاگرد سمجھے جانے کے مستحق ہیں اور عموماً ایسے اُمور میں مرزا صاحب کے نقش

قدم پر چلنے میں سرگرم ہیں، دعوی نبوت کی دُھن میں ہیں۔ سب سے پہلے اس دعوی کی تکمیل کے لیے جو امر ضروری ہے یعنی علمائے کرام سے مخالفت پیدا کرنا وہ تو انہوں نے شروع کر دیا ہوا ہے اور یہ کسی سے مخفی نہیں کہ علمائے اہل سنت و شیعہ سے تو در کنار خود اپنے اساتذہ اور اپنی جماعت کے مقتدر علماء سے اختلاف اور دنگہ ہے۔ الزامات بھی وہ اسی طرح مخالفین کے لیے تجویز کرتے ہیں جس طرح مرزا صاحب آنجہانی تجویز فرمایا کرتے تھے اور مباحثات سے بلطائف الحیل اسی طرح گریز و فرار کرتے ہیں جس طرح مرزا صاحب کیا کرتے تھے اور سخت ہزیمت کے بعد اپنے اخبار میں اپنی کامیابی کے راگ گانے میں بھی اسی طرح مشاق ہیں جس طرح مرزا صاحب تھے۔

اپنے خلاف جو بات ہو اُس کے اخفا میں ویسا ہی رویہ اختیار کرتے ہیں جیسا مرزا صاحب اختیار کیا کرتے تھے۔ جالندھر میں آپ نے ایک وہابی کی طرف سے اس شخص پر مقدمہ دائر کرایا جس نے آپ کا وعظ بند کرانے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کا ذکر تو بڑے شدومد سے اپنے اخبار میں کیا لیکن نتیجہ سے آج تک اپنے ناظرین کو مطلع نہ کیا۔ اگر خدانخواستہ اس مقدمہ میں ان کو کامیابی ہوتی تو آسمان کو سر پر اٹھا لیتے مگر چوں کہ ناکامی کا منہ دیکھ چکے ہیں۔ اس لیے صدائے برنخاست ابھی چند ہی روز ہوئے کہ بنگلور میں حضرت شاہ صاحب قبلہ علی پوری پر ایک مقدمہ دائر ہونے کی جھوٹی خبر کو کس شدومد سے بیان کرتے رہے مگر جب عدالت نے ایک تنازعہ کا باقاعدہ فیصلہ کیا تو اخبار میں نتیجہ کی خبر ندارد۔ خبر کس طرح لکھیں اس میں اپنا کذب وافترا ظاہر ہوتا ہے۔

اب ہم ناظرین کو مولوی صاحب مذکور کے دعوی نبوت کے بنیادی پتھر کا پتہ دیتے ہیں۔ ناظرین مطالعہ فرما کر دیکھیں کس طرح انہوں نے دعوی نبوت کی بنیاد رکھی اور کہاں تک دماغ میں اس کی اُمنگ موجود ہے۔

تفسیر عربی کے صفحہ ۴۹۹ میں بذیل تفسیر سورۃ والضحیٰ جہاں حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خدا تعالیٰ مخاطب فرماتا ہے:

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی وَ وَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی.

حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں:

قال العبد الضعیف ان الصفات الثلاث صادقة علی کنت یتیما ضالا عائلا فاولی اللّٰه و ھدانی و اغنانی بفضله و کرمه.
والحمدللّٰه علی ما واقفت حالی بحال رسوله علیه السلام فاقول مفتخراً

کہتا ہے بندہ ضعیف کہ تحقیق یہ تینوں صفتیں (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھیں) مجھ پر صادق ہیں۔ میں یتیم تھا، گم راہ تھا اور مفلس تھا پس خدا نے مجھے جگہ دی اور مجھے ہدایت کی اور مجھے غنی کیا اپنے فضل سے اور اپنے کرم سے اور خدا کی حمد ہے اس بات پر کہ اس نے میرے حال کو اپنے رسول علیہ السلام کے حال سے موافق کر دیا۔ پس میں فخر سے کہتا ہوں کہ

فی الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

ناظرین! دیکھا کس بے باکی سے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے برابر ظاہر کرتا ہے اور کس آزادی سے دعوی نبوت کی بنیاد کو قائم کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کہاں وہ ذات مستجمع الصفات نور خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور کہاں ایسے مفتری، کہاں ہیں شرک فی الرسالۃ کا شور بلند کرنے والے اور کہاں ہیں اتباع نبوی کا دم بھرنے والے دیکھیں کہ ان کا ایک ساتھی کس قدر آپے سے باہر ہو گیا ہے اور کہاں تک اس کے دماغ میں بلند پروازی کا خیال ہے۔ کیوں آسمان ٹوٹ نہیں پڑتا اور کیوں زمین نہیں پھٹ جاتی، خدا کو اپنے پیارے نبی کی توہین ہرگز منظور نہیں۔ وہ ظالموں کو ضرور سزا دیتا ہے مگر رسی دراز کر کے تا کہ اس کی بداعمالیوں

کی کشتی اچھی طرح سے بھر جائے۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

۲۴ نومبر کے اخبار اہل حدیث میں پھر اشارتاً حضور پُر نور آقائے نامدار روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور اپنے آپ کو ان کے برابر ثابت کرنے میں کوشش کی گئی، حضرت آقائے نامدار کی ولادت باسعادت اور وفات ظاہری و دیگر بعض واقعات کو پیر ہی کے دن ہونا ظاہر کر کے لکھتے ہیں؛

تحدیث نعمت۔ راقم خاکسار بھی پیر ہی کے دن پیدا ہوا تھا۔ الحمدللہ

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

وہ جانتا ہوگا کہ شرف ذاتی بجائے خود ایک اعزاز ہے۔ پیر کے دن کئی کفار بھی پیدا ہوتے ہیں۔ محض پیر کے دن کی پیدائش بہ باعث عدم شرف ذاتی کے ان کے لیے مفید نہیں لیکن اس کا خیال ہی کچھ اور ہے وہ تو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بنانا چاہتا ہے اور دعوی نبوت کی بنیاد قائم کرتا ہے اس کو اصلیت سے کیا تعلق۔

افسوس زمانہ کہاں تک فسق و فجور میں ترقی کر گیا کہ آج وہ شخص جس کے پیر کے دن پیدا ہونے کے متعلق کٹرہ مہاں سنگھ میں عجیب وغریب روایات مشہور ہیں۔ ایک بابرکت ہستی کی برابری کرے۔ آہ آہ

دراصل ان ساری آزادیوں اور خواہشوں کی بنیاد اسمٰعیل دہلوی نے قائم کی اور قیامت تک ان تمام برائیوں کا گناہ اس کے اعمال نامہ میں لکھا رہے گا کہ اس نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب سے باز رکھا اور اس قدر توہین روا رکھی کہ رسول اللہ کو بڑے بھائی کے رُتبہ میں سمجھو۔ العیاذ باللہ

مرزا صاحب کی طرح ایڈیٹر صاحب اہل حدیث بھی سردست اس سے انکار کریں گے لیکن مسلمانوں کو ان کے انکار پر یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

مسلمان ہرگز اپنے آقا اور اپنے شفیع یوم الجزاء کی ایسی توہین نہیں دیکھ سکتے اور تجربہ ہو چکا ہے کہ ایسے مدعیان نبوت پہلے اپنے ارادہ سے انکار ہی کیا کرتے ہیں مگر

تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

آیندہ دیکھیں کہ یہ ذات شریف اپنی بلند پروازی میں کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔

نوٹ: اس مضمون کو بذریعہ اشتہار شائع کیا جائے گا۔ اشتہارات کی قیمت ۸ روپیہ فی سینکڑہ ہوگی۔ ناظرین کو لازم ہے کہ بکثرت اشتہار منگوا کر ہر جگہ تقسیم کر دیویں تاکہ لوگ ایک مدعی نبوت کے دھوکے سے بچیں۔

(۱) بنگلور میں جن بدمعاشوں نے حضرت شاہ صاحب قبلہ علی پوری پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اور فساد کرنے کے مرتکب ہوئے تھے ان کو پولیس کے چالان کرنے پر عدالت نے فیصلہ بھی کر دیا، مقابل میں کسی نالش کا یا مقدمہ کا کوئی وجود ثابت نہ ہوا۔ دفتر اہل حدیث اور اس کے کاذب نامہ نگاروں اور منقول عنہ کو تمغہ لعنت اللہ علی الکاذبین مبارک ہو۔



۲۵ دسمبر ۱۹۱۱ء

کیا مرزائی اسلام سے بدخواہ نہیں؟

ضرور بدخواہ ہیں اور ان کا ہر ایک فعل مسلمانوں کی سوسائٹی کے برخلاف بلکہ سخت مضر ہوتا ہے کیوں کہ اکتوبر ۱۹۱۱ء ہفتہ اخیر اخبار ہندوستان کے پرچہ میں جس کا ایڈیٹر نہایت متعصب اور مسلمانوں کے نام سے جلنے والا ایک ہندو شخص ہے جس کی قلم سے مسلمانوں کے ایک برائے نام فرقہ کی تعریف لکھی ہوئی پائی گئی اس تناقض پر تحیر تھا مگر بغور پڑھنے پر قلعی کھل گئی کہ کوئی بات نہیں۔ ایڈیٹر مذکور نے اپنے گرو بھائیوں کی تعریف میں لب کشائی کی ہے بڑے زور سے طول طویل عبارت میں توضیح کے ساتھ حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح دجال کادیانی کے فتوی کی نقل اور عام مسلمانوں کے لیے دلیل پیش کر کے ہندوؤں کی گیلی اشیاء

کے خوردونوش کی طرف رغبت دلائی ہے ۔حکیم صاحب ظاہر کرتے ہیں ''ہندوؤں کی اشیاء جس میں ان کا پانی ملا ہوا ہوتا ہے نہ صرف کھا لینی جائز ہیں بلکہ لازمی اور ضروری ہیں۔''

کیوں نہ ہو کرشن جی مہاراج کی پوجا پاٹ کرنے والوں کی رعایت ان کا فرض منصبی ہے کیوں کر تمسخر نہ اڑایا جائے جب کہ مرزائی اپنے مصنوعی نبی کی نبوت کو ثابت کرتے ہوئے اور اپنی جماعت کو ناجی بناتے ہوئے غیر احمدیوں کو کافر اور جہنمی قرار دیتے ہوئے ۔(دیکھو توضیح المرام ص:۱۸ مطبوعہ ۱۳۰۰ھ و انجام آتھم :۶۴ و اشتہار مرزا ۲۱ اپریل ۱۹۰۵ء و الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء وغیرہ وغیرہ مقامات پر دعوی رسالت و نبوت صاف لفظوں میں اور مرزا کا الہام نص صریح جس کا منکر کافر قرار دیا ہے)۔سرد آہوں کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ جس شخص یعنی مرزا نے اپنی تمام عمر اہل ہنود کی مخالفت میں گزاری ،جس کی مثال دنیا بھر کے کسی لیڈر میں نہیں پائی جاتی اس کو کس سبب سے خارج از اسلام سمجھا جائے ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ فی الواقع اس فرقہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں (البتہ کرشنیوں سے) کوئی مذہب نہیں ۔اب مرزا کے معتقدین بتائیں کہ کون سی نص قطعی کے ساتھ ان کی اشیاء کو کھانا وجوب کے درجہ تک پہنچاتے ہیں لے دے کر آخر یہی فرمان خدا تعالیٰ جل شانہ کا اس کی مقدس کتاب سے پیش کریں گے۔**انما المشرکون نجس**

لو صاحب صراحتاً قرآن کریم کی مخالفت ہے یا نہیں۔ کیا کوئی تاویل بازی کی گنجائش ہے ہرگز نہیں۔ ہاں بھئی ایک بات ہے یہ اس خدا کا فرمان ضرور ہوگا اور وہ وحی ہوگی جو کادیانی گھونسلے میں آدم علیہ السلام کی خلافت کے حاسد اور قدیمی مہربان جس کے بارے میں ''**لعنتی الی یوم الدین**'' کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اس کے چیلوں چاٹوں کی حفاظت میں محفوظ ہے۔محض مسلمانوں کو دھوکا دینے کے واسطے یہ اگر چال بازیاں کرتے ہیں تو ان کا مقصود یہ ہے کہ تمام دنیا کی مخالفت کر کے ڈیڑھ اینٹ کی علاحدہ مسجد بنائی جائے۔آریوں وغیرہ کی مرزا

نے جس قدر مخالفت کی ہے وہ اسلامی حمایت میں ہرگز نہیں کی بلکہ اپنی تصانیف میں فحش بازی سے کام لے کر مخبر صادق علیہ السلام کی شان مبارک میں فضول بکواس بکنے کا موقع دیا ہے بلکہ تہذیب کو چھوڑ کر اور خدا اور رسول کے برخلاف عمل کر کے اُلٹی بے تعظیمی کی ہے اس نے چاہا تھا کہ اس مکر وفریب سے لوگ میری اطاعت قبول کر لیں گے اور ہمدرد اسلام سمجھیں گے چنانچہ بعض سادہ لوح مسلمان جو علم دین سے بالکل نابلد تھے، پھندے میں پھنس گئے نہایت افسوس کی بات ہے کہ سوا دومڑی کا ہندو اڑھائی کوڑے کے پکوڑے لیے جارہا ہو اور ہندو کی گندی دھوتی جس میں سے مردہ چوہوں کی سی بدبو آئے ذرا بھی چھو جائے تو وہ اپنی بدنما چھابڑی وہیں پھینک دے گا اور شریف مسلمان سے دام وصول کرے گا اور سارے بازاری۔ اردگرد ہو کر معزز کو ذلیل کرنے میں کوئی دریغ نہیں کریں گے۔ صرف اس وجہ سے بقول ان کے وہ مسلمان کتے سے بدترین ہے کیوں کہ اس نے افضل البشر حضرت سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا ہوا ہے۔ افسوس ان مسلمانوں پر جواب بھی ہندوؤں کی دوکانوں پر حلال کی کمائی دے کر اپنی جھولی میں مٹھائی ڈلوا کر ہڑپ کر جاتے ہیں باوجود اسلام کی تحقیر کرنے کے نہائے دھوئے مسلمان صد حیف ان لوگوں کے فتوؤں پر جو بلا دلیل مخالفت کر کے نام وری چاہتے ہیں۔ سچ ہے کہ مرزائی اسلام کے بدخواہ ہیں۔ ضمناً مجھے یاد آ گیا کہ غیر مقلدین بھی اس قسم کے خیالات کے مالک ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص کا ذکر کرتا ہوں کہ ایک دفعہ حکیم عبدالحق ابوتراب امرت سری نے بموجودگی کئی ایک مسلمانوں کے موضع میری محمد تحصیل قصور میں بیان کیا تھا کہ ہندوؤں کا کھانا جائز ہے صرف اس مخالفت میں جب کہ حضرت قبلہ وکعبہ مولانا سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مسلمانوں کو اس ناجائز فعل سے روکا کرتے ہیں۔ مجھے یہاں یہ نوٹ دینا یاد آ گیا کہ اسی طرح حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ضد میں یہودیوں نے باوجود اہل کتاب اور ایک خدا کے ماننے کے بت پرستوں سے یہ

کہہ دیا تھا کہ تمہارا دین معاذ اللہ محمد علیہ السلام کے دین سے کئی درجہ اچھا ہے۔

میرے پیارے ناظرین اخبار! اب بھی یہ لوگ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو جواب پھر مدینہ منورہ میں چوتھی دفعہ گیا ہے جھوٹے اور غیر مضبوط الزام دے کر پبلک کو دھوکا دیتے ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ آج سے تیس (۳۰) سال پہلے ہندوستان میں فی زمانہ کس شخص نے اس تحریک کو شروع کیا، سب بول اُٹھیں گے کہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب علی پوری مدظلہم ہی ہیں۔ کیوں کر اس امر کو سید کی کرامت نہ سمجھا جائے، اب نئی تہذیب کے معزز جنٹلمین بھی کثرت بذریعہ اخبارات وغیرہ موید ہیں۔ صاحب! یہ ہوتی ہے اتباع نبوی جس کا اثر ہو صرف ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث کی چکنی چپڑی باتوں اور حسد آمیز الفاظوں سے لوگ متاثر نہیں ہو سکتے۔ جس چراغ کو خدا روشن کرے وہ دشمن کے حسد کی آگ سے زیادہ تر منور ہوتا ہے نہ ایڈیٹر اہل حدیث کی دریدہ ذہنی سے جس کو خود اس کی جماعت خارج کرتی ہے۔ (باقی آئندہ)

خاکسار شیر نواب خان عفی عنہ حنفی نقش بندی مجددی قصوری[۹۹]



[۱۹۱۲ء/۱۳۳۰ھ]

۸/جنوری ۱۹۱۲ء

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں مرزا صاحب کی دو پیش گوئیوں پر مفصل بحث کی تھی ہمارا خیال تھا کہ مرزائی مشن کو اس بحث سے دلچسپی ہوگی اور وہ دلائل سے مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اس طرح پر عوام کو بھی مرزا صاحب کی صحیح پیش گوئیوں پر صحیح رائے قائم کرنے کا موقع ملے گا مگر کادیانی مشن نے اس طرف توجہ نہ کی اور توجہ کرتے بھی کس طرح جب کہ خیریت سے کسی مرزائی پیش گوئی میں صداقت کا نام ونشان ہی نہیں تو ان پر بحث چھیڑنے سے ان کو کیا حاصل تھا مگر آج کل انہوں نے مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی کے متعلق شور برپا کیا ہے اور اخبار بدر وریویو آف ریلیجنز کادیاں نے لمبے چوڑے مضامین لکھے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۱/فروری ۱۹۰۶ء کو مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ ''بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہوگی'' سو یہ پیش گوئی ۱۲/دسمبر کو اس طرح پر پوری ہوئی کہ حضور ملک معظم نے اعلان فرمایا کہ تقسیم بنگالہ کا حکم منسوخ کر کے مشرقی ومغربی بنگال متحد کر دیا گیا۔

اول تو ہمیں افسوس ہے کہ مرزائی مشن کو ۱۱/فروری والی پیش گوئی کو پیش گوئی قرار دینے میں شرم کیوں نہیں آتی؟ اس پیش گوئی کو الہام کی بناء پر شائع کیا گیا ہے لیکن الہام کبھی ایسا ناقص اور بیہودہ نہیں ہوسکتا کہ فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے تو در کنار صرفی لغوی غلطیاں رکھتا ہو، ایسے لغو فقرے کبھی الہام کے ہوسکتے ہیں لفظ ''بنگالہ'' مفرد ہے اور ان کی دل جوئی میں لفظ ان کی جمع مؤنث ہے اگر لفظ ''بنگالہ'' سے مراد بنگالی ہیں تو عبارت ٹھیک نہیں کیوں کہ بنگالی قوم

کے کوئی خاص حکم نہ تھا ملک بنگالہ کے چند اضلاع الگ کئے گئے تھے۔
دوسرا یہ الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حکم منسوخ نہیں ہوگا بلکہ بنگالیوں کی دل جوئی ہوگی یعنی کسی اور طرح سے انہیں دلاسا دیا جائے گا مرزا صاحب نے اگر چہ قصداً بے ڈھنگی عبارت اس لئے لکھ دی کہ کسی طرح سے بھی کسی وقت بنگالیوں کو گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے کوئی تسلی دی جائے گی یا ان کی کوئی بات مان لی جائے گی تو جھٹ سے میں کہہ دوں گا کہ میری پیش گوئی پوری ہوگئی اور ایسا ہی انہوں نے کیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے اگر مرزا صاحب کو واقعی الہام ہوتا تو اس کی عبارت یوں ہوتی کہ پہلے جو بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب وہ منسوخ ہوگا اس طرح سے عبارت بھی صحیح رہتی اور آج مرزائیوں کو شور مچانے کا موقع بھی ملتا لیکن چوں کہ انہوں نے قیاسی ڈھکوسلوں سے کام لینا تھا اور کسی ذرا سی دل جوئی پر جو گورنمنٹ کی طرف سے بنگالیوں کے لئے روا رکھی جاتی فوراً پیش گوئی کے پورا ہونے پر زور دینا تھا اس لئے صاف بات کس طرح ملتی؟۔
قطع نظر اس بحث کے اگر مرزائی اس پر خوش ہیں کہ ۱۲ر دسمبر کے اعلان سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر زور دیں تو ان کو یہ حق حاصل نہیں کیوں کہ مرزا صاحب کچھ اور ہی فیصلہ کرتے ہیں ان کے فیصلہ کے بعد مرزائیوں کو اس فیصلہ کے خلاف ایک لفظ تک کہنے کا کوئی حق نہیں۔ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۶، ۲۹۷ سے اس پیش گوئی کے متعلق منشی ابراہیم امرت سری نے اپنے ایک اشتہار میں مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے:
''۱۱ر فروری ۱۹۰۶ء کو بنگالہ کی نسبت ایک پیش گوئی کی تھی جس کے یہ الفاظ تھے پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہوگی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ سب کو معلوم ہے گورنمنٹ نے تقسیم بنگالہ کی نسبت حکم نافذ کیا تھا اور یہ حکم بنگالیوں کی دل شکنی کا باعث اس قدر ہوا تھا کہ گویا ان کے گھروں میں ماتم پڑ گیا تھا اور انہوں نے تقسیم بنگالہ کے رُک جانے کی نسبت

بہت کوشش کی مگرنا کام رہے بلکہ برخلاف اس کے یہ نتیجہ ہوا کہ ان کا شوروغوغا گورنمنٹ کے افسروں نے پسند نہ کیا اوران کی طرف سے جو کچھ کارروائیاں ہوئیں اس میں سے اس جگہ اس کی تفصیل کی بھی ضرورت نہیں۔خاص سرفلر لفٹنٹ گورنرکوانہوں نے اپنے لئے ملک الموت سمجھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ ان ایام میں کہ بنگالی لوگ اپنے افسروں کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھارہے تھے۔اور سرفلر کے انتظام سے جان بلب تھے مجھے مذکورہ بالا الہام ہوا یعنی یہ کہ پہلے بنگالہ کی نسبت جوحکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہوگی چنانچہ ہم نے اس پیش گوئی کوانہیں دنوں میں شائع کردیا سو یہ پیش گوئی اس طرح پر پوری ہوئی۔کہ بنگالہ کا لفٹنٹ گورنرفلرصاحب جس کے ہاتھ سے بنگالی لوگ تنگ آ گئے تھے ایک دفعہ مستعفی ہوگیا بنگالیوں نے فلر کی علاحدگی میں اپنی دل جوئی محسوس کی ہے درحقیقت فلر کی علاحدگی سے ان کی دل جوئی ہے بلکہ پورے طور پر دل جوئی ہوگئی ہے۔''

مرزا صاحب کی اس تحریر سے یہ اُمور واضح ہیں کہ

(۱) الہام تقسیم بنگال کے متعلق نہ تھا بلکہ ان تکالیف کے متعلق تھا جو حکام و سر بی فلر کی طرف سے ان کو ہورہی تھیں۔

(۲) سر بی فلر کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ تقسیم بنگال کا حکم منسوخ ہوگا بلکہ کسی طرح سے ان کی دل جوئی ہوگی۔

(۳) سر بی فلر مستعفی ہوگئے اور بنگالیوں کی دل جوئی ہوگئی۔

(۴) پیش گوئی کا انتظار سر بی فلر کی علاحدگی پر ختم ہوگیا۔اب مرزائی لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ چاروں شقوں کے خلاف ہیں کیوں کہ وہ پیش گوئی کو تقسیم بنگالہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بنگالیوں کی دل جوئی کا اسی پر انحصار رکھتے ہیں اور سر بی فلر کی علاحدگی کو بنگالیوں کی دل جوئی نہیں سمجھتے اور ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۱ء تک اس پیش گوئی کے نتیجہ کا انتظار کرتے ہیں۔

اب جھگڑا صرف مرزا صاحب اور مرزائیوں کے درمیان ہے اگر مرزائیوں کے

نزدیک واقعی مرزا صاحب سچے ہیں اور واقعی وہ اپنے الہاموں کو سمجھ بھی سکتے ہیں تو یہ شور وشغب جو آج بلند کیا جاتا ہے بالکل بے سُود اور عبث فعل ہے لیکن اگر وہ مرزا صاحب کے قول کا اعتبار نہیں کرتے اور ان کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی اگر ان کو یقین ہے کہ مرزا صاحب اپنے الہاموں کو سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے تو ان کی خوشی لیکن ہمارا مدعا ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب میں صداقت نہ تھی

فھو المراد،

دیکھیں مرزائی مشن کس شق کو اختیار کرتا ہے؟۔



۱۵/ جنوری ۱۹۱۲ء

تحقیق واقعات کربلا

اس عنوان سے ایک بسیط مضمون رسالہ تشحیذ الاذہان کادیاں بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں ایک مرزائی اہل قلم کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں واقعات کربلا کے واقعات اور اسباب پر ایک تفصیلی بحث ہے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ شیعوں کی مستند کتب کے حوالہ سے ہے۔ مضمون نگار نے اس مضمون میں ذیل کی کتابوں سے مدد لی ہے:

مقتل ابومخنف نہج البلاغہ، جلاء العیون، ناسخ التواریخ، مقتل ابن تمام

اس مضمون میں مندرجہ بالا کتابوں کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ واقعہ کربلا اپنے اندر کوئی مذہبی جزو نہیں رکھتا بلکہ امام مظلوم پر جو ظلم وستم ہوئے وہ شیعوں ہی نے کئے اس میں نہ حضرت معاویہ کا کوئی قصور ہے اور نہ ہی اس واقعہ کا ہونا یزید کے حکم سے ثابت ہے۔

کنایتاً اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ سے ان کے استفسار پر جو خط لکھا تھا اس میں وعدہ کیا تھا کہ آپ کبھی خروج نہیں کریں گے اور اپنے معظم بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے کئے ہوئے عہد پر قائم رہیں گے مگر کوفہ کے شیعوں کے طلب کرنے پر اس عہد کا خیال نہ فرمایا اس مضمون کا پڑھنے والا اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو تکالیف پہنچیں وہ سب انہیں شیعان کوفہ کی طرف سے پہنچیں۔

میرا خیال ہے کہ حضرات شیعہ اگر اس بحث پر کچھ لکھیں اور مضمون مذکور کا جواب دینا چاہئیں تو مؤرخانہ حیثیت میں لکھیں اور تحقیق میں فریقین رنج کا اظہار نہ کریں کیوں مؤرخہ تحقیق سے تمام مسلمانوں کو غور کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور اصلیت خود بخود ذہن نشین ہونے کی کوشش کرتی ہے لیکن اگر بحث میں اظہار رنج ہو تو وہ بحث محدود ہو جاتی ہے اور تحقیق پسند طبیعتیں اس کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتیں۔فقط۔



۲۹/جنوری ۱۹۱۲ء

کادیاں یا قادیاں

مرزا صاحب کادیانی ہمیشہ اپنے گاؤں ''کادیاں'' کو ''قاف'' سے لکھا کرتے تھے اور ان کے خدام کا بھی یہی دستور ہے ''کاف'' کے لکھنے میں خدا جانے انہوں نے کیا قباحت سمجھی کہ کوشش پر کوشش جاری ہے کہ کوئی ''کاف'' سے نہ لکھے ہر ایک شخص کسی املا میں مختار ہے جو چاہے لکھے مگر ایسا حق کسی کو حاصل نہیں کہ غلط لکھے مرزا صاحب اور اُن کے خدام کے پاس بظاہر کوئی دلیل اس پر موجود نہیں کہ ''قاف'' ہی سے صحیح ہے۔تاوقت یہ کہ کوئی مدلل ثبوت اس کی صحت کا نہ ہو کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ ضرور قاف سے لکھے۔اس سوال کا (کہ کادیاں صحیح ہے یا قادیاں) فیصلہ تشحیذ الاذہان کادیان بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء سے بآسانی ہو سکتا ہے اور ہمیں اُمید کہ جماعت مرزائیہ عموماً اور خلیفہ مرزا صاحب خصوصاً اس فیصلہ کو قبول کریں گے۔کیوں کہ یہ فیصلہ خود اُن کے پیغمبر مرزا

صاحب کی طرف منسوب ہے اوراُمید ہے کہ اب آئندہ تمام مرزائی ''قادیاں'' نہ لکھا کریں گے بلکہ ''کادیاں'' لکھنے کی عادت ٹھہرائیں گے۔

تشخیذ الاذہان ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر بعنوان ''جماعت البشریٰ'' ایک نظم اکمل نامی ایک مشہور مرزائی صاحب کی جودت طبع کا نتیجہ ہے یہ نظم طرابلس کے مسلمانوں کی طرف لکھی گئی ہے اور مضمون یہ ہے کہ مسلمان سلطنت ہے یہودیوں کی ماخذ اس لئے محروم ہوگئے کہ مسیح موعود (یعنی مرزا کادیانی) کا انکار کیا گویا اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر مسلمان مرزا کادیانی پر ایمان لائیں گے تو انہیں سلطنت مل جائے گی اگرچہ دکھانے کے لئے جماعت مرزائیہ گورنمنٹ عالیہ کی وفاداری کا بہت کچھ راگ گاتی ہے لیکن دلی جذبات کا نقشہ اکمل کے اس مضمون سے عیاں ہے خیر اس سے ہمیں کیا- ہمارے نزدیک یہ بھی مثل ان عشقیہ نظموں کے ہے جن میں وہمی اور فرضی معشوق کے خد وخال اور ہجر ووصال پر قابلیت خرچ کی جاتی ہے اس نظم میں ایک شعر یہ ہے

ہند میں بستی ہے اک کدعہ بنام احمد
اہل فارس سے بس آنا تھا غلام احمد

اس شعر میں ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام مقام ''کدعہ'' یا ''کرعہ'' میں پیدا ہوگا اور دوسرے مصرعہ میں اس پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمائی ہے مہدی موعود علیہ السلام کی پیش گوئی کو اس پیش گوئی سے ملانا جو رجل فارس کے متعلق ہے ایسی ہی بات ہے کہ

مسکن ملاح در چین است و کشتی در فرنگ

خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ خود مرزا صاحب کو اپنی قومیت کے متعلق کوئی وثوق نہیں اور دبی زبان سے سیادت میں قدم رکھنے کے متمنی معلوم ہوتے ہیں۔ لفظ ''کدعہ'' سے فائدہ اٹھا کر مرزا صاحب نے کادیان کو پیش کیا بہت سا حصہ کدعہ اور ''کادیاں'' کا آپس میں ملتا جلتا ہے اس لئے مرزا صاحب نے

اس سے فائدہ اٹھایا چنانچہ میاں اکمل بھی مندرجہ بالاشعر میں اسی فائدہ کا اظہار کرتے ہیں۔ہم اس وقت یہ بحث نہیں چھیڑتے کہ یہ ادعا صحیح ہے یا غلط۔ بلکہ ہم مرزائیوں کو اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اگران کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ ''کدعہ'' سے مراد ''کادیاں'' ہے تو لفظ ''کادیاں'' کو صحیح سمجھیں اور قادیاں کو غلط قرار دیں کیوں کہ حدیث کے الفاظ ''کدعہ'' یا ''کرعہ'' دونوں میں ''کاف'' ہے نہ کہ ''قاف'' لیکن اگران کے نزدیک ''قادیاں'' صحیح ہے تو ''کدعہ'' سے فائدہ اٹھانا ایک بے سُود امر ٹھہرا۔

اگر لفظ کدعہ ڈاک خانہ مہر میں ہوتا یا پوسٹل لسٹ میں ہوتا تو افسران ڈاک خانہ کی منت خوشامد کر کے ''قاف'' سے ''قدعہ'' لکھوانا آسان تھا کیوں کہ ڈاک خانہ کی مہر میں کادیاں کا نام پہلے اس طرح درج تھا kadian کچھ عرصہ ہوا مرزائیوں نے افسران سررشتہ ڈاک سے منت خوشامد کر کے اس طرح لکھوادیا qadian یہ تو آسان تھا لیکن کتابوں میں ''کدعہ'' کو ''قدعہ'' بنانا محال ہے اس لئے مرزائی جماعت دونوں شقوں میں سے کسی کو اختیار کر لے پیش گوئی سے فائدہ اُٹھانا چھوڑ دے یا اب ''کادیاں'' لکھا کرے۔

دیکھیں جماعت مرزائیہ اس کے متعلق کیا رائے قائم کرتی ہے!!!



۵رفروری ۱۹۱۲ء

کادیانی مشن کی کذب بیانی

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل چیف کورٹ پنجاب لاہور کی طرف سے ایک تازہ رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام انہوں نے ''بنگال کی دل جوئی'' رکھا ہے۔خواجہ صاحب نے مرزا صاحب آنجہانی کی روش اختیار کر کے ایک ایسی بات کو جو چند لفظوں یا زیادہ سے زیادہ چند سطروں میں ادا ہو سکتی ہے اس قدر طول دیا کہ ۲۳ صفحے پُر ہو گئے۔اس میں مرزا صاحب کے اُس الہام کا ذکر کیا

گیا ہے جوانہوں نے فروری ۱۹۰۶ء میں شائع کیا تھا خواجہ صاحب یا دیگر مریدان مرزا صاحب کا اس پیش گوئی کے متعلق کسی قسم کی جدوجہد کرنا بالکل فضول ہے۔ کیوں کہ (جیسا کہ ہم اہل فقہ کی ایک اشاعت میں ظاہر کر چکے ہیں) جناب مرزا صاحب اس پیش گوئی کو پورا کر چکے ہیں اور حقیقۃ الوحی میں قطعی فیصلہ کر گئے ہیں کہ سر بی فلر اول لفٹنٹ گورنر مشرقی بنگال کے مستعفی ہونے سے یہ پیش گوئی پوری ہو چکی ہے اب مرزا صاحب کے مریدوں کو بہ حیثیت مرزائی ہونے کے کوئی حق حاصل نہیں کہ اپنے نبی وغیرہ کے فیصلہ کے خلاف اپنی آواز بلند کریں۔

اگر مرزا صاحب کا یہ فیصلہ غلط تھا تو لازم آتا ہے کہ انہوں نے پیش گوئی کے پورا ہونے کے متعلق ایک رائے قائم کرنے میں (بہ خیال خود) ایک خدائی الہام کے اصلی مفہوم کو غلط پیرایہ میں بتایا اور اس کا اقتضاء یہ ہونا چاہئے تھا کہ فوراً ان کی کشفی حالت (بشرط یہ کہ انہیں مسلّم ہو) رہبری کرتی۔ لیکن ان کی وفات تک ان کو اس کے متعلق کشف نے راہ راست پر لانے کی کوئی کوشش نہیں کی اس لئے اب یہ فیصلہ ناطق ہے کہ سر بی فلر کے استعفاء داخل کرتے ہی اس الہام کا ظہور ہو گیا جیسا کہ مرزا صاحب نے تسلیم کر لیا ہے۔ خیر مرزا صاحب کے مرید جو چاہیں کہیں اور جو چاہیں لکھیں مگر ہم کو صرف اس امر کا افسوس ہے کہ مرزائی مشن اس قدر غلط بیانی سے کام لیتا ہے اگر چہ یہ طریقہ خود مرزا صاحب بھی استعمال کر لیا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے بڑے حوصلہ سے لکھ مارا کہ مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم قصوری اپنی کتاب میں لکھ چکے تھے کہ مرزا صاحب اور ان میں جو کاذب ہے وہ صادق کی زندگی میں مرے گا اگر چہ خود مرزا صاحب کے فیصلہ سے یہ کلیہ بھی غلط ہو گیا کیوں کہ اگر یہ صحیح ہوتا تو بجائے ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کے امرتسر اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے پٹیالہ میں زندہ ہونے کے مرزا صاحب کا کادیاں میں زندہ ہونا ضروری تھا اگر ایسا نہ ہوا لیکن اگر بغرض محال صرف مرزا صاحب کی خاطر سے نتیجہ بالعکس لیا جانا جائز قرار دیا جائے

تو مرزا صاحب یاان کے مرید ایڑی چوٹی کا زور لگادیں تو مولانا غلام دستگیر صاحب مرحوم کی کسی کتاب میں سے اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے ناحق ایک غلط بات لکھ دی۔ اسی روش کو اب مرزائی مشن نے اختیار کیا ہے چنانچہ خواجہ صاحب اپنے رسالہ ''بنگال کی دل جوئی''میں فرماتے ہیں:

''اور پھر دیکھو اس انبیاؤں کے شہنشاہ یعنی رسول خدا ﷺ کو کس قدر صحیح کشف اور سچا علم تھا وہ کہتا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں ایک ہی رمضان میں رمضان کی تیرہویں اور اٹھائیسویں کو کسوف خسوف ہوگا وہ ۱۸۹۵ء میں ہو چکا۔''
(صفحہ ۱۸)

قطع نظر اس کے کہ جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اور جس کی نسبت رسول خدا سے کی جاتی ہے وہ حدیث بھی ہے یا نہیں اور بہ صورت کسی دوسرے کے قول ہونے کے اصول مقررہ محدثین کے مطابق اس کی صحت ثابت بھی ہے یا نہیں۔ ہم زور سے کہتے ہیں کہ اس اشارہ میں صریح کذب اور بہتان سے کام لیا گیا ہے اور غضب یہ ہے کہ رسول خدا کے نام سے جھوٹ بولا جاتا ہے کیا خواجہ صاحب یا کوئی دوسرا مرزائی اس قول میں رمضان کی تیرہویں اور اٹھائیسویں تاریخیں لکھی ہوئی دکھا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

پھر تعجب ہے کہ دروغ گوئی سے کیوں کام لیا گیا جس قول کو غلطی سے یا دیدہ و دانستہ کذب بیانی سے رسول خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس میں تیرہویں اور اٹھائیسویں تاریخ کا تو ذکر نہیں۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ چاند گرہن رمضان کی پہلی رات کو اور سورج گرہن رمضان کے نصف میں یعنی پندرہویں اور سولہویں تاریخ کو ہوگا اور یہ بدیہی البطلان ہے۔

جن لوگوں کے پاس ہفتہ وار پیسہ اخبار کا فائل موجود ہے وہ کسوف و خسوف کی بحث ۱۸۹۵ء کی فائل میں دیکھ سکتے ہیں جس میں میری طرف سے دو مضمون ۱۸۹۵ء اور ۱۸۹۶ء کے رمضان شریف کے کسوف و خسوف کے متعلق لکھے گئے

تھے جن کے جواب سے ہمارے مخاطب شمالی ہند کے گریجویٹ ایسے ساقط ہوئے تھے کہ پھراس بحث کا نام تک نہ لیا تھا۔پھرخواجہ صاحب اسی رسالہ میں ایک اورغلط بیانی اس طرح فرماتے ہیں کہ پہلے تومرزاصاحب کے چندالفاظ نقل فرماتے ہیں جن میں سلطنت ترکی کے متعلق پیش گوئی کی گئی تھی اورجس کا ماحصل یہ ہے کہ مرزاصاحب کشفی طریق سے دیکھ چکے کہ سلطنت روم اوراس کے ارکان کی اچھی حالت نہیں اس کے بعدفرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے بعدملک ترکی نے بہت سے واقعات دیکھے جن میں آئے دن اراکین سلطنت کی غداری ظاہر ہوئی اسی بحث میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ

''کیااس وقت سے پہلے کبھی بھی سلطنت ترکی میں ایسے غداراورقوم فروش پیداہوئے ہیں جیسے گذشتہ پندرہ سولہ سال میں اس نبوت کے بعدملک روم نے پیدا کئے''(ص۱۳)

اگرچہ ہمیں اس تاریخی کذب بیانی سے رنج نہیں جیسا کہ اس کذب بیانی سے ہوا جس میں رسول خدا کے نام مبارک سے جھوٹ بولا گیالیکن چوں کہ اس سے ایک مدعی نبوت کی خلاف اسلام تصدیق غایت ہے اس لئے ہم اتناافسوس کئے بغیرنہیں رہ سکتے کہ اس میں ایساسخت جھوٹ ہے کہ کسی تاریخ دان سے مخفی نہیں۔خواجہ صاحب کوشاید معلوم نہ ہولیکن تمام دنیاجانتی ہے کہ جس قسم کے غدارلوگ بوقت تخت نشینی سلطان عبدالحمیدخاں معزول ترکی میں موجود تھے ویسے غداران پندرہ سولہ سال میں پیدانہیں ہوئے اورخدانہ کرے کہ پیدا ہوں ان لوگوں کوغداری کے سبب سے غازی عثمان پاشامرحوم محصورواسیر ہوئے۔ اورعبدالکریم پاشاوغیرہ جیسے نمک حراموں نے سلطنت کوسخت زک پہنچائی انہی لوگوں کی غداری اور بےایمانی پرقیاس کرکےمرزاصاحب نے پیش گوئی کردی تھی مگرخداکافضل ہے کہ مرزاصاحب کاخیال غلط ثابت ہوااور ترکوں میں غیرت اورحمیت کی روح تازہ ہوگئی۔

'مشتے نمونہ ازخروارے' یہ دوغلط بیانیاں رسالہ''بنگال کی دل جوئی'' سے

اقتباس کی گئیں جو اس کتاب کی بے اعتباری کی زبردست دلیل ہے لیکن اصل مبحث جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں بموجب فیصلہ مرزا صاحب بالکل غلط اور فضول ہے۔

مرزائی مشن کو اگر مرزا صاحب کی پیش گوئیوں پر بحث منظور ہو تو ان کی پیش گوئیوں کی تنقید کے لئے تیار رہیں اس طرح مرزا صاحب کی تمام پیش گوئیاں زیر بحث آجائیں گی مگر افسوس کہ یہ طریقہ ارکان مشن کو منظور نہیں یہ اس لئے کہ پرکھنے سے حق و باطل میں تمیز ہو جاتی ہے مگر مرزائی مشن بجائے پرکھنے کے مرزا صاحب کی نبوت صرف قسمیں کھا کر اور غلط بیانیاں کر کے منوانا چاہتا ہے مگر مشن یاد رکھے کہ

بسو گند گفتن کہ زر مغربی است
چہ حاصل محک خود بگوید کہ چیست



۱۲ فروری ۱۹۱۲ء

جواب الجواب نمبر ۳

ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے اپنی کھلی چٹھی میں جناب میر حبیب اللہ صاحب کی مذمت میں یہ لکھا تھا کہ جناب میر صاحب نے اہل فقہ کو انجمن حنفیہ سے امداد دی اور اس کے متعلق پیسہ اخبار کا حوالہ دیا۔ اس کے جواب میں میر صاحب نے تحریر فرمایا کہ

''آپ نے یہ غلط لکھا ہے کہ میں نے اخبار اہل فقہ کی مدد چندہ انجمن حنفیہ سے کی ہے اور اگر آپ کا علم پیسہ اخبار کی تحریر پر مبنی ہے (جو کہ میں نے اب تک نہیں دیکھی) تو پیسہ اخبار کو غلط خبر ملی ہے۔''

اس کا جواب ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے بعنوان نمبر ۳ لکھا ہے جس میں وہ اپنے دعوی پر زور دیتے ہوئے ۱۹۰۷ء کا حوالہ دیتے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں جو جلسہ

انجمن حنفیہ کا امرتسر میں ہوا تھا۔ اس میں میر صاحب نے خود رپورٹ پڑھی تھی جس میں ایک معقول رقم امداد اہل فقہ کی بھی سنائی تھی اور یہ کہ اس پر پیسہ اخبار میں اعتراض ہوا تھا اور دفتر اہل فقہ سے اس کی تائید ہوئی تھی۔

ہمیں افسوس ہے کہ ایڈیٹر صاحب اہل حدیث خدا جانے کسی واقعہ کو اصلی رنگ میں دکھانے کو معیوب کیوں سمجھتے ہیں اور ہیر پھیر ڈال کر اپنی تحریر کو افتراء کی صورت میں کیوں لاتے ہیں؟

اب ہم دکھاتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب نے اس واقعہ میں کس طرح کا فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی، اول تو امرت سر میں انجمن حنفیہ کا قیام صرف دو (۲) سال سے ہے۔ اس کے پریذیڈنٹ خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ امرتسر ہیں۔ سیکرٹری میر حبیب اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ ہیں اور فنانشل سیکرٹری یا امین بابو نظام الدین صاحب سوداگر چرم ہیں۔ اس انجمن سے اہل فقہ کو اس کے قیام کی تاریخ سے آج تک کوئی امداد نہیں ملی۔ ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے اس میں پبلک کو دھوکا دینے کے لیے ۱۹۰۷ء کا ایک واقعہ مدنظر رکھ کر میر صاحب پر افتراء قائم کر دیا کہ انہوں نے اس انجمن سے اہل فقہ کو امداد دی ہے اور اس سے یہ غرض سوچی کہ امرت سر کی پبلک انجمن حنفیہ کی مخالف ہو جائے گی اور الزام لگا دے گی کہ یہ انجمن تو امرت سر کی تین انجمنوں کی قائم مقام ہے اور صرف اس غرض سے قائم کی گئی ہے کہ مدرسہ نصرۃ الحق النعمان کا انتظام کرے اور بس۔ تو ایسی صورت میں اس انجمن کی طرف اگر کسی ایسے چندہ کی نسبت کر دی جائے تو مدرسہ کے انتظام سے خارج ہو تو خواہ مخواہ پبلک کو اعتراض کا موقع ملے گا۔

اب اس نے جواب سن کر ۱۹۰۷ء کا حوالہ دیا مگر افترا کا ایک حصہ اس میں بھی باقی رکھا۔ انجمن نصرۃ الحق حنفیہ و انجمن نعمانیہ نے ۱۹۰۷ء میں اخبار اہل فقہ کو بطور قرض حسنہ امداد دی، ایڈیٹر اخبار کو اپنی ذات کے واسطے قرض نہیں دیا بلکہ اخبار کو دیا۔ ان ہر دو انجمنوں میں میر صاحب نہ تو سیکرٹری اور نہ ہی پریذیڈنٹ اور نہ

کوئی اور عہدہ ان کے پاس تھا اور نہ ایسے قرض کا دیا جانا ان کی تحریک پر مبنی تھا۔ تو یہ کس قدر افترا ہے کہ میر صاحب نے انجمن کے چندہ سے مدد کی، میر صاحب کو اس سے کیا سروکار!!!

خواجہ حافظ احمد اللہ (مرحوم) صاحب اس وقت انجمن نصرۃ الحق کے سیکرٹری تھے، انہوں نے رپورٹ مرتب کی تھی مگر بہ باعث ضعف اور پیرانہ سالی کے وہ خود نہ پڑھ سکے۔ میر صاحب کو کہہ دیا کہ آپ پڑھ دیں۔

انجمنوں کے اجلاس سے رقوم منظور ہو کر دی جاتی ہیں اور رپورٹ سالانہ میں اس کا اندراج ہوتا ہے جو سیکرٹری یا کوئی دوسرا شخص جلسہ سالانہ میں سنا دیتا ہے تو ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کی منطق کے مطابق تمام رقوم کا دیا جانا رپورٹ سنانے والے کی طرف منسوب ہونا چاہیے۔ اگر یہی عقل کی بات ہے تو دنیا بھر میں کوئی بھی احمق نہیں۔ ایسے لوگوں کو منصف مزاج کا خطاب دینا ایڈیٹر صاحب کا ذاتی خیال ہے، کوئی عقل منداسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

اب فرمایئے کہ میر صاحب پر کیا الزام باقی رہا، اس کا ادا ہونا یا نہ ہونا۔ سو اہل فقہ کا دفتر جس وقت ادا کرنے کے قابل ہوگا - ادا کر دے گا۔ ایڈیٹر اہل فقہ اس رقم کے ادا کرنے کا ذاتی طور پر ذمہ دار نہیں۔

ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے پیراگراف نمبر ۴ میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اخبار اہل حدیث میں عالی جناب حضرت حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دام برکاتہم کی ذات بابرکات پر جو حملے ہوتے ہیں - ان کا اہل حدیث کو ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا کہ حضرت شاہ صاحب کو اور ان کے مریدوں کو مرزائے کادیانی کے حق میں نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسی نکتہ چینی تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰ کی مستثنیات میں آ سکتی ہے۔ اس کے بعد ایڈیٹر صاحب اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جو گذشتہ دنوں خواجہ کمال الدین صاحب کے لیکچروں [میں] ظہور میں آیا۔ اس کے متعلق ہم چند اُمور بہ صراحت بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اول یہ کہ ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰ تو کہیں سے سیکھ لی ہے، اس لیے جا و بے جا اس کا ذکر وہ ضرور کر دیتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اس دفعہ کی مستثنیات نیک نیتی پر مبنی ہیں نہ کہ بدنیتی پر۔ مثلاً فرض کیجیے کہ آپ بازار میں جا رہے ہیں اور ایک شخص نے آپ کی دستار مبارک کو اُتار کر زمین پر پھینک دیا اور مستثنیات میں پناہ لینے کے باعث یہ حیلہ کیا کہ پگڑی پر بچھو تھا تو کیا محض اس کا یہ کہنا اس امر کی دلیل ہوگی کہ وہ سچا ہے تا وقت یہ کہ اس کا ثبوت نہ ہو۔

دوم یہ کہ ایڈیٹر صاحب اس وقت مرزائیوں کے حال پر بڑے مہربان ہیں اور ان کی حمایت میں یہاں تک آمادہ ہیں کہ بے خودی میں ایک ایسے فعل کے مرتکب ہوئے جس کے عوض میں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں لعنت عطا فرماتا ہے۔ غالباً رسالہ ثنائی ہرزہ درآئی نے چولیں ڈھیلی کر دی ہوں گی ورنہ کون سی وجہ ہے کہ ایک ایسا شخص جو مرزائیوں کا ایسا سخت دشمن مرزائیوں کی حمایت میں اُتر آیا اور یہاں تک ہمدردی کا اظہار کرتا ہے کہ؛

''آپ کو یاد نہیں کہ امرت سر میں خواجہ کمال الدین مرزائی کے لیکچر کے موقع پر بہ تاریخ ۱۸ شعبان ۱۳۲۹ھ آپ کے پیر بھائیوں اور دیگر حنفیوں نے مسجد میاں محمد جان مرحوم کے اندر اور نیچے بازار میں کیا کچھ شور وشر کیا تھا۔ اور آپ خود جلسہ میں ان کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے حالاں کہ خواجہ مذکور کا لیکچر کوئی خاص قادیانی مشن کی تائید میں نہ تھا۔'' (اخبار اہل حدیث مورخہ ۵ جنوری ۱۹۱۲ء صفحہ ۴)

اس میں ایڈیٹر صاحب نے نہ صرف کذب بیانی کی ہے بل کہ مسلمانوں پر عموماً اور میر حبیب اللہ پر خصوصاً افتراء باندھا ہے بہ حال یہ کہ اسی عبارت سے ذرا آگے چل کر خود فرماتے ہیں کہ ''ناحق افترا کرنا بے ایمانوں کا کام ہے۔''

بات اصل یہ ہے کہ امرت سر میں خواجہ کمال الدین صاحب کے لیکچر کا اشتہار ہوا تو امرت سر کے حنفیوں اور غیر مقلدوں نے یہ محسوس کیا کہ خواجہ صاحب اگر چہ کسی ایسے مسئلہ پر لیکچر دیں جو مختلف فیہ نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی پیرایہ میں

مرزائے کادیانی کے مشن کی تبلیغ کر ہی دیا کرتے ہیں، اس لیے ضروری سمجھا کہ عین اسی وقت جب کہ خواجہ کمال الدین کا لیکچر ہو، میاں محمد جان مرحوم کی مسجد میں وعظ کے جلسے کیے جائیں تا کہ مسلمان خواجہ صاحب کے لیکچر کی مضرت سے محفوظ رہ جائیں۔

ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کو واقعی سخت رنج ہوگا اس لیے کہ اتفاق میں باوجود یہ کہ علمائے غیر مقلدین شامل تھے مگر خود بدولت کو انہوں نے شامل نہ کیا اور شامل نہ کرنے کی وجہ یہی ہے کہ امرت سر کے تمام علمائے غیر مقلدین خود بدولت کو گم راہ سمجھتے ہیں اور کسی ایسی مجلس میں نہیں شامل ہوتے جس میں خیریت سے خود بدولت شامل ہوں چنانچہ انجمن اہل حدیث کے گذشتہ اجلاس کے موقع پر بذریعہ اشتہار انہوں نے ظاہر کر دیا تھا کہ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے کسی کام میں شریک نہیں اور نہ ان کے کسی جلسہ وغیرہ یا ان کی کسی کارروائی سے ان کو تعلق ہے۔اس لیے ایڈیٹر صاحب بفحوائے **لالحب علی بل لبغض معاویہ** وہ مرزائیوں کی حمایت کرنے پر مجبور ہوئے۔سچ تو یہ ہے کہ ان کو کوئی حنفی یا غیر مقلد اس قابل نہیں سمجھتا کہ ان کا کسی کام میں........................

دو دن متواتر وعظ کے جلسے ہوئے اور امن و امان سے ہوئے، کسی قسم کی بے اطمینانی ظہور میں نہیں آئی مگر ایڈیٹر صاحب وعظ کے جلسوں کو ''شور وشر'' کا مقام بتاتے ہیں۔

ہم ایڈیٹر صاحب کو بتاتے ہیں کہ شور وشر کس کو کہا جاتا ہے۔سنیے آپ کو یاد ہوگا کہ مدت ہوئی بیرون دروازہ ....آریوں اور مسلمانوں کا مباحثہ ہوا تھا۔ مولوی احمد الدین صاحب، مولوی حکیم عبدالحق صاحب اور خاکسار نے یکے بعد دیگرے وقت لیا اور ان وقتوں میں بڑی خاموشی اور امن سے مباحثہ ہوتا رہا مگر جب خیریت سے آپ کا وقت شروع ہوا تھا تو جو کچھ ہوا وہ آپ کو یاد ہوگا، پولیس کو دخل دے کر مجلس مفاہمت کرنی پڑی-اس کو ''شور وشر'' کہتے ہیں۔کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ میاں محمد جان مرحوم کی مسجد میں کسی قسم کا شور وشر ہوا تھا؟ اگر

نہیں تو آپ کو جھوٹ بولنے سے کیا حاصل ہوا؟؟؟ دونوں مجلسوں میں بعض علمائے غیر مقلدین شامل تھے، مگر ایڈیٹر صاحب صرف شاہ صاحب کے مریدوں اور حنفیوں کا نام لیتے ہیں۔ایڈیٹر صاحب آخر جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوا کرتی ہے!!!

مانا کہ آپ کی عادت ہے مگر خدا کے لیے کسی ایسے معاملے میں تو اس کو ترک کر دیا کیجیے جو پبلک ہو۔کیا آپ کے رپورٹر نے آپ کو نہیں بتایا کہ دونوں دنوں میں خاندان غزنویہ کے کتنے اراکین شامل تھے اور مولوی حکیم ابوتراب عبدالحق صاحب نے وعظ کیا تھا۔کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ سارے بزرگ حنفی ہیں یا میر حبیب اللہ صاحب کے پیر بھائی۔ممکن ہے کہ آپ کا رپورٹر کوئی نابینا حافظ ہو جو کسی کی شکل نہ دیکھ سکا۔مگر مولوی حکیم عبدالحق صاحب کی آواز سے بھی اس نے نہیں پہچانا؟؟؟ کیا آنکھوں کی طرح اس کے کان بھی معطل تھے!!!

وائے بد قسمتی عاشق خط جاناں
نامہ لیجانے کو ہاتھ اندھا کبوتر آیا

اچھا فرض کرو کہ آپ کے رپورٹر نے آپ کو یہ نہیں پہنچایا مگر کیا آپ نے جلسہ وعظ کا اشتہار بھی نہیں دیکھا۔اس میں دیکھ کر بتایئے کہ اشتہار دہندوں میں صرف حنفیوں کا نام ہے۔اگر آپ نے کذب بیانی اور افترا پردازی کا ٹھیکہ لے لیا ہے تو آپ کی مرضی۔مگر آپ کا یہ فرمانا کیا معنی رکھتا ہے کہ ''ناحق افتراء کرنا بے ایمانوں کا کام ہے۔''

میر صاحب پر یہ افتراء کہ وہ ان مجالس میں حنفی شور و شر کرنے والوں کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے، کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ میر صاحب اس جلسہ میں کوئی خاص دل چسپی لے رہے تھے۔آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے بلکہ میر صاحب مثل اور سامعین کے الگ بیٹھے ہوئے تھے بلکہ تمام مسلمان جو اس جلسہ میں شامل تھے، شہادت دے سکتے ہیں کہ میر صاحب اختتام مجلس تک بھی وہاں نہ بیٹھے۔خیر آپ جس قدر چاہیں افتراء کریں۔ہم تو آپ کا فیصلہ آپ کو ہمیشہ سناتے رہیں گے،

اس کو پھر یاد فرما لیجیے۔

اب اس کا جواب سنیے جس طرح آپ کو حضرت شاہ صاحب قبلہ دام برکاتہم و فیوضہم (یعنی پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری) کی شان والا شان پر خواہ مخواہ حملے کرنے کا حق حاصل ہے، اسی طرح ہم لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ میں جو مذہبی برائیاں ہیں- نیک نیتی سے ان کو ظاہر کریں اور آپ کی پوزیشن لوگوں پر اصل صورت میں ظاہر کریں جس طرح ہمارے نزدیک مرزا صاحب کے دعاوی غلط ہیں اور ہم کو اس پر نکتہ چینی کا حق حاصل ہے، اسی طرح چوں کہ ہمارے نزدیک آپ راہ راست سے بھٹکے ہوئے اور خارج از اہل سنت و جماعت بل کہ بعض مسائل اعتقادیہ میں مرتکب کفر و زندقہ کے ہیں اور خوف ہے کہ آپ کا اثر جہلاء پر نہ پڑے، اس لیے ہم کو حق ہے کہ آپ کی حقیقت کو کھولیں اور آپ پر نکتہ چینی ـ ـ ـ ـ ـ پر آپ بگڑتے کیوں ہیں۔

جب آپ کی طرف سے افتراء پر افتراء ہوتا ہے تو اس افتراء کا ظاہر کرنا ہم نہیں سمجھتے کہ کون سے قانون کے رو سے ممنوع ہے۔

اس پیراگراف میں ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے علمائے حنفیہ پر مداہنت و نفاق کا افتراء کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ علماء حنفیہ بھی حضرت شاہ صاحب کے مخالف ہیں۔ خیر صاحب کو لکھتے ہیں کہ اگر اعتبار نہ ہو تو اشتہار نور علی پور یا ظہور علی پور دے کر کسی غیر معروف آدمی کو امرت سر کے علماء حنفیہ کے پاس بھیج کر ان کا ـ ـ ـ ـ حال معلوم کریں۔ ہمیں افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ خود فرماتے ہیں کہ ناحق افترا کرنا بے ایمانوں کا کام ہے مگر کس قدر بے باکی سے افترا کر رہے ہیں کہ امرت سر کے علماء حنفیہ معروف آدمی کے سامنے تو اپنا عندیہ ظاہر نہ کریں گے مگر غیر معروف کے سامنے بیان کر دیں گے۔ مگر ایڈیٹر صاحب ہمیں معاف رکھیں، انہوں نے اپنی جماعت کے مقتدایان پر علماء حنفیہ کو قیاس کیا ہے۔ ہمارے علماء میں خدا کے فضل و کرم سے مداہنت و نفاق نہیں، وہ ظاہر و باطن میں یکساں ہیں۔ آپ کے دہلوی مقتداء مکہ مکرمہ آپ کی جماعت کو مبارک۔ اتنا تو بتا

دیکھیے کہ یہ الزام وافتراء بھی تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰ مستثنیات میں آسکتا ہے، افسوس۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی پختہ نشان بتا دیا ہوا ہے کہ یہ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر ان کے حلقوں کے نیچے نہیں اترے گا۔سو کیا صادق آرہا ہے،خود پڑھتے ہیں۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

خود ہی پڑھتے ہیں:انما یفتری الکذب الذین لا یومنون

مگر نہ کذب سے باز رہتے ہیں نہ افتراء کرنے سے۔

پانچویں پیراگراف میں ایڈیٹر صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ کھلی چٹھی اس لیے اخبار میں درج کی گئی کہ خاکسار نے اس کے مطالبہ پر اس کو ناپسندیدہ جواب دیا تھا مگر اس ناپسندیدہ جواب کو انھوں نے ظاہر نہیں فرمایا۔باقی رہا تکمیل معاہدہ کا رونا۔ سو ایڈیٹر صاحب پیچھا چھڑا رہے ہیں اور بار بار انہی الفاظ کو دہرا رہے ہیں باوجود یہ کہ ہم نے بالصراحت کئی بار اس کا جواب لکھا اور اپنی آمادگی ظاہر کی اور ہم منتظر ہیں کہ کب وہ اپنا دعوی لکھ کر منصفوں کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔

اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے چیلنج مصالحت کے عنوان سے اسی ضمن میں چند سطریں لکھی ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ میر صاحب کو میاں فیروز الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ امرت سر کی کوٹھی پر مدعو کرتے ہیں اس غرض سے کہ وہاں بیٹھ کر گفتگوئے مصالحت واتفاق کریں بہ حال یہ کہ اسی کی ابتدائی سطروں میں ظاہر فرما چکے ہیں کہ آپ کو میر صاحب سے عداوت نہیں بل کہ محبت ہے۔

مگر میر صاحب خود اپنی چٹھی میں ظاہر فرما چکے ہیں کہ وہ [اخبار] اہل حدیث کو صرف اس لیے پسند نہیں کرتے کہ اس میں حضرت شاہ صاحب قبلہ مدظلہ کی شان والا شان میں سخت گستاخی کی جاتی ہے۔اس کو آپ روا رکھتے ہیں اور اس رویہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے، پھر صلح کیسی؟؟؟

ہم آپ کو آسان ترکیب بتاتے ہیں بہ شرط یہ کہ آپ کی فطرت اور طبیعت اس کے قبول کرنے کے قابل ہو کہ آپ کو نہ کسی مجلس میں میر صاحب سے ملنے کی

ضرورت ہے۔آپ علمائے حنفیہ پر عموماً اور حضرت شاہ صاحب قبلہ پر خصوصاً ذاتی حملے نہ کیا کریں۔بس ما بخیر تو بہ سلامت۔مسائل کی بحث کا سلسلہ شروع کر دیں، ہم بھی اسی سلسلہ میں مصروف ہو جائیں گے بس صلح ہی صلح ہے۔لیکن آپ اپنے رویہ کی اصلاح نہ فرمائیں گے تو آپ ہی کے مسلمہ اصول کے مطابق "۔۔۔انداز را پاداش سنگ است" ہم کو مدافعت کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے اور یہ گناہ بھی نہیں۔

جزاہ سیئة سیئة مثلها



۱۱ مارچ ۱۹۱۲ء

مباحثہ مونگیر میں ایڈیٹر صاحب اہل حدیث مدعو نہ تھے

ہمارے مکرم دوست خواجہ محمد عبدالعزیز صاحب تاجر پشمینہ امرت سری نے ایک خط آمدہ مونگیر معہ لفافہ ہمارے پاس بھیجا ہے، اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خواجہ صاحب کا یہ دعوی کہ مہتممین مجلس مناظرہ نے ایڈیٹر صاحب کو مدعو نہ کیا تھا - بالکل صحیح ہے۔باقی رہا کسی غیر مقلد کا اپنے طور پر بلانا اس کا اعتبار نہیں۔بہر حال وہ خط یہ ہے:

عنایت ذکر فرمائے بندہ زاد عنایتہً

بعد آداب تسلیم مزاج شریف۔فدوی خیریت سے ہے اور خیر وعافیت آپ کی درگاہ خداوند کریم سے نیک مطلوب قطعہ نوازش نامہ پا کر نہایت ممنون ومشکور ہوا۔بموجب تحریر اخبار اہل فقہ مورخہ ۵ فروری ۱۹۱۲ء واسطے دریافت اس امر کے "ایڈیٹر اہل حدیث صاحب واسطے مناظرہ مونگیر میں مدعو تھے" ہم نے مولانا محمد عمر صاحب سے دریافت کیا، وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کو مدعو کرنے میں برابر خلاف تھے اور مولوی انور حسین صاحب ساکن محلّہ ہولی بہت ہی کوشاں تھے کہ جس میں مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر صاحب اس مناظرہ

مونگیر میں تشریف لائیں مگر بوجہ خلاف ہونے ہمارے ایڈیٹر صاحب موصوف کو طلب نہیں کیا گیا اگر شاید مولوی انور صاحب کی طرف سے کوئی کارروائی ہو تو ہم نہیں کہہ سکتے۔ان لوگوں نے لکھا ہو تو بس۔مولوی انور حسین صاحب بھی تو اہل حدیث ہیں، وہ لکھا کریں۔آپ کی تحریر جو ۵ فروری ۱۹۱۲ء کے پرچہ میں ہے ۔بہت صحیح ودرست ہے۔فقط

محمد عبدالحکیم محلّہ توپ خانہ مونگیر

مکرر آں کہ ہم نے جو خط لکھا ہے بموجب کہنے مولوی محمد عمر صاحب کے جو لفظ ان کے منہ سے نکلا ہے، وہی لفظ لکھا گیا ہے۔



۱۸/مارچ ۱۹۱۲ء

تحفہ بنارس

اس نام کا ایک رسالہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہے اس میں ایک لیکچر نقل کر دیا گیا ہے جو مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر کادیاں نے بہ مقام بنارس سنایا تھا۔یہ لیکچر بغرض تبلیغ مذہب مرزائیہ بنارس میں دیا گیا تھا لیکچرار صاحب نے لیکچر میں اس عام دستور کی خلاف ورزی نہیں کی جو عموماً فرقہ مرزائیہ نے اختیار کیا ہوا ہے ،جس کو غیر مرزائی لوگوں کی اصطلاح میں ''کذب بیانی'' کہتے ہیں۔من جملہ بے شمار کذب بیانیوں کے صفحہ...اپنی حیثیت میں ایسا بے نظیر ہے اگر تمام دنیا کے جھوٹ بولنے والے جمع ہو کر چاہیں کہ اس صفحہ کے مقابلہ کا جھوٹ بول سکیں تو اُمید نہیں کہ وہ عہدہ برآ ہوں۔

فاضل لیکچرار فرماتے ہیں کہ؛

''بہت سے لوگ حضرت اقدس (العیاذ باللہ) کے مقابلہ میں الہام کا دعوی کر کے یا نبوت کے مدعی ہو کر یا آپ سے نشانات طلب کرتے ہوئے اپنے ہی حق میں بددعا کر کے آپ کی سخت مخالفت اور اہانت کی کوشش کرنے کے سبب

ہلاک ہوگئے جن میں سے بعض کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں۔''

اس کے بعد تیس (۳۰) نام درج ہیں۔

فاضل لیکچرار کے مندرجہ بالا دعوے کو چار حصوں پر تقسیم کرتے ہیں یعنی جو تیس (۳۰) نام انہوں نے بقید لفظ بعض درج کئے ہیں وہ چار حال سے خالی نہیں:

(۱) انہوں نے الہام کا دعویٰ کیا

(۲) وہ مدعی نبوت ہوئے

(۳) مرزا صاحب سے انہوں نے مباہلہ کیا

(۴) مرزا صاحب سے نشانات طلب کرتے ہوئے اپنے ہی حق میں بددعا کر کے مرزا صاحب کی سخت مخالفت واہانت کی کوشش کرنے کے سبب ہلاک ہوگئے،

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ گروہ مرزائیہ علاحدہ علاحدہ بتادے کہ حضرت مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم قصوری، حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب امرت سری رحمۃ اللہ علیہ و مولوی اسمعیل علی گڑھی مولوی نذیر حسین دہلوی نے کب الہام کا دعویٰ کیا یا کب نبوت کا دعویٰ کیا یا کب مرزا صاحب سے مباہلہ کیا یا کب مرزا صاحب سے نشانات طلب کئے اور کب اپنے حق میں بددعا کی؟ (مع حوالہ کتاب) ہمیں اس کا تو افسوس نہیں کہ مرزائی جھوٹ کیوں بولتے ہیں کیوں کہ وہ بے چارے معذور ہیں جب کہ ان کے مذہب کا انحصار ہی کذب بیانی پر ہے تو وہ سچ کس طرح بول سکتے ہیں لیکن اگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ صریح کذب بیانی کرتے ہوئے ان کو شرم کیوں نہیں آتی کیا فاصل لیکچرار کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے علماء دین کی توہین کی تو خدائے تعالیٰ نے ان کے بدلے میں مرزا صاحب کو کس قدر ذلیل کیا۔ امرت سر میں مرزا صاحب کی جو گت ہوئی کیا آپ اس سے واقف نہیں وہ کیسا سین (scene) تھا مرزا صاحب نے غلطی کی کہ یہ الہام پہلے سے نہیں گھڑا کہ **الیس پولس بکاف عبدہ** اس نظارہ کے دیکھنے والوں پر اس الہام سے

اتمام حجت کا کام نکلتا۔

فاضل لیکچرار نے غلطی کی کہ اس موقعہ پر مندرجہ ذیل نام نہ لکھے؛

(۱) مولوی عبدالحق غزنوی

(۲) ڈاکٹر عبدالحکیم

(۳) مولوی ثناء اللہ

(۴) خاکسار غلام احمد اخگر

(۵) مولوی ابوالحسن صاحب تبّتی،

عمر بھر میں مرزا صاحب آنجہانی نے صرف ایک مباہلہ کیا جو بمقام امرت سر عیدگاہ اہل سنت میں مولوی عبدالحق سے ہوا تھا اس کا نتیجہ کیا ہوا مولوی عبدالحق اس نتیجہ کی زندہ تصویر اور عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں پیش گوئی کر کے مرزا صاحب کا ذلیل ہونا اس کی بیّن دلیل۔ ڈاکٹر عبدالحکیم اور مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے الہامات گڑھے آخر دعا کی اور دعا کی مقبولیت کے راگ گائے گئے نتیجہ کیا ہوا ڈاکٹر عبدالحکیم اور مولوی ثناء اللہ زندہ نشان قائم ہو گئے اور جھوٹا ان دونوں کی زندگی میں دعا کے مطابق ہیضہ سے ہلاک ہوا۔ فعلیه ماعلیه.

خاکسار (مولانا اخگر) نے مئی ۱۹۰۰ء میں پیش گوئی کی کہ مرزا صاحب "بضع سنین" میں بذریعہ موت ہاویہ میں گرائے جائیں گے چنانچہ ٹھیک نویں برس خدائے قدیر و توانا نے مرزا صاحب کو بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا۔

مولوی ابوالحسن تبّتی مرزا صاحب کے جس قدر مخالف ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ایک دفعہ ایک اشتہار میں انہوں نے مرزا صاحب کے حق میں لکھا تھا کہ

کفش ہا بر سر خوری از افترائے ناسزا
رو سیہ گشتی میاں مردم قرب و جوار

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی مخالفت یا اہانت ہو سکتی ہے مگر فاضل لیکچرار یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کو بمقابلہ مرزا صاحب کوئی تکلیف

پہنچی ۔عبداللہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق جوگت مرزاصاحب کی ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ کومنظور نہیں کیا اور لکھا کہ پہلے مرنا معیار کذب نہیں اور ظالم کی رسّی دراز ہوتی ہے اس لئے خدا نے ان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا اسی اصول کو اگر مرزائیوں نے اختیار کیا تو عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں صاف اور بدیہی نتیجہ ہے کہ مرزا صاحب دعوی الہام میں صادق نہ تھے،عبداللہ آتھم نے کبھی اس فیصلہ کو نہیں مانا بلکہ یہ کہا کہ مرزا صاحب نے اس کی ضعیف العمری پر خیال کر کے قیاسی پیش گوئی کر دی اگر مرزا صاحب کے خدا کے نزدیک ان کے مخالفین کی رائے کی اس قدر وقعت ہے کہ باوجود اجابت دعاء کے خدا نے مولوی ثناء اللہ کی رائے کے مطابق عمل کیا تو ضروری تھا کہ مرزا صاحب پہلے فوت ہو جاتے اور عبداللہ آتھم زندہ رہتا۔فاضل لکچرار نے بڑی بے باکی سے یہ بڑ ہانکی ہے کہ مرزا صاحب کی ہزاروں پیش گوئیاں پوری ہوئیں لیکن افسوس کہ یہ بالکل غلط دعوی ہے مرزا صاحب کبھی اپنی پیش گوئیوں میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ برخلاف اس کے وہ ہمیشہ ناکام رہے اور جس قدر ذلت و ناکامی پیش گوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق ان کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی معمولی رُمّال کو آج تک نصیب نہیں ہوئی۔

الغرض تحفہ بنارس کتاب کیا ہے ایک طومار کذب ہے لیکن اس کا وہ حصہ جو مرزا صاحب کے متعلق نہیں بلکہ بت پرست کی تردید میں ہے قابل قدر ہے حجم ٦۴ صفحے علاوہ ٹائٹل لکھائی چھپائی اور کاغذ کے اعتبار سے بہت اچھی کتاب ہے قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ:بدر ایجنسی کادیاں ضلع گورداسپور



۱۸مارچ ۱۹۱۲ء

[مکتوب ملک محی الدین احمد]

۷ مارچ ۱۹۱۲ء کے اخبار بدر کادیان میں حکیم فیروزالدین وملک محی الدین احمد کی وہ تحریر شائع ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوا تھا کہ ان دونوں کا ارادہ مرزائی جماعت میں داخل ہونے کا ہے۔ اس کے متعلق مؤخرالذکر صاحب کی طرف سے ایک چٹھی بغرض اشاعت ہمارے پاس موصول ہوئی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے:

جناب مولانا صاحب غلام احمد مدظلہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جو چٹھی میرے نام سے بدر میں چھپی تھی، اس کے متعلق عام آگاہی کے لیے تحریر کرتا ہوں کہ میرا کوئی ارادہ بیعت وغیرہ مطلق نہیں ہے۔ آپ ان چند سطور کو اپنے اخبار گوہر بار کے کسی کونے میں درج کر دیجیے گا۔

خاکسار ملک محی الدین احمد

۱۴مارچ ۱۹۱۲ء



۱۸اپریل ۱۹۱۲ء

مرزائیوں کی اخلاقی حالت

امرت سر میں ایک مرزائی صاحب کے والد انتقال کر گئے۔ ایک دوست ان کے پاس بغرض ماتم پُرسی گئے اور ان میں جو باتیں ہوئیں وہ یہ ہیں:

دوست: مجھے یہ سن کر سخت رنج ہوا کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔

مرزائی: کیا اس نے مرنا نہیں تھا؟

دوست: مرنا تو ہر ایک کو ہے مگر بزرگوں کی موجودگی باعث برکت ہوتی ہے اور ان کا اُٹھ جانا افسوس ناک امر ہوتا ہے۔

مرزائی: مگر اس لعنتی کا مرنا ہی اچھا تھا ایسے ملعون کی زندگی وبال ہے۔
دوست: آپ ایسا نہ کہیں آخر آپ کا باپ تھا۔ جب آپ کا کہیں ذکر آئے گا تو سب یہی کہیں گے کہ فلاں شخص کا بیٹا ہے۔ خدا نے چوں کہ اس کو آپ کا باپ بنایا ہے اس لیے یہ تعلق ایسا نہیں کہ آپ اس کو ایسے لفظوں سے یاد کریں۔
مرزائی: اس ملعون کے ذکر کو چھوڑیے اور کوئی بات کیجیے۔
یہ سن کر وہ بے چارہ خاموش ہو رہا، کیوں نہ ہو جب ان لوگوں کے امام کا طرزِ عمل لوگوں کو گالیاں دینے کا تھا تو مرزائیوں پر کوئی افسوس نہیں۔ کیوں کہ مرحوم ایک سچا مسلمان تھا اور مرزا صاحب کو کاذب جانتا تھا مگر سوال یہ ہے کہ جب مرزائیوں کے نزدیک وہ شخص اس لیے ملعون تھا کہ مرزا صاحب کے دامِ تزویر میں نہیں پھنسا تو اس کا جنازہ مسلمانوں نے پڑھ لیا تھا۔ مرزائیوں نے اس کا علاحدہ جنازہ کیوں پڑھا؟ نمازِ جنازہ تو مسلمان کے لیے ہے۔



۱۸ اپریل ۱۹۱۲ء

زمین دار، وطن اور ملت

دو ہفتے سے زائد گزرا کہ ہمارے ایک دوست نے لاہور سے روزانہ وطن اور اخبار ملت کے چند پرچے ہمارے پاس بذریعہ پیکٹ ارسال فرمائے۔ یہ پرچے وہ تھے جن میں ایڈیٹر صاحب زمین دار سے کچھ سوال کیے گئے تھے۔ یہ اخبار زمین دار کے متعلق کچھ ریمارکس تھے لیکن چوں کہ اس پیکٹ کے ساتھ کوئی خط نہ تھا۔ اس لیے ہم اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکے کہ ہمارے دوست کی اس تکلیف کے گوارا فرمانے کی علت نمائی کیا تھی۔ اب انہوں نے بذریعہ ایک نوازش نامہ کے ہماری نسبت یہ فرمایا ہے کہ تم (خاکسار ایڈیٹر اہل فقہ) ظفر علی خان مرزائی اور نیچری کے طرف دار ہو۔
مجھے افسوس ہے کہ نہ صرف ہمارے مذکورہ بالا معزز دوست بل کہ عموماً بعض

مسلمانوں کا یہ شیوہ ہو رہا ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں پر بے سوچے سمجھے الزام قائم کر دیتے ہیں نہ صرف میرے مکرم دوست کو بل کہ عموماً بعض مسلمانوں کو معلوم ہے کہ میں مرزائی مشن کے کس قدر خلاف ہوں۔ پھر ایسی صورت میں یہ رائے قائم کر دینا نہ صرف غلط ہے بل کہ کسی کی عداوت پر مبنی ہے۔

میں نے جو نوٹ وطن اور زمین دار کے متعلق اپنے اخبار میں لکھا تھا اس کے مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ میں نے ایک صاف اور سیدھی بات کہی تھی کہ اگر فی الواقع اخبار زمین دار میں باغیانہ مضامین ہیں تو کسی مسلمان کو گورنمنٹ کے پاس جا کر شکایت کرنے کی ضرورت نہیں، بہ حال یہ کہ ہر اڈیشن کی دو کاپیاں محکمہ تفتیش جرائم فوجداری میں جاتی ہیں۔

مذہبی معاملات میں تو واقعی ہر ایک شخص کا فرض ہونا چاہیے کہ مداہنت یا نفاق کو روا نہ رکھے اگر مجھے آج یہ متحقق ہو جائے کہ مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمین دار مرزائی ہیں تو میں بڑی خوشی سے ان کے ساتھ مذہبی مخالفت پر آمادہ ہوں لیکن اگر کوئی ایسا امر ہو جس میں ہمارا ایک حنفی سُنّی بھائی غلطی پر ہو اور کوئی مرزائی اس پر اعتراض کرے تو یہ سخت گناہ ہے کہ ایک مرزائی کے اعتراض کو محض اس بنا پر رد کر دیا جائے کہ وہ مرزائی ہے۔ کیا میرے دوست کو یاد نہیں کہ جب مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر وطن نے سر ولیم میور صاحب کی کتابیں جو اسلام کی مخالفت میں لکھی گئی تھیں فروخت کرنی شروع کیں تو اس پر ایڈیٹر الحکم کادیان نے اعتراض کیا چوں کہ ایڈیٹر صاحب وطن کا یہ فعل بالکل ناجائز تھا۔ اس لیے ہم نے آزادی سے اپنی رائے ظاہر کر دی۔

زمین دار وطن اور ملت کی موجودہ کشمکش کسی مذہبی بنا پر نہیں۔ اس لیے اس کو مذہبی رنگ میں لانا ہی ایک سخت غلطی ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ مولوی ظفر علی خان صاحب نے مرزائی مشن کے خلاف کس قدر مضامین نظم و نثر لکھے اور ان مضامین کے بعد انہوں نے کبھی اپنے مرزائی ہونے کا اعلان نہیں کیا تو کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ مرزائی ہیں۔ اگر زمین دار کے پرچوں میں مرزائیوں کی تحریروں

کو جگہ ملنے پر یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ وہ مرزائی ہیں تو یہ سخت غلطی ہے کیوں کہ تمام اسلامی اخبارات میں مرزائیوں کے مضامین درج ہوتے رہتے ہیں۔ پیسہ اخبار کے کالم ہمیشہ مرزائی اور غیر مرزائی کے لیے مساوی طور پر وقف ہیں۔ مگر اس بنا پر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ منشی محبوب عالم صاحب مرزائی ہیں۔

تھوڑے دن ہوئے کہ اخبار ملت میں کتاب تحفہ بنارس پر ایک زبردست تائیدی ریویو نکلا ہے۔ ہمارے دوست کو خصوصاً اور دیگر مسلمانوں کو عموماً دیکھ لینا چاہیے کہ تحفہ بنارس میں کس قدر غلط باتیں درج ہیں اور سوائے مرزائیوں کے کوئی متنفس اس کتاب کو استحسان کی نظر سے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ایسی کتاب پر ریویو کرنے سے اگر ایڈیٹر صاحب ملت مرزائی نہ ہوں تو ایڈیٹر زمین دار پر خواہ مخواہ مرزائیت کا الزام لگا دیا جائے۔

بڑی مشکل بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ حق زبان پر لائے تو اس کو بھی بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ ملک کی عام رائے جو زمین دار کے حق میں ہے اس کو کوئی بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہمارے دوست کو سوچنا چاہیے کہ حضرت مولانا مولوی حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری سے مولوی انشاء اللہ صاحب یا تو ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ کارخانہ وطن کی جدید عمارت کے سنگ بنیاد کو انہیں کے مبارک ہاتھوں سے رکھوانا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ اب محض اس جرم پر کہ انہوں نے کوئی کلمہ حق کیوں کہا اور مولوی صاحب کی بے جا طرف داری کیوں نہیں کی۔ سخت وسست کہنا شروع کر دیا۔

رہا یہ امر کہ ایڈیٹر زمین دار نیچری ہے جہاں تک میرا خیال ہے ایڈیٹر صاحب زمین دار کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں۔ ایڈیٹر صاحب زمین دار کی نسبت مجھے یہ حسن ظن البتہ ہے کہ اس کے دل میں قوم کا درد ہے اور نہ صرف اسلام کی محبت بل کہ ارکان اسلام کی پرواہ ہے۔ وہ نماز و روزہ کا پابند ہے لیکن مجھے اس سے انکار نہیں کہ اس میں وہ عام روش ضرور ہے جو عموماً انگریزی خوانوں میں ہوتی ہے لیکن برخلاف اس کے میں عام طور پر یہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں کہ دیگر ایڈیٹر ان

اخبارات ایسے خیالات کے ہوں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب ڈاکٹر احمد شاہ نامی ایک عیسائی نے ''اُمہات المؤمنین'' کتاب لکھی تھی، اس کے متعلق میں نے ایک مضمون بعنوان ''کتاب امہات المؤمنین پر سرسری نظر'' لکھا تھا اور اخبار وکیل میں درج کرنے کے لیے مولوی انشاء اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجا جو اس وقت وکیل کے ایڈیٹر تھے مگر مولوی صاحب نے اس کو اخبار وکیل میں درج کرنے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً میں نے اخبار منشور محمدی بنگلور میں درج کرایا۔ کون نہیں جانتا کہ کتاب امہات المؤمنین مسلمانوں کے لیے کیسی دل آزار کتاب تھی اور اگر چہ مجھے اس کا افسوس ضرور تھا کہ اگر ایک اسلامی اخبار پسند نہیں کرتا کہ ایک ایسی کتاب کے متعلق ضروری ریویو درج کرے تو مسلمانوں کے لیے اور کون سا ذریعہ اظہار خیالات کا ہوگا مگر باوجود اس کے ہم نے کوئی الزام مولوی صاحب پر عائد نہیں کیا کیوں کہ ایڈیٹر صاحب اس معاملہ میں خود مختار ہے۔ اس پر جبر نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ان بد باطنوں کی طرح ہوتا جو محض اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے بات بات میں الزامات قائم کرنے کے عادی ہیں تو فوراً رائے قائم کر دیتا کہ مولوی صاحب در پردہ عیسائی ہیں کیوں کہ عیسائیوں کے برخلاف مضامین کو پسند نہیں کرتے۔ خیر یہ تو بہت دیر کا واقعہ ہے اگر ایسے اُمور کسی پر الزام دینے کے لیے بطور حجت پیش کیے جا سکتے ہیں تو آج ثابت ہو سکتا ہے کہ مرزائی کون ہے۔ ایڈیٹر الحکم نے اپنے اخبار کی ایک گذشتہ اشاعت میں ایڈیٹر صاحب وطن کی حمایت کی ہے تو جس اُصول سے زمین دار پر اتہام لگایا جاتا ہے کہ اس نے ہندوؤں سے ملاپ کیا ہے اسی اُصول کے مطابق کیا یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ مخالفین زمین دار مرزائی ہیں اور مزید ثبوت میں [اخبار] ''ملت'' کا ''تحفہ بنارس'' پر ریویو کرنا برہان قاطع ہے لیکن ہم ایسے اتہامات کو نہ صرف چھچھوراپن پر محمول کرتے ہیں بل کہ ایک سخت اخلاقی کمزوری ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کی سخت ضرورت تھی، مسلمان اخبار نویسوں نے خود غرضی کو مقدم رکھ کر ضرورت اتفاق کو

بالائے طاق رکھ دیا اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ اس کشمکش میں دن بہ دن ترقی ہو رہی ہے اور کوئی صورت ایسی پیدا نہیں ہوتی جس سے اس طوفان بے تمیزی میں رکاوٹ پیدا ہو اور فی الواقع اب صورت معاملہ اس حد تک نازک ہو رہی ہے کہ کسی شریف اور بھلے آدمی کو جرات نہیں ہوسکتی کہ وہ اس معاملہ میں دخل دے کیوں کہ عام طور پر تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی رائے زمین دار کے حق میں ہے اور جب کوئی شریف اور ذی عزت آدمی مخالفین زمین دار کو سمجھانے کے لیے کوشش کرتا ہے تو یہ اسی پر نہ صرف سفیہانہ بل کہ حد سے زیادہ غیر شریفانہ حملے کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں تو کس کو ضرورت پڑی ہے کہ سنڈ اس میں پتھر پھینک کر اپنے کپڑوں کو گندہ کرے۔

اس قدر لکھنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ زمین دار کے متعلق بھی لکھیں جس روز سے صاحب مجسٹریٹ بہادر لاہور نے زمین دار سے ضمانت طلب فرمائی ہے اس روز سے زمین دار کے کالم صرف جلسوں کی کیفیت اور ہمدردی کے خطوط کے لیے وقف ہو گئے ہیں۔ اس کو ہم ناپسند کرتے ہیں، ایسے مضامین سے اگر کوئی غرض و غایت ہوتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ لوگوں میں اخبار کی عزت بڑھائی جائے۔ سو یہ زمین دار کو پہلے ہی حاصل ہے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں اس کی حمایت اور ہمدردی کا اظہار ہو رہا ہے۔ وطن سے لوگ نفرت ظاہر کر رہے ہیں تو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان مضامین کی زمین دار کو کون سی ضرورت پڑی ہے۔ چندہ طرابلس کا ضروری کام ان مضامین پر قربان ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمارے خیال میں زمین دار کو لازم ہے کہ طرابلس فنڈ کو پہلے سے بھی زیادہ زور سے تکمیل کو پہنچانے کو کوشش کرے اور جو ارادہ ایک لاکھ کے فراہم کرنے کا ظاہر کیا گیا ہے، اس سے دست بردار نہ ہو۔ زمین دار کو اس وقت اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ عام آواز کو (جو ملک کے ہر حصہ سے زمین دار کے حق میں بلند ہو رہی ہے) شائع کرے۔

نیست شہرت طلب آنکس کہ کمالے دارد
ہرگز انگشت نما بدر نباشد چو ہلال

۱۵/اپریل ۱۹۱۲ء

جماعت مرزائیہ کا انتشار

جماعت مرزائیہ میں مولوی عبداللہ نیماپوری نامی ایک شخص نے اپنے آپ کومرزاصاحب کی اس پیش گوئی کا مصداق ظاہر کیا ہے جس میں انہوں نے جماعت کوقدرت ثانیہ کے انتظار میں رکھا تھا حکیم مولوی نورالدین صاحب نے ان کی نسبت خلل دماغ کا فتوی دیا تھا اس فتوی سے یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ جماعت مرزائیہ مولوی عبداللہ کو مجنون سمجھ کر اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دے گی مگر نتیجہ اس کے خلاف نکلا اسمٰعیل حجام مرزائی کا بیان ہے کہ امرت سر کی مرزائی جماعت میں سے آٹھ دس آدمیوں نے مولوی عبداللہ کے دعوی کی تصدیق کی جس میں سے تین آدمیوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ چراغ الدین تیلی

۲۔ ولایت شاہ رفوگر

۳۔ لس باباٹپگر

اگر یہ خبر صحیح ہے تو مرزائی جماعت کا انتشار یقینی ہے اور عن قریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ مدعیان نبوت کاذبہ کی طرح مرزاصاحب کا مذہب صرف کتابوں میں رہ جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔



۲۲/اپریل ۱۹۱۲ء

مرزائیوں کی دورنگی

مورخہ ۲۳و۲۴ فروری ۱۹۱۲ء کو خواجہ کمال الدین پلیڈر چیف کورٹ پنجاب نے شہر لدھیانہ مسجد مرزائیان میں اسلام کے محاسن وسیرت نبی پر لیکچر دیے۔ لیکچروں

کا اہتمام میاں نور بخش میونسپل کمشنر جو کہ مرزا کی جماعت کے ایک رکن رکین ہیں تعلیم یافتہ اصحاب کو بذریعہ خطوط طلب کیا اور عام پبلک کو مولوی عبدالقادر اور منشی قمرالدین مدرس اسلامیہ سکول نے مطلع کیا دونوں دن اچھا خاص مجمع تھا خواجہ صاحب کے پہلے لیکچر کے مضمون کا ماحصل یہ تھا کہ ارکان خمسہ پر عمل پذیر ہونے سے انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں پکا مسلمان ہوں ارکان خمسہ مذہب اسلام کا ایک زینہ ہے۔ لیکچر خاصہ تھا خاتمہ پر جناب نے عام مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ سُنیوں کو سُنیت اور شیعوں کو شیعیت اور احمدیوں کو احمدیت مبارک ہو۔ مدعا یہ ہے کہ ہم سب قرآن شریف کو مضبوط پکڑیں تو ہم ویسی ہی ترقی کر سکتے ہیں جیسی کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے کی تھی دوسرے روز جناب خواجہ صاحب نے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرز زندگی اور رُشد و ہدایت کا موازنہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے ثابت کیا کہ دنیا میں اگر کوئی تمام عالم کے لئے رسول کہلا سکتا ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اثنائے لیکچر میں خواجہ صاحب نے رام کرشن کنفیوشس بدھ زرتشت وغیرہ بزرگوان کو بھی نبی تسلیم کیا اور ساتھ ہی جناب نے مرزا غلام احمد صاحب کی مدح سرائی بھی کی مگر سب سے بڑھ کر جناب خواجہ صاحب نے یہ بات کہی کہ میں طرابلس کی لڑائی سے خوش ہوں اور اس سے مجھے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت معلوم ہوتی ہے جو کہ تقویت ایمان کا باعث ہے ۔ ماحصل یہ کہ اٹلی والوں نے پوپ کے فرمان سے جنگ کیا ہے کیوں کہ ان کی کتاب میں اصول جنگ کا ذکر نہیں ہے برخلاف اس کے ہماری کتاب پاک میں سرور کائنات نے تمام اصول جنگ کی تعلیم احسن طریقہ پر دی ہے۔ ' چشم مارو شن دل ماشاد' ان باتوں سے مرزائیت کی دورنگی ثابت ہوتی ہے نہ کہ ایک ۔ تو ہمارے دوست اسلام اسلام پکارتے ہیں دوسری طرف تمام مسلمانان روئے زمین وتاجداران اسلام (فرماں روائے کابل، ایران وسلطان اعظم) کے بارے میں پیشین گوئی پر پیشین گوئی اور اشتہار بازی کی جاتی ہے

چونکہ مسلمان مرزائے کادیانی کو مسیح موعود نہیں مانتے اس لئے اسلام سے گمراہ ہوگئے ہیں اور یہی ان کی تباہی کا باعث ہے اور جناب نے یہ بھی بیان کیا کہ امن اس ملک میں ہوسکتا ہے کہ جس میں اس ملک کے باشندوں کی حکومت ہو اور تمام مقامات مقدسہ گیا، الہ آباد، بیت المقدس، اجودھیا وغیرہ ان لوگوں کے قبضے میں نہیں ہیں جن کے یہ مقامات مقدس ہیں برخلاف اس کے کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ آج تک مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جو کہ اسلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ کیسی بے انصافی ہے کہ مرزا صاحب اور دیگر مرزائی تو سلطان روم وکابل وایران وغیرہ کو کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے چونکہ میری تصدیق نہیں کی ہے اس لئے یہ مسلمان بھی نہیں بلکہ سلطان عبدالحمید خان غازی سابقہ سلطان کی معزولی پر مرزا صاحب کے صاحبزادے نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا چونکہ سلطان مذکورہ نے مرزا کی مسیحیت اور مہدیت کو نہیں جانا اس لئے خدا نے اس کو معزول کر دیا جب تک مسلمان مرزا صاحب کی مسیحیت اور مہدیت کو نہیں مانیں گے تب تک تباہ وخوار رہیں گے محقق لوگ ان چند سطور کو پڑھ کر ضروری یقین کریں گے کہ مرزائیت میں کس قدر دورنگی پائی جاتی ہے اس کے ظاہر وباطن میں زمین وآسمان کا فرق ہے میں آخر میں تمام مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو مرزائیت کے جال میں پھنسا کر **خسر الدنیا والآخرۃ** کے مصداق نہ ہوں۔ اور ساتھ ہی خواجہ کمال الدین کی خدمت میں دو (۲) سوال پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنی حقانیت اور ہمدردی اسلام کو کام میں لا کر جواب سے ممنون ومشکور فرمائیں گے۔

(۱) کیا تمام مسلمان جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟

(۲) رام کرشن، کنفیوشش، بدھ زرتشت وغیرہ نبی ہیں یا نہیں اگر وہ نبی ہیں تو آپ کے پاس ان کی نبوت کا ثبوت کیا ہے؟

واضح ہو کہ جو ثبوت خواجہ صاحب پیش کریں وہ قرآن مجید صحاح ستہ اور مسلمہ کتب مذہبی کی اسناد پر مبنی ہو۔ اور یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ میرے ان

سوالوں کا جواب دیتے وقت مرزا صاحب ان تحریروں کا بھی خیال ملحوظ رکھیں گے جن میں انہوں نے تمام غیر احمدی لوگوں کو کافر اور رام کرشن وغیرہ کو نبی تسلیم کیا ہے۔فقط

راقم سندھی خان، لدھیانہ



۱۲۹پریل ۱۹۱۲ء

ایڈیٹر زمین دار اور ہم

۱۸ اپریل ۱۹۱۲ء کے اہل فقہ میں ہم نے بہ عنوان ''زمین دار، وطن اور ملت'' ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ اخباری دنگل کے پہلوانوں نے باہمی عداوت کے اظہار کے لیے اب مذہبی پہلو اختیار کیا ہے کیوں کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ انگریزی خوانی اور آج کل کی قومی لیڈری کا جزو اعظم مداہنت و نفاق ہے اور اس قومی لیڈری نے جو سبق اب تک پڑھایا ہے، وہ یہ تھا کہ آپس میں اتحاد رکھو اتفاق کرو۔ اختلاف مذہبی کوئی شے نہیں۔ سب لوگ خواہ وہ نیچری ہوں یا مرزائی وہابی ہوں یا سنّی ۔اگر چہ ضروریات دین کا انکار کریں۔ عقیدوں میں فساد لازم آ جائے مگر ہیں سب مسلمان۔ سب کا خدا ایک، سب کا رسول ایک، قرآن ایک، قبلہ ایک، پھر لڑائی جھگڑا کیسا؟؟ اور دوسرے کو کافر بنانا کیا؟؟؟ اہل سنت و جماعت کثر ہم اللہ وایدہم کی طرف سے ہر چند یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ آپ لوگ غلطی پر ہیں۔ تمام اسلامی فرقے اگر چہ بعض اُمور میں اتحاد کے سبب سے اسلامی فرقوں میں شمار ہو سکتے ہیں مگر بہ لحاظ عقائد ایسے فرقے ہمارے نزدیک مسلمان نہیں اور اہل سنت و جماعت ایسے لوگوں سے مذہبی مجالس میں مل کر بیٹھنا پسند نہیں کرتے کیوں کہ ایسے ملاپ سے عوام کو گم راہ ہونے کا مزید موقع ملتا ہے مگر باوجود یہ کہ تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انیسویں صدی کے ثلث اول تک ہندوستان کے اہل سنت و جماعت میں بجز

فرقہ حنفیہ کے کوئی دوسرا فریق نہ تھا اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ فرقہ بندی کے طوفان بے تمیزی کا ہندوستان میں پیدا کرنے والا مولوی اسمٰعیل دہلوی ہے جس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر فرقہ وہابیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد چوں کہ ہندوستان میں ایک ایسی بابرکت سلطنت کے قدم جم گئے جس کے قانون نے عام طور پر رعایا کو آزادی عطا کر دی۔ اس لیے وہابیت سے نیچریت، چکڑالویت، مرزائیت یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی گئیں۔ اس پر بھی اگر آج لیڈران قوم کی طرف سے تفرقہ اندازی کا الزام ہے تو انہیں بے چارے حنفیوں پر جو سلطان محمد غوری کے زمانہ سے ہندوستان میں ہیں اور نئے فرقوں سے ان کی باز پُرس ہی نہیں کیوں کہ نئے فرقوں کے لیڈر عموماً اس غرض سے کہ ان کا اعتبار بڑھے باہم مذہبی مجالس میں ملتے جلتے رہتے ہیں۔

قومی اخبارات کے ایڈیٹروں نے مسلمانوں کو عموماً اور علماء کو خصوصاً تختۂ مشق بنا رکھا کہ یہ لوگ مفسد ہیں۔ اختلافات کو عداوت کے رنگ میں لا کر ذاتیات پر اُتر آتے ہیں اور مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ یہ حضرات ہمیشہ اس کوشش میں تھے کہ مسلمان خواہ کسی فرقہ کے ہوں مثل شیر و شکر کے ہو جائیں اور مذہبی خیالات اور اعتقادات کو اپنی ذات تک محدود رکھیں چوں کہ ان لوگوں کا ایسا خیال مذہبی کمزوری کے باعث تھا اور خدا کو منظور تھا کہ ان کی اس کمزوری کو ان کے اپنے افعال سے محسوس کرا دیوے۔ اس لیے پردہ قدرت سے نہ صرف زمین دار، وطن، ملت وغیرہ میں ایک افسوس ناک مخالفت نے شروع ہو کر جنگ اور عداوت کی شکل اختیار کر لی۔ بل کہ اس آتش فساد کی چنگاڑیاں قومی لیڈروں کے لباس اتفاق و اتحاد کو جلا کر راکھ کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔

زمین دار اور وطن کی باہمی کشمکش سے پہلے ایڈیٹر زمین دار بھی مسلمان تھا اور ایڈیٹر وطن بھی اعلیٰ درجہ کا قومی بہی خواہ لیکن اس فساد کے شروع ہونے پر نہ تو اب زمین دار کا ایڈیٹر مسلمان ہے اور نہ ہی ایڈیٹر وطن قوم کا بہی خواہ۔

مخالفت جس امر میں ہو اس کی تہ تک پہنچنا اور سبب عداوت کو زائل کر دینا تو ایک آسان کام ہے لیکن عداوت کو بڑھانے کو جو الزامات قائم کیے جائیں۔ ان کا دفعیہ البتہ کس قدر مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ افسوس ناک کشمکش دن بہ دن خطرناک صورت اختیار کر رہی ہے۔

۱۸ اپریل کے اہل فقہ میں جو مضمون میں نے لکھا تھا اس کے جواب میں میرے مکرم دوست ملا محمد بخش صاحب سابق ایڈیٹر ہنٹر نے مجھے ایک عنایت نامہ بھیجا جس کو میں ناظرین کے مطالعہ کے لیے ذیل میں درج کرتا ہوں:

''۱۸ اپریل ۱۹۱۲ء کا اخبار اہل فقہ مطالعہ سے گزرا میں جناب کو اپنا مہربان دوست و عزیز سمجھتا تھا اور ہمیشہ خاکسار آپ کا دلی خیر خواہ و معاون و ہم خیال و ہم مذہب رہا۔ میں آپ کو خالص دین دار اور پکا حنفی مسلمان ہمدرد اسلام اور جاں نثار قوم اور خیر خواہ ملت تصور کرتا رہا لیکن افسوس اور صد افسوس کہ میں سراسر جہالت کے گڑھے میں پڑا رہا، اب معلوم ہوا کہ

جو دیکھا خواب تھا جو سنا افسانہ تھا

واللہ مجھے اس داور حقیقی کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری اور کل انسان و وحوش و طیور کی جان ہے آپ کے اس مضمون ''زمین دار، وطن، ملت'' کو پڑھ کر سخت ہی رنج و قلق کا سامنا ہوا۔ پہلے تو یہ خیال آیا کہ اس مضمون کا ۔۔۔ عجیب روش کا شخص ہے۔ بعد غور و تامل معلوم ہوا کہ یہ ایڈیٹوریل نوٹ تھا۔ میں سخت متحیر تھا کہ آپ حنفی نقش بندی کہاں اور یہ خیالات عجیب و غریب کیسے!!!

بہ بیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا

مجھے آپ کی ذات بابرکات پر یہ قطعاً اُمید نہ تھی کہ آپ ایسے ملحد زندیق نیچری مرزائی دہریہ رافضی چکڑالوی وہابی نانک پنتھی رام رام و سلام کہنے والا گورو نانک صاحب و گورو گوبند سنگھ صاحب کو ختم الانبیاء و ختم الرسل و خدا ماننے والا اور تمام بزرگان دین اور سلاطین اسلام کے لیے زبان بدگوئی دراز کرنے والا دیکھو ہندو نمبر مارچ فروری ۱۹۰۷ء

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا منکر، کلام الٰہی کو اقبال کے کلام کے برابر سمجھنے والا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی نسبت یہ خیال رکھنے والا کہ وہ اسی زمانہ کفار کے لیے نبی تھے۔ تیرہویں صدی سے سر سید احمد صاحب نبی تھے۔ ہر ایک نبی ہوسکتا ہے میں بھی نبی ہوسکتا ہوں۔ حدیث کا منکر، مرزائیوں کا پکا معاون، وہابیوں کا ہوا خواہ وغیرہ وغیرہ۔

مولوی نورالدین صاحب کے پاس درخواست مرزائیت کے لیے کرنے والا۔ (دیکھو یعقوب علی صاحب کا خط روزانہ وطن ۲۷ مارچ ۱۹۱۲ء)

مرزائیوں اور نیچریوں وہابیوں کا ممد یہ شخص گنگا جمنی عقیدہ کا آدمی ہے۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ چمچۂ ہر دیگ تھالی کا بینگن ہے۔

جس شخص کا کوئی عقیدہ نہ ہو اس کو مسلمان کہنا اور اس کی امداد کرنا کفر ہے۔ آپ حدیث سے واقف ہیں۔ ثبوت میں اہل فقہ کے فائل ملاحظہ ہوں۔ وطن وملت کی نسبت جو کچھ آپ نے ارقام فرمایا ہے۔ اس کا جواب دینا مجھ پر فرض نہیں البتہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولوی انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کے بیعت نہیں ہیں مگر ان کو دینی پیشوا و بزرگ خیال کرتے ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا کہ وطن کی بلڈنگ پر اینٹ لگائی تھی اس میں مولوی انشاء اللہ کا کیا قصور۔ کوئی گناہ نہیں اگر یہ فعل گراں خاطر آں جناب ہے تو شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ انہوں نے کیوں تکلیف گوارا کی۔ اگر آپ مسلمانوں کے عام مجمع میں اس شخص کے عقائد مندرجہ بالا کی تردید پیش کر کے مسلمان ثابت فرمائیں تو اہل فقہ کے لیے ایک ہزار روپیہ نقد بطور امداد پیش کیا جائے گا اور میں اپنے قصور کا اعتراف کر کے معافی کا خواہاں ہوں گا ورنہ آپ اس کی امداد کو ترک فرما کر اخبار میں اعلان شائع کریں۔

از جانب ملا محمد بخش حنفی قادری مقام لدھیانہ

۱۴ اپریل ۱۹۱۲ء

جواب مکتوب

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اپنے مکرم دوست کے ان دعاوی کو کہ ایڈیٹر زمین دار ملحد، زندیق وغیرہ وغیرہ ہے بلا کسی دلیل کے ماننے پر تیار نہیں۔ خصوصاً اس لیے کہ جب ہمارے دوست ہم کو اب محض اس الزام پر کہ ہم نے ایڈیٹر زمین دار کے معاملہ میں ملک کی متفقہ آواز کا ساتھ دیا نہ تو دین دار نہ پکا حنفی مسلمان اور نہ ہی ہمدرد اسلام سمجھنے پر مجبور ہوئے ہیں حالاں کہ اپنی سمجھ کے مطابق کسی غیر مذہبی امر میں رائے قائم کرنا از روئے مذہب جرم نہیں۔ پس جب ہماری نسبت ایسی جلدی کوئی رائے قائم ہو سکتی ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ ایڈیٹر زمین دار میں یہ سب عیوب پیدا کیے گئے ہوں۔

لیکن پھر بھی اگر میرے سامنے زمین دار کے ایڈیٹر کی کوئی ایسی تحریر موجود ہو جس سے ان کے عقائد کا بھی پتہ چل سکے جو مندرجہ بالا خط میں ہیں بل کہ اگر ان باتوں میں سے جو بیان کی گئی ہیں۔ ایک امر بھی ثابت ہو جائے تو میں بڑی خوشی سے مولوی ظفر علی خان صاحب کی نسبت یہ رائے قائم کرنے پر آمادہ ہوں کہ وہ خارج از اسلام ہے۔

میرے دوست کو خوب معلوم ہے کہ مولوی ظفر علی خان صاحب کے ساتھ ہندوستان بھر کے تمام مسلمانوں کو نہ تو کوئی ذاتی تعلق ہے نہ رشتہ نہ شراکت اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ مسلمان کبھی مذہبی معاملات میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ اگر چہ خود مولوی انشاء اللہ خان صاحب بارہا سلسلہ تکفیر کو مسلمانوں کے حق میں مضر قرار دے چکے ہوں۔ اس لیے اگر آج یہ ثابت ہو جائے کہ ایڈیٹر زمین دار (نعوذ باللہ) ایسے عقائد کا شخص ہے جو مندرجہ بالا خط میں بیان کیے گئے ہیں تو مسلمان آج ان کو کافر سمجھنے پر مجبور ہوں گے مگر تا وقت یہ کہ ایسا ثابت نہ کیا جائے تب تک ہمارے سامنے مولوی ظفر علی خان صاحب کے وہ مضامین موجود ہیں جو انہوں نے ''نقاش'' کے نام سے نظم ونثر کے پیرایہ میں اب تک لکھے اور نیز وہ

عقائد موجود ہیں جو انہوں نے انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں بیان کیے اور جو روزانہ و ہفتہ وار زمین دار میں شائع ہو چکے۔ ان تحریرات کی موجودگی میں ہمیں یہ جرات نہیں پڑتی کہ خواہ مخواہ ان کو کافر بنا دیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے دوست نہ صرف ایڈیٹرز مین دار پر بل کہ ہم پر فتوی لگانا تو ضروری سمجھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ایڈیٹر زمین دار کی نسبت لکھا اس کا جواب دینا اپنا فرض منصبی تصور فرماتے ہیں مگر ایڈیٹر صاحب وطن وملت کی نسبت جو کچھ میں نے لکھا اس کو نظر انداز کرنے کی پالیسی اختیار فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''وطن وملت کی نسبت جو کچھ آپ نے ارقام فرمایا ہے اس کا جواب دینا فرض نہیں۔'' تعجب ہے کہ اگر ایک شخص کے عیوب کا بیان کرنا اگر چہ وہ عیوب بصورت وہم ہی ہوں۔فرض ہو، لیکن دوسرے کی نسبت جو واقعی اُمور بیان کیے جائیں ان پر غور کرنا فرض نہیں، اسی کا نام طرف داری ہے۔ اس اُصول کو ہم بالکل پسند نہیں کرتے ہمارے نزدیک کیا تمام اہل عقل کے نزدیک طرف داری اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ہر ایک کی نسبت آزادانہ رائے قائم کر دی جائے۔

مجھے افسوس ہے کہ میرے دوست نے میرے مضمون کو نہیں سمجھا میں نے ۸ اپریل کے اہل فقہ میں لکھا تھا کہ؛

''حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری سے مولوی انشاء اللہ صاحب یا تو ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ کارخانہ وطن کی جدید عمارت کے سنگ بنیاد کو انہیں کے مبارک ہاتھوں سے رکھوانا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے یا اب محض اس جرم پر کہ انہوں نے کوئی کلمہ حق کیوں کہا اور مولوی صاحب کی بے جا طرف داری کیوں نہیں کی، سخت سست کہنا شروع کر دیا۔''

اس کا جواب ہمارے مخدوم دوست نے کیا دیا۔ سنیے فرماتے ہیں کہ

''مولوی انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کے بیعت نہیں ہیں مگر ان کو دینی پیشوا و

بزرگ خیال کرتے ہیں۔آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ شاہ صاحب نے وطن کی بلڈنگ پر اینٹ لگائی تھی۔اس میں مولوی انشاءاللہ کا کیا قصور کوئی گناہ نہیں۔اگر یہ فعل گراں خاطر آں جناب ہے تو شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ انہوں نے کیوں تکلیف گوارا کی۔''

اسی کا نام ہے سوال از آسماں جواب از ریسماں۔ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور ہمارے مخدوم دوست ہم کو اس کے جواب میں کیا سناتے ہیں۔

آخر میں ہمارے دوست نے ہمیں چیلنج دیا ہے کہ اگر میں مجمع عام میں ایڈیٹر زمین دار کو مسلمان ثابت کرسکوں تو وہ مجھے ایک ہزار روپیہ عنایت فرمادیں گے۔ سو جواباً گذارش ہے کہ یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ مجمع عام میں ایڈیٹر زمین دار کی تحریرات کی بنا پر اسے ملحد زندیق معراج نبوی کا منکر وغیرہ وغیرہ ثابت کردیں۔ میں ایک نادار اور مفلس آدمی ہوں۔انعام کے لیے میرے پاس کوئی رقم نہیں۔ اس لیے میں ایسی شیخی تو نہیں بگھار سکتا کہ کوئی رقم انعام دوں گا البتہ تحریری اقرار کرتا ہوں کہ فوراً اپنے قصور کا اعتراف کر کے آپ کا ہم خیال ہوجاؤں گا۔

وكفى بالله شهيدا

یہاں تک تو میں نے اپنے مخدوم دوست کے عنایت نامہ کا جواب دیا، اب مجھے حق ہے کہ اپنے دوست سے کچھ دوستانہ شکایت کروں۔

وہ یہ کہ مجھے جہاں تک علم ہے آپ کو حضرت شاہ صاحب قبلہ دام برکاتہم کے ساتھ اگرچہ مریدانہ تعلق نہیں لیکن حسن عقیدت ضرور ہے اور جب حضرت شاہ صاحب لاہور میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو آپ ہر وقت ان کی حاضری میں رہنے کو اپنے لیے باعث فخر وسعادت سمجھا کرتے ہیں اور مولوی ثناءاللہ ایڈیٹر اہل حدیث کو جن بُری نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں -اس کا بھاری سبب حضرت شاہ صاحب قبلہ سے اس کی مخالفت ہے۔میں آپ کو ایک سچا اور بے لاگ مسلمان سمجھتا تھا مگر افسوس کہ آپ سے خلاف توقع ظہور میں آیا۔تعجب ہے

کہ ایڈیٹر وطن وملت نہ صرف حضرت شاہ صاحب قبلہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں بل کہ ان پر غیر شریفانہ روش سے غلط الزام لگا دیں اور آپ کی اس محبت اور عقیدت کا جو حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ہے۔ جوش میں آنا تو درکنار۔۔۔ آپ انہیں کی ہمدردی کا دم بھریں۔ میں خدا کے فضل وکرم سے اپنا ظاہر وباطن یکساں رکھتا ہوں۔ اس لیے اگر آپ ایسی حالت میں بھی اس خیال سے کہ دوست کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے۔ وطن اور ملت کی ہمدردی سے دست بردار نہ ہوں تو میں اس خیال سے کہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے- آپ کی نسبت حسن ظن نہ رکھنے پر مجبور ہوں۔



۲۰؍مئی ۱۹۱۲ء

ایڈیٹر اہل حدیث اور ایڈیٹر الحق کا مباحثہ

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب کادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ کہ خدا سے انہوں نے دعا کی تھی کہ اگر وہ سچے ہیں تو مولوی ثناء اللہ ان کی زندگی میں ہلاک ہوجائے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو بدولت مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوں اگرچہ مرزا صاحب اس سے پہلے بھی بارہا آخری فیصلہ کا اعلان کرتے رہے اور یہ ظاہر فرماتے رہے کہ میرے دشمن ذلیل ہوں گے خوار ہوں گے یہ ہوگا وہ ہوگا اور تین سال یا کم وبیش میعاد مقرر کردیا کرتے تھے جب کچھ زمانہ اس مدت میں سے باقی رہ جاتا تو یہ یقین کرکے کہ ان کا داؤ نہ چلا دوسرا اشتہار کسی دوسری بنیاد کے لئے جاری کر دیتے تھے مگر بخلاف سابقہ فیصلوں کے بمقابلہ کی چوٹ کا فیصلہ بارگاہ خداوندی سے صادر ہوگیا یا بالفاظ دیگر خدا نے مرزا صاحب کی دعا قبول فرمائی اور جھوٹا اپنے مخالف کی زندگی میں مرض ہیضہ یا اسہال سے راہی ملک عدم ہوا۔ مرزا صاحب اگرچہ اپنی کسی پیش گوئی کے پوری پوری ہونے کی

تمنا کو اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گئے ہیں لیکن پھر بھی ان کی عادت تھی کہ مخالفوں میں کسی کو بخار آ گیا تو جھٹ شہرت مچا دی کہ ان کی مخالفت کے باعث عذاب الٰہی بخار کے رنگ میں موجود ہوا کسی کو زکام کی شکایت ہوگئی تو فوراً ذلت اور عذاب پر محمول کرنے میں سبقت کی پس کوئی وجہ نہ تھی کہ ان کے مخالف اس زبردست فیصلہ کا تذکرہ نہ کرتے عام طور پر جب مرزا صاحب کے متعلق کوئی مضمون لکھا جاتا تو اس فیصلہ کا ذکر آ ہی جاتا تھا اس پر ایڈیٹر صاحب الحق کچھ بگڑے اور یہ کہنا شروع کیا کہ مرزا صاحب کی یہ دعا نہ تو خدا کی مرضی سے تھی اور نہ ہی خدا نے اسے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا اور ساتھ ہی ایڈیٹر اہل حدیث کو چیلنج دے دیا کہ اگر وہ یہ ثابت کر دے تو اسے انعام دیا جائے گا انعام کی تعداد پہلے تو کم تھی مگر اس میں ترقی ہوتی گئی اور آخر مبلغ تین سو روپے کی رقم تجویز کر دی۔ آخر اس بحث کے لئے شہر لدھیانہ تجویز ہوا جہاں دونوں فریق تاریخ مقررہ پر پہنچ گئے۔ مبلغ تین سو روپیہ انعام موعودہ ایک رئیس کے پاس اس غرض سے جمع کیا گیا کہ منصف کے فیصلہ کے مطابق فریق کامیاب کو سپرد کر دے۔ ایڈیٹر اہل حدیث کی طرف سے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور ایڈیٹر الحق کی طرف سے منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور منصف تھے اور سردار بچن سنگھ صاحب بی اے پبلک پراسیکوٹر لودھیانہ سرپنچ مقرر کئے گئے تھے۔ ایڈیٹر الحق کے نزدیک سرپنچ صاحب کا فیصلہ اور تین سو روپیہ کی رقم کا ضائع ہونا تو مرزائی مشن کے لئے کوئی ذلت و رُسوائی نہیں۔ تحریر میں زائد عبارت پڑھنا اس پر فریق ثانی کا معترض ہونا کہ فلاں عبارت پر خط کھینچ دو پھر صاف اقرار کرنا کہ یہ زبانی تھا تحریر میں نہیں پھر اس پر فریق ثانی کا استغاثہ مرزائی مشن کا چشم پوشی کرنے کا مشورہ دینا یہ سب اُمور تو باعث ذلت و رُسوائی بنیں ہاں فریق ثانی کو بخیال ان کے بڑی ذلت و رُسوائی ہوئی کیا یہ کہ اڈیٹر اہل حدیث نے پرچہ بجائے خود لکھنے کے لکھوایا اور زبانی بولتے گئے پر کاتب سے صاف نہ پڑھا گیا ایڈیٹر صاحب الحق سخت غلطی کرتے ہیں کہ ایک

معزز غیر اسلامی سرپنچ کو جسے فریقین سے کوئی تعلق نہیں طرفداری سے متہم کرتے ہیں اور اپنا الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے سکھ شاہی فیصلہ دیا۔ وہ خود خیال کر لیں کہ اگر مرزا صاحب فریق ثانی کے خلاف فیصلہ صادر فرماتے تو کیا آپ کے نزدیک فریق ثانی کے اس قول کا کوئی بھی اثر ہوتا کہ انہوں نے طرفداری کی اور کیا اس امر کو مان لیتے۔ ایڈیٹر الحق فرماتے ہیں کہ انہوں نے سردار بچن سنگھ صاحب کے انتخاب کرنے میں سخت غلطی کی۔ لیکن دراصل انہوں نے یہ غلطی نہیں کی بلکہ ان سے سخت غلطی یہ سرزد ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے پیشوا کی سنت پر عمل نہیں کیا اگر وہ مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے تو جس طرح پیر مہر علی شاہ صاحب کے لاہور میں تشریف لانے پر لاہور کے بازاروں میں اشتہارات بعنوان پیر مہر علی شاہ صاحب کا انکار وفرار چسپاں ہو رہے تھے اسی طرح ایڈیٹر الحق صاحب کو چاہئے تھا کہ دہلی سے اسی طرح کے اشتہارات چھپوا کر ساتھ لاتے اور جس وقت ایڈیٹر اہل حدیث لدھیانہ میں پہنچا تھا اسی وقت اشتہارات چسپاں کرنے شروع کر دیتے فریق مخالف ہزار چلاتا کہ ہم تو لدھیانہ میں بیٹھے ہیں فرار کیسا!!! انکار کس طرح!!! مگر آپ مرزا صاحب کی طرح تاویلات رکیکہ کو پیش لا کر پہلو بچا لیتے، ماننے والے تو آپ کو وہی تھے جو مرزا صاحب کے تھے بس شور مچا دیتے کہ ثناء اللہ بھاگ گیا مباحثہ نہ کر سکا وغیرہ وغیرہ۔

آج تک جس قدر مجلسیں مناظرہ کی مرزائیوں کے متعلق ہوئی ہیں ان میں مرزائی اگرچہ سخت ناکامی اور زک اٹھاتے تھے مگر جس طرح مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط ثابت ہونے پر بھی کامیابی کے راگ گائے جاتے تھے اسی طرح مرزائی ہمیشہ ہر ذلت و رُسوائی کو اپنی کامیابی کے رنگ میں دکھانے کے عادی تھے۔ مگر لدھیانہ کا مباحثہ دو وجہوں سے ان کی کامیابی کے راگ کی سُر بگاڑ رہا ہے، ایک تو یہ کہ ثالث سرپنچ نے ان کے خلاف فیصلہ دیا دوسرا یہ کہ تین سو رقم مال غنیمت کی طرح فریق مخالف لے کر شاداں و فرحاں امرتسر پہنچا

گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

بالآخر ہم محض انسانی ہمدردی کے اقتضاء سے ایڈیٹر صاحب الحق کو تسلی دیتے ہیں کہ اگرچہ واقعی آپ کے مشن کو سخت ذلت حاصل ہوئی ہے مگر آپ ہمت نہ ہاریں اور مرزا صاحب کی روش کو نہ چھوڑیں اور اسی طرح کہتے جائیں کہ ہم لدھیانہ میں جیت گئے منکوحہ آسمانی کا خاوند ابھی تک زندہ ہے منکوحہ آسمانی مطابق الہام **ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ** بھی مرزا صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب کو **انا رادوھا الیک** یاد دلاتی رہی جب اس سے مرزا صاحب نے ہمت نہ ہاری تو بلا سے تین سو روپیہ گیا اور ذلت ہوئی آپ کو پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔

خیر یہ تو ایک واقعہ پر ریمارک تھا لیکن ایک امر ضروری قابل بیان ہے کہ اس مباحثہ نے جو فائدہ آئندہ مسلمان مناظرہ کرنے والوں کو پہنچایا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی ڈائری کے متعلق مرزائی منصف صاحب نے بڑا لطیف ریمارک کیا جس سے اس کو پایۂ اعتبار سے ساقط ہونے میں کوئی بات باقی نہیں رہ گئی جب اس کا اعتبار ہی نہیں تو آئندہ وہ کسی کام کی نہ رہی۔ ایڈیٹر صاحب الحق قبل مناظرہ اس بات پر بڑا زور دیتے تھے کہ منصف صاحبان فیصلہ حلفی لکھیں مولوی ابراہیم صاحب نے اپنا فیصلہ حلفی لکھا مگر منشی فرزند علی صاحب نے لفظ حلفی کو استعمال نہیں کیا چنانچہ سرپنچ صاحب نے اس کی طرف اپنے فیصلہ میں اشارہ کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ منشی صاحب کے نزدیک بھی وہی فیصلہ صحیح ہے جو فریق مخالف کے منصف نے لکھا۔ مگر محض اپنی جماعت کی لاج رکھنے کے لئے انہوں نے اپنے فریق کے حق میں فیصلہ لکھا اگر ان کا ضمیر بھی یہی شہادت دیتا جو اُن کا فیصلہ کہہ رہا ہے تو وہ ضرور حلفی فیصلہ لکھتے، دفتر اہل حدیث سے کیفیت مناظرہ بطور رسالہ شائع ہونے والی ہے جو ۲ پائی کے ٹکٹ وصول ہونے پر دفتر مذکور سے منگوائی جا سکتی ہے۔



۲۰ مئی ۱۹۱۲ء

مذکورہ بالا اشاعت میں ایک مضمون مولانا عرفان علی بیلپوری کا بعنوان ''مکائد در بھنگی بجواب انصاف البریٰ'' شائع ہوا۔ اس مضمون میں فاضل مصنف نے تحذیرالناس سے عبارات نقل کیں جن پر مولانا غلام احمد اخگر صاحب، مدیر اخبار اہل فقہ نے حاشیہ تحریر کیا۔ ہم قارئین کی دل چسپی کے لیے فاضل مضمون نگار مولانا عرفان علی بیلپوری کے مضمون سے اقتباس لے کر مولانا اخگر کا حاشیہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

اقتباس از مضمون مولانا عرفان بیلپوری:

''اول در بھنگی صاحب ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کے مولانا مقتدانا جناب نانوتوی صاحب نے تحذیرالناس میں صراحتاً حضور پُر نور سید المرسلین خاتم النبیین کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کیا ہے اور ہمارے اس دعویٰ کی صداقت پر تحذیرالناس کی عبارات مندرجہ ذیل شاہد ہیں۔ نانوتوی صاحب تحذیرالناس کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں:

''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور قائم رہتا ہے۔

پھر صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''

اسی تحذیرالناس میں ہے کہ عوام الناس کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم وتاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

مولانا غلام احمد اخگر صاحب مذکورہ اقتباس پر یوں حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

''فرقہ مرزائیہ میں زیادہ تر وہابی ہی شامل ہوئے۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ مقتدایان فرقہ مذکورہ نے مرزا صاحب کے دعاوی کے لیے راستہ صاف کر رکھا ہے۔ ختم نبوت کے متعلق جو بحث مرزائی کرتے ہیں اس کا ماخذ یہی عبارتیں ہوں گی جو فاضل مضمون نگار نے تحذیرالناس سے نقل فرمائیں۔ مرزا صاحب کادیانی نے اس سے فائدہ اٹھایا اور مدعی نبوت بن بیٹھے اور اس صورت میں مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت اور اس کے متبعین کو تصدیق دعویٰ مذکورہ پر خدا تعالیٰ سے ملنے والا ہے۔ اس سب کے مجموعہ کے حق دار مصنف تحذیرالناس ہے۔ ذالک هو الخسران المبين. (المدیر)



۲۷؍مئی ۱۹۱۲ء

مباحثہ ثنائی ومرزائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کواور تمام ناظرین اہل حدیث وخریداران پیسہ اخبار کومعلوم ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث نے منشی قاسم علی دہلوی ایڈیٹر الحق سے مباحثہ بمقام لدھیانہ کیا اور فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہوا۔ سردار بچن سنگھ صاحب پلیڈر جو منصف فریقین کی طرف مقرر ہوا تھا- کیا۔ خیر یہ تو جو کچھ فیصلہ ہونا تھا- ہوا، اور پہلے سے ہی معلوم ہورہا تھا کیوں کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں ہی فیصلہ کر دیا تھا لیکن جو شرط اس میں عرصہ سے قرارداد ہورہی تھی اور آخر کار رنگ لائی یعنی مبلغ تین صد (۳۰۰) روپیہ شرط باندھ کر جو مباحثہ شروع ہوا تھا اور آخر کار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بخوشی اس میں سے وصول کرلیا ہے اس کے متعلق بندہ کے دل میں دو قسم کا وسوسہ ہے:

ایک یہ کہ آیا شرط باندھ کر مباحثہ کرنا ازروئے شرع شریف جائز ہے یا غیر مشروع؟

دوم: اس طرح شرط باندھ کر مباحثہ کر کے روپیہ لینا حلال ہے یا حرام؟

اُمید ہے کہ آں جناب اس تحریر کو ایک گوشۂ اخبار میں درج فرما کر اور جواب باصواب سے ضرور آگاہ فرما کر اس شک کو دفع فرمائیں گے اور جناب مولوی ثناء اللہ صاحب سے ملتمس ہوں کہ آپ برائے مہربانی اپنے اخبار میں بھی اس سوال کا جواب دے کر مرہون احسان فرمادیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

راقم

خاکسار حافظ الٰہی بخش ولد حاجی محمد موسیٰ پراچہ

سوداگر سنگی وکلاہ شہر کوہاٹ

خریدار اہل فقہ وخریدار اہل حدیث

اہل فقہ

جہاں تک میری تحقیق ہے یہ شرط یا قمار بازی نہیں ہے اس کے مفصل دلائل میں ان شاءاللہ تعالیٰ کسی آئندہ اشاعت میں درج کروں گا۔



۳ جون ۱۹۱۲ء

فیصلہ آسمانی

یہ رسالہ حضرت مولانا سید ابواحمد رحمانی سلمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے اس میں مرزا صاحب کادیانی کے اعتقادات اور ان کے دعاوی کی تردید دلائل عقلیہ ونقلیہ سے کی گئی ہے اور مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے ان کا کاذب ہونا ثابت کیا گیا ہے مرزا صاحب یا ان کے مریدوں کو قطع وتین کے متعلق بڑا ناز ہے اس نسبت ایک بسیط تحقیق کر کے مرزا صاحب کی غلطیاں دکھائی گئی ہیں جن لوگوں کو مرزائیوں سے مباحثہ کرنے کا اتفاق ہوتا ہے ان کے لئے یہ رسالہ نہایت ہی مفید اور کار آمد ہے قیمت رسالہ پر درج نہیں۔

ملنے کا پتہ
جناب مولانا مولوی ابوالحسن صاحب خانقاہ رحمانیہ مونگیر



۱۹اگست۱۹۱۲ء

قادیاں

ازابوالفضل لاہوری عفی عنہ

تیری زمیں میں قادیاں کیسے بشر پیدا ہوئے	مرزا غلام مرتضٰی کے گھر گہر پیدا ہوئے
اک مہدی وعیسیٰ بنا اک لال بیگی بن گیا	کیسوں میں ہر دو ڈالنے کو سیم وزر پیدا ہوئے
دعویٰ نبوت کا کیا جب میرزا نے برملا	کہنے کو آمنــا بس اک دوکوردکر پیدا ہوئے
مطعون یہ اہل خرد تو جن کے دم سے بن گئے	تیرے شکم سے قادیاں وہ ذی ہنر پیدا ہوئے
قحط و وبا نے کردیا دم ناک میں ہر ایک کا	خونریزیوں کے واسطے تیغ وتبر پیدا ہوئے
ہر غیر کو اپنا بنا لیتے تھے سارے انبیاء	کافر بنانے کے لیے یہ راہبر پیدا ہوئے
جورو ہے شوہر سے جدا بیٹا ہے والد سے الگ	جب سے زبانی صلح کے پیغامبر پیدا ہوئے
دارالامانی پر تیری گر تھا مسیحا کو یقیں	ڈُبکی لگا کر کیوں ادھر سے وہ ادھر پیدا ہوئے
بیمار کو صحت ہوئی جب جان عیسیٰ کی گئی	بس بُجھ گئے اک آن میں تھے جو شرر پیدا ہوئے
تصدیق ان کے کذب کی مرنے سے انکے ہوگئی	بہر ہلاک خویشتن یہ بے خبر پیدا ہوئے



۲۶اگست۱۹۱۲ء

فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی

بدیہی صداقت کا اظہار اور ہزار روپیہ کا اشتہار

اس فتنہ کے زمانہ میں مذہبی جھگڑے بہت کچھ ہو رہے ہیں، ان میں بڑا جھگڑا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آں جہانی کی ذات سے ہوا جس کی وجہ سے ایک گروہ جماعت اسلام سے علاحدہ ہوکر ’’ھل من مناظر‘‘ کا آوازہ بلند کرنے

لگا۔ان کے جواب میں بعض اہل علم نے رسالے لکھے اور خوب لکھے مگر یہ رسالہ جس کا نام عنوان پر لکھا گیا ہے بلحاظ شائستگی تحریر اور عمدگی دلائل کے سرچشمہ ہدایت اور قادیانی جھگڑے کے لیے آسمانی فیصلہ ہے۔ جماعت احمدیہ کے بعض نیک طبع حضرات نے اسے نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بہت سے متردد حضرات کو اس رسالہ سے کامل تسلی ہوگئی اور یک سُو ہو کر امر حق کے پابند ہو گئے۔ میری دلی خیر خواہی کی یہ آرزو ہے کہ جماعت احمدیہ کے اور حضرات بھی ادھر متوجہ ہوں مگر یہ مجھے اُمید نہیں کہ اس قدر میرے کہنے سے انہیں توجہ ہو، اس لیے میں نہایت استحکام اور پورے دعوی سے کہتا ہوں کہ اس مختصر رسالہ میں حقانیت کو ایسے روشن طریقہ سے دکھایا ہے کہ کوئی طالب حق اس سے روگردانی نہیں کر سکتا مگر طبیعتیں مختلف ہیں، بعض حضرات دیکھتے ہی نہیں، اس لیے ان سے بہ منت کہتا ہوں کہ خدا کے لیے آپ اسے ملاحظہ کریں۔ اگر دیکھنے کے بعد بھی آپ کا انصاف یہ کہے کہ اس میں اظہار حق نہیں کیا گیا تو آپ مہذبانہ طور سے اس کا جواب دیں تو میں ایک ہزار روپیہ آپ کو پیش کروں گا ان شرائط کے ساتھ؛

پہلی شرط: رسالے کی اصل باتوں کا جواب ہو جن کی تشریح میں کروں گا۔

دوسری شرط: حکیم نورالدین صاحب خود جواب دیں یا کوئی دوسرا جواب دے مگر حکیم صاحب اس پر لکھ دیں کہ جو کچھ اس میں ہے وہ صحیح ہے اور فیصلہ آسمانی کا پورا جواب ہے۔

تیسری شرط: حضرت مولف رسالہ فیصلہ آسمانی اسے دیکھ کر ریمارک کر دیں۔

چوتھی شرط: طرفین سے تین یا پانچ حکم مقرر کیے جائیں وہ ان تینوں تحریروں کو دیکھ کر فیصلہ کر دیں کہ یہ جواب ٹھیک ہے۔ اس رسالہ میں اصل مقصد دو باتوں کا دکھانا ہے ایک یہ کہ مرزا صاحب اپنے نہایت مستحکم اور بار بار کے اقرار سے کاذب ثابت ہوتے ہیں پھر ایسے اقرار کے بعد ان کو سچا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

المر یوحد باقرارہ

نہایت مشہور اور سچا مقولہ ہے اس اقرار کی بنیاد اولیا ہی یقینی الہام ہے جیسا ان کے اصل دعویٰ کا الہام یعنی کہ میں مثیل مسیح یا مسیح موعود ہوں۔ان کے بیان سے ان دونوں الہاموں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا ہے۔اس مقصد کا ذکر صفحہ ۱۱ و ۱۴ میں ہے اگر ملہم کی غلطی اور نافہمی کا خیال ہے تو دونوں الہام برابر ہیں پھر ایک کو یقینی صحیح اور دوسرے کو یقینی غلط کہہ دینا بجز کمال نادانی بل کہ بے دینی کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔اس مقصد کے ضمن میں دو باتیں اور بیان کی ہیں:

(۱) پیشین گوئی کا سچا ہو جانا نبوت اور برگزیدہ خدا ہونے کی دلیل نہیں ہے اگرچہ دس ہزار پیش گوئی کسی کی سچی ہو جائیں کیوں کہ رمل جاننے والے نجوم جاننے والے پیشین گوئیاں کیا کرتے ہیں اور مطابق ان کے کہنے کے اکثر ہو جاتا ہے۔اس لیے صداقت کا معیار پیشین گوئی نہیں ہوسکتی۔مرزا صاحب نے اپنی صداقت کا بڑا معیار پیشین گوئیوں کو قرار دیا ہے،اس بیان سے ان کے معیار صداقت کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہوتا ہے۔

(۲) اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور اس کی ایک پیشین گوئی بھی غلط ہو جائے تو تورات کی رو سے وہ مدعی جھوٹا ہے، اس کا بیان صفحہ ۱۷ و ۲۰ میں ہے۔مرزا صاحب کی بہت پیش گوئیاں اور خداوندی وعدے غلط ثابت ہوئے خصوصاً وہ جسے انہوں نے نہایت ہی ''عظیم الشان'' قرار دیا تھا اور '' خدا کا سچا وعدہ'' کہا تھا۔اس کا حاصل یہ ہوا کہ تورات مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر شہادت دیتی ہے اور جس طرح پہلی بات میں ان کے اقرار سے ان کا کاذب ہونا ثابت ہوا تھا–ایسا ہی تورات اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہوا۔پہلے حصہ میں متعدد آیات سے ثابت کیا ہے کہ خدا تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا خصوصاً اپنے رسول سے اور جب مرزا صاحب کے بیان سے خدا تعالیٰ کی خلاف وعدگی ثابت ہوئی تو آیات قرآنیہ سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا صاحب خدا کے رسول نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی سچائی کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ میں

دعوی کر کے بیس (۲۰) برس سے زیادہ کامیاب اور فایز المرام رہا اور مفتری اور جھوٹا ملہم کامیاب نہیں ہوتا بل کہ ذلت کی موت سے جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا غلط ہونا قرآن مجید سے حدیث سے گذشتہ واقعات اور حالات موجودہ سے ثابت کیا ہے اور اس کے ضمن میں دو بھاری غلطیاں مرزا صاحب کی ظاہر کی ہیں۔

(۱) یہ کہ بار بار انہوں نے دعوی کیا ہے کہ تورات اور قرآن مجید کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ مفتری اور جھوٹا ملہم جلد ہلاک کیا جاتا ہے (اس کا بیان صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۵۵ تک ہے) حالاں کہ ان مقدس کتابوں میں اس کا ثبوت نہیں ہے بل کہ ان میں نہایت مصرح ہے کہ جھوٹوں کو بہت مہلت دی جاتی ہے اور نیکوں کو تکلیف دی گئی ہے اور انبیاء قتل کیے گئے ہیں۔ (صفحہ ۵۶ ح ۲ ملاحظہ ہو) اس وقت مستری اللہ بخش امرت سری کا اشتہار میرے سامنے ہے، انہوں نے مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں قرآن مجید کی چار آیتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ جھوٹوں کو اور گم راہوں کو خدا کی طرف سے مہلت دی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ مرزا صاحب کے ماننے والوں نے بھی مرزا صاحب کے اس کذب پر تحریری شہادت دے دی ہے۔

(۲) یہ کہ قطع وتین کا ذکر مرزا صاحب نے اپنے دعوی کی صداقت میں بہت زور سے پیش کیا ہے۔ اس بحث کا بھی اس رسالہ میں خاتمہ کر دیا ہے اور اس قدر غلطیاں مرزا صاحب کی دکھائی ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے جس کے علم اور قرآن دانی کا اس قدر شہرہ ہو، وہ اس قدر ناواقف ثابت ہو۔ (صفحہ ۵۷، ۶۶، ۶۷ ملاحظہ ہو۔)

اب مُنصفوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ان باتوں کے جواب کا اصل طور سے خیال رکھیں جو میں نے رسالہ کا اصل مقصد بیان کیا ہے۔

عرض کنندہ خیر خواہ مسلمانان

ابراہیم حسین خان رتن پوری دربھنگوی

۲ستمبر ۱۹۱۲ء

تکذیب قادیانی از نشانی آسمانی

برادران اسلام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ رسالہ فیصلہ آسمانی میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب اپنی نہایت مستحکم اور بار بار کے اقرار سے کاذب ثابت ہوتے ہیں۔اس کے جواب میں حضرات مرزائیاں نے جو کچھ کہا ہے اس کا حاصل غور کے بعد یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب تو اپنے اقرار سے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں مگر ان کا خدا بھی کسی وقت جھوٹ بولتا ہے وعدہ خلافی کرتا ہے اس کی تشریح ملاحظہ کی جائے۔

رسالہ مذکورہ میں مرزا صاحب کے عظیم الشان نشان کو نقل کر کے اس کا جھوٹا ہونا ظاہر کیا ہے کہ اس نشان میں ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے کہ احمد بیگ کا داماد میری زندگی میں مرے گا اور اس کے سچے ہونے پر انہیں اس قدر وثوق ہے کہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ میرے سامنے نہ مرے تو میں اس کے سامنے مر جاؤں تو میں جھوٹا ہوں،اس قسم کے تین قول نقل کیے گئے ہیں۔

ان قولوں کو نقل کر کے یہ دکھایا ہے کہ مرزا صاحب کو مرے ہوئے کئی برس ہو گئے اور احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے،اس لیے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے اقرار کے بموجب کاذب ہیں۔یہ ایک لاجواب بات ہے،کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس اقرار کے بعد مرزا صاحب کی صداقت ثابت کر سکے۔مگر افسوس ہے کہ جماعت احمدیہ کی عقل سلب کر دی گئی ہے کہ وہ ایسی موٹی بات کا بھی اعتراف نہیں کرتے بل کہ اس کے جواب میں یَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ کو پیش کرتے ہیں۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بات کو چاہتا ہے،قائم رکھتا ہے یہاں اللہ نے خبر دی تھی کہ احمد بیگ کا داماد تیرے سامنے مرے گا مگر اس نے اس تقدیر کو مٹا دیا اور اپنے قولوں کو جھوٹا کر دیا کیوں کہ وہ مختار ہے اس کا تحقیقی جواب ''تتمہ فیصلہ آسمانی'' میں دیا گیا ہے،اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ جماعت

احمد یہ کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ ایسا ہی ہے جیسے دنیا کے بعض رئیس جھوٹ بولا کرتے ہیں اور وعدہ خلافیاں کیا کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ نعوذ باللہ

ذرا انجام آتھم کو دیکھو کہ احمد بیگ کے داماد کے مرنے کو کیسا پختہ اور سچا وعدہ خداوندی لکھا ہے اور پھر اس کا ظہور نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ خلافی کی، اپنے قول وقرار کو لپیٹ دیا۔ کہیے حضرات مرزائیہ آپ کے نزدیک اور آپ کے مرشد کے نزدیک آیت کے یہی معنی ہیں؟ مجدد وقت، قرآن مجید کے ماہر، رسالت کے مدعی ایسے ہی معنی بیان کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ کے کسی قول وفعل کا اعتبار نہ رہے۔ معاذ اللہ منہما

بھلا یہ تو فرمایئے کہ جب خدائے تعالیٰ نے مرزا صاحب سے ایسے پختہ وعدے پورے نہ کیے اور متعدد جھوٹ بولے (نعوذ باللہ) تو اس کے ان الہامات کے سچے ہونے کی کیا دلیل ہے جن سے ان کا مسیح ہونا اور مقرب الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے جب آپ کے نزدیک وہ خدائے قدوس کسی وقت جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے تو ان الہامات کی یقینی صداقت کس طرح تسلیم کی جائے اور کیوں نہ کہا جائے کہ ان الہامات میں جو کچھ کہا گیا وہ غلط ہے یا یہ کہ پہلے وہ مرتبہ دیا گیا کیوں کہ **یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاء** عام ہے یعنی جس بات کو چاہے مٹا دے، خدائے تعالیٰ نے پہلے مرتبہ دیا پھر اسے مٹا دیا اور مٹا دینے کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب ہی کے متعدد اقراروں سے انہیں جھوٹا ثابت کر دیا۔ اگر موت کے وقت تک وہ مسیح اور مقرب الٰہی ہوتے تو ممکن نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ تمام خلقت کے روبرو اس طرح ان کی بے حرمتی کرتا اور ان سے پختہ وعدے کر کے خلاف وعدگی کرتا۔ غرض یہ کہ جو آیت جواب میں پیش کی تھی اسی سے ان کا کذب ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرات مرزائیاں اعجاز احمدی کے اس شعر پر بھی نظر کریں

واقسم باللّٰہ الذی جل شانہ
سیکرمنی ربی و شانی یکبر

اور میں خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی شان بزرگ ہے کہ عن قریب خدا میرا مجھے بزرگی دے گا اور میری شان۔۔۔

کہیے جناب بزرگی دینی اور شان بلند کرنے کی صورت تھی کہ پختہ وعدے کر کے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں اور اعلانیہ تمام خلق کے روبرو جھوٹے ٹھہرائے گئے اور ہر بد سے بدتر قرار پائے، یہ کیوں ہوا؟ آپ یہی کہیں گے کہ یَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ اللہ جسے چاہتا ہے میٹتا (مٹاتا) ہے اور جو چاہتا ہے، رکھتا ہے۔ پہلے اس نے بزرگی دینے کا وعدہ کیا تھا مگر اسے پورا نہیں کیا بل کہ اس کے خلاف کیا۔ بھائیو! دیکھ لو یہ مرزا صاحب اور یہ ان کا خدا ہے جس کی صفت وہ اور ان کے پیر اور مرشد آیت مذکورہ سے یہ بتا رہے ہیں جس کا ذکر ابھی ہوا، اب آپ ہی فیصلہ کر لیں کہ مرزا صاحب کیسے ہیں، اس تقریر کا یہ حاصل ہوا کہ جماعت احمدیہ نے اپنی پاس داری میں مرزا صاحب کو صادق ٹھہرانے کے لیے خدا پر الزام لگنے کی کچھ پرواہ نہیں کی بل کہ اعلانیہ طور سے جھوٹا ٹھہرایا اور وعدہ خلافی کرنے کا اسے الزام دیا اور اپنے خیال کے بموجب اس کا ثبوت آیت قرآنی سے دے دیا مگر افسوس یہ ہے کہ اس کے بعد بھی مرزا صاحب الزام سے نہ بچے اگر اس کی زیادہ تشریح آپ چاہتے ہیں تو ملاحظہ کیجیے؛

اگر مرزا صاحب صرف اس قدر کہتے کہ مجھے یہ الہام ہوا کہ احمد بیگ کا داماد میرے روبرو مرے گا اور پھر وہ نہ مرتا اور مرزا صاحب مر جاتے تو اس وقت جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا مان کر اپنے عقیدہ کے بموجب مرزا صاحب کو سچا کہتے مگر انہوں نے تو ایسا نہیں کہا بل کہ اپنی طرف سے اور باتیں بھی کہیں جن کی وجہ سے وہ جھوٹ کے الزام سے نہیں بچ سکتے اور ایک طریقہ سے نہیں کئی طریقوں سے اس سخت عیب کا الزام ان پر ہے۔

اول: مرزا صاحب انجام آتھم میں کہتے ہیں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے، اہل علم خوب جانتے ہیں کہ تقدیر مبرم اسی کو کہتے ہیں کہ اس کے

خلاف نہیں ہوسکتا اور مرزا صاحب کے بیان سے بھی یہ بات ظاہر ہے جب وہ پیشین گوئی غلط نکلی تو مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہوا کہ یہ پیشین گوئی تقدیر مبرم ہے اور اس کہنے میں مرزا صاحب جھوٹے ٹھہرے۔

دوم: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ مرزا صاحب کا یہ قول نہایت سچا ثابت ہوا مگر اسی قول نے آسمانی فیصلہ کر دیا اور دکھا دیا کہ مرزا صاحب اپنے پختہ اقرار سے جھوٹے ہیں ،اس کا کوئی جواب ہوسکتا ہے۔ جماعت احمد یہ یہ تو فرمائیے کہ **یمحو اللہ ما یشاء** سے یہ اقرار بھی مٹ جائے گا۔

مگر یہ امر غیر ممکن ہے۔ الغرض یہ دوسرا طریقہ ہے ان کے صادقین میں نہ ہوگا۔ الخ

سوم: اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ اسے بھی ایسا ہی پورا کرے گا۔

اس کلام کا نتیجہ بھی ظاہر ہے کہ اگر وہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو میں جھوٹا ہوں اور جب دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ وہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی تو یہاں بھی مرزا صاحب اپنے اقرار سے جھوٹے ہوئے۔

چہارم: اسی پیش گوئی کے متعلق دوسرے مقام پر لکھتے ہیں، یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

یہ مرزا صاحب کا قول ہے، اب دنیا نے دیکھ لیا کہ اس پیش گوئی کا دوسرا جزو پورا نہیں ہوا یعنی مرزا صاحب مر گئے اور احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے۔ اس لیے مرزا صاحب اپنے نہایت پختہ اقرار سے بد سے بدتر ٹھہرے۔ اس اقرار کی پختگی آئندہ قول سے معلوم ہوگی کسی آیت وحدیث سے یہ اقرار مٹ نہیں سکتا۔

یہ چوتھا طریقہ ہے مرزا صاحب کے ثبوت کذب کا۔

پنجم: یہ انسان کا افترا نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔

مرزا صاحب کا یہ کلام ہے جماعت احمد یہ کے مذکورہ بالا جواب سے اس کلام میں

تین (۳) باتیں جھوٹی ہیں:

(۱) یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے یعنی احمد بیگ کے داماد کے مرجانے کے لیے خدا نے سچا وعدہ کیا ہے مگر جماعت احمدیہ اپنے مرشد کے قول کو غلط بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ اسے سچا وعدہ کہنا غلط ہے بل کہ وہ جھوٹا وعدہ تھا اس لیے پورا نہیں ہوا۔

(۲) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں، یہ جملہ نہایت لطف کا ہے کیوں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب تو اپنی جماعت کو جھوٹا کہتے ہیں اور ان کے جواب کو غلط بتاتے ہیں۔ یہ کیوں کہ صاف کہہ رہے ہیں کہ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں اور جماعت احمدیہ ان کے قول کو غلط بتا رہی ہے کیوں کہ کہہ رہی ہے کہ خدا کی باتیں ٹل جاتی ہیں۔ خدا وعدہ کر کے اس کے خلاف کرتا ہے اور آیت **یمحوا اللّٰہ ما یشاء** اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ غرض کہ مرشد اپنے مریدوں کو جھوٹا کہتا ہے اور مریدین اپنے مرشد کو جھوٹا بتا رہے ہیں۔

(۳) اس پورے کلام پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو وعدہ پورا نہ ہوا وہ خدا کا وعدہ نہیں اور جس کی بات ٹل جائے وہ خدا نہیں ہے بل کہ وہ بات انسان کی ہے۔ مرزا صاحب کی یہ دونوں باتیں جب صحیح ہیں مگر جماعت احمدیہ اپنے جواب سے اس کو غلط بتا رہی ہے کیوں کہ وہ صاف کہتی ہے کہ خدا کے وعدے جھوٹے بھی ہوتے ہیں اور اس کی پختہ باتیں بھی ٹل جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ

بھائیو! حضرات مرزائیوں کے یہ عقیدے ہیں اور مسیح وقت کا ان میں یہ اثر ہے۔

ششم: انجام آتھم میں اسی پیش گوئی کی نسبت کہتے ہیں

(۱) و ایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است

(۲) و عن قریب وقت آں خواھد آمد

(۳) پس قسم آں ـــ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم را برائے مبعوث فرمود داد را بہترین مخلوقات گرداینند کہ ایں حق

است

(٤) و عن قریب خواهی دید

(٥) و من ایں را برائے صدق خود ---خود معیارے گردانم

(٦) و من نگفتم الا بعد از انکه از رب خود خبر داده شد

راست باز حضرات ملاحظہ کریں کہ وہی احمد بیگ کا داماد منکوحہ آسمانی کا شوہر ہے کہ پہلے اس کی نسبت یہ کہا گیا کہ ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا جب یہ مدت گزر گئی اور وہ زندہ رہا تو مرزا صاحب نے نہایت زور شور سے غل مچایا کہ اس نے اور اس کے گروہ نے بہت کچھ گریہ وزاری کی ان کے دل میں خوف ہوا، اس لیے وہ میعاد ٹل گئی اور حضرت یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی تمثیل دی حالاں کہ پیشین گوئی بالکل غلط ہے ()۔ پھر بغیر میعاد مقرر کیے اس پر نہایت زور ہوا کہ وہ میرے سامنے ضرور مرے گا، اگر وہ میرے سامنے نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ اس کے متعلق دو (۲) عبارتیں تو پہلے نقل کی گئیں۔ تیسری عبارت یہ ہے جس میں سے چھ (٦) جملے میں نے نقل کیے ہیں، ان سے کس قدر وثوق اس پیش گوئی کے پورے ہونے پر ظاہر ہوتا ہے جب ایسا پختہ الہام جس کے سچے ہونے پر مرزا صاحب اپنی صداقت کو منحصر بتاتے ہیں اور خدا کی قسم کھا کر اس کا حق ہونا بیان کرتے ہیں، وہ غلط ثابت ہوا اور وہ وعدہ الٰہی جھوٹا نکلا، تو اس الہام کے سچے ہونے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے جس پر انہوں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ خدا کے لیے کچھ تو غور کرو۔ یہ تو کہہ رہے ہو کہ خدا کا یہ وعدہ غلط تھا کہ خدا کا یہ وعدہ غلط تھا، خدا کے سب وعدے سچے نہیں ہوا کرتے اور آیت **یمحو اللّٰہ ما یشاء** کو پیش کرتے ہو مگر یہ نہیں سمجھتے کہ جب کسی وقت خدا تعالیٰ جھوٹ بھی بول دیتا ہے تو اس الہام میں جھوٹ سے کون روکنے والا تھا جس میں یہ کہا گیا کہ تو مسیح موعود ہے۔ اس کے علاوہ جب **یمحو اللّٰہ ما یشاء** ایسا عام ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو تو کیا وجہ ہے کہ ان کی مسیحیت کے محو کرنے میں یہ آیت پیش نہ کی جائے جو عبارت میں نے مرزا صاحب کی ابھی نقل کی ہے وہ عبارت نہایت روشن دلیل

ہے کہ مرزا صاحب بالفرض اگر مسیح موعود کیے گئے تھے مگر پھر اللہ نے اس مقرر کردہ امر کو مٹا دیا کیوں کہ اس قول میں مرزا صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کو میں اپنی صداقت کا معیار کہتا ہوں یعنی اگر اس پیش گوئی کا ظہور ہو جائے تو مجھے سچا جانو اور اگر ظہور نہ ہو تو جھوٹا سمجھو۔ اب تو ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ اس پیش گوئی کا ظہور نہ ہوا۔ اس لیے مرزا صاحب کے قول کے بموجب ظاہر ہو گیا کہ وہ جھوٹے تھے۔ اب اگر ان کے دونوں قولوں کو سچا سمجھا جائے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے انہیں سچ کہا تھا مگر بمقتضائے **یمحوا اللّٰہ ما یشاء** کے پھر اسے مٹا دیا اور مرنے سے پہلے یہ مرتبہ ان سے لے لیا اور خلقت کو گم راہی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں کی زبان سے ان کا جھوٹا ہونا ظاہر کر دیا تا کہ خلقت ان سے پرہیز کرے اور جو ان پر ایمان لے آئے ہیں وہ توبہ کریں۔ اس بیان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حضرات مرزائی جھوٹے مسیح کو اپنا مرشد مان رہے۔ الحاصل جماعت احمدیہ کے اس جواب سے خدائے قدوس کا جھوٹا ہونا بھی ثابت ہوا اور مرزا صاحب بھی جھوٹے ٹھہرے۔ کہیے حضرات اس کا کچھ جواب ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آسمان و زمین ٹل جائیں مگر کوئی مرزائی اس کا جواب نہیں دے گا اگر کسی کو ہمت ہو تو سامنے آئے۔ ہم اسے ایک سال کی مہلت دیتے ہیں مگر میں وجدانی پیشین گوئی کرتا ہوں کہ کوئی مرزائی اس کا واقعی جواب نہیں دے سکتا۔

فیصلہ آسمانی کے مضامین یہ ہیں:

(۱) پیشین گوئی کا سچا ہونا صداقت کی دلیل نہیں ہے، اس سے مرزا صاحب کی صداقت کی بڑی معیار (دلیل) غلط ہو گئی۔

(۲) مدعی نبوت کی کسی پیش گوئی کا غلط ہو جانا اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے، مرزا صاحب کی بہت پیشین گوئیاں غلط ہوئیں۔ اس لیے وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔

(۳) مرزا صاحب کی صداقت کا عظیم الشان نشان بالکل غلط ثابت ہوا۔

(۴) مرزا صاحب نے انجام آتھم میں بڑے زور اور کامل وثوق سے یہ کہا ہے کہ اگر احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں اور ہر بد سے بدتر ہوں، اب مرزا صاحب مر گئے اور وہ نہیں مرا، اس لیے مرزا صاحب اپنے مستحکم اقرار سے جھوٹے ٹھہرے۔ کوئی آیت و حدیث ایسی نہیں ہوسکتی جو ان کے اس صریح اقرار کو میٹ [مٹا] دے۔

(۵) جھوٹی پیشین گوئی کرنے کا افترا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا صاحب نے کیا۔ (صفحہ ۱۹)

(۶) مرزا صاحب کا یہ دعوی غلط ہے کہ مفتری کو بیس (۲۰) برس یا زیادہ کی مہلت نہیں دی جاتی، اس کا غلط ہونا واقعات گذشتہ اور حالات موجودہ سے نہایت خوبی سے ظاہر کیا ہے۔

(۷) مرزا صاحب کا یہ کہنا محض غلط ہے کہ قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مفتری دست بدست سزا پاتا ہے۔ ہرگز نہیں ہوسکتا بل کہ متعدد آیات سے ثابت ہے کہ جھوٹوں کو بہت مہلت دی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ پہلے رسول خدا پر افترا ثابت ہوا تھا پھر خدا پر صریح افترا ثابت ہوا یعنی جو بات اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نہیں فرمائی اس کی نسبت مرزا صاحب کہہ رہے ہیں کہ قرآن شریف کے ظاہر الفاظ سے ثابت ہے۔

(۸) قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ سمجھنا کہ خدا پر افترا کرنے والا جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور سچا مدعی فائز المرام ہوتا ہے محض غلط ہے۔ انصاف پسند حضرات ملاحظہ کریں کہ ان باتوں کا جواب خلیفۃ المسیح یا ان کا کوئی پیرو دے سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ کیا مرزا صاحب کی جو پیش گوئیاں جھوٹی ہوگئیں، انہیں سچا کردیں گے اور جو وہ اپنے پختہ اقرار سے کاذب ٹھہرے ہیں تو کیا ان متعدد اقراروں کو یا ان کتابوں جن میں وہ اقرار ہیں، دنیا سے ناپید کردیں گے۔ مرزا صاحب نے جو خدا پر اور اس کے رسول پر افترا کیا ہے تو کیا کسی آیت و حدیث کا اپنی طرف سے

اضافہ کر کے ان کے افترا پر پردہ ڈالیں گے۔ جب یہ سب باتیں غیر ممکن ہیں تو ''فیصلہ آسمانی'' کا جواب بھی غیر ممکن ہے۔ اور یوں کہنے کو اور اپنا دل خوش کرنے کو مسیلمہ کذاب نے بھی قرآن شریف کا جواب لکھا تھا مگر مرزا صاحب کے اور ان کے منتسبین کی اتنی بھی ہمت نہیں ہوئی۔ بہت کتابیں ان کے رد میں لکھی گئیں مگر اکثر کا جواب نہیں دیا گیا۔ جلسہ مونگیر کے بعد رسالہ ''اظہار الحق'' میں چند کتابوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ مولوی عبدالماجد صاحب کے غالبًا اول المرشدین میاں حسن علی واعظ کے رسالہ کا جواب مولانا انوار اللہ صاحب حیدرآبادی نے دیا تھا مگر مولوی صاحب کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کا جواب دیتے اور یہ کہہ دینا کہ یہ پرانی باتیں ہیں کوئی نیا اعتراض نہیں ہے محض اپنے معتقد جہلاء کو خوش کرنا ہے۔ اے جناب اعتراض پرانا ہے یا نیا، یہ بتایئے کہ اس کا جواب دیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر جواب دیا گیا ہے اور پھر اس کا جواب اس طرف سے نہیں ہوا تو اس جواب کو پیش کیجیے اور بتایئے کہ کس نے دیا ہے اور کون سی کتاب میں وہ جواب ہے اور اگر جواب نہیں دیا گیا تو یہ کہنا کہ یہ پرانا اعتراض ہے۔ آپ کی کم زوری کو ظاہر کرتا ہے کہ باوجود عرصہ گزر جانے کے بھی جواب نہ ہو سکا۔ ان باتوں کا جواب دیجیے اور جھوٹی باتوں اور زبان درازی کا نام ''نشان آسمانی'' رکھ کر مشتہر کرنا ایمان دار کا کام نہیں ہے۔ فقط

المشتہر خادم مسلمانان

محمد ابوالحسن دربھنگوی عفی عنہ



۲ ستمبر ۱۹۱۲ء

مذہبی اختلافات محض ڈھکوسلہ نہیں

۳۱ جولائی ۱۹۱۲ء کے ''وکیل'' میں ایک مضمون مولوی محمد علی صاحب پروفیسر کپور تھلہ کالج کا نظر سے گزرا، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

''یوں اپنی طرف سے ہر ایک فرقہ دوسرے کو کیسا ہی گم راہ سمجھتا ہو مگر سب سے الگ ہو کر اور ہر ایک کے غلط اتہاموں کو چھوڑ کر دیکھا جائے تو توحید سے برگشتہ کوئی نہیں، رسالت سے منکر کوئی نہیں۔ نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام کی فرضیت کا انکار کسی کو نہیں''

......چند سطروں کے بعد......

''سُنّی شیعہ میں بھی اختلاف کی نسبت اتحاد بہت زیادہ ہے، قیام سب کرتے ہیں، رکوع سجود قومہ جلسہ سب کرتے ہیں۔ خدا کی تعریف اور دعائیہ کلمات سب پڑھتے ہیں۔ غرض حقیقت کو دیکھا جائے تو مسلمانوں میں اتفاق بہت زیادہ ہے اور اختلاف بہت کم''

پھر چند سطروں کے بعد مولوی صاحب رقم طراز ہیں کہ

''اسلام نے جن اُمور کو باعث نجات قرار دیا ہے وہ تمام اسلامی فرقوں میں موجود ہیں اور قریب قریب اسی درجہ پر پائے جاتے ہیں۔''

مضمون نگار صاحب نے خواہ مخواہ ٹیچ ٹال کر تمام فرقوں کو مسلمان قرار دیا ہے اور اختلافات کو محض ڈھکونسلہ سمجھ رکھا ہے۔ میرا دعوی ہے کہ یہ ان کا خیال محض غلطی پر مبنی ہے اور دعوی کے ثبوت میں صرف چند دلائل کو پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں گے کہ آیا اختلافات جو آج موجودہ فرقوں میں نظر آتے ہیں وہ محض فروعات ہیں یا اُصول اور ضروریات دین میں۔ و ھو ھذا

اول فرقہ شیعہ کو لیجیے جس کی نسبت مضمون نگار کا خیال ہے اور محض غلط خیال ہے کہ ''سُنّی شیعہ میں اختلاف کی نسبت اتحاد بہت زیادہ ہے''۔ اہل شیعہ کے اس عقیدہ کو چھوڑ کر جو کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت یہ لوگ رکھتے ہیں- اگر غور کیا جائے تو بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو (۲) کفر صریح میں ان کے عام جاہل مرد و عورت سب بالاتفاق گرفتار ہیں:

(۱) قرآن کریم کو ناقص بتاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اس میں سے کچھ سُورتیں گھٹا دی گئیں۔ کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیے، کوئی کہتا ہے کہ یہ نقص محتمل ضرور ہے

چنانچہ میر آغا لکھتے ہیں کہ ''ایں امر بر سبیل جزم وقطع ثابت نیست لیکن محتمل است''

اور سید علی محمد لکھتے ہیں کہ

"تحریف جامع القرآن بلکه محرق و محرف قرآن در نظم قرآن یعنی ترتیب آیات از کلام مفسرین فریقین و عنوان نظم قرآن مستغنی عن البیان و آثارات بے شمار"

اور جو شخص قرآن عظیم میں کسی قسم کا نقص یا تصرف بشری کا دخل۔۔۔یا اسے محتمل جانے بالاجماع کافر ہے کہ وہ صراحۃً قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سورہ حجر میں فرماتا ہے بے شک ہم نے اُتارا یہ کلام پاک اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ کوئی بشر کوئی ملک کسی قسم کی تبدیلی اس کلام پاک میں نہیں کرسکتا۔ بھلا جس کا نگہبان مولیٰ تبارک و تعالیٰ ہو اس میں تبدیلی و تصرف بشری کا کیا دخل۔ پس سُنّی وشیعہ کے اس اختلاف عظیم کو بہت ہی کم اختلاف بتانا مضمون نگار صاحب کو مبارک رہے۔ مسلمانوں کے نزدیک تو یہ محض معمولی اختلاف نہیں بل کہ حقیقتاً کفر واسلام کا فرق ہے کہ تحریف قرآن کا قائل قرآن کریم کی تکذیب کرنے والا کافر ومرتد ہے۔

(ب) ان کا ہر چھوٹا بڑا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تمام انبیائے سابقین علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ وسوائے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل بتاتا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ جو کسی غیر نبی سے افضل کہے وہ کافر ہے کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

دوم: قادیانی کہ اس فرقہ کا موجد غلام احمد قادیانی دعوی نبوت کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ ''اللہ وہی ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا'' اور لکھتا ہے کہ ''مجھ پر یہ آیت اُتری کہ ہم نے اسے قادیان میں اُتارا اور حق کے ساتھ اُتارا۔

نیز یہی شخص اپنے آپ کو بہت سے انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتحیات سے افضل

بتاتا ہے خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ لکھتا ہے؛

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

حالاں کہ کون سا ایسا مسلمان ہوگا جو نہ جانتا ہوگا کہ ہمارے آقا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں؟ آپ کے بعد دوسرے نبی کا پیدا ہونا محال اور جو شخص اب نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر و زندیق اور جو شخص کسی نبی کی صراحۃً تو کیا معناً اگر اشارۃً یا کنایۃً بھی توہین کرے تو وہ کافر و مرتد ہے۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اسی اختلاف کو مضمون نگار صاحب معمولی اختلاف بتاتے ہیں۔ حیف اور صد حیف اگر انبیا کی توہین کرنے سے بھی اسلام باقی رہتا ہے تو ایسے اسلام کو دُور سے سلام، ہم مسلمانوں کے نزدیک تو انبیاء کی توہین کرنے والا بے شک کافر و ملحد ہے۔

سوم چکڑالوی: یہ فرقہ تمام احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صراحۃً باطل بتاتا ہے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے اور صرف قرآن عظیم پر اعتقاد رکھتا ہے اور حقیقتاً قرآن عظیم کا منکر ہے کہ اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ و رسول کی۔

چہارم: وہ فرقہ جو اپنی کتب میں صراحۃً ملائکہ و آسمان، جن و شیطان، حشر، جنت و دوزخ معجزات وغیرہ ضروریات دین سے انکار کیا ہے نیز گلا گھونٹی ہوئی مرغی کو حلال قرار دیا ہے۔ مسلمان بھائی غور فرمائیں کہ یہ کیا صریح کفر و الحاد ہے۔

پنجم: اس فرقہ کے اعتقادات عجیب و غریب ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اللہ واحد قہار کا جھوٹا ہونا ممکن ہے کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہے کوئی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سا علم ہر بچہ ہر پاگل ہر جانور و چوپایہ کو ہے، کوئی کہتا ہے کہ اس کے پیر ابلیس لعین کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زائد ہے، کوئی کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء سمجھنا عوام الناس کا خیال ہے اور کہتا ہے کہ اگر کوئی اب بھی نبوت کا دعویٰ کرے تب بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔ اس فرقہ

باطلہ کے سرگروہوں کی وہ عبارتیں جن میں انہوں نے مندرجہ بالا اعتقادات کی تصریح کی ہے لفظ بلفظ معہ حوالہ کتب وصفحہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پیرومرشد فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کی تحریر بےنظیر المعتمد المستند میں موجود ہیں اوران میں سے بعض احقر نے زیرعنوان ''مکائد دربھنگی'' اخبار اہل فقہ کی گذشتہ اشاعتوں میں شائع کرائی ہیں، پس اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ششم: اہل دریت کو اس کے اعتقادات وہابیہ سے قریب قریب ملتے جلتے ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ اول الذکر اپنے کو غیرمقلد کہتا ہے اور آخرالذکر اپنے زعم باطل میں حنفی سنّی بتاتا ہے۔

اہل انصاف غور فرمائیں کہ سُنیوں اور دیگر فرقہ ہائے میں زمین وآسمان کا فرق ہے یا نہیں اور مضمون نگار صاحب کا یہ فرمانا کہ توحید سے برگشتہ کوئی نہیں، رسالت سے منکر کوئی نہیں کس حد تک صحیح ہے۔ کیا وہ شخص جو خدا کو ایک کہتا ہو مگر ساتھ ہی (معاذ اللہ) اس کو جھوٹا کہتا ہو یا اس کی نگہبانی میں نقص جانتا ہو مسلمان رہ سکتا ہے یا اس کی یہ توحید اس کی نجات دلانے کو کفایت کرسکتی ہے۔ حاشا وکلا اگر تمام۔۔اللہ وحدہ لاشریک کا وظیفہ مانے مگر اس ذات بےعیب میں ذرا سے نقص نکالنے سے وہ اسلام سے ایسا علاحدہ ہو جائے گا جیسے کمان سے تیر۔ اسی طرح وہ شخص جو کہ شب وروز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رسول اللہ کہے مگر ذرا سی توہین کرنے سے اسلام سے ایسا نکال کر پھینک دیا جائے گا جیسے دودھ سے مکھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے۔ آپ تو سید الانبیاء ہیں اگر کسی نبی کی شان اقدس میں گستاخی کرے گا تو اسلام کو اس سے اور اس کو اسلام سے کچھ واسطہ نہ رہے گا صرف نماز روزہ وغیرہ کے قائل ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا بل کہ جب تک جملہ ضروریات دین کا معتقد نہ ہو۔ ہرگز ہرگز مسلمان اور نجات کا مستحق نہیں۔ اگرچہ کیسا ہی متقی وپرہیزگار یا عالم وفاضل کیوں نہ ہو کہ آخر شیطان بھی تو معلم الملکوت تھا شب وروز عبادت کرتا تھا مگر صرف ایک سجدہ کے نہ کرنے سے مردود ہوا۔ اس وقت اس کا زہد وتقوی خدا کو

وحدۂ لاشریک جاننا کچھ کام نہ آیا، اگر صرف توحید ہی نجات کے لیے کافی ہوتی تو وہ کیوں درگاہ رب العزت سے نکالا جاتا اور طوق لعنت گلے میں ڈالا جاتا۔ پس تقریر مندرجہ بالا سے صاف عیاں و آشکار ہے تو مسلمان ہونے کے واسطے ہر ضروریات دین کا معتقد ہونا ضروری بل کہ اشد ضروری ہے اور تمام فرقوں کو (جو اسلام میں پیدا ہو گئے ہیں آپ کے داعی اور بظاہر کلمہ گو ہیں) مسلمان سمجھنا اور ان کے اختلافات مذہبی کو محض معمولی اختلافات سمجھنا صریح گم راہی وضلالت ہے۔ خداوند کریم بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مسلمان بھائیوں کو ایسے اعتقاد سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین

راقم الحروف

خادم قوم عرفان علی حنفی جبل پوری عفی عنہ

خریدار اہل فقہ نمبر ۴۴۷



۹ ستمبر ۱۹۱۲ء

صاعقہ ربّانی بر نشان قادیانی

معزز ناظرین۔ جب رسالہ فیصلہ آسمانی بر مرزا غلام احمد صاحب متوفی قادیانی کے بارے میں ایک قطعی فیصلہ ہے۔ شائع ہو کر مقبول خاص وعوام ہوا تو ایک سچے مسلمان نے اس خیال سے کہ مرزائی جماعت اس رسالہ کو بغور دیکھے، اس مضمون کا اشتہار دیا کہ جو صاحب اس رسالہ کا جواب دیں گے، اُس کو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا اور اس میں چار (۴) شرطیں لگائیں وہ اشتہار عام طور پر شائع ہو رہا ہے۔ آپ حضرات ان شرطوں کو اس میں دیکھ لیں۔ مرزائیوں پر تو اس رسالہ کا جواب دینا تو مشکل تھا ہی ان شرائط نے اور بھی مشکل تر کر دیا۔ اس لیے مرزائی جماعت نے اپنی جان چھڑانے اور اپنا عجز چھپانے کی غرض سے ایک اشتہار بعنوان ''نشان آسمانی'' شائع کیا ہے۔ اس اشتہار میں جن بد

تہذیبوں اور دروغ گوئیوں سے کام لیا ہے ان کی نسبت اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ یہ مرزا صاحب متوفی کی اخلاقی تعلیم کا نمونہ ہے۔ ''**الولد سر لابیہ**'' ایک مشہور مقولہ ہے؛

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

مرزائی مشتہر نے انعامی اشتہار کا جواب دینا چاہا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ اس کام میں محض ناکام رہا۔ ناظرین دونوں اشتہاروں کو سامنے رکھ کر اس بات پر غور کریں کہ اس نے انعامی اشتہار کی کن کن باتوں کا جواب دیا۔ فضول اور بے کار باتوں سے اپنے اشتہار کو بھر دیا اور اصل باتوں کی طرف رُخ تک نہیں کیا، بحیثیت مجیب ہونے کے اس کا فرض تھا کہ جو اعتراضات انعامی اشتہار میں ہیں ان کا جواب مفصلاً نہیں مختصراً ہی سہی اپنے اشتہار میں دیتا۔

اس نے علامہ مولف فیصلہ آسمانی پر الزام لگایا ہے کہ

(۱) مولف نے کثرت کے ساتھ دانستہ بہتان باندھا ہے۔

(۲) فریب کو عمل میں لایا ہے

(۳) بدلگاموں کی طرح بدلگامی کی ہے

(۴) متکبرانہ طور سے علمیت کا دعویٰ کیا ہے مگر ان باتوں میں سے کسی ایک بات کو بھی مولف علامہ کے کلام سے ثابت نہیں کیا بل کہ اس کے طرز عمل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود اپنے اشتہار میں انہی باتوں پر عمل کر رہا ہے۔ علاوہ اس کے میں یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب متوفی نے بڑی مشاقی کے بعد ان چاروں صفتوں میں اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کیا تھا جن حضرات نے اور تالیفات کو دیکھا ہے وہ ہمارے اس بیان کی ضرور تصدیق کریں گے۔ اگر مشتہر مولف علامہ کے کلام سے ان باتوں کو ثابت کرتا تو میں اسی اشتہار میں مرزا صاحب ہی کے کلام سے ان کا مذکورہ بالا صفات میں ثانی ہونا ثابت کر دیتا۔ ایک ہزار کے انعامی اشتہار دینے پر اگر کوئی شخص ہزاری مل کہلا سکتا ہے تو مرزا صاحب ہزاری مل دس

ہزاری مل بن کہ خدا جانے کتنے مل کہلانے کے مستحق ہیں۔ دیکھو ان کے انعامی اشتہارات اور رسالے یہ بات غلط اور محض غلط ہے کہ مرزائیوں کے خلاف میں جو اشتہار یا رسالہ لکھا جاتا ہے وہ ان سے مخفی رکھا جاتا ہے اور اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ مرزائیوں تک نہیں پہنچے اور شہروں کے علاوہ مسلمان مونگیر و اطراف مونگیر اس بات کی پوری تصدیق کر سکتے ہیں کہ ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء سے اس وقت تک جتنے اشتہارات اور رسالے مرزائی مشن کے سربستہ رازوں کے انشا کے لیے لکھے گئے کس دلیری اور دریا دلی سے شائع کیے گئے ہیں۔

(۱) مرزا صاحب کا آخری فیصلہ اور اس کا نتیجہ

(۲) بے نکاحی آسمانی منکوحہ

(۳) دعا اور مرزا

(۴) مسیح قادیانی کا فیصلہ

(۵) مرزائیوں کا شرائط مناظرہ کی پابندی سے انکار

(۶) آئینہ قادیانی

(۷) اظہار حق

(۸) اہل حق کو بشارت

(۹) مباہلہ کے متعدد اشتہارات

(۱۰) مباہلہ ہی کے بارے میں ایک پمفلٹ

یہ سب اشتہارات اور رسالے عام طور سے مفت تقسیم کیے گئے ہیں جب کہ بنارس، شاہ جہان پور، لکھنو، امرت سر، قادیان، دہلی، پشاور، شملہ، حیدرآباد، وغیرہ دُور دراز شہروں تک مفت بھیجے گئے اور اس وقت تک بھیجے جا رہے ہیں اگر مشتہر میں کچھ بھی ایمان داری ہے تو حلفیہ بیان کرے کہ مذکورہ بالا اشتہارات اور رسالے اس کو اور اس کے ہم مشربوں کو مفت نہیں ملے ہیں۔ رسالہ فیصلہ آسمانی خلیفہ جی نورالدین اور مولوی عبدالماجد صاحب بھاگل پوری اور مولوی قاسم علی دہلوی کے پاس مفت بھیجا گیا ہے، بعض کی رسید موجود ہے۔۔۔ اور محمد

سعید مختار کو بھی مفت دیا گیا ہے۔ ناظرین حکیم محمد یعقوب صاحب اور منشی سراج الدین صاحب مندلپوری سے دریافت کرلیں۔ یہ عادت بھی مرزا صاحب ہی کی تھی کہ اپنے مخالف مشاہیر علماء ومشائخ کے اسمائے گرامی اپنی کتابوں میں لکھ کران کو مخاطب بنائیں مگر سب کے پاس کتابیں نہیں بھیجیں۔ دیکھو انجام آتھم میں جناب مولوی شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین پھلواری کا نام ہے اور اربعین میں حضرت مولانا محمد علی صاحب عم فیضہ سابق ناظم ندوۃ العلماء کا اسم گرامی ہے مگر ان دونوں بزرگوں کا بیان ہے کہ مرزا صاحب نے کتاب نہیں بھیجی۔ فیصلہ آسمانی میں کوئی نیا علمی اعتراض ہے یا نہیں، اس بات کو بے چارہ مشتہر کیا سمجھے جس کا علمی مبلغ یہ ہو کہ معقولی حجت کے مقابلہ میں نامعقول باتیں تجویز کرے، سچ ہے

وہ لوگ نکتۂ موزوں کی قدر کیا جانیں
جو مبتدا وَ خبر کی خبر نہیں رکھتے

اس رسالہ کی قدر اُن حضرات سے پوچھنا چاہیے جو جامع معقول ومنقول ہوں؛

قدر گوہر شہ بداند یا بداند جوہری

افسوس ہے کہ بے چارہ مشتہر فیصلہ آسمانی کو کچھ سمجھ نہیں سکا ورنہ اس کو معلوم ہوتا کہ اس میں کیسے کیسے اعتراضات ہیں اور جن حوالوں پر اس کی جماعت کو ناز ہے ہر ایک کی کیسی قلعی کھولی گئی ہے اگر مشتہر کا یہ قول صحیح ہے کہ فیصلہ آسمانی میں کوئی نیا اعتراض نہیں ہے بل کہ وہی اعتراضات ہیں جو اگلے معترضین کر چکے ہیں اور ان کا سینکڑوں بار جواب دیا جا چکا ہے تو پھر مرزائیوں کے لیے ایک ہزار روپیہ کا انعام حاصل کر لینا محض آسان ہے۔ انہیں جوابات کو جمع کر کے پیش کر دیں اور جب شرائط انعام لے لیں مگر مجیب پر لازم ہے کہ ہر اعتراض اور جواب کے متعلق یہ بھی ظاہر کرے کہ اعتراض فلاں کتاب میں ہے اور جواب فلاں کتاب میں۔ دیکھنا چاہیے کون ذی علم مرزائی اس کام کی ہمت کرتا ہے اور اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتا ہے۔ پورے رسالہ کے جواب میں تو دیر ہوگی، سردست کوئی

مرزائی ایسے ایک اعتراض کا جواب دے دے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جس کو سچا ملہم مان چکے ہیں اس کے دو الہاموں میں سے ایک تو مانیں اور دوسرے کو نہیں۔ مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کے الہام پر ایمان لائیں اور نکاح آسمانی اور احمد بیگ کے داماد کی موت والے الہام پر جس کے نہ ہونے پر ملہم باقرار خود کاذب اور ہر ایک بد سے بدتر کہلانے کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ایمان نہ لائیں۔ اگر ملہم کی غلطی اور نافہمی کا احتمال ہے تو دونوں الہام برابر ہیں اور اگر خدا کے غنا اور قدرت محو (جس کے رو سے بقول مرزائیاں خدائے تعالیٰ خلاف وعدگی کرتا ہے، نعوذ باللہ منہ) کا خیال ہے تو دونوں الہاموں میں یکساں ہیں بل کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ اور بلعم باعور کے قصہ پر کافی غور کرنے سے اول الہام میں یہ خیال قوی ہو جاتا ہے۔ فتدبر

اپنے خصم بلا وعدہ انعام بعض نیک طبع مرزائی (جنھوں نے فیصلہ آسمانی کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے) کے نام و پتہ بتانے کی فرمائش کرنا اور خود اس غیر مرزائی (جس نے بقول مرزائیاں رسالہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے) کے نام و پتہ بتانے پر انعام مانگنا۔۔۔ نہیں ہے تو کیا ہے؛

شرائط اربعہ میں سے صرف چوتھی شرط کو تسلیم کرنا اور بقیہ کو لغو قرار دینا محض مرزائی سنت کی پیروی ہے اور کچھ نہیں۔ مرزا صاحب متوفی کی یہ عادت تھی کہ مناظرہ میں مباہلہ میں خود جس قدر چاہیں شرطیں لگائیں مگر فریق کی شرطیں نہ مانیں۔ وہی وطیرہ مرزائیوں نے اختیار کیا ہے، ابھی بھی مناظرہ لودہیانہ میں منشی قاسم علی صاحب دہلوی نے بمقابلہ مولوی ثناءاللہ صاحب سولہ (۱۶) شرطیں پیش کیں۔ مولوی صاحب نے اکثر شرطوں کو بلا ترمیم تسلیم کیا، صرف بعض شرائط میں ترمیم چاہی مگر منشی جی نے ایک نہ سنی اور اس ترمیم کو قرار دیا۔

دیکھو ''الحق'' ان شرائط میں سے بعض کی لغویت تو اسی سے ظاہر ہے کہ خود مرزائی ثالث نے اس کی پابندی نہیں کی۔ دیکھو رسالہ فاتح قادیان شرائط مندرجہ انعامی اشتہار محض ضروری اور لازمی ہیں۔ عدم قبول پر مرزائی ہی اصول کے رو سے

مرزائیوں کا فرار اور جواب رسالہ سے ان کا عجز سمجھا جائے گا۔

تعجب بالائے تعجب ہے کہ انعامی اشتہار میں رسالہ کی اصل باتوں کی پوری تشریح موجود ہے جہاں سے تشریح شروع ہوئی ہے وہاں پر خط بھی کھینچ دیا گیا ہے، باوجود اس کے مرزائی مشتہر لکھتا ہے کہ ''آپ کو لازم تھا کہ فیصلہ آسمانی کی اصل باتوں کی تشریح پہلے شائع کرتے، پھر انعامی اشتہار دیتے۔'' اور آگے چل کر لکھتا ہے ''مہربانی فرما کر پندرہ روز کے اندر رسالہ مذکورہ کی اصل باتوں کی تشریح مطبوعہ شائع کریں''

پیارے ناظرین ! آپ سُنی مسلمان ہوں یا کرشن پنتھی مرزائی ، ہندو ہوں یا عیسائی، ذرا اس بات پر غور کریں کہ مشتہر کی یہ چالاکی ہے یا بے با کی-تجاہل عارفانہ ہے یا تغافل کورانہ۔ ذرا کوئی مشتہر صاحب سے یہ تو پوچھے کہ آپ نے انعامی اشتہار کا مطلب سمجھا بھی ہے یا نہیں۔ اگر سمجھا ہے تو یہ بتایئے کہ اشتہار مذکور میں دسویں سطر سے آخر تک کے مضامین کیا ہیں اور اگر نہیں سمجھا ہے تو پہلے اشتہار مذکور کسی اردو دان سے سبقاً پڑھ لیتے۔ تب جواب شائع کرتے۔ بلا سمجھے بُو جھے جواب کے لیے قلم اٹھانا اپنی جہالت اور سفاہت ثابت کرنا ہے۔ شرم! شرم!! شرم!!!

تیسری شرط کے مطلب سمجھنے میں مشتہر نے اپنی نادانی کا کافی ثبوت دیا ہے، مختصر ریمارک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مختصر جواب الجواب لکھیں گے تاکہ حکم تینوں تحریروں

(۱) فیصلہ آسمانی

(۲) جواب مرزائی

(۳) ریمارک از مولف

کو دیکھ کر فیصلہ کریں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مولف علامہ مرزائی جواب پر تقریظ لکھیں گے تاکہ مجیب کو مولف علامہ کی خوشامد کرنا پڑے۔ ہر ایک دانا اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جب انعامی اشتہار کے مشتہر نے اپنا نام اور پورا پتہ لکھ دیا ہے تو

مرزائی مجیب کواپنے جواب پر ریمارک لکھانے کے لیے مولف علامہ کی جستجو کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجیب مشتہر نے حضرت مولف کی شان میں جس طرح گستاخانہ ہزرہ درائی اور یاوہ گوئی کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی جماعت کی یہ خواہش ہے کہ ان کے گڑے مردے اُکھاڑے جائیں اور قادیان کرشن جی کے حلیہ لطیف (زردروئی وغیرہ) اور مبیکٹھ شریف (بہشتی مقبرہ) پر روشنی ڈالی جائے، بہت خوب میں ان کی خواہشات پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔

ذرا سنبھل کے قدم رکھنا دشت غار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ [الرعد:۳۹] اور **یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ** [المؤمن:۲۸] سے آسمانی نکاح کے مٹ جانے پر استدلال کرنا اور **فَلاَ تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ** [ابراہیم:۴۷] اور **اِنَّ اللّٰهَ لَایُخْلِفُ الْمِیْعَادَ** [ال عمران:۹] وغیرہ آیات بینات پر نظر نہیں کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مشرک اپنی مغفرت پر **یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ** [ال عمران:۱۲۹] سے استدلال کرے اور **اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ** [النسآء:۴۸] کو نظر انداز کردے۔ آیت کریمہ **وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ.** [الحاقة:۴۴] کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کاذب مدعی الہام ووحی کو تیئیس (۲۳) برس کی مہلت نہیں ملتی ہے، کسی مرزائی کو اگر قرآن دانی کا دعویٰ ہے تو اس آیت سے تیئیس (۲۳) برس کی تعیین ثابت کردے۔ عبارۃ النص سے ہو یا دلالۃ النص سے یا اشارۃ النص سے ہو خواہ اقتضاء النص سے اگر کسی طریق سے بھی ثابت کردے تو مبلغ۔۔ روپیہ ہم سے انعام کے مذکورہ بالا آیتوں میں سے بعض آیت کی فیصلہ آسمانی میں اور بعض کی اس کے تتمہ میں صحیح صحیح طور سے تفسیر کردی گئی ہے اور یہ دکھلا دیا گیا کہ مرزا صاحب! عمر بھر ان آیتوں کے مطلب سمجھنے میں عبرت ناک ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں اور مرزائی جماعت

اس وقت تک کھا رہی ہے۔ مگر جو لوگ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ الآیۃ و صمی و یصم کے زیر اثر آ چکے ہیں، وہ ان صحیح تفسیروں کو کیوں کر سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تمام اہل حق کا سچا اور پکا عقیدہ ہے۔

یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِیْ بِهٖ كَثِيْرًا. [البقرة:۲٦]

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ [الاعراف:۱۸٦]

اور

وَاللّٰهُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰی صِرٰطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [النور:۴٦]

یہ تین (۳) آیتیں ہیں۔ قرآن مجید کی جن سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ ہدایت اور گم راہی اللہ ہی کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے وہ ہدایت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گم راہ کرتا ہے۔

معزز ناظرین غور سے دیکھیں کہ خلیل قادیانی نے اپنے اشتہار میں بجز لفاظی اور بیہودہ سرائی کے اصل اشتہار کی کسی بات کا جواب نہیں دیا، ہم نے اس اشتہار میں ان کے آسمانی نشان کا پورا جواب دیا ہے۔ تینوں اشتہاروں کو سامنے رکھ کر ملاحظہ کیا جائے۔

(۱) کوئی ایسا گمان نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مرسلوں سے وعدہ خلافی کرتا ہے یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔
(۲) اس میں شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔



۲۳ستمبر ۱۹۱۲ء

مرزائیوں کے نئے سوالوں کے جواب

الحمدللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ و علی الہ وصحبہ اما بعد۔ ''تازیانۂ نقش بندی'' نمبر۲ میں مرزائیوں کے ان استدلالات کو جو انہوں نے اثبات رسالت ونبوت کے لیے بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیے تھے- پورے طور پر رد کر کے یہ ثابت کر دیا گیا تھا کہ سلسلہ نبوت و رسالت

حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پرختم ہو چکا ہے خواہ نبوت تشریعی ہوخواہ غیرتشریعی ۔اب ہرگز کوئی شخص رسول و نبی نہیں ہوسکتا البتہ کمالات نبوت کو پہنچ سکتا ہے،اس وقت مرزائیوں کواورکوئی دلیل نہ سُوجھی تھی مگر چوں کہ مرزا صاحب کو نبی و رسول ثابت کرنے کے واسطے مرزائی لوگ ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں ۔اس مدت کے بعدکوئی نہ کوئی اور بات نکال دیا کرتے ہیں جناب مولوی محمدعظیم صاحب نقش بندی مجددی کی زبانی بمقام علی پور شریف بتقریب عرس والد ماجد حضرت قطب زماں فیاض دوراں حافظ حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ معلوم ہوا کہ آج کل مرزائیوں نے اثبات نبوت و رسالت کے واسطے دواور دلیلیں قرآن کریم سے پیش کی ہیں جس سے غرض ان کی وہی اپنے مرزا صاحب کورسول و نبی ثابت کرنے کی ہے۔مولوی صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ ابھی تک ان کا شافی جواب میسرنہیں ہوا۔ میں نے کچھ تامل کے بعدان کو ہردو(۲)سوالات کا مجمل جواب عرض تو کر دیا مگر انہوں نے فرمایا کہ اس کومفصل طور پرتحریر میں لانا چاہیے کیوں کہ آج کل اس کی ضرورت ہے لہذا پہلے دلائل مرزائیہ کونمبروارتحریر کر کے ان کے جواب مفصل......عرض کیے جاتے ہیں۔

دلیل اول:

ہم کو ہرنماز میں **اِهْدِنَا الصِّرٰطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرٰطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** [الفاتحة:۵.۷] پڑھنے کا حکم ہے جس میں منعم علیہم کا راستہ طلب کیا جاتا ہے، آخر کثرت طلب سے مطلوب حاصل ہو جاتا ہے اور منعم علیہم کی تفصیل پانچویں سیپارہ میں بیان کی گئی ہے،**فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ** [النسآء:۲۹]اوراس آیت کی تشریح **من يطع اللّٰه و رسول** پر ہے نیز یہ امر مسلم ہے کہ ہم اعمال صالحہ سے صدیق شہیداور صالح بن سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ نبی نہیں بن سکتے بل کہ اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہم صدیق شہید صالح بن سکتے ہیں، نبی بھی

بن سکتے ہیں گویا نبوت بالکلیہ ختم نہیں ہوئی۔

دلیل دوم:

آٹھویں سیپارہ میں صریح حکم ہے کہ؛

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ.
[الاعراف:۳۵]

اور یہ خطاب عام بنی آدم کی طرف ہے۔جس میں ہم مسلمان بھی شامل ہیں۔ اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبین کے بعد رسول آتے رہیں گے۔

جواب دلیل اول:

آیت مبارکہ اِھۡدِنَا الصِّرٰطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرٰطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ [الفاتحة:۵.۷] میں یہ دعا ہے کہ اے خدا ہم کو ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تُو نے انعام کیا ہے نہ یہ کہ ہم کو عین منعم علیہم بجمیع اقسامھم بنا اور ،فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ [النسآء:۶۹] میں جس کا تعلق مَن یطع اللّٰہ والرسول کے ساتھ ہے، یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ جل شانہٗ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرنے والوں کو ان لوگوں کی معیت حاصل ہو جائے گی جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، نہ یہ کہ وہ لوگ عین منعم علیہم بن جائیں گے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مومن کو جب پوری ہدایت ہو جائے تو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کا سیدھا راستہ اس کو حاصل ہو جاتا ہے اور اللہ جل شانہٗ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت سے آدمی کو ان لوگوں کی جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء صدیقین وشہداء وصالحین کی معیت حاصل ہو جاتی ہے۔ دنیا میں ان کے کمالات سے مشرف ہوتا ہے اور آخر میں ان کی معیت سے شرف یاب ہوگا۔اس آیت سے عین منعم علیہ ہو جانا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔البتہ مومن بعض اعمال سے صدیق شہید صالح ہو سکتے ہیں اور یہ بات دیگر آیات سے ثابت ہے نہ اس آیت سے چنانچہ آیات ذیل کے ملاحظہ سے یہ

بات بخوبی واضح ہوجائے گی؛

(۱) اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَھُمْ وَ لَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَ نُوْرُھُمْ.

[الحدید:۱۹،۱۸].

(۲) لَیْسُوْا سَوَآءً. مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ ھُمْ یَسْجُدُوْنَ. یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ.[اٰل عمران: ۱۱۴،۱۱۳]

اور یہ بات ہرگز کسی آیت سے ثابت نہیں نہ صراحتاً نہ اشارۃً کہ مومن فلاں فلاں عمل صالح سے نبی تشریعی یا غیر تشریعی بن سکتا ہے۔لفظ خاتم النبین میں جو الف لام ہے اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جنس کے نبیوں کا خاتم ہونا خواہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی -بداہتہً ثابت ہو رہا ہے اور احادیث صحیحہ جن کو [رسالہ]''تازیانہ نقش بندی''میں مفصلاً ذکر کیا گیا ہے،اس کی تائید کرتی ہیں۔

جواب دلیل دوم:

آیت کریمہ یا بنی ادم اما یاتینکم رسل منکم میں جو خطاب ہے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف ہرگز نہیں ہے نہ عامۃ الناس کی طرف اور مومنین کی طرف کیوں کہ عامۃ الناس کی طرف جو خطابات ہیں وہ یاایھا الناس کے لفظ کے ساتھ ہیں جیسا کہ یاایھا الناس اعبدوا وغیرہ اور جو مومنین کی طرف ہیں وہ یاایھا الذین امنوا کے ساتھ ہیں۔یہ خطاب من جملہ ان چہار خطابات کے ہے جو بعد مبسوط علی الارض حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو جناب الٰہی کی طرف سے ہوئے تھے یا جن کا ذکر بطور حکایت سیپارہ ہشتم سورہ اعراف میں ہوا ہے اور جس پر سیاق قرآن صراحتہً دلالت کر رہا ہے وہ خطابات اربعہ یہ ہیں:

(۱) یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ۔[الاعراف: ۲۶]

(۲) یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ [الاعراف: ۲۷]

(۳) یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ ۔[الاعراف: ۳۱]

(۴) یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ [الاعراف:۳۵]

سیاق قرآن جواس پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے:

وَ نَادٰىہُمَا رَبُّہُمَاۤ اَلَمۡ اَنۡہَکُمَا عَنۡ تِلۡکُمَا الشَّجَرَۃِ وَ اَقُلۡ لَّکُمَاۤ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۔ [الاعراف:۲۲]

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۔ [الاعراف:۲۳]

قَالَ اہۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ وَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ قَالَ فِیۡہَا تَحۡیَوۡنَ وَ فِیۡہَا تَمُوۡتُوۡنَ وَ مِنۡہَا تُخۡرَجُوۡنَ [الاعراف:۲۵۔۲۳]

یہی وجہ ہے کہ ان خطابات کی نسبت حق جل شانہٗ نے جو کچھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانا تھا۔ان کے ساتھ علاحدہ طور پر سمجھایا چنانچہ دوسرا خطاب ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

قُلۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ [الاعراف:۲۸]

قُلۡ اَمَرَ رَبِّیۡ بِالۡقِسۡطِ [الاعراف:۲۹]

اور تیسرے خطاب کے ذکر کے ساتھ ہی فرمایا

قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ ۔ [الاعراف:۳۲]

اگر یہ خطابات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا خاصہ یا عامۃ الناس کی

طرف ہوتے تو پھران کے ساتھ ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علاحدہ خطاب بلفظ "قــل" کرنے کی کیا ضرورت تھی اوراس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں تمام اولا د آدم موجود ہوگی اوران کو بالمواجہ خطاب ہوگا۔مرزائیوں کا اثبات نبوت مرزا صاحب کے واسطے ایسے استدلالات کا پیش کرنا یا کم علمی کی وجہ سے ہے یا قلت تدبر فی القرآن کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے واسطے ورنہ ایسے استدلالات رکیکہ اہل حیرت کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتے۔۔۔۔یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خود ایک جگہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لکھا ہے؛

ہست او ختم الرسل خیرالانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

شاید یہ شعر لکھنے کے بعد خود نبی بن جانا پسند کیا ہوگا اور شاید مریدوں کو بھی یہ شعر بھول گیا ہے مگر تعجب ہے کہ ابھی تک یہ شعران کی کتابوں میں چھاپا موجود ہے۔ ان بناوٹی بات بنانے والے سے ضرور متضاد باتیں صادر ہو جاتی ہیں اوراس کو خیال نہیں رہتا۔فقط والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار عبدالرسول عفی عنہ
مصنف تازیانہ نقش بندیہ واسرارالصوفیہ
ساکن بکہر ضلع شاہ پور



۳۰ ستمبر ۱۹۱۲ء

ایک تائب

مکرمی محبی مولوی غلام احمد صاحب اخگر ایڈیٹر اہل فقہ سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ میں جیسا کہ جناب کو معلوم ہوگا،عرصہ نو دس روز سے مرزائی جماعت میں شامل ہو گیا تھا جس کی وجہ سوائے اس کے کوئی نہیں کہ

مجھے بہت سی باتوں میں مغالطہ میں ڈالا گیا۔ مقام شکر ہے کہ اب پھر میں نے اس جماعت سے اپنے آپ کو علاحدہ کر لیا ہے اور سچے دل سے تائب ہو کر عقائد اہل سنت و جماعت پر ایمان رکھتا ہوں۔

آپ مہربانی فرما کر ان چند سطور کو اخبار میں درج فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ جن میرے دوستوں کو میرے مرزائی ہونے کا رنج ہے-ان کی دل جمعی اور تسلی ہو جائے۔

راقم

عبداللطیف مشتاق بٹالوی حنفی نقش بندی عفی عنہ



۱۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء

غیر مرزائی کی نجات کا مسئلہ

پچھلے برس مرزائی جماعت کے ایک رکن رکین خواجہ کمال الدین لاہور نے یہ رائے قائم کی تھی کہ ہر ایک مسلمان کلمہ گو مرزا غلام احمد کا دیانی پر [ایمان لائے] یا نہ لاوے-مسلمان ہے اور ایک طویل اشتہار اس مضمون کا شائع کیا گیا تھا جس کو جانشین مرزا صاحب نے تصدیق کیا تھا۔ اس کے بعد مرزا صاحب کے صاحب زادے نے اپنے رسالہ تشخیذ الاذہان میں ایک طویل مضمون بحوالہ جات تصانیف مرزا صاحب یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب کی تعلیم کے مطابق ہر ایسا شخص جو مرزا صاحب کی نبوت پر (العیاذ باللہ) ایمان نہیں لاتا۔ اگرچہ مرزا صاحب کو اچھا بھی سمجھتا ہو- کافر ہے۔ اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اس مضمون پر بھی حکیم نورالدین صاحب جانشین مرزا صاحب کی تصدیق تھی۔ بعض اخبارات میں بعض مضامین اس کے متعلق نکلتے رہے، جن سے اس مضمون میں پیچیدگی بڑھتی گئی اور کوئی بیّن فیصلہ حکیم صاحب نے ایسا نہ دیا جس سے ان دو متضاد احکام میں ایک ایک حکم باطل ٹھہرتا۔ اب جب کہ خواجہ صاحب ولایت چلے گئے

تو اخبار بدر نے حکیم صاحب کی زبانی پھر یہ شوشہ چھوڑا کہ جو شخص مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا، اگر خدا کا کلام سچا ہے تو اس کی نجات نہیں ہو گی۔

اگر چہ حکیم صاحب کی باتیں ان کی منیب مرزا صاحب کی طرح کبھی مستقل ثابت نہیں ہوتیں تاہم سر دست تا وقت یہ کہ پھر خواجہ صاحب کے کہنے سننے سے اپنی رائے نہ بدلیں، ان کی طرف سے یہ فتویٰ قطعی سمجھنا چاہیے کہ ان کے نزدیک غیر مرزائی کی نجات نہیں۔ (نقل کفر کفر نہ باشد) اس لیے مسلمانوں کو لازم ہے کہ خواجہ صاحب اور ان کے ہم خیالوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر ان سے اسلامی رابطہ نہ پیدا کریں اور ذرا شرم کریں کہ جب یہ گروہ مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہے اور جو کوئی ان کے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر اسلام اختیار کرتا ہے اس کو مرتد کا خطاب دیتے ہیں تو کون سی ضرورت ایسی لاحق ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ ان لوگوں کو مسلمان سمجھا جائے۔



۱۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء

دجال اکبر

لدھیانہ کے مباحثہ کے بعد ہمارا خیال تھا کہ ''الحق'' دہلی کا ایڈیٹر اب کنج عافیت میں بیٹھ کر اپنی حرکت پر عمر بھر پریشان ہو گا اور اسی پشیمانی میں کڑھ کڑھ کر جان دے دے گا مگر یہ ہماری غلطی تھی کیوں کہ آخر وہ مرزا صاحب آں جہانی کا دام افتادہ ہے جو ذلت پر ذلت اور رُسوائی پر رُسوائی حاصل ہونے پر بھی خم ٹھونک کر میدان میں برا جتے تھے تو یہ ان کے چیلے ہو کر بھلا اس خفت و ذلت کو پانی کے گھونٹ سے جلدی ہضم نہ کریں تو مرزائی کیسے۔

شرم چہ کتی است کہ پیش مردان بیاید

۲۰ ستمبر کے ''الحق'' میں بعنوان دجال اکبر ایک نوٹ لکھتے ہیں جس میں بحوالہ اخبار پرکاش ایک امریکن موجد کی خبر بتاتے ہیں کہ وہ سائنس کی معلومات کی بنا

پر پانی برسالیتا ہے وغیرہ وغیرہ
اس کے بعد ایڈیٹر اہل حدیث، ایڈیٹر النجم اور ایڈیٹر اہل فقہ کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ مان لیں کہ ان کا دجال آ گیا۔ **وغیر ذالک من الهفوات الواهيه**

یادرکھیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مان چکے ہیں کہ دجال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اب ان تینوں کو کوئی ضرورت نہیں کہ ۔۔۔۔۔۔کریں کہ وہ دجال ہے۔
ہندوستانی دجال اگر چہ اپنا دجل ۔۔۔۔۔۔۔کے لیے یہ کہتا تھا کہ انگریز اور پادری دجال ہیں اور ریل ان کا گدھا مگر حجاز اور مدینہ منورہ میں ریل کے پہنچنے سے اس کی یہ بڑ بھی دجل ثابت ہو گئی کیوں کہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ دجال حرمین شریفین میں نہ پہنچ سکے گا۔

بالآخر ہم ایڈیٹر صاحب الحق کو یہ جتادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ تم لاکھ کوئٹہ کی غلط خبر کو روغن حجاز مل کر اہل حدیث کی ہم آہنگی کرو مگر یہ یادرکھو کہ اہل حدیث اہل فقہ اور النجم میں اگر چہ باہم سر پھٹول ہو-اختلاف ہو لیکن تمہارے مقابلہ میں سب متفق اور تن واحد ہیں۔ تمہارے مقابلہ پر جس وقت تینوں کھڑے ہوں گے تو ایک ایک کر کے تین کھڑک جائیں گے۔

ایڈیٹر الحق یہ بھی یاد رکھے کہ اس کی بدزبانی اگر چہ دائرہ انسانیت اور دائرہ تہذیب سے لاکھوں میل دُور ہے تاہم اگر اس کو شوق ہے تو ہم اپنی پرانی تحریریں اگر اس نے نہ دیکھی ہوں ہدیۃً پیش کر دیں۔ اس کے بعد بھی اگر ضرورت باقی ہوگی تو بحکم ﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها﴾ بپاداش اس کے ہم خدمت کرنے کو تیار ہیں۔ ہاں اخبار میں نہیں بل کہ بذریعہ اشتہارات تا کہ لودہیانہ کی ذلت ورُسوائی میں اگر کوئی کسر باقی رہ گئی ہے تو بکل ہو جائے۔

☆

۴ نومبر ۱۹۱۲ء

مولوی نورالدین صاحب جواب دیں

۲۱ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے الحکم کے صفحہ ۱۰ کالم ۳ میں اخبار بدر سے آپ کا یہ فتوی نقل ہوا ہے کہ

''ایک شخص نے دریافت کیا کہ جو احمدی کسی غیر احمدی کو اپنی لڑکی کا ناطہ دے۔اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: جو غیر احمدی کو لڑکی دے دے وہ احمدی ہی نہیں،اس کے پیچھے نماز کیسی''

اس کے متعلق مستفسر یہ ہے کہ

(۱) اگر ایک شخص مرزائی ہو جائے اور اس کی بی بی مرزائی نہ ہو تو ان کا نکاح ٹوٹ گیا یا قائم رہا؟

(۲) بصورت ٹوٹ جانے نکاح کے اگر ایسا مرزائی اپنی غیر مرزائی بی بی کو علاحدہ نہ کرے وہ زانی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۳) علمائے اسلام نے یہ فتوی دیا ہے کہ مرزائی کو لڑکی نہیں دینا چاہیے اور اگر کوئی شخص بعد نکاح مرزائی ہو جائے تو بہ باعث اس کے کہ مرزائیت ارتداد ہے ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔اس فتوی کی آپ تصدیق کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جب آپ غیر مرزائی کو لڑکی دینے والے مرزائی کو مرزائیت سے خارج کرتے ہیں اور مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہونے والے کو (العیاذ باللہ) مرتد لکھتے ہیں اور غیر مرزائیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو کون سا امر اس فتوی کی تصدیق میں مانع ہے۔

مہربانی فرما کر ان سوالات کا جواب قبل از واپسی خواجہ کمال الدین صاحب عنایت فرما دیں کیوں کہ ممکن ہے کہ خواجہ صاحب اس فتوی کو آپ سے منسوخ کرا دیں جیسا کہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

۱۱نومبر۱۹۱۲ء

جلسۂ اتفاق

انجمن اہل حدیث لاہور کا ایک عام جلسہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو اسلامیہ کالج حبیبیہ ہال میں ٹھیک چار بجے منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مولوی ثناءاللہ امرت سری نے اپنا مضمون اسلام اور اتفاق پر شروع کیا۔ فرمایا کہ آج کا مضمون نہایت مشکل ہے مگر جو کچھ کہوں گا آزادی اور دلیری سے کہوں گا۔ اتفاق اور اتحاد دو (۲) الگ الگ مضمون ہیں، میں جو کچھ کہوں گا اتفاق کے متعلق کہوں گا۔ پہلے قرآن شریف کی ایک آیت تلاوت کی، پھر اتفاق کے مضمون کے متعلق شیخ سعدی اور دیگر شعراء کے اقوال اور ایک حدیث پڑھی اور ایک قرآن شریف کی آیت پڑھی۔ ان سب باتوں کا لب لباب یہ تھا کہ اتفاق بڑی اچھی چیز ہے۔ اس کے بعد جنگ طرابلس کے متعلق کہا کہ مسلمانوں نے عملی ثبوت کر کے دکھا دیا اور کوئی شیعہ وسُنّی کی تمیز نہیں کی اور یہ خیال دل میں کسی نے نہیں کیا کہ ترک حنفی ہیں، ہم ان کی امداد کیوں کریں۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ عرب اور ترکی دُور دراز کے بھائی ہیں، ان سے تو ہمدردی کی اور پورا اتفاق کا حامی بن کر دکھایا مگر لاہور امرت سر میں ہر روز جنگ و جدل ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے آپس میں جانی دشمن ہیں۔ یہاں اتفاق کر کے نہیں دکھایا اور یہ بھی بڑے زور سے کہا کہ لوگ حیران ہوں گے کہ یہ شخص جو ہمیں اتفاق کی تعلیم دیتا ہے، خود تو ہمیشہ شیعہ وسُنّی مرزائی اور آریہ وغیرہ سے جنگ کرتا رہتا ہے اور ہمیں اتفاق کی نصیحت کرا ہے، یہ کیا بات ہے!!!

تیسری بات بڑے جوش میں آ کر کہی کہ مرزائی میری جان کے دشمن ہیں اور میں ان کی جان کا۔ ایک دفعہ [اخبار] ''مسافر'' (آگرہ) نے قادیانی کی سخت مخالفت کی اور اسلام پر حملے کیے۔ میں نے اس کو بڑے زور سے لکھا کہ خبردار ہو جاؤ۔ تم نے اگر پھر گستاخی قادیانی صاحب اور اسلام کی نسبت کی تو سب سے

پہلے تمہارا مخالف قادیانی جھنڈے کے نیچے میں ہوں گا۔اس بات پر بھی بڑا زور دیا کہ تم آپس میں لڑو، جھگڑو، ایک دوسرے سے خواہ کتنی دشمنی اور عداوت ہو مگر کفار کے مقابلہ میں ایک ہو جاؤ-اس کا نام اتفاق ہے۔اتفاق کا میں حامی ہوں اور اتحاد کا مخالف۔اتفاق کے متعلق ایک جہاز کی مثال دی۔ جہاز میں لوہا لکڑی آگ ہوا پانی ہوتا ہے وہ اتفاق کر کے ایک سفری منزل کو طے کرتا ہے۔اس طرح ریل گاڑی کی مثال دی اس میں بھی آگ پانی ہوا وغیرہ موجود ہے اور یہ بھی ایک دُور دراز کی منزل پر چاروں چیزوں کے اتفاق سے پہنچا دیتی ہے۔

بڑے زور سے یہ بھی کہا کہ اتفاق سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ شیعہ شیعہ نہ رہیں اور سُنّی سُنّی نہ رہیں، وہابی وہابی نہ رہیں۔اتفاق کچھ اور چیز ہے اور شیعہ سُنّی وہابی ہونا کچھ اور چیز ہے۔غرض یہ کہ مولوی صاحب نے اتفاق پر بڑے زور سے لیکچر دیا مگر یہ پیش نہ کیا کہ وہ کس بات پر اتفاق کرنا چاہتے ہیں ۔لیکچر کے خاتمہ پر خادم الاسلام ملا محمد بخش نے سوال کیا کہ مولوی صاحب آپ نے کوئی بات اتفاق کی پیش نہیں کی کہ آپ کس معاملہ میں حنفی مسلمانوں سے اتفاق کرنا چاہتے ہیں؟

مولوی صاحب نے کہا کہ بے شک مُلاّ صاحب کا سوال مقبول ہے۔ یہ بات میں کہنا بُھول گیا، یہ کسی کو بھی نہیں سُوجھی مگر مُلاّ صاحب کا تجربہ نہایت وسیع ہے، میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ ایک آقا کے دو کُتّے تھے اور ہمیشہ ایک ہڈی پر آپس میں لڑتے رہتے تھے مگر جب کسی دشمن سے ان کے آقا کا مقابلہ ہوتا تو دونوں شیر کی طرح دشمن پر اتفاق کر کے ٹوٹ پڑتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مُلاّ صاحب غور سے سنیں جو کام آپ اور ہم مل کر غیر قوموں کے مقابلہ میں ایک اسٹیج پر اتفاق کے ساتھ کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ کریں گے، ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ غیر مذاہب کا مقابلہ اتفاق سے اسی طرح کرے۔

اس کے بعد مولوی عبداللہ پشاوری کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اتفاق کے متعلق بہت کچھ کہا ہے، میں اس مضمون میں کچھ کہنا نہیں

چاہتا کیوں کہ میں نے کوئی تیاری نہیں کی۔طبیعت جوشیلی ہے اس لیے ادھر اُدھر کی پراگندہ باتیں سنا کر آپ سے رخصت ہو جاؤں گا۔مولوی صاحب نے ایک دو قرآن شریف کی آیات پڑھ کر ثابت کیا کہ اتفاق اچھی چیز ہے۔چند منٹوں ہی میں مولوی صاحب نے اپنا لیکچر ختم کر دیا اور کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔صرف ایک بات کہتا ہوں کہ قرآن کی رسّی کو مضبوط کر کے پکڑو کیوں کہ یہ ہمارا ایمان ہے اور یہی اتفاق ہے۔پھر طرابلس کے ترکوں اور عربوں کے متعلق نہایت جوش کے ساتھ مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ تم خواہ ہندوستان میں رہو اور خواہ کابل و قندھار میں رہو مگر اتفاق رکھو اور عربوں اور ترکوں کی امداد رکھنا تمہارا فرض ہے۔میں جہاد کی تعلیم نہیں دیتا مگر عربوں کی جان و مال سے امداد کرو۔دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔جلسہ کا صدر مولوی فضل حق پروپرائٹر سوڈا فیکٹری لاہور تھے۔

راقم

غلام نقش بند لاہوری

☆

[۱۹۱۳ء/۱۳۳۱ھ]

۶ جنوری ۱۹۱۳ء

ترکی امداد اور احمدی احباب

پنجابی ہندوؤں کے بعض نادان دوستوں کی مخالفت اور تنگ ظرفی کے باوجود ہم اس امر سے ضرور مسرور تھے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ عالم گیر ہمدردی کی لہر رگ و پا میں سرایت کر گئی ہے اور اس مبارک جذبہ کا پرتو بلا اختلاف عقائد سب پر پڑ رہا ہے لیکن اختلاف سے تو ہمارے ہادیان ملت تک کو دوچار ہونا پڑا ہے۔ مبارک سے مبارک پوائنٹ (Point) بھی کبھی بخیر وخوبی سرانجام نہیں پا سکا۔ پھر ہلال احمر کی بیل اگر منڈھے چڑھتی تو کس طرح چڑھتی؟ جس طرح یونیورسٹی اسکیم کی تحریک وتحریص کے دوران میں ایک آدھ مخالفت کی بے سُری تار ہمارے کانوں تک پہنچی تھی۔ اسی طرح اب ہلال احمر فنڈ کی مقبولیت کو بھی دشمنوں اور حاسدوں کی نظر بد لگ گئی ہے اور اس خصوص میں ہمارے مکرم دوست شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم قادیان نمایاں ہوئے ہیں۔ آپ کے نزدیک ہلال احمر کی تجویز محض جوش پیدا کرنے والی تجویز ہے جس سے کم از کم احمدی اصحاب کو دُور دُور رہنا چاہیے۔ اس دوران میں جس انداز استدلال سے کام لیا گیا ہے- اس کی نسبت ہم کیا کہیں کیوں کہ مذہبی تفرقات ہمارا موضوع نہیں۔ ہاں اس قدر ضرور قابل گذارش ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح قبلہ نورالدین صاحب کا مسلک جتلانے میں معزز اور متین معاصر نے کسی قدر عجلت اور غلط فہمی سے کام لیا ہے، جہاں تک ہم کو معلوم ہو سکا ہے ممدوح تو اس قدر گناہ کے مرتکب ہونے کو کچھ زیادہ قابل مواخذہ تصور نہیں فرماتے کہ خدا و رسول کے خادموں اور اماکن مقدسہ کے محافظوں نہیں بلکہ ان کے یتیم اور مظلوم پس ماندگان کو حسب توفیق کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔ الحکم کے مضمون سے ہم کو

کس قدر صدمہ پہنچا۔ خدا گواہ ہے کیوں کہ کسی ''مسلمان'' کہلانے والے کی طرف سے ایسی دل شکن تحریر دیکھنے پر ہرگز آمادہ نہیں تھے۔ ہمارے دوست نے اندازہ لگایا ہوگا کہ اس غیر متوقع آرٹیکل کی بدولت وہ ہمارے مہربانوں کے نزدیک کس قدر قابل وقعت ہو گئے ہیں۔ ''شہرت کے دو ہی راستے ہیں، صحیح لائن پر قدم پویاں ہو کر منزل مقصود ذرا دیر میں نظر آتی ہے اور اُلٹی ٹیڑھی پگ ڈنڈیاں جلد طے ہو جاتی ہیں لیکن بدنام ہو کر ''نام آوری'' ہمارے نزدیک تو موزوں نہیں۔



۲۷ جنوری ۱۹۱۳ء

مولوی نورالدین صاحب جواب دیں

اس عنوان سے ہم نے ۴ نومبر ۱۹۱۲ء کے اہل فقہ میں حکیم صاحب کے ایک فتوی پر مندرجہ ذیل سوالات کیے تھے:

(۱) اگر ایک شخص مرزائی ہو جائے اور اس کی بی بی مرزائی نہ ہو تو ان کا نکاح ٹوٹ گیا یا قائم رہا؟

(۲) بصورت ٹوٹ جانے نکاح کے اگر ایسا مرزائی اپنی غیر مرزائی بی بی کو علاحدہ نہ کرے، وہ زانی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

(۳) علمائے اسلام نے یہ فتوی دیا ہوا ہے کہ مرزائی کو لڑکی نہیں دینی چاہیے اور اگر کوئی شخص بعد نکاح مرزائی ہو جائے تو بہ باعث اس کے کہ مرزائیت ارتداد ہے، ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس فتوی کی آپ تصدیق کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ جب آپ غیر مرزائی کو لڑکی دینے والے مرزائی کو مرزائیت سے خارج کرتے ہیں اور مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہونے والے کو مرتد لکھتے ہیں اور غیر مرزائیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو کون سا امر اس فتوی کی تصدیق میں مانع ہے۔

اس کے جواب میں حکیم صاحب تو خاموش رہے مگر ان کی جماعت میں سے کسی محمد اسمٰعیل نامی نے اخبار بدر ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء میں مندرجہ ذیل جوابات الزامی دیے۔

(۱) اگر ایک یہودی مسلمان ہو جائے اور اس کی بی بی مسلمان نہ ہو تو ان کا نکاح ٹوٹ گیا یا قائم رہا۔

(۲) بصورت ٹوٹ جانے نکاح کے اگر ایسا مسلمان اپنی غیر مسلم بی بی کو علاحدہ نہ کرے تو وہ زانی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

علمائے یہود نے یہ فتوی دیا ہوا ہے (اگر شک ہو تو پوچھ لیں) کہ مسلمان کو لڑکی نہیں دینی چاہیے اور اگر کوئی شخص بعد نکاح مسلمان ہو جائے تو باعث اس کے کہ اسلام ان کے نزدیک ارتداد ہے- ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس فتوی کی آپ تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں۔ جب آپ یہودی کو لڑکی دینے والے مسلمان کو اسلام سے خارج کرتے ہیں اور اسلام سے تائب ہو کر یہودی ہونے والے کو مرتد لکھتے ہیں اور یہودیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو کون سا امر اس فتوی کی تصدیق میں مانع ہے۔

اس کے بعد ہم نے ۲۵ نومبر ۱۹۱۲ء کے اہل فقہ میں بعنوان ''مولوی نورالدین صاحب خاموش ہیں'' ایک مختصر نوٹ لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے مولوی نورالدین صاحب سے سوالات پوچھے تھے مگر جواب کوئی دوسرا دیتا ہے۔ ہم اس کے جواب الجواب میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں مگر پہلے یہ امر صاف ہونا چاہیے کہ مولوی نورالدین صاحب ان سوالات کو جو بطور الزامی جواب کے دیے گئے ہیں- پسند کرتے ہیں کیوں کہ میرے جواب میں شاید مولوی صاحب فرما دیں کہ یہ جواب ہی ٹھیک نہ تھا یا ہماری طرف سے نہ تھا۔ دو ہفتہ تک ان کو وقت دیا گیا تھا مگر مولوی صاحب اب تک خاموش ہیں۔ اس لیے ہمیں حق ہے کہ ہم مندرجہ بالا تحریر کو جو محمد اسمٰعیل صاحب کی طرف سے ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء کے بدر میں چھپی ہے، مولوی نورالدین صاحب کی طرف سے سمجھیں۔

قبل اس کے کہ ہم اس کے متعلق مولوی صاحب کی خدمت میں کچھ عرض کریں۔ یہ ظاہر کر دینا نہایت ضروری ہے کہ اس وقت مسلمانوں پر چاروں طرف سے جو مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں ان کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو ہمہ تن ان مصیبتوں کے دفعیہ کی کوشش کرنی لازمی ہے۔ باوجود یہ کہ ہم مرزائی جماعت کو سرے سے مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ پھر بھی ہم نہیں چاہتے تھے کہ اس وقت اس جماعت سے بھی بحث مباحثہ چھیڑیں۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ مرزائی جماعت کسی ایک پہلو کو پسند نہیں کرتی۔ مسلمانوں پر مصیبت ہو تو ان کو خوشی کہ چلو اسی رنگ میں مرزا صاحب کا معجزہ ظاہر کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی ایسے وقت میں کسی ایسے فتوی کا صادر کرنا جو خود انہیں کے مشن کے ایک مقتدر رکن کی پالیسی کے خلاف ہو نہ صرف ان کے مشن کے خلاف ہے بلکہ عام اسلامی گروہ کی نظروں میں ایک بیہودگی سے بڑھ کر نہیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور جو مرزائی جماعت کے ایک مقتدر رکن ہیں، ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ مرزائی اور غیر مرزائی باہم شیر وشکر ہوں اور جب کبھی اس غرض کے لیے وہ کوئی مضمون شائع کرتے ہیں، اس پر حکیم نورالدین صاحب کی تصدیق کرا لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے قادیاں میں ایک ایسی جماعت ہے۔ جو اس بات پر اڑی بیٹھی ہے کہ غیر مرزائی خواہ مرزا صاحب کو صالح بھی سمجھے مگر اُن کی نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے۔ حکیم صاحب ایسے خیالات پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ حکیم صاحب بھی بے چارے مجبور ہیں جس کی نہ مانیں وہی بُرا منائے۔ زیادہ تر خوف ان کو یہ ہے کہ جماعت میں مدعیان خلافت پیدا ہو رہے ہیں۔ مولوی عبداللہ تیماپوری کے دعوی خلافت پر تو یہ نسخہ ایجاد کیا گیا کہ مولوی تیماپوری کو خلل دماغ ہے لیکن آج کل نور پور ضلع کانگڑہ میں ایک مختار صاحب مدعی خلافت ہیں اور اپنی خلافت کی تائید میں الہامی دعوے کر رہے ہیں۔ پس حکیم صاحب کو یہ فکر دامن گیر ہے کہ جس کا نہ مانوں گا وہ ناراض ہو گا اور اس ناراضگی کا نتیجہ کہیں یہ نہ ہو کہ نور پوری کو مدعی

خلافت تسلیم کر لیں اگر یہ خوف نہیں تو اور کوئی نہ کوئی رعب ان پر ضرور ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اکیلے حکیم صاحب ایک وقت تو غیر مرزائی کو کافر بنا دیں اور دوسرے وقت مسلمان۔ تاوقت یہ کہ حکیم نورالدین صاحب اس کے متعلق کوئی ایسی رائے قائم نہ فرمائیں جو استقلال پر مبنی ہو اور ان کے قطعی فیصلہ سے غیر مرزائیوں کا کفر و اسلام متحقق نہ ہو جائے۔ ہمارے سوالات کا فیصلہ ہی دُشوار ہے لیکن حکیم صاحب سے ایسی اُمید نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ہم مجبور ہیں کہ اپنے سوالات کے اس پہلو پر جو مجیب نے اختیار کیا ہے، ایک بسیط بحث کریں۔

جواب میں عام مسلمانوں اور مرزائیوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس کی بنا پر مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ بموجب آیہ شریفہ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً [المزمل:۱۵] ضروری تھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی طرح ایک مسیح دنیا میں آئے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰ تشریف لائے تھے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ حق ہے کہ ہم مولوی نورالدین صاحب سے یہ سوال کریں کہ

(۱) کیا شریعت موسوی صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے یا دوسری قومیں اس میں شامل ہو سکتی ہیں۔ شریعت موسوی کے حوالہ سے اس کا جواب دیں۔

(۲) کیا تورات کے کسی حکم کی بنا پر کسی غیر بنی اسرائیل کا مذہب موسوی میں شامل ہونا تاریخ سے ثابت ہے۔

(۳) کیا شریعت موسوی میں بنی اسرائیل کی عورت کا غیر بنی اسرائیل سے نکاح ایسا ہی ممنوع ہے جیسا کہ از روئے قرآن شریف کے مسلمان عورت کا غیر مسلم سے۔ بحوالہ تورات جواب دیں۔

(۴) جو یہودیہ عورت مسلمان سے نکاح کرتی ہے، اس پر از روئے شریعت موسوی ارتداد کا حکم ہے یا کہ وہ یہودیوں کے ساتھ سبت کے دن برابر شریعت موسوی کے رو سے عبادت میں شامل ہوتی ہے اگر شق اول ہے تو ثبوت دکھا

دیں، اگر شق ثانی ہے تو اس کی وجہ بتا دیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔
ان سوالات کے جواب پھر میں بتاؤں گا کہ کیوں آپ کے الزامی جوابات غلط ہیں لیکن یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی ایک صریح غلطی کو ظاہر کر دیا جائے تا کہ اس مسئلہ کے حل کرنے میں ذرا راستہ صاف ہو جائے۔
مرزا صاحب نے کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً [المزمل:۱۵] کے مطلب کے سمجھنے میں یا تو غلطی کھائی ہے یا دیدہ و دانستہ غلط راہ اختیار کی ہے۔ اگر یہ صحیح مان لیا جائے کہ مرور زمانہ یا قبل یا بعد اور احکام شرعی موسوی و مسیحی تعلقات تمام اُمور میں حضرت موسیٰ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مثیل ہیں تو مرزا صاحب کی نبوت و مسیحیت کالعدم ہو جاتی ہے۔ سنیے:
(۱) حضرت موسیٰ بحیثیت نبی بنی اسرائیل کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور فرعون کی طرف صرف اس لیے بھیجے گئے تھے کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر کے مصر سے نکل جانے کی اجازت دے تو کیا آپ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں معنوں میں نبی سمجھتے ہیں۔ بے ادبی معاف مرزا صاحب نے سمجھا ہی نہیں کہ حضرت موسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مماثلت اور مطابقت ہے۔
(۲) حضرت موسیٰ کے بعد مسیح کا آنا اور اسی طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کا آنا ایک مماثلت ہے اور اگر ایسی مماثلت ضروری تھی تو پہلے امت محمدیہ میں ایک داؤد مبعوث ہونا چاہیے تھا جو زبور کی مثل کوئی الہامی کتاب چھوڑ جاتا اور یعیاہ و ہرمیاہ ذکریا و یحییٰ عیسیٰ انبیاء بھی ہونے ضروری تھے اگر یہ سلسلہ نہیں تو صرف مسیح کی مماثلت کس طرح متعین ہو سکتی ہے۔
(۳) اگر یہ مماثلت صحیح ہے تو دیکھو حضرت موسیٰ کی شریعت کے مطابق [ہفتہ] یوم عبادت تھا مگر حضرت عیسیٰ کے مذہب میں باوجود یہ کہ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے، اتوار یوم عبادت مقرر ہوا تو کیا وجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے بجائے جمعہ کے سنیچر کو یوم سبت نہ قرار دیا۔ شاید یہ خوف ہو کہ مسلمان ان کو

یہودیوں سے تشبیہ نہ دیں مگر اطمینان رکھیں کہ ہم ایسا نہیں لکھیں گے اگر آپ چاہیں تو ہم مولوی ثناء اللہ صاحب سے اس مضمون کا اقرار نامہ آپ کو لکھوا دیں کہ اگر آپ بجائے جمعہ کے سینچر کو یوم عبادت مقرر کر لیں گے تو وہ آپ کو یہودی کا خطاب نہ دیں گے۔

(۴) اگر یہ مماثلت صحیح ہے تو جس طرح مسیحی مذہب چھٹی صدی میں قرآن شریف کے نازل ہونے سے۔۔۔اہل کتاب آ گیا۔ کیا اسی طرح مرزائی گروہ مرزا صاحب کے چھ سو (۶۰۰) برس بعد کسی نئے قرآن کی رو سے اہل کتاب بن جائیں گے اور اس تسلسل مماثلت کو پورا کرنے کے لیے چھ سو برس کے بعد پھر کوئی محمد مبعوث ہو کر دنیا میں آئے گا۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیں کہ خود مرزا صاحب مثیل محمد کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت عیسیٰ مثیل موسیٰ نہیں۔

(۵) اگر یہ مماثلت صحیح ہے اور مرزا صاحب مثیل سچ ہیں تو

(الف) جس طرح حضرت عیسیٰ کی والدہ مطہرہ پر یہودیوں کی طرف سے تہمت زنا تھی۔

(ب) جس طرح حضرت عیسیٰ کی ولادت مبارک کو یہودی ناجائز ولادت بتاتے تھے۔

(ج) جس طرح حضرت عیسیٰ کو ۳۳ برس کی عمر میں واقعہ صلیب ہوا۔

(د) جس طرح حضرت بقول عیسائیاں مر کر زندہ ہوئے اور آسمان پر تشریف لے گئے اور بقول یہودیاں ان کی لاش کو ان کے شاگرد چُرا کر لے گئے اور بقول اہل اسلام مطابق تعلیم قرآنی ان کو خدا نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی مثل ایک آدمی سنا دیا گیا جو مغلوب ہوا۔ اور بقول مرزا صاحب وہ واقعہ صلیب سے فوت نہیں ہوئے۔ مرہم عیسیٰ سے ان کے زخم مندمل ہو گئے اور پھر وہاں سے کشمیر میں آئے اور ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ کیا یہ سب واقعات مثیل مسیح کی لائف (Life) کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں۔

ہمیں اُمید ہے کہ حکیم مولوی نورالدین صاحب ہماری اس تحریر پر ضرور غور فرمائیں گے اور اگر انہوں نے اس کے متعلق کچھ لکھا تو ہمیں اُمید ہے کہ اس سلسلہ مضمون میں مسلمانوں کے لیے احقاق حق کا پیدا ہو گا۔ اگر چہ مرزائی جماعت کے لیے یہ حکم کہ مخالفین کی کوئی تحریر نہ دیکھو۔ مانع تحقیق ہے یہی وجہ ہے کہ جو اس گڑھے میں گیا، وہ گیا اور جس نے ڈاکٹر عبدالحکیم اور چودھری نبی بخش کی طرح تحقیق پر کمر باندھی وہ آخر مرزائیت سے دست بردار ہونے پر مجبور ہوا لیکن اُن لوگوں کے لیے جو مرزائیوں کی ابلہ فریبی کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ ضرور مفید ہو گا۔

ایک اور طرح سے ہمارے ابتدائی سوالات کے جوابات مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء غلط ہیں۔ مجیب نے مسلمانوں اور مرزائیوں کے تعلقات اسی رنگ میں قائم کیے ہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں یا یہودیوں اور مسلمانوں کے ہیں مگر اسی اخبار بدر مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء کے صفحہ ۳ کالم ۲ کی دوسری سطر میں حکیم نورالدین صاحب کا یہ ارشاد درج ہے۔

(۳۔۴) حضرت مرزا صاحب اہل سنت و جماعت خاص کر حنفی مذہب تھے، اسی طائفہ ظاہرین علی الحق میں سے تھے۔ والحمدللہ رب العالمین

حکیم صاحب کا یہ ارشاد صحیح ہے یا غلط۔ اس پر ہم سر دست بحث نہیں کرتے اور کسی دوسرے وقت پر ملتوی رکھتے ہیں لیکن اس ارشاد کی موجودگی میں احمدی کو حکم دینا کہ وہ غیر احمدی کو لڑکی نہ دے ورنہ وہ احمدی نہ رہے گا یا کسی مرزائی کا مرزائیت سے تائب ہو کر حنفی اہل سنت و جماعت میں داخل ہونے والا مرتبہ ہے یا غیر مرزائی۔ جو حنفی اہل سنت و جماعت ہیں، کافر ہیں یہ کیوں کر صحیح ہو گا۔ ہم اس کو زیادہ وضاحت سے اس وقت بیان کریں گے جب کہ حکیم صاحب کی طرف سے کوئی جواب شائع ہو گا۔

بالآخر ہم اس قدر گذارش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کے ایک فتوے پر آپ سے سوال ہے کسی دوسرے کو اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ

خاموش رہے اور کسی مرزائی نے اس کا جواب دیا تو ہم ایسے جواب کو آپ کی طرف سے سمجھیں گے پھر کسی وقت آپ کو اس سے انکار کرنا جائز نہ ہوگا۔



۲۴ فروری ۱۹۱۳ء

مرزائے کادیانی کا حقیقی جانشین

جماعت مرزائیہ نے مرزائے کادیانی کے بعد حکیم نورالدین صاحب کو اس کا جانشین منتخب کیا، اس کے بعد مولوی عبداللہ تیماپوری ایک مرزائی نے دعوی جانشینی کیا اور بعض مرزائیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کی مگر حکیم صاحب نے ان کو پاگل بنا کر جماعت کو اس کے دعاوی پر تحقیق کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد نورپور ضلع کانگڑہ کے ایک مختار صاحب نے صدا بلند کی کہ مرزا کے جانشین خود بدولت ہیں ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ان تینوں میں سے حقیقی جانشین کون ہے۔ علاوہ بر آں مؤخرالذکر دو صاحبوں کے حالات سے ہم واقف نہیں۔ اس لیے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ حقیقی جانشین ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ حکیم مولوی نورالدین صاحب کسی طرح سے مرزا کے حقیقی خلیفہ اور جانشین ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے، کیوں؟

اس لیے کہ حکیم صاحب بڑے شریف الطبع خلیق اور باسلیقہ شخص ہیں، نہ کسی کو گالی دیتے ہیں نہ بدزبانی سے مخاطب کرتے ہیں۔ بحال یہ کہ مرزا کادیانی اپنے مخالفین کو سخت ترین بازاری گالیاں دینے کا عادی تھا۔ اور ظاہر ہے کہ نائب اپنے منیب کے رنگ میں رنگا ہوا ہونا چاہیے اور سیرت میں کامل نمونہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کسی صورت سے جائز نہیں کہ حکیم صاحب مرزا کادیانی کے جانشین ہو سکیں۔

اس وقت تمام جماعت مرزائیہ میں البتہ ایک شخص ضرور اس قابل ہے کہ مرزا کا جائز جانشین اور خلیفہ ہو۔ یہ شخص اخبار الحق (تو غلط ہے البتہ الباطل) کا ایڈیٹر منشی قاسم علی ہے۔ بلحاظ سیرت کے یہ شخص ہر پہلو سے مرزا کے رنگ میں رنگا ہوا

ہے جوسب سے بڑا وصف گالیاں دینے کا مرزا میں تھا وہ بدرجہ اتم (کمال) اس میں موجود ہے۔ مرزا ہمیشہ اپنے اقوال سے منحرف ہو کر بہروپ بدلتا رہتا تھا۔ اسی طرح یہ شخص بھی اسی پر پوری طرح سے عامل ہے چنانچہ مباحثہ لودھیانہ جس کا نتیجہ شاہد ہے اس سے بہتر ہو کہ حکیم صاحب اپنے ہاتھ سے اپنے عزل کا فتوی صادر کر کے مرزائیت کو ایڈیٹر الحق کی سپردگی میں دے دیں، جو ہر طرح سے انسب ہے۔ اُس نے اپنے بازاری اخبار الحق میں مسئلہ نبوت پر چند ہفتوں سے ایک بیہودہ اور دُور از کار بحث چھیڑی ہوئی ہے جو اہل علم کے نزدیک ویسے ہی قابل نفرت ہے جیسے کہ مرزا کی تصانیف البتہ مرزائیوں کے نزدیک ''مایہ ناز'' کا رتبہ رکھتی ہے۔ اس بیہودہ اور لچر تحریر کو ختم کر کے اس نے رسالہ ختم نبوت پر جو اہل فقہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ ریویو شروع کیا، اس میں اپنی عادت مضمرہ اور سنت مرزائیہ کے مطابق رسالہ ''ختم نبوت'' کے قابل قدر اور فاضل مصنف عالی جناب حضرت مولانا شاہ محمد حسن صاحب پھلواری سلمہ اللہ تعالیٰ کو ایسے الفاظ سے مخاطب کیا ہے جو بازاری اور رذیل لوگوں کے روزمرہ میں مستعمل ہیں لیکن افسوس کہ فطرت نے اسے ٹھیک مرزائی سیرت عطا کی ہے، اس لیے وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ جس شخص کے جواب میں یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ حق اس کا ہے کہ وہ اس کا جواب الجواب لکھے مگر وہ تو خاموش ہے تم کو کیا سُوجھی کہ خواہ مخواہ ہم بھی پانچوں سواروں میں پکارنے لگے۔ بھلے آدمی ابھی کل کا ذکر ہے کہ جب مباحثہ لودھیانہ میں تُو نے منہ کی کھائی تو جماعت مرزائیہ نے صاف کہہ دیا کہ مباحثہ کرنے والا جانے۔ جماعت اس کے کسی عہد کی پابند نہیں۔ تو اب تم کو کیا حق حاصل ہے کہ تم دخل در معقولات دو۔ اگر تم واقعی کچھ علم و عقل رکھتے ہو تو پہلے اپنی جماعت سے ایک اقرار شائع کرا دو کہ یہ شخص واقعی جماعت کا وکیل اور کارکن ہے۔ اس کے بعد مرزائی سنت کو چھوڑ کر شریفانہ اور مہذب رویہ میں بحث کرو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا زبردست اور دندان شکن جواب دیا جائے گا کہ مرزائیت کی بنیاد بیخ دین سے اکھڑ کر۔۔حاوی ہو جائے گی۔

حضرت مولانا حسن میاں صاحب صرف اسی صورت میں تم کو مخاطب کر سکتے ہیں کہ بازاری لہجہ کو چھوڑ کر شریفانہ اور مہذب پیرایہ اختیار کرو ورنہ ان کی طرف سے 'جواب جاہلاں باشد خموشی' پرعمل ہوگا۔ مگران شاءاللہ جـزاءً سیئة سیئة پر عمل کر کے مرزائیت کی خدمت پر آمادہ ہوں گے۔ اخبار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اشتہارات کے ذریعہ سے جیسا کہ مرزا کی موجودگی میں ہم خدمت کر چکے ہیں۔



۱۰ فروری ۱۹۱۳ء

مرزا کادیانی کا دعوی نبوت

مسلمانوں کو معلوم ہے کہ پہلے پہل مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی نہیں کیا تھا مگر علماء اسلام ان کی تحریروں کی روش سے تاڑ گئے تھے کہ ایک نہ ایک دن مرزا صاحب ضرور نبوت کا دعوی کریں گے اور بعض الفاظ کی بنا پر معترض ہوئے تھے، جن سے دعوی نبوت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ مرزا صاحب اور ان کے الحواری الثانی مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مرزا صاحب پر دعوی نبوت افترا ہے۔ آخر جب مرزا صاحب کو یہ یقین ہو گیا کہ جو جماعت ان کے اقتدار میں آ چکی اور اتباع مروزی میں پختہ ہو گئی ہے تو انہوں نے بعنوان ''ایک غلطی کا ازالہ'' ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں اپنے ان مریدوں کو ڈانٹ بتائی۔ جو یہ کہتے تھے کہ مرزا صاحب نے ہرگز دعوی نبوت نہیں کیا اور نہ مرزا صاحب نبی ہیں۔ اس میں کھلم کھلا نبوت کا اعلان کیا اور مریدوں نے اس دعوی پر بھی سر تسلیم خم کیا۔ اس کے بعد جب ختم نبوت کا سلسلہ چھڑا، تو یہ آواز نکالی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت تشریعی ختم ہوئی ہے مگر نبوت غیر تشریعی قیامت تک جاری رہے گی۔ یہ آواز اب بدستور قائم ہے۔

علمائے اسلام سلمهم الله تعالیٰ نے اس کے جواب میں کافی سے زیادہ رد

لکھا۔ ہمارے ناظرین نے ابھی رسالہ ختم نبوت ملاحظہ فرمایا ہے جو ہمارے فاضل ومحقق کرم فرما مولانا حسن میاں صاحب پھلواری سلمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا جس میں بالا جمال مگر ضرورت سے زیادہ بحث کی ہے اور اس کے بعد اب ضرورت نہیں رہی کہ اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی جائے مگر ہم آج ناظرین کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس دعوی نبوت غیر تشریعی میں بھی بہت دھوکا ہے اور جس طرح کہ مرزا صاحب کی ہر ایک بات مختلف رنگ اور مختلف پہلو رکھتی ہے، اسی طرح یہ دعوی بھی اپنے اندر غضب کے متضاد پہلو رکھے ہوئے ہے۔ ان کا یہ دعوی ہے اور مرزائی مشن کے اخبارات و رسالہ جات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعوی ایسی نبوت کا نہیں جو تشریعی ہو بلکہ ان کی نبوت غیر تشریعی ہے مگر ایک مقام پر مرزا صاحب نبوت تشریعی کی بنیاد بھی قائم کر چکے ہیں۔ ان کو موت نے مہلت نہ دی ورنہ جس طرح پہلے انکار دعوی نبوت کر کے پھر اپنے مریدوں کی غلطی ازالہ دعوی نبوت سے کیا تھا اسی طرح انکار نبوت تشریعی کے متعلق بھی غلطی کا ازالہ کر دیتے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعوی بے دلیل ہے خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب الشریعۃ ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی مثلاً یہ الہام قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ذالك ازكى لهم

یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی () بھی اور اس پر تئیس (۲۳) برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اگر کہو کہ شریعت سے مراد وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی.
[الاعلیٰ: ۱۹.۱۸]

یعنی قرآن تعلیم تورات میں بھی موجود ہے اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفا امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیوں کہ اگر توریت یا قرآن شریف میں استیفا احکام شریعت کا ذکر ہوتا پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔''
(تشخیذ الاذہان جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۲ بحوالہ اربعین ۴ صفحہ ۶)

ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کس صفائی سے اپنے آپ کو نبی صاحب الشریعۃ بنایا ہے۔ زیادہ لطف یہ ہے کہ اپنی شریعت کو قرآن شریف کی شریعت کے برابر اس طرح بنایا کہ جس طرح قرآن شریف میں ایسے احکام ہیں جو تورات میں موجود تھے، اسی طرح میری وحی میں بھی ایسے امر اور نہی ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔ انبیاء کرام سے اپنے آپ کو افضل بتایا، اپنے آپ کو ''بروزِ محمدی'' کہہ کر یہ ظاہر کیا کہ میں وہی ہوں جو عرب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رنگ میں تھا اور مریدوں نے تو اور غضب کر دیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مرزا صاحب کا رتبہ بڑھا دیا چنانچہ ایک شخص کہتا ہے؛

محمد پھر اُتر آیا ہے ہم میں
مگر پہلے سے بڑھ کر عز و شاں میں

ان دعاوی و اعتقادات کفریہ کے ہوتے ہوئے مولوی نورالدین صاحب اپنی

جماعت کی طرح تمام دنیا کو احمق سمجھ کر لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہتے ہیں اور فتوی دیتے ہیں کہ مرزا صاحب حنفی المذہب تھے مگر مولوی صاحب مجبور ہیں۔ مرزائی مذہب کی بنیاد ہی کذب و زور پر ہے اگر اس فن شریف کا اس امت میں خاتمہ ہو جائے تو سنت مرزائیہ ادا نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کا وجود جماعت مذکورہ میں ضروری ہے۔ ختم اللہ علی قلوبھم

(۱) سبحان اللہ لیاقت علمی کا یہ حال ہے کہ اس الہام میں نہی بھی بتلاتے ہیں، بے چارے کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نہی کیا ہوتی ہے۔ شرم! شرم!! شرم!!! شرم!!! (ایڈیٹر)



۱۰ مارچ ۱۹۱۳ء

استفتاء

سوال: کشن جی کو نبی اللہ جاننا اور وید و امثالہ کو کلام اللہ خیال کرنا جائز یا نہ؟

سائل: علم الدین شام نگری

جواب:

کشن جی و امثالہ کی نبوت خصوصیت و صراحت کے ساتھ قرآن شریف و حدیث سے ثابت نہیں اور نہ وید و امثالہ کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے۔ قرآن شریف میں یہ ضرور آیا ہے کہ ہم نے ہر قوم کی طرف ہادی مبعوث فرمایا اور ہر بستی میں نذیر بھیجا۔ اس سے ان کی نبوت کا اور وید کا منزل من اللہ ہونے کا امکان ثابت ہوگا بشرط یہ کہ وید کی تعلیم توحید ذاتی و صفاتی کی ہو اور اصول دین قیّمہ حقہ کی مخالف نہ ہو اور جو اُمور مخالفہ غیر صادقہ پیروؤں میں جاری ہے وہ دراصل ان کے متبعین کی کارسازی ہے جیسا کہ انجیل و تورات مروجہ کی نسبت کہا جاتا ہے پس جب تک کہ اسلامی حجت سے بالتصریح کشن جی کی نبوت اور وید کا کلام الٰہی ہونا صراحۃً ثابت نہ ہو، تب تک کشن جی کو نبی اور وید کو منزل من اللہ یقین کرنا رجم بالغیب اور ناجائز ہے۔ ہاں مسلمان کو چاہیے کہ گالی گلوچ اور توہین سے

احتیاط کرے۔

ممکن ہے کہ کشن جی کی تعلیم کو نفس پرستوں نے بگاڑا ہو اور درحقیقت ان کی تعلیم اچھی ہو۔ دیکھیے عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی تعلیم از روئے قرآن شریف کیسی پاک اور سنہری تھی مگر ان کے پیروؤں نے ایسی گت بنائی ہے کہ الامان!!!

کہیں تو ان کو ''ابن اللہ'' بنایا، کہیں ''وحدت فی الکثرۃ کثرۃ فی الواحد'' کا راگ سنایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرزائی قادیانی کے الہام سے کشن جی کو نبی ماننا یہ حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس کی نبوت کے قائل ہیں لیکن ہم اہل اسلام نہ تو قادیانی کی نبوت کے قائل ہیں نہ مہدویت تسلیم کرنے والے۔ ہم مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سے الی یوم القیامۃ اعطائے نبوت مطلقاً مسدود ہے اور جو مدعی نبوت ہو، وہ اسلام سے خارج ہے اور جو اس پر اعتقاد کرے وہ بھی ایمان سے دست بردار ہے جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واجماع امت سے ظاہر ہے۔

کتبہ

الفقیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ الحنفی القاسمی امرت سری



۱۷ مارچ ۱۹۱۳ء

تقریظ بر ''فیصلہ آسمانی''

(حصہ اول)

آج تک مرزائے قادیانی کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کے مصنف جناب مولوی سر سید ابو احمد صاحب ہیں۔ فاضل مصنف نے نہایت تہذیب اور شائستگی سے اور بڑی قابلیت کے ساتھ ایسے لب و لہجہ میں مرزا غلام احمد کے دعاوی کا ابکال کیا ہے کہ ہر ایک سلیم الفطرت (بشرط یہ

کہ ختم اللّٰہ علی قلوبھم کے درجہ تک نہ پہنچا ہو) مرزا صاحب کی تکذیب پر مجبور ہوگا کیوں کہ اس میں نکاح آسمانی والی پیشین گوئی پر مفصل بحث ہے۔ مسلمانوں کے لیے عموماً اور ایسے لوگوں کے لیے جن کو مرزائے قادیانی کے دعاوی کے متعلق بحث مباحثہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ خصوصاً اس کتاب کا مطالعہ لازمی ہے۔ حسن معنوی کے ساتھ حسن صوری یعنی کاغذ چھپائی لکھائی بھی بہت عمدہ ہے۔

مولوی محمد اسحاق صاحب خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے پتہ پر درخواست کرنے سے مل سکتی ہے۔



۱۷ مارچ ۱۹۱۳ء

مرزائی کی توبہ

۸ مارچ یوم شنبہ کو چودھری رحمت خان نامی ایک مرزائی ساکن چک نمبر ۹ جنوبی ضلع شاہ پور حضرت صاحب موصوف (پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری) کے ہاتھ پر تائب ہوا اور عقائد مرزائیہ سے بیزاری ظاہر کی۔ اور مرزائے قادیانی کے دعاوی، غلطی اور کذب کا اقرار کیا۔ خداوند کریم استقامت بخشے۔



۲۴ مارچ ۱۹۱۳ء

جواب الجواب

(بحوالہ استفتاء مندرجہ اہل فقہ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۳ء)

سوال صرف یہ تھا کہ کشن جی نبی اللہ ہیں یا نہ اور وید کلام اللہ ہے یا نہ۔
ہر دو صورت کا جواب مع ثبوت قرآن و احادیث کے بعد دو حرفی ہاں یا نہ کافی

تھا۔ جواب بار بار پڑھا، جہاں تک خاکسار کا خیال ہے جواب مولوی صاحب کا تسلی بخش ثابت نہیں ہوا خصوصاً مولوی صاحب کے اس فقرے نے ''ممکن ہے کہ کشن جی کی تعلیم کو نفس پرستوں نے بگاڑ دیا ہو اور درحقیقت اس کی تعلیم اچھی ہو۔''

اور مثال میں نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو پیش کیا گیا ہے۔ دل کو حیرت میں ڈالا مگر گستاخی معاف۔ مولانا صاحب کا فرض تھا کہ کشن جی کی نبوت کی حقیقت کو قرآن شریف سے جیسی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بالتصریح ثابت ہوتی ہے اگر گمان اور ممکنات نبی سے تھا تو ثابت کرتے۔ اگر کرشن جی کی نبوت من اللہ ہوتی۔ ممکن ہوسکتا ہے تو پھر ایرے غیرے نتھو خیرے کو نبی اللہ ماننے پر مولوی صاحب کو کوئی عذر نہیں کرنا چاہیے۔ مگر یاد رہے تیرہ سو برس سے آج تک تمام علمائے اہل سنت و جماعت کا بالاتفاق اس بات پر ایمان ہے کہ وید کلام اللہ نہیں ہے اور نہ کشن جی نبی اللہ ہیں کیوں کہ خود نبیوں کی تعلیم کو نفس پرستوں نے بگاڑا، قرآن کریم میں ان کی شہادت صاف صاف موجود ہے۔ قرآن شریف میں اس حکم سے (کہ ہم نے کوئی قوم یا بستی ایسی نہیں چھوڑی جہاں کوئی نظیر [نذیر] نہیں ہے، میں نے ہر بستی و قوم کی طرف نظیر [نذیر] بھیجا۔) وید کا منزل من اللہ ہونا یا کشن جی کی نبوت کی ہرگز ہرگز تصدیق نہیں ہوسکتی اور نہ امکان ہوسکتا ہے نہ اشارتاً نہ کنایتاً

نہایت ضروری تھا کہ کسی دوسرے مقام میں تشریح کی جاتی یا خود مخبر صادق حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث پاک سے ہی کسی قدر پتہ مل جاتا جو آج تک نہیں چلا۔ لطف یہ کہ خود مولانا صاحب اقرار کر چکے ہیں کہ قرآن شریف و حدیث پاک سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے چوں کہ جیسا کہ مسلمانوں کے عقائد میں نبی اللہ کا انکار بھی صریح کفر ہے ایسا ہی غیر نبی اللہ کا نبی اللہ ماننا بھی صریح کفر ہے تو پھر مولانا صاحب آگے چل کر جواب کو کیوں گول مول کر گئے ہیں حالاں کہ علماء کرام کو اس روش سے اجتناب لازم ہے۔

آخر میں ہم مولوی صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے ملتمس ہوتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ کو صاف الفاظ میں اپنے عقیدہ کے موافق ظاہر فرما دیں کہ آپ کشن جی کو اس وقت نبی اللہ مانتے ہیں یا نہ اور آپ کے نزدیک وید کلام اللہ ہے یا نہ۔ والسلام

جواب از اہل فقہ

مولوی صاحب کا یہ مطلب نہیں جو آپ نے سمجھا بل کہ مولوی صاحب نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ کشن جی کی نبوت ثابت نہیں اور نہ ویدوں کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے۔ مولوی صاحب کا یہ فرمان کہ گالی گلوچ سے کام نہیں لینا چاہیے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں اور ان کی تعلیم کو نفس پرستوں نے بگاڑا ہو۔ اس سے مولوی صاحب کا فتویٰ گول مول نہیں ہوتا۔ دنیا میں نبی بہت ہوئے ایک لاکھ کئی ہزار، مگر ہم کو معلوم نہیں کہ وہ سب انبیاء کون ہیں۔ ہمارے پاس صرف دو ذریعہ ہیں جس سے ہم سب کی نسبت فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ نبی ہے یا نہیں۔ پہلا ذریعہ قرآن وحدیث کی صراحت ہے یعنی جن انبیاء کرام کا نام قرآن وحدیث میں ملتا ہے ان کی تعلیم خواہ کتنی ہی بگاڑی گئی ہو، بہر حال نبی ہیں دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ کسی شخص کے حالات اور اس کی تعلیم کو دیکھا جائے اگر حالات زندگی تعلیم کے مطابق احکام الٰہی ہے تو نبی ماننے میں جرم نہیں۔ اگر خلاف ہے تو ہم نبی نہیں مان سکتے اگر چہ فی الواقع اس کی تعلیم کسی اور نے بگاڑی ہو۔ بس اس حکم پر کشن جی کے حالات اور ان کی تعلیم کے مطابق احکام قرآنی نہیں بل کہ بالکل خلاف ہے۔ اس لیے ہم ان کو نبی نہیں مان سکتے۔

باقی رہا مرزا صاحب کا کہنا کہ کشن جی نبی تھے- ہمارے لیے حجت نہیں کیوں کہ ایک تو ہم ان کے الہام کو نہیں مانتے۔ دوسرا مرزا صاحب جس طرح مثیل آدم، مثیل نوح، مثیل ابراہیم، مثیل موسیٰ، مثیل عیسیٰ و مثیل محمد بننے کے شائق ہیں، اسی طرح ان کو شوق ہوا کہ ہندوؤں میں عزت حاصل کرنے کے لیے مثیل کرشن بن جائیں۔ یہ وجہ تھی کہ مرزا صاحب اس کو نبی بتاتے ہیں۔

۶/اپریل ۱۹۱۳ء

دو مرزائیوں کی توبہ

۲۱/مارچ ۱۹۱۳ء یوم جمعہ کو بمقام پشاور بازار قصہ خوانی برمکان محمد زرین صاحب اپیل نویس دو مرزائی حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین جناب مولانا حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب حنفی نقشبندی قادری محدث علی پوری دام برکاتہم کے دست مبارک پر تائب ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں شامل ہوئے یہ دونوں باپ بیٹا ہیں اور ان کے نام یہ ہیں

مہرول خان اپیل نویس، سابق پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ مردان اور ان کا بیٹا محمد اسداللہ خان سب اورسیر بارگ ماسٹری پشاور موخرالذکر مرزائی ہونے سے پہلے حضرت شاہ صاحب ممدوح کے غلاموں میں تھے مگر مرزائیوں کی ہم نشینی نے اس کو باغی بنادیا تھا ان کے تائب ہونے کی صورت یہ ہوئی کہ ۲۱/مارچ کو بعد نماز مغرب یہ دونوں صاحبان حضرت شاہ صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پہلے مہرول خاں نے کچھ عقائد مرزائیہ بیان کئے اور وہی دلائل پیش کئے جو عموماً مرزائی لوگ بیان کرتے ہیں حضرت شاہ صاحب قبلہ دام برکاتہم بوجہ احسن جواب دیتے رہے جب مہرول خاں ساکت ہو گئے اور کسی پہلو سے جواب الجواب پر قادر نہ ہو سکے تو اسداللہ خاں نے اپنے خیالات کا اظہار شروع کیا، ہر ہر امر کا جواب حضرت شاہ صاحب قبلہ بڑی خوش اُسلوبی سے دیتے رہے۔ بالا خانہ میں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو گیا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی کچھ مرزائی بالا خانہ کے نیچے بغور تقریریں سن رہے تھے آخر جب دونوں باپ بیٹے عاجز آ گئے تو انہوں نے کہا کہ واقعی ہم بھولے ہوئے تھے اب ہم آپ لوگوں کے سامنے اپنے عقائد باطلہ مرزائیہ سے تائب ہوتے ہیں، آپ لوگ ہمارے گواہ رہیں اور ہماری درخواست ہے کہ اعلیٰ حضرت شاہ صاحب دام برکاتہم ہم سے بیعت قبول فرمالیں اور توجہ باطنی سے ہمارے سینوں کو روشن

فرما دیں اور ہمارے دلوں سے اس ناپاکی کو دُور فرما دیں جو عقاید باطلہ سے پیدا ہو چکی ہے۔

اس درخواست کو حضرت شاہ صاحب قبلہ دام برکاتھم نے قبول فرمایا۔ اور ان سے بیعت توبہ لے کر حلقۂ خدام میں داخل فرمایا۔ مہرول خاں نے اپنے تائب ہونے کی سند لکھی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

توبہ نامہ

میری توبہ- میں نے مرزائی جماعت کے عقائد باطلہ سے بیزار ہو کر ۲۱/مارچ ۱۹۱۳ء بروز نوروز عالی جناب حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کے دست مبارک پر اپنے سابقہ اعمال وعقائد باطلہ سے توبہ کر کے سلسلہ نقش بندیہ میں بیعت کر لی ہے مسلمانان اور میرے یاران طریقت نقش بندیہ کو مبارک ہو۔

مہرول خاں
اپیل نویس وممبر کمیٹی مردان
سابق پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مردان

اس کے بعد مہرول خاں صاحب مردان چلے گئے اور اسد اللہ خاں نے ان کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اپنی پوری کیفیت لکھی ہے اس لئے اس کی نقل بھی ناظرین کے مطالعہ کے لئے لکھی جاتی ہے۔

خط

بخدمت اقدس قبلہ وکعبہ دو جہان دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الحمد للہ یہاں سب طرح سے خیریت ہے مسلمہ ومستند امر کو تو حاجت بیان ہی نہیں کہ ہم گرسنہ وتشنوں کو جو غذائے روح ولذت دیدار حضرت سیدنا ومرشدنا کی

زیارت سے حاصل ہورہی ہے اسے ہم باشندگان پشاور کس طرح روا رکھ سکتے ہیں کہ آپ ہم سے رخصت ہوکر اس چاشنی وحلاوت کہ جو دست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چوم چوم کر ہمارے بدن میں سرایت کر جاتی ہے اور وہ شوق دیدونشۂ محبت اورلطف وسرور جو چہرۂ پُرانوار ومصدر برکات وحسنات کوان گنہگار وحسرت آلودہ نگاہوں سے دیکھ دیکھ کرلحظہ لحظہ حاصل ہوکر برق رش کی طرح ان جان حزیں کے رگ وریشوں میں صدائے اللہ لئے ہوئے دم بدم موجزن ہورہی ہے۔کم ہوجائے۔

بہرحال خیال جانانہ ہی سے ان بیتاب دلوں کوتسلیاں ولوریاں دے کرحقیقی کمرہ بنایا اورحضرت صاحب کی یہاں سے روانگی حضرت صاحب کی رائے پرموقوف کی۔گواب بھی یہ روزروانگی حضرت صاحب نے اپنی مرضی کے برخلاف مقرر کیا یعنی ہماری ناز برداری کوملحوظ ومدنظر رکھ کر ہماری دل شکنی نہ ہونے دی کیوں کہ آپ ارادۂ کوہاٹ ونوشہرہ ومردان وغیرہ رکھتے تھے اورعرس شریف کے دن بھی تھوڑے رہ گئے تھے پس اپنی نہایت لطف وکرم سے جمعہ تک یہاں رہ کرہمیں کمند محبت وحید توجہ میں رہنے کا موقع دے کر بروز ہفتہ مؤرخہ ۲۹/مارچ کوصبح آٹھ بجے کی گاڑی پرروانہ ہوکر قریب گیارہ بجے دن کے مردان رونق افروز ہوں گے۔پس اُمید ہے کہ آپ یاران طریقت کوخوشخبری دے دیتے۔

بخدمت جناب مکرمہ معظّمہ والدہ صاحبہ ونانی صاحبہ میری طرف سے حضرت صاحب کی آمد کی خوشخبری سنا دیتے۔اور جناب والدہ صاحبہ کے حضور میں واضح ہو کہ پیر ہوتو ایسا ہو کہ ہم مفروروں کوگھر جا کر پکڑنے آئے ہیں اوروقت مشکلات دینی ودُنیاوی پوچھنے آئے ہیں کس وقت آئے اے مادرمہربان!

اُس وقت جب کہ ہم لوگ غلام احمد قادیانی کے خلاف مذہب ومخرب اسلام مسائل باطلہ وخیالات فاسدہ واعتقادات باغیانہ کے دام تزویر میں پھنس کر مذہب سے لامذہب دین سے بے دین ہوکر باعث تکفیر ہوئے اورچاہِ غضب خدا میں گرکر آتش دوزخ کے بھنور میں پھنس کر ایندھن بنے اورصرف یہی نہیں

بلکہ ایک اور گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے جسے وہ خداوند رحیم وکریم وغفار الذنوب بطفیل اپنے محبوب ختم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رحمت سے بخشے یعنی انہیں خیالات باطلہ کو کہ جن کو علماء دین کے ہر طرف سے کفر کے فتوی لگ چکے تھے آپ نے دیگر قابل رحم مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کرنے کے لئے سرتوڑ کوششیں کر کر کے خود بھی اور دیگروں کو بھی مورد عتاب الٰہی ہوئے۔

جناب کو یاد ہوگا کہ جو[خواب] میں نے عرصہ سال بھر کا ہوا۔ دیکھا تھا اور آپ کے حضور میں عرض کیا تھا یعنی میں نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھا، صف در صف کل مقتدی صف آرا ہو رہے تھے میں نے بھی جھٹ وضو کیا اور ایک صف میں آ کھڑا ہوا نیت نماز کی ہاتھ ناف پر باندھے کہ شیطان نے وہی پرانی خیانت کا دورہ خون میں کیا کہ جس کا میں مرزا کی بیعت کے بعد عادی ہو چکا تھا یعنی نماز شروع کرتے ہی معاً خیال آیا کہ میں تو آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا بس پھر کیا تھا نیت توڑی ہاتھ چھوڑے اور پیچھے ہٹا اور خوب یاد ہے کہ نماز نہ پڑھی اور محروم رہا، نہیں کہہ سکتا کہ صف جس میں کھڑا تھا انبیاؤں کی تھی یا شہیدوں کی یا حج عمرہ تھا بہر حال میں اسی خیال خبیث کی وجہ سے محروم رہا، گھبرا کر اُٹھا پچھلی رات بے چینی سے گزری، دن چڑھا چپ گھپ اپنے واقعات شب گذشتہ پر خود ہی غور کر کے ہائے کر کے رہ گیا۔

غور کا مقام ہے کہ خانۂ کعبہ ہو اور پھر جس کے اندر جا کر وہاں نماز حج فرض ہو چکی ہو وہاں سے یوں محروم آنا کیا نتیجہ رکھ سکتا ہے میں خود ہی کیوں نہ کہہ دوں کہ میری بے دینی ثابت ہوئی۔ وجہ کیا وہی کہ مرزا کی بیعت کا سرٹیفکٹ (Certificate) خاص اپنے گھر میں بلا کر خود مجھے خدا نے دیا۔

ہائے!!!

کہیں کا نہ رہا تھا نماز تو پڑھتا تھا لیکن وہ نماز ہی کیسی کہ جو بدنصیب خانہ کعبہ سے بغیر نماز پڑھے چلا آئے تو یہاں کی نمازیں کیسی!!!

پس اے مادر مہربان! دے سایۂ رحمت یزدان!!!

آپ کے حضور میں اطلاعاً عرض ہے کہ ہمیں جو ایک عرصہ سے-عرصہ نہیں ہمیں اسے عمر کا بڑا حصہ کہنا چاہئے یعنی بیس (۲۰) سال سے اپنے نفس و روح پر ظلم اظلم کر کے اپنے ایسے پیر روشن ضمیر کو کہ جنہوں نے میری دستگیری ایک ایسے وقت پر آ کر کی جب کہ میری حالت قابل رحم خدا تھی۔کون ہیں جو کہتے ہیں کہ پیر نہیں مدد کرتا بیشک کرتے ہیں زندہ مثال موجود ہوں پس میں نے سب ان خیال وعقائد کو جو باعث تکفیر تھے اور جو مرزا کی بیعت سے نصیب ہوئے تھے مرزائیوں ہی کو دے کر بارگاہ رب العزت میں توبہ کر کے پھر دوبارہ بیعت اپنے مرشد صاحب کی کی۔کہ جن کے سایۂ عاطفت میں بچپن میں کھیلا کرتا تھا اور دست شفقت سے پیار لیا کرتا تھا اب پھر وہی دست مبارک ہیں اور میرا سر پیٹھ اور دل وجان۔

پس اُمید ہے کہ جناب بھی مرزا کے خیالات باطلہ کو چھوڑ کر جناب سیدنا ومرشدنا حافظ وحاجی سید جماعت علی شاہ صاحب کی بیعت کریں تا کہ سعادت دارین حاصل ہو یہ وہ بیعت ہے کہ جس کے عظمت وشان کا یوں بیان ہے یعنی جتنے سال میں جبکہ مرزائی رہا تھا میری زبان قدرت نے بند رکھی کہ اپنی بیوی کو بھی کہوں کہ تُو بھی مرزائی ہو لیکن آپ خیال فرمائیں کہ ادھر میں نے بیعت کی اور ادھر آتے ہی بیوی کو بھی کہا کہ مرزا کی بیعت کے لئے قدرت نے بیشک زبان بند رکھی لیکن آج چودہ (۱۴) سال کی شادی کے عرصہ کے بعد آج میں کہتا ہوں کہ اگر فلاح حاصل کرنا ہے تو میرے مرشد صاحب کی بیعت کر لو دیکھو مجھے میں جوان کا ایک باغی مرید تھا کس طرح آ کر پکڑا۔

پس دیکھو پیر ہو تو ایسا چونکہ میرے کل واقعات سے وہ بخوبی ماہر تھے واقعات پر غور کرنے سے جو اس نے کہا وہ یہی تھا کہ میں بھی بیعت کرتی ہوں پس میری بیوی نے جو شیعہ تھی اور اس کی ماں نے بھی بخوشی وصدق دل سے بیعت اختیار کر لی۔

پس میری آرزو عین یہی ہے کہ ہم سب جنت میں بھی اکھٹے ہی رہیں پس توبہ

کر کے فوراً جان بچائیں یہ ایک عرض ہے جو آپ مجھ بے ادب کو معاف فرما کر منظور فرمائیں گے۔

بخدمت نانی صاحبہ ادب سے آداب اور محمد سیف اللہ جان کو پیار

آپ کا تابع دار فرزند

محمد اسد اللہ جان

سب اور سیر بارگ ماسٹری پشاور۔



۱۴ اپریل ۱۹۱۳ء

مولوی حکیم نور الدین صاحب قادیانی کے نام ایک خط اور اس کا جواب

بھاگل پور بہار سے ایک غیر مرزائی نے مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ مرزائے قادیانی کے نام ایک خط لکھا تھا جو مع جواب کے اخبار بدر مطبوعہ ۳ اپریل ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا ہے۔ ہم اس خط و کتابت کو ناظرین اہل فقہ کی دل چسپی کے لیے درج ذیل کرتے ہیں:

خط بنام حکیم نور الدین ”خلیفۃ المسیح“

حکیم نور الدین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا کارڈ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو ملا۔ آپ نے میرے سوال کا جواب صاف نہیں دیا۔ ہم نے آپ سے پوچھا ہے کہ میرے بھائی حبیب الدین جو احمدی ہو گئے ہیں وہ ہم لوگوں کو کہتے ہیں کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو حالاں کہ وہ جانتے ہیں کہ ہم لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اور قرآن شریف پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ میں کاذب جانتے ہیں۔ مرزا صاحب ہرگز

رسول یا نبی یا مسیح موعود یا مہدی یا امام وقت کچھ نہیں تھے۔ یہی میرا ایمان ہے()۔ایسی حالت میں ہم آپ کے نزدیک مسلمان ہیں یا نہیں۔اس بات کا جواب مہربانی فرما کر دیجیے۔اگر صاف صاف نہیں عنایت فرمائیں گے تو یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ سے مواخذہ کرے گا جب ہم خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ بھائی حبیب الدین ہم لوگوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

جواب

آپ نے بڑی جرات سے کام لیا ایک شخص کو جسے ہم نے بہت تجربوں کے بعد صادق مانا اس کو آپ نے کاذب کہا اور اسی پر آپ نے بس بھی نہ کی، مفتری بھی مانا۔**و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا** اور اس کی تکذیب کو اپنا ایمان قرار دیا۔ایسی جرات پر تو میں آپ کو مومن نہیں سمجھ سکتا کیا **لا الہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ** قرآن نے آپ کو یہی بتلایا ہے۔قرآن کی تعلیم نہیں۔ میں تو کسی مومن کو کافر نہیں کہتا مگر ان لوگوں کو بھی مومن نہیں سمجھتا جو ایک راست باز کو کافر اور مفتری کہیں اور پھر اس پر ایمان ہونا یقین کرتے ہیں۔آپ اگر اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے تو اتنی جرات نہ کرتے جتنی کی ہے۔کچھ خدا کا خوف نہیں کیا اور اتنی جرات سے کام لیا ہے۔مومن بہت محتاط ہوتا ہے۔اب بھی اگر آپ نہ سمجھیں تو ہم کیا کریں۔

اخبار بدر مطبوعہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ء

قبل اس سے کہ ہم اس جواب پر ریمارک کریں، ایڈیٹر الحق دہلی سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ رسالہ ''ختم نبوت'' کے ٹائٹل پیج پر ہمارے کاتب نے لفظ ''عالم'' کے لام پر زبر ڈال دی اور چوں کہ ٹائٹل اصل مضمون سے علاحدہ تھا اس لیے اس کی تصحیح کی طرف خیال تک نہ کیا تو ایڈیٹر الحق نے اس غلطی کو ہماری طرف منسوب کیا، اب وہ دیکھ لے کہ ان کی جماعت کے مایہ ناز مولوی نورالدین

صاحب کی اعلیٰ قابلیت کس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ کلمہ طیبہ کی املا میں ایک ایسی اور صریح فاش غلطی کر رہے ہیں، ان کو ابھی تک یہ معلوم ہی نہیں کہ مضاف معرّا عن اللام ہوتا ہے۔

ایڈیٹر الحق یا کوئی دوسرا مرزائی یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے، اگر کاتب غلطی کرتا تو اصل خط میں بھی کرتا۔ حالاں کہ اصل خط میں لفظ ''رسول'' معرّا ہے، اس کی وجہ صاف یہ تھی کہ کاتب کے سامنے جو خط تھا اس میں صحیح لکھا تھا مگر مولوی نورالدین صاحب کی تحریر میں لفظ ''رسول'' پر ضرور الف لام موجود تھا۔ کاتب بے چارے کو کون سی ضرورت پڑی تھی کہ وہ اسے درست کرتا۔ ممکن ہے کہ جماعت مرزائیہ اور کوئی بہانہ تجویز کرے کیوں کہ اصلیت پر پردہ ڈالنے کے لیے فرضی منصوبے ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ جماعت مذکور یہ عذر پیش کرے گی کہ مولوی صاحب نے یہ جواب خود نہیں لکھا تھا بلکہ زبانی کہا اور کسی دوسرے شخص نے لکھا، اگر یہ عذر پیش کیا گیا تو کوئی عقل مند اسے قبول نہیں کر سکتا کیوں کہ قادیانی پریس کا عام قاعدہ ہے کہ دوسروں کی تحریرات مولوی صاحب کو دکھا لیا کرتے ہیں تا کہ کوئی نقص نہ رہ جائے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ خود ان کی زبانی لکھایا ہوا مضمون ان کو نہ دکھایا جائے۔ اگر انہوں نے خود نہیں لکھا اور کسی سے لکھوایا ہے تو ضرور دیکھا ہے مگر ان کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ لفظ ''رسول'' پر الف لام ہونا چاہیے یا نہیں۔ اس لیے اسے وہ صحیح نہ کر سکے۔

اب ہم جواب پر ریمارک کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کا جواب نہ صرف غلط بل کہ مہمل ہے جس نے اصل سوال پر کچھ روشنی نہیں ڈالی۔ مولوی صاحب کو لازم تھا کہ وہ ادلہ شرعیہ سے مسلمان کی تعریف کرتے اور پھر بدلائل قویہ بتاتے کہ غیر مرزائی کیوں مسلمان نہیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟

اس کی وجہ ہم بتاتے ہیں ایک برس ہوا کہ مرزائی جماعت کے ارکان میں یہ مسئلہ مختلف فیہا ہو گیا تھا۔ مرزائے قادیانی کا بیٹا اور اس کے چند ہم راہی یہ بیان

کرتے تھے کہ غیر مرزائی کافر ہے بل کہ یہاں تک تشدد ظاہر کیا تھا کہ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو اچھا بھی سمجھتا ہے لیکن اس کی نبوت پر ایمان نہیں لاتا تو وہ بھی کافر ہے۔ یہ ایک بڑا لمبا مضمون تھا جو سالم رسالہ تشحیذ الاذہان میں ختم ہوا تھا۔ راقم مضمون یعنی مرزا صاحب کے صاحب زادے نے اس مضمون کے متعلق یہ اعلان کیا تھا کہ یہ مضمون مولوی نورالدین صاحب نے دیکھ لیا ہے اور شائع کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے مقابلہ میں خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور نے بذریعہ اشتہار کے اس کے خلاف عقیدہ ظاہر کیا اور ثابت کیا کہ غیر مرزائی باوجود اس کے کہ وہ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا ۔مسلمان ہے۔ اس مضمون کی نسبت بھی یہ اعلان تھا کہ خلیفہ صاحب کو دکھایا گیا، انہوں نے پسند کیا اور شائع کرنے کی اجازت دی۔ لطف یہ ہے کہ ہر دو مضامین میں مرزا صاحب کے اقوال سے استدلال کیا گیا تھا، اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ مرزا صاحب کی تصانیف (کتب و اشتہارات) مجموعہ ہے نقیضوں اور ضدوں کا اور کبھی مرزا صاحب کو یہ یاد نہیں رہا کہ میں پہلے کیا لکھ چکا ہوں، اس لیے یہ امر دونوں کے لیے مشکل نہ تھا کہ اپنی تائید میں مرزا صاحب کے اقوال پیش کریں۔ مولوی نورالدین صاحب کے لیے بڑی مشکل تھی کہ اپنا مافی الضمیر آزادی سے ظاہر نہیں کر سکتے تھے اگر صاحب زادہ ہی کی طرف رہتے۔ تو بہت تھوڑے ایسے مرزائی تھے جو صاحب زادہ کے ساتھ متفق تھے۔ اس طرح ایک جماعت کثیر کی مخالفت لازم آتی اور اگر خواجہ کمال الدین ہی کی تصدیق ہوتی تو صاحب زادہ کی طرف سے خوف تھا کہ مبادا خلافت سے معزول کرنے کی سفارش کریں، اس لیے انہوں نے اسی میں بہتری سمجھی کہ جو جس نے لکھا اس پر رضامندی ظاہر کر دی۔

مولوی صاحب نے سب سے پہلے راقم خط کی جرات کو بُرا سمجھا ہے اور کچھ متحیّر ہو گئے ہیں کہ کیوں راقم خط نے مرزا صاحب کی نبوت سے صاف لفظوں میں انکار کیا ہے مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ مرزائی اور غیر مرزائی میں کیا فرق ہے۔

مرزائی مرزا کی نبوت کے قائل ہیں اور غیر مرزائی اس کو نبی مہدی مسیح وغیرہ نہیں مانتے۔ پھر اگر راقم خط نے صاف لفظوں میں لکھا تو بجائے اس کی ایمانی طاقت کی تعریف کرنے کے اس کی جرات کیوں قابل ملامت سمجھی گئی اگر وہ صرف اتنا لکھ دیتا کہ ہم احمدی نہیں ہیں تو کیا اس کا مفہوم یہ نہ تھا کہ وہ مرزا صاحب کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتے۔ مولوی صاحب صرف اس صاف گوئی سے ناراض ہو کر کہتے ہیں کہ میں ان کو مومن نہیں سمجھتا لیکن اگر وہ صرف اتنا لکھنے پر کفایت کرتا کہ ہم احمدی نہیں تو کیا مولوی صاحب کا یہ جواب ہوتا کہ واقعی آپ مومن ہیں۔ مولوی صاحب کی تحریر سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن خدا جانے غیر احمدی کی تشریح کیوں ان کے مافی الضمیر کے بدلنے کا باعث ہوئی۔

مولوی صاحب اپنے مخاطب سے پوچھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور قرآن نے آپ کو یہی بتایا ہے۔ کاش کہ مولوی صاحب اسی آیت پر غور کرتے جو آپ نے جواب میں لکھی ہے۔ ایک مفتری علی اللہ کو مفتری ہی کہنا لازمی امر ہے۔ تعلیم ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ ایک مفتری علی اللہ کو مفتری نہ کہا جائے اور اسے مومن اور راست باز قرار دیا جائے۔ قرآن شریف کسی کو منافق بننے کی ہدایت نہیں کرتا۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام آج سے سوا تیرہ سو برس پہلے خبر دے گئے ہیں کہ میری امت میں دجال اور کذاب پیدا ہو کر نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ مگر میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو اس ارشاد ہدایت بنیاد کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کس طرح ایک شخص کو جو مدعی نبوت ہو، صادق قرار دے سکتا ہے۔

مولوی صاحب اپنے تجربہ کی بنا پر لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت کے قائل نہیں مگر وہ نہیں بتا سکتے کہ ان کا تجربہ شرعاً دوسروں کے لیے حجت کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر انہوں نے غلطی کھائی ہے (اور ضرور کھائی ہے) تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ تمام دنیا کے عقل مند غلطی میں پڑھ کر اپنا ایمان زائل کریں جو لوگ اس وقت مرزا صاحب کو ان کے دعاوی میں سچا نہیں سمجھتے، ان کے پاس

نہ صرف تجربہ ایک دلیل ہے بلکہ مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کا حشر ان کی تصانیف کے تناقض وتضاد اور دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ مرزا صاحب کی بے شمار پیشین گوئیاں بادموائی سے بڑھ کر نہ نکلیں اور ان کا قطع ۔۔ ہو گیا، وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور مرزا صاحب میں جو کاذب ہے- وہ صادق کی زندگی میں طاعون یا ہیضہ یا اور کسی مہلک مرض سے ہلاک ہوگا چنانچہ خود بدولت مرض ہیضہ کے شکار ہو گئے اور ان کی لاش ریل (بقول ان کے دجال کے گدھے) پر سوار کر کے قادیاں پہنچائی گئی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی ہلاکت کی صریح پیشین گوئی موجود ہے مگر ڈاکٹر صاحب ان پیشین گوئیوں کے جھوٹا قرار دینے کے لیے زندہ ثبوت موجود ہیں۔ طاعون کی پیشین گوئی میں مرزا صاحب نے کئی رنگ بدلے اور کس طرح ان کا ہر ایک قول غلط ثابت ہوتا رہا۔ منکوحہ آسمانی کے شوہر کی وفات کا داغ حسرت مرزا صاحب قبر میں لے گئے۔ اس پر بھی اگر مولوی صاحب کا تجربہ مرزا صاحب کو صادق سمجھنے پر مجبور ہے تو کوئی عقل منداس سے متفق نہیں ہوسکتا۔

اگر مولوی صاحب کا یہ اُصول صحیح ہے کہ کوئی مومن کافر نہیں لیکن کسی مومن کو کافر کہنے والا بھی مومن نہیں رہتا تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ آیئے آپ کو دکھا دیں کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو کافر اور جہنمی قرار دیا۔ محض اس لیے کہ اس پر ایمان نہیں لائے پس آپ کے اصول کے مطابق مرزا صاحب خود کافر ہو گئے اور کسی اور دلیل کی ضرورت نہ رہی۔

بہر حال مولوی صاحب کے مضمون کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو غیر احمدی کہے اور صاف لفظوں میں مرزا صاحب کو مفتری اور کاذب نہ کہے تو وہ مولوی صاحب کے نزدیک مومن ہے لیکن اگر کوئی شخص غیر احمدی کے مفہوم کو صاف لفظوں میں بیان کرے تو وہ مومن نہیں۔ با الفاظ دیگر جو شخص اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی جرات کرے تو وہ کافر اور اگر جرات نہ کرے اور منافقانہ روش اختیار کرے تو وہ مومن۔ سبحان اللہ- کیا معقول بات ہے۔

(۱) راقم خط نے بڑی سخت غلطی کی کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھ دیا کسی شے کو غیر محل میں رکھنا ظلم ہے۔ مسلمانوں کو احتیاط کرنی چاہیے کہ کسی مرزائی کو اس طرح سلام نہ لکھیں، یہ لوگ جب ہم کو مومن ہی نہیں جانتے، ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور غیر مرزائی کو رشتہ نہیں دیتے خصوصاً عقائد کی رو سے یہ لوگ قطعاً کافر ہیں تو ایسے لوگوں کو سلام سے مخاطب کرنا بڑی غلطی ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ السلام علی من اتبع الہدیٰ لکھ دیا جائے۔

(۲) بالکل صحیح۔ ہر مسلمان کامل کا یہی ایمان ہونا چاہیے۔ شاباش جزاک اللہ (ایڈیٹر)

(۳) مواخذہ اُخروی کی ان لوگوں کو پرواہ ہی نہیں اگر پرواہ ہوتی تو کیوں ایک مفتری پر ایمان لاتے۔ (ایڈیٹر)



۱۴ اپریل ۱۹۱۳ء

کفر کا نیا فتویٰ اور اس کے شکریہ میں ایک بیش بہا تحفہ

ہمارے اکثر سادہ لوح یا مذہب سے ناواقف مسلمان بھائی اس امر کو بُرا سمجھتے ہیں کہ کسی شخص کو بھی خواہ وہ کتنا ہی بداعتقاد ہو اور صرف عقائد اہل سنت و جماعت سے منکر ہی نہ ہو بل کہ تمام اہل اسلام کو جواُن کے ہم خیال نہ ہو۔ کافر جانتا ہو، کافر لکھا جائے یا اس کی تردید کی جائے۔ ایسے احباب صرف میل جول اور محبت واُلفت رکھنے کے خیال سے آدمی کو کافر کہنا پسند نہیں کرتے لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا بل کہ بسا اوقات تمام قوم کی گم راہی کا باعث ہو جاتا ہے اور گم راہ کو اپنی گم راہی پر یقین کامل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی گم راہی کو اصلی اور حقیقی ایمان اور ایقان سمجھنے لگ جاتا ہے جیسا کہ آج کل مرزا قادیانی کے مریدوں کا حال ہے۔ مسلمانوں نے شرافت کے تقاضا سے اور کچھ اس خیال سے کہ آپس میں نفاق اور پھوٹ ڈالنی اچھی نہیں۔ اور تمام اسلامی فرقوں کو آپس میں متفق ومتحد ہو جانے کی آج کل از حد ضرورت ہے۔ ان سے صلح کا برتاؤ کرنا شروع کیا ہے

جس سے ان کے لیے اور بھی لوگوں کو گم راہ کرنے کا زریں موقع ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ بڑی دلیری اور جرات سے تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور ان سے کسی طرح کا رشتہ عبادات میں یا دیگر معاملات دینی و دُنیوی میں رکھنا کفر جانتے ہیں۔

اخبار بدر مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ء میں حکیم نورالدین صاحب نے جو اس فرقہ کے آج کل امام کہلاتے ہیں- ایک فتوی شائع کیا ہے گو اس سے قبل بھی کئی دفعہ حکیم صاحب کا اس مضمون کا فتوی شائع ہو چکا ہے مگر یہ نیا کفر کا فتوی تمام اہل اسلام کی آ گاہی کے لیے بالعموم اور ان کو بھائی بند بنانے والے حضرات کے لیے بالخصوص ایک مفید تسلی کا باعث ہو گا اور آئندہ کے لیے سوچ سمجھ کر ان سے تعلقات قائم کرنے کے لیے ان کی رہنمائی کرے گا۔

حال میں حکیم نورالدین صاحب نے ضلع بھاگل پور کے رہنے والے ایک مولوی صاحب نے پوچھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اور قرآن شریف پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں مگر مرزا صاحب کو ان کے دعوی میں کاذب جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم آپ کے نزدیک مسلمان ہیں یا نہیں؟

جواب از جانب حکیم نورالدین صاحب

آپ نے بڑی جرات سے کام لیا ایک شخص کو جسے ہم نے بہت تجربوں کے بعد صادق مانا اس کو آپ نے کاذب کہا اور اسی پر آپ نے بس بھی نہ کی، مفتری بھی مانا۔ و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا اور اس کی تکذیب کو اپنا ایمان قرار دیا۔ ایسی جرات پر تو میں آپ کو مومن نہیں سمجھ سکتا کیا لا الہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ قرآن نے آپ کو یہی بتلایا ہے۔ قرآن کی تعلیم نہیں۔ میں تو کسی مومن کو کافر نہیں کہتا مگر ان لوگوں کو بھی مومن نہیں سمجھتا جو ایک راست باز کو کافر اور مفتری کہیں اور پھر اس پر ایمان ہونا یقین کرتے ہیں۔ آپ اگر اللہ

اور رسول پر ایمان رکھتے تو اتنی جرات نہ کرتے جتنی کی ہے۔(یعنی مرزا کو نہیں مانا ہے) کچھ خدا کا خوف نہیں کیا اور اتنی جرات سے کام لیا ہے۔مومن بہت محتاط ہوتا ہے۔اب بھی اگر آپ نہ سمجھیں تو ہم کیا کریں۔

اخبار بدر مطبوعہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ء

ناظرین! گو حکیم صاحب نے اپنی پُرانی عادت سے یہاں بھی کام لیا ہے مگر مطلب صاف ہے۔حکیم صاحب کے نزدیک مرزا کو ماننا ہی مدار ایمان ہے، اس لیے وہ صاف الفاظ میں لکھتے ہیں کہ میں ان لوگوں کو بھی مومن نہیں سمجھتا جو ایک راست باز یعنی مرزا کو کافر یا مفتری کہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو مرزا کو نہیں مانتا۔وہ اس کے دعاوی کو اس کا افترا مانتا ہے اور جو افترا نہیں مانتا وہ مرزا کو اپنے دعاوی میں سچا مانتا ہے، پھر جھگڑا ہی کیا ہے۔اُمید ہے کہ صلح کل احباب خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے چند ایک ہم آوازوں کی قرآن اٹھا کر قسمیں کھانے کو ذرا ہوش وحواس قائم رکھ کر اعتبار کرنے کی جرات کیا کریں گے جو محض مغالطہ دینے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ ہم اور آپ دونوں مسلمان بھائی ہیں۔صرف ہم مرزا کو ایک مرشد مانتے ہیں اگر آپ نہیں مانتے تو خیر ہم اور آپ دونوں مسلمان بھائی ہیں۔

اس فتوی کے جواب میں مَیں تو صرف حکیم صاحب کی خدمت میں ان کے مہدی موعود و مسیح موعود کے جن کے وہ خلیفہ ہیں، اپنے تصنیف کردہ مندرجہ ذیل اشعار تحفۃً و ہدیۃً اس فتوی کے شکریہ میں پیش کرتا ہوں کیوں کہ صرف حکیم صاحب ہی نہیں بل کہ تمام جماعت مرزائیہ کے لیے اس سے زیادہ کوئی دل چسپ دل کش پسندیدہ اور مرغوب تحفہ نہیں ہوسکتا اور غالبًا اس فتوی کا جواب بھی ان کو اپنے مہدی و مسیح کے الفاظ میں مل جائے گا اور چوں کہ اس کے ماننے میں کسی مرزائی کو کوئی تامل یا توقف ممکن نہیں۔اس لیے امید ہے کہ ہمارے اس تحفہ کو بسروچشم قبول کیا جائے گا۔اور وہ تحفہ یہ ہے مرزا صاحب اپنے خلیفہ کو عالم برزخ میں سمجھاتے ہیں؛

ایک تکفیر مسلماناں کنی از کفر و کیں
شرمت آید از خدائے عادل ذی اختیار
سہل باشد از زبان خویش تکفیر کسے
مشکل افتد ۔۔چوں پُر سدا ز کردگار
کلمہ گویاں را چرا کافر نبی نام اے اخی
گر تو داری خوف حق رو بیخ کفر خود برآر
گر کنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردہ
دو اگر مردے جھودے را باسلام اندر آر
خاکسار محمد عظیم عفا اللہ عنہ از گکھڑ ضلع گوجرانوالہ



۵ مئی ۱۹۱۳ء

مرزائیوں کو لیکچر کا شوق اور ٹائیں ٹائیں فش

عالی جناب حضرت شاہ صاحب قبلہ علی پوری مدظلہ العالی کے سفر پشاور و مردان میں منشی مہر دل خان صاحب اور ان کے صاحب زادہ کا عقائد مرزائیہ سے تائب ہونا ناظرین اہل فقہ کو معلوم ہو چکا ہے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان کے خاندان کو اس مالک الملک اور ارحم الراحمین نے قعر ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کی اور یہ سعادت ان کے نصیب میں حضرت شاہ صاحب قبلہ کی بدولت مقدر تھی۔ فالحمد للہ علی ذلک

حضرت شاہ صاحب قبلہ دام فیوضہم و حافظ ظفر علی صاحب کو بخوبی معلوم ہے کہ ان کے تائب ہونے سے جماعت مرزائیہ مردان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ منشی صاحب اس جماعت میں درج مردان اور اس کے جسم کے لیے عصائے پیر تھے۔ ان کو مجالس لیکچر و وعظ وغیرہ میں صرف ان کی کوشش سے لوگ جمع ہوتے تھے اور وہی اپنے رُسوخ سے مرزائی جلسوں کو کامیاب بنانے کی کوشش میں

ہمیشہ کامیاب ہوتا تھا۔

جماعت مرزائیہ مردان نے ان کی علاحدگی کے بعد اپنی پوزیشن کو بدستور رکھنے کی غرض سے کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کا ارادہ کیا اور محمد یوسف نامی ایک رکن جماعت کی طرف سے اشتہار ہوا کہ ۲۰ اپریل ۱۹۱۳ء کو بکٹ گنج میں ''اسلام و اتفاق'' پر لیکچر ہوگا۔ وقت معینہ پر مرزائی لیکچر گاہ میں موجود تھے اور انتظار کرنے لگے کہ لوگ جلسہ کی رونق کا باعث ہوں۔

چھ بج گئے مگر افسوس کہ بجز سات آٹھ مرزائیوں کے جلسہ گاہ میں کسی کی شکل نظر نہیں آئی۔ ایک تجربہ کار مرزائی عبدالرحیم نامی نے یہ کوشش کی کہ دفتر نہر کے تین چار بابو صاحبان کو بلا لائیں مگر پھر ان کو یہ خیال ہوا کہ ایسے متہم بالشان عنوان کے لیکچر کا دس بارہ آدمیوں کے مجمع میں سنانا لیکچر کی بے عزتی ہے، اس لیے انہوں نے لوگوں کے جمع کرنے کی یہ نہایت ہی عمدہ تجویز سوچی کہ عبدالرحیم مذکور بازار بکٹ گنج میں پکار پکار کر کہتے تھے کہ ہم نے انجمن میں چائے کی خیرات کرنی ہے جس نے چائے پینی ہو، انجمن میں چل کر پی لیوے۔ مگر افسوس کہ ان کی یہ کوشش بھی کارگر نہ ہوئی اور ان کو معلوم ہوگیا کہ عالی جناب حضرت شاہ صاحب قبلہ علی پوری کے پُر اثر وعظ سننے کے بعد اب کسی کا مرزائیوں کے دام تزویر میں پھنسنا محال ہے لیکن جلسہ کا وقت نکلا جاتا تھا اور جماعت کو لیکچر کا نہ ہونا بے عزتی اور توہین دکھائی دیتا تھا۔

(نامکمل)

۵ مئی ۱۹۱۳ء

ختم نبوت

مرزائے کادیانی کے دعوی نبوت کی تحقیق اور اس امر کا ثبوت کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ مصنفہ مولانا حسن ضیاء خان صاحب پھلواری معہ ضمیمہ قیمت ۲۔

مرزائیوں کی دھوکہ بازیاں

حیات ونزول مسیح علیہ السلام کے متعلق مدلل بحث اور مرزا کا دیانی

قیمت ا۔



۹ جون ۱۹۱۳ء

مرزا صاحب کا نکاح آسمانی

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مرزا احمد بیگ نامی اپنے رشتہ دار کی ۸۔۹ سالہ لڑکی مسمات محمدی بیگم کی نسبت پیش گوئی کی تھی کہ اس کا نکاح مرزا صاحب سے خدا نے آسمان پر کر دیا ہے اس کے متعلق جو جو کوششیں مرزا صاحب کی طرف سے ہوئی ہیں اور جس جس طرح مرزا صاحب کو اپنی کوششوں میں ناکامی ہوتی رہی- وہ خادمان اسلام مختلف ذرائع سے پبلک پر ظاہر کرتے رہے ہیں۔ آج تک مرزائی جماعت اس پیش گوئی کے متعلق کسی بحث کو نہیں چھیڑتے تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ یہ ایک ایسی پیش گوئی ہے جس کے بطلان اور لغویت کے تمام پہلوان کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ زیادہ سے زیادہ اگر انہوں نے اس پیش گوئی کے متعلق کچھ لکھا تو جھجکتے ہوئے صرف یہ کہ وہ لوگ تائب ہو گئے، اس لیے خدا نے یہ عذاب ان سے اٹھالیا۔

مگر مئی ۱۹۱۳ء کے رسالہ تشحیذ الاذہان میں قاضی ظہورالدین اکمل نے بحکم و لو کان بعضھم ببعض ظھیرا بامداد مرزا جان محمد شاکر اس پیش گوئی کے متعلق ایک لمبا مضمون لکھنے کی جرات کی ہے۔ انہوں نے بخیال خود اس بات کی کوشش کی ہے کہ نکاح آسمانی کی نسبت کچھ مرزا صاحب کی لاج رہ جائے اور ممکن ہے کہ جماعت مرزائیہ بخیال خود اس مضمون کو مخالفین کے لیے مسکت سمجھے کیوں کہ وہ تو پہلے سے مرزا صاحب کی ہر ایک کم زوری کو صداقت کا نشان

بنائے بیٹھے ہیں لیکن ایک سلیم الفطرۃ محقق اور انصاف پسند آدمی اکمل صاحب کے مضمون کو پڑھ کر یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ دراصل یہ پیش گوئی کسی پہلو میں بھی پوری نہیں ہوئی۔ اگرچہ اکمل صاحب نے اس پر بہت زور لگایا مگر وہ مرزا صاحب کی طرف سے ڈیفنس (Defence) پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے بل کہ بہت سی باتیں اپنے قلم سے اہل حق کے سامنے ایسی پیش کر رہے ہیں جو اس پیش گوئی کی لغویت پر مزید ثبوت بن کر رہیں گی۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اکمل صاحب کے مضمون پر ایک مختصر مگر محققانہ ریویو کریں تا کہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ لوگ آنکھ بند کر کے جھوٹے مدعیان نبوت کے اُلٹے سیدھے اقوال کو خواہ مخواہ وقعت دیں۔

اکمل صاحب نے اپنی جماعت کو دھوکا دینے کے لیے یا مرزا صاحب کی کم زوری کو محسوس کر کے ان تمام الہامات کو قلم انداز کیا ہے جو مرزا صاحب نے اس نکاح کے متعلق شائع کیے، وہ جانتے تھے کہ ان الہامات میں مرزا صاحب سخت ٹھوکر کھا چکے ہیں۔ اس لیے انہوں نے دیدہ و دانستہ ان کو چھپایا اور اپنے استدلال میں غیر الہامی خطوط کے اقتباسات پیش کیے۔ سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ کیا مرزا کی جماعت کے نزدیک مرزا صاحب کے کسی دعوی پر بحث کرنے کے لیے مرزا صاحب کے الہامات سے استدلال کرنا ضروری ہوگا یا غیر الہامی خطوط سے۔ اگر شق اول صحیح ہے تو کیا وجہ ہے کہ اکمل صاحب نے اس لمبے چوڑے مضمون میں جو ۲۹ صفحوں میں ختم ہوا ہے۔ کسی الہامی عبارت کو نقل نہیں کیا اور بصورت شق ثانی ہمیں بتایا جائے کہ اگر مرزا صاحب کے دعاوی کو غیر الہامی خطوط سے مضبوط بنانا ہے تو مرزا صاحب کے الہامات فضول اور بے کار ٹھہرے یا نہیں۔ بہر حال مرزا صاحب کے الہامات کو اس بحث میں مخفی رکھنا ضرور ایک معنی خیز بات ہے۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اب تاوقت یہ کہ جماعت مرزائیہ صاف لفظوں میں اس بات کا اقرار نہ کرے کہ مرزا صاحب کے پیش کردہ الہامات فضول اور لغو ہیں اور اس قابل نہیں کہ کسی امر متنازعہ فیہ کی تحقیق میں پیش ہوسکیں تب تک اکمل صاحب کا یہ مضمون بے کار اور ان کی اور ان کے ممدو معاون کی یہ کوشش جو اس مضمون کی تیاری میں ہوئی ۔ بالکل رائیگاں ہے اور کسی عقل مند کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

لیکن چوں کہ اکمل صاحب نے اس مضمون پر بڑی محنت کی ہے اس محنت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بغیر مدد کے وہ اس سنگین مضمون کے بوجھ کو اٹھا بھی نہیں سکے تو سخت بے انصافی ہوگی کہ اس کا جواب نہ دیا جائے۔

مضمون نگار اس کا ممد یا جماعت مرزائیہ کی نسبت تو ہمیں کوئی اُمید نہیں کہ وہ کسی محققانہ بحث سے فائدہ اٹھا سکیں کیوں کہ جماعت مرزائیہ کی یہ عادت تھی کہ جب مرزا صاحب کو اپنے کسی دعوی میں ناکامی ہوتی تو حسب اقرار مرزا صاحب کے نہ تو مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتے اور نہ ان کی گردن میں رسّی ڈالتے بل کہ اس وقت یہ تمنا کرتے کہ ہائے کیا کریں۔ اب ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ خدا کے لیے اس کا کوئی علاج سوچو اور اس زخم کے لیے کوئی مرہم ایجاد کرو۔ چنانچہ عبداللہ آتھم والی معرکۃ الآرا پیش گوئی جب جھوٹی نکلی اور مرزا صاحب کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ تو اس وقت نواب محمد علی خان صاحب بالقابہ (مالیرکوٹلہ) نے ایک خط مرزا صاحب کو اور ایک خط حکیم نورالدین صاحب کو لکھا جس سے ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ (یہ دونوں خطوط ہم نے تقلیع ینصوات الاربعین لاتمام الحجۃ علی اعداء الدین میں درج کر دیے تھے) ہاں اس مضمون پر ہم کو اس لیے قلم اٹھانا پڑا کہ سلیم الفطرۃ انصاف پسند اور سمجھ دار لوگ تشخیذ الاذہان کی لغویت پر بوجہ احسن حاوی ہوجائیں۔ **و ما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم**

پیش گوئی کی وجہ

اس سے پہلے مرزا صاحب نے جب کہ یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی تھی اور اب اکمل صاحب نے یہ ظاہر کیا کہ مرزا احمد بیگ دہریہ تھا اور خدا کا منکر تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اکمل صاحب نے مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ اقتباس کیا ہے:

''اس پیش گوئی کی یہ بنیاد تھی کہ خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بل کہ بنیاد یہ تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا، اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ کو اعلانیہ گالیاں دیتا تھا اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا اور نشان کے طلب کے لیے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے اور صوم وصلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے، خدا نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے۔''

(اقتباس از خط مولوی محمد حسین تشحیذ صفحہ ۲۰۹)

''پیش گوئی اس قوم کے ڈرانے کے لیے ہے جن کی طبیعتوں میں اتحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا۔'' (تشحید صفحہ ۲۲۹)

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے قریبی رشتہ داروں جن میں احمد بیگ شامل ہے کوئی شخص واقعی دین کا مخالف تھا ان میں سے کون شخص تھا جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتا تھا اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا اور نشان کے طلب کے لیے اشتہار بھی جاری کر چکا تھا اور کیا یہ سب لوگ مرزا صاحب کو مکار سمجھتے تھے اور نشان مانگتے تھے اور صوم وصلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے اور کیا ان کی طبیعتوں میں اتحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا۔ مرزا صاحب نے احمد بیگ کی اس فرقہ میں شرکت تو خصوصیت سے ظاہر کی مگر یہ نہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے والا اور دہریہ مذہب رکھنے والا اور اشتہار دینے والا احمد بیگ تھا یا اور کوئی اگر احمد بیگ تھا تو اکمل صاحب اس کا ثبوت پیش کریں اور اگر وہ نہیں کوئی اور شخص تھا تو مرزا

صاحب کے قول کے مطابق پیشین گوئی اس کے ڈرانے کے لیے نہیں ہونی چاہیے تھی بل کہ صرف ان لوگوں کے لیے جن کی طبیعت میں اتحاد اور ارتداد ہے۔تعجب ہے کہ (بفرض محال)۔۔اور مرتد تو کوئی اور شخص ہو مگر پیشین گوئی احمد بیگ کی لڑکی کے متعلق خدا تعالیٰ کبھی ایسے بیہودہ کام نہیں کرتا۔وہ تو صاف فرما چکا ہے:

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْریٰ. [النجم:۳۸]

کوئی کسی کے گناہ میں نہیں پکڑا جاتا۔

لیکن اگر مرزا صاحب اور مرزائی جماعت اس کو جائز سمجھتی ہے تو یقیناً عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کے لیے ایک تائیدی فتویٰ پیش کرنے کی مرتکب ہے اگر مرزا احمد بیگ کے کسی رشتہ دار کے الحاد اور ارتداد کے باعث احمد بیگ کی لڑکی تختۂ مشق بن سکتی ہے تو عیسائیوں کے گناہوں کے عوض میں کیوں مسیح عذاب جہنم (العیاذ باللہ) نہیں اٹھا سکتا۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ عذر بر بنائے 'عذر گناہ بد تر از گناہ' اس وقت تراشا جب کہ احمد بیگ ان کے پیغام کو زور سے رد کر چکا تھا۔اگر یہ وجوہ کچھ اصلیت رکھتے تو اس پیغام کے ساتھ لفظوں میں یہ ظاہر کر دینا ضروری تھا کہ چوں کہ تم مخالف دین ہو، ملحد ہو، مرتد ہو وغیرہ وغیرہ۔

اس لیے خدا نے تمہارے لیے ایک نشان مقرر کیا ہے وہ یہ کہ یا تو تم اپنی شرارتوں سے باز آ جاؤ ورنہ خدا تمہاری دختر کلاں کا نکاح مجھ سے کر دے گا، اگر اس سے انکار کرو گے تو بد ہو گا وہ ہو گا جن لوگوں نے خدا کا مقابلہ کیا۔ان کو سزا دینے کے لیے جو انبیاء کے معجزات دکھائے گئے ان کی نوعیت قرآن شریف میں درج ہے لیکن مرزا صاحب کی طرف سے ان کو اس پیغام کے ساتھ کسی شرارت یا الحاد و ارتداد کی کوئی تنبیہ نہیں بل کہ احمد بیگ کو جب مرزا صاحب نے مخاطب کیا تو ایسے لفظوں میں کہ ان وجوہ کا وہم و گمان تک بھی نہ ہو۔

چنانچہ وہ اپنے ایک خط میں جو ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء کو احمد بیگ کے نام لکھا گیا جس

کے مطالعہ سے اکمل صاحب کا ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ احمد بیگ کو ان لفظوں میں مخاطب کر چکے ہیں۔

''اخویم احمد بیگ سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قادیاں میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزندان مکرم کی خبر سُنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لیے عزا پُرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا خصوصاً بچوں کی ماؤں کے لیے تو سخت مصیبت ہوتی ہے، خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحب عمر عطا کرے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی بات اس کے آگے اَن ہونی نہیں۔ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بالکل صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کے لیے خیر و برکت چاہتا ہوں، میں نہیں جانتا کہ میں کسی طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں۔ میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے۔ آپ پر ظاہر ہو جائے، مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدائے تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔''

اس عبارت میں یہ اُمور قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ مرزا صاحب نے احمد بیگ کو ''اخویم'' کے لفظ سے مخاطب کیا۔ نحوی غلطی (۱) کا میں یہاں ذکر نہیں کرتا بل کہ صرف اخوت سے بحث ہے۔

(۲) سلام اور رحمت و برکات اس کے لیے پیش کی گئی۔

(۳) محمود و فرزند احمد بیگ کی وفات پر اظہار ہمدردی کیا گیا۔

(۴) محمود کا بدل صاحب عمر عطا ہونے کی اُمید کی گئی۔
(۵) یہاں تک دل جوئی کہ عزا پُرسی میں دیر واقع ہونے پر بر بنائے عذر بیماری اظہار افسوس کیا گیا۔
(۶) محمد بیگ فرزند احمد بیگ کی درازیٔ عمر کی دعا کی گئی۔
(۷) مرزا احمد بیگ کے غبار کا ذکر کیا گیا اور اپنی صفائی حلفاً بیان کی گئی۔
(۸) غبار کی وجہ صرف پیغام نکاح دختر احمد بیگ ہے اور کچھ نہیں۔
مقام غور ہے کہ جو مسلمان ملحد بھی نہیں، مرتد بھی نہیں، خدا کو گالیاں بھی نہیں دیتے۔ صوم وصلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا بھی نہیں کرتے، خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ رسول پر ایمان رکھتے ہیں، فرشتوں کتب منزل من اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، متقی ہیں، عابد ہیں مگر مرزا صاحب کے دعوی نبوت پر ایمان نہیں لاتے وہ نہ تو سلام کے لائق ہیں نہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے نہ ان سے رشتہ ناطہ جائز ہے اور اگر ان کو کوئی ایسا دُکھ پہنچے جیسا کہ وفات محمود کا احمد بیگ کو پہنچا تو بغلیں بجائی جاتی ہیں، خوشیاں منائی جاتی ہیں اور اپنی صداقت کی دلیل بیان کی جاتی ہے کسی کا بیٹا موجود ہو تو اسے ابتر بتایا جاتا ہے مگر احمد بیگ میں کیا بات ہے کہ اس کو ان انعامات سے حصہ دیا گیا۔ صاف امر ہے کہ احمد بیگ نہ تو ملحد تھا نہ دہریہ۔ نہ مرزا صاحب کا مخالف، نہ دین کا مخالف، نہ خدا کو گالیاں دینے والا، اگر واقعی وہ ایسا ہوتا تو سنت مرزائیہ کا تقاضا یہ ہوتا کہ اس کو صاف لکھ دیا جاتا کہ دیکھا تم نے نافرمانی کی، اس کی سزا تم کو ملی۔ اب بھی اپنی شرارتوں سے باز آؤ ورنہ یہ ہوگا وہ ہوگا وغیرہ۔ آخری بات جو مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ احمد بیگ کے دل میں بجز اس کے مرزا صاحب کی طرف سے کوئی رنج نہ تھا کہ انہوں نے کیوں ان کی خورد سال لڑکی کے نکاح کا پیغام دیا اور اس فریب سے کہ خدائی الہام ہے۔ اس سے کوئی مرزائی انکار نہیں کر سکتا کیوں کہ مرزا صاحب کی تحریر صاف اور بیّن دلیل ہے۔
یہ امر کہ نکاح آسمانی کی پیشین گوئی احمد بیگ کے الحاد وارتداد وغیرہ کی بنا پر نہ

تھی- ایک اور طرح سے ثابت ہے مرزا صاحب اپنے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اشتہار میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احمد بیگ کی ایک ہمشیرہ مرزا صاحب کے چچا زاد بھائی غلام حسین سے بیاہی ہوئی تھی اور غلام حسین عرصہ پچیس (۲۵) سال سے مفقود الخبر تھا اور اس کی اراضی قیمتی تخمیناً چار پانچ ہزار روپیہ کی ہمشیرہ احمد بیگ کے نام داخل خارج ہو چکی تھی۔

احمد بیگ کی خواہش تھی کہ جدید بندوبست میں یہ زمین باجازت اس کی ہمشیرہ کے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام درج کرائے چوں کہ ایسا اندراج کاغذات بندوبست میں بلا رضا مندی مرزا صاحب کے ہو نہیں سکتا تھا کیوں کہ وہ اس مفقود الخبر کے وارث بازگشت تھے۔ اس لیے احمد بیگ کو ضرورت پڑی کہ وہ مرزا صاحب کے پاس جائیں چنانچہ وہ مرزا صاحب کے پاس گئے اور اس خواہش کو ظاہر کیا۔ مرزا صاحب نے بقول ان کے استخارہ کے بعد جواب دینے کا وعدہ کیا۔ استخارہ کرنے کے بعد جو جواب دیا۔ وہ یہ تھا کہ محمد بیگ کے نام کاغذات بندوبست میں اندراج پر رضا مندی ظاہر کرے گا مگر اپنی دختر کلاں کا عقد مجھ سے کر دیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا اور یہ خیال کیا کہ احمد بیگ پانچ ہزار روپیہ کی زمین کے لالچ میں اپنی لڑکی کا عقد کرنے پر رضا مند ہو جائے گا مگر جب انہوں نے نہ مانا اور انکار کیا تو پھر مرزا صاحب نے جو چاہا۔ ان کو خطاب دیا، ملحد بھی بنایا، مرتد بھی بنایا، خدا کو گالیاں دینے والا بھی قرار دیا مگر اس کا ثبوت مرزا صاحب کے پاس کچھ نہیں بل کہ مرزا صاحب کے خطوط بتا رہے ہیں کہ احمد بیگ پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ بعد اس کے انکار کے اس کے سر تھوپے گئے۔ مندرجہ بالا خط کی جس قدر عبارت ہم نے نقل کی ہے اس کے آخری حصہ میں خود مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ احمد بیگ کے دل میں صرف اسی امر کا غبار تھا کہ کیوں انہوں نے رشتہ کا پیغام دیا۔

ناظرین اس تحقیق سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ نکاح آسمانی کی پیشین گوئی کہ وہ

وجوہ نہیں جو مرزا صاحب یا آج اکمل صاحب بتاتے ہیں بل کہ اصلیت کچھ اور تھی۔

اکمل صاحب نے مرزا صاحب کی چند عبارتیں نقل کر کے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس پیشین گوئی سے مرزا صاحب کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کو محض خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کے لیے نکاح میں لائیں بل کہ اس پیشین گوئی کا اصلی منشا یہ تھا کہ احمد بیگ کا خاندان مورد رحمت و برکت ہو۔

اول تو یہ امر قابل غور ہے کہ مرزا صاحب کا خواہش نفسانی کے لیے نکاح کا پیغام مرزا صاحب کی تحریر سے صراحتاً کیوں ظاہر ہونے لگا۔ یہ ناممکن ہے کہ مرزا صاحب صراحتاً اس امر کا اظہار کرتے کہ میری نفسانی خواہشات کا اقتضا یہ ہے کہ محمدی بیگم کو نکاح میں لاؤں۔ آدمی جو لوگوں کو اپنے تقدس کا یقین دلانا چاہتا ہو اس کا ایسا اظہار تو ایک ناممکن امر ہے۔ عوام الناس جن کی خواہشات نفسانی اظہر من الشمس ہوں۔ ایسا اظہار وہ بھی نہیں کر سکتے البتہ ہم کو قرائن سے دیکھنا ہے کہ مرزا صاحب کا اس خواہش سے کیا منشا تھا۔ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ احمد بیگ میں وہ عیوب ثابت نہیں۔ جو مرزا صاحب نے ان کے انکار کے بعد ان کے سر تھوپے۔ علاوہ بر آں لطف تو تب تھا کہ احمد بیگ اپنے بیٹے کے نام جائداد مقبوضہ ہمیشہ خود کو درج کرانے کی کوشش میں مرزا صاحب کے پاس نہ آتے اور اس کے عوض میں مرزا صاحب اس کی لڑکی کا رشتہ طلب نہ کرتے تو شاید ان کی کچھ لاج رہ جاتی۔ پس کیوں کر کوئی سلیم الفطرۃ انسان باور کر سکتا ہے کہ مرزا صاحب جیسے بزرگ ایک مرتد یا ملحد یا دشمن دین وغیرہ کے لیے کوئی برکت کا پہلو پیدا کریں۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب سے حسن ظن رکھنے والے بھی محض اس جرم پر کہ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے۔ کافر اور جہنمی بنائے جاتے ہیں۔ اس پیشین گوئی میں جو راز پوشیدہ تھا وہ عقل مندوں کے نزدیک ظاہر ہے اور اکمل صاحب لاکھ کوشش کریں۔ مرزا صاحب اس سے بری نہیں ہو سکتے۔ اگر اکمل صاحب اس کے خلاف اب بھی اصرار

کریں تو ہم ان کی تسلی کے لیے مزید شہادت خود مرزا صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی پیش کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب کو زمین کے عوض پیغام نکاح کا حکم ہوا تھا۔ احمد بیگ یا اس کے خاندان کی گم راہی کی بنا پر نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھ سے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اس شرط سے کیا جائے گا۔ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء (دافع الوسواس)

کہیے اکمل صاحب اب بھی کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہے اور کیا اب بھی آپ نہ مانیں گے کہ احمد بیگ کا زمین کے واسطے مدد مانگنا اور اس کا مندرجہ بالا جواب کہ ''تمام سلوک اور مروت تم سے اسی (نکاح) کی شرط سے کیا جائے گا''۔ غلط ہے۔ اگر آپ کے نزدیک غلط ہے تو آپ کا اختیار۔ مرزا صاحب کی تکذیب لازم آتی ہے۔ امید ہے کہ پھر اس شق کو قبول کرنے میں آپ تامل نہ فرمائیں گے۔ (باقی دارد)

(۱) لفظ ''اخویم'' نحوی قاعدہ سے غلط ہے اگر کسی مرزائی کو اس سے انکار ہے تو ہم سمجھا دینے پر تیار ہیں۔ (ایڈیٹر)



۲۳ جون ۱۹۱۳ء

مرزا صاحب کا نکاح آسمانی

اکمل صاحب نے اس عنوان میں جن بے ہنگم دلائل سے کام لیا ہے، ان پر ریویو کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس نکاح آسمانی کے متعلق مرزا صاحب کے الہامات اور بعض تحریروں کے اقتباسات ناظرین کے سامنے رکھیں تا کہ اس بحث میں کہ مرزا صاحب کا مقصد پورا ہوا یا نہیں۔ ناظرین کو کافی غور کرنے کا موقع ملے۔

(ا) ایسا ہی براہین احمدیہ میں احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق پیش گوئی کی نسبت صفحہ ۵۱۰، ۵۱۱ اور ۵۱۵ میں پہلے سے خبر موجود ہے۔

(الف) اور وہ یہ ہے:

و ان لـم يعصيك الناس فيعصمك اللّٰه من عنده يعصمك اللّٰه من عنده و ان لـم يـعـصمك الناس و اذ يمكر بك الذى كفروا قد لى يا هامان لـعـلـى اطـلـع عـلى اله موسى و انى لاظنه من الكاذبين۔ تبت يدا ابى لهـب و تـب ما كان له ان يدخل فيها الا خائفا و ما اصابك فمن اللّٰه الـفتنة ههنا فاصبر كما صبر اولوالعزم الا انها فتنة من اللّٰه يهجب حبا جـمـا حبـا مـن اللّٰه العزيز الاكرم عطاءً غير مجذوذ شاتان تذبحان و كـل مـن عـليهـا فـان و لا تهنوا و لا تحزنوا الم تعلم ان اللّٰه على كل شئى قدر انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفرلك اللّٰه ما تقدم من ذنبك و ما تاخر اليس اللّٰه بكاف عبده فبراه اللّٰه مما قالوا و كان عنداللّٰه وجيها

اس کا ترجمہ مرزا صاحب کے لفظوں میں یہ ہے یعنی خدا تجھے بچائے گا اگر چہ لوگ نہ بچائیں میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تجھے بچائے گا اگر چہ لوگ نہ بچائیں وہ زمانہ یاد کر۔ جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بھڑکا۔ اس جگہ فرعون سے مراد شیخ حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نومسلم سعداللہ ہے اور پھر فرمایا کہ وہ کہے گا کہ خیر اس کے خدا کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں اور میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں یعنی با خدا ہونے کا دعوی سراسر کذب ہے کوئی تعلق خدا تعالیٰ سے نہیں اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہوگا اور دونوں ہاتھ اس کے ہلاک ہوگئے یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا اور ہاتھ جو کسب معاش کا ذریعہ ہیں۔ نکمے ہو جائیں گے یعنی اس پر فقر و فاقہ کی مصیبت نازل ہوگی اور اپنے مقاصد میں ناکام رہے گا اور رُسوا ہو جائے گا اور پھر فرمایا کہ اس شخص کو دعوی اسلام اور مولویت کا لائق نہیں تھا کہ تکفیر اور تکذیب پر جرات کرتا اور اس نازک مقدمہ میں چالاکی کے ساتھ دخل دیتا۔ ہاں یہ چاہیے تھا کہ صحت

نیت اور خوف دل کے ساتھ اپنے شکوک رفع کراتا اور پھر فرمایا کہ اس شخص کے منصوبوں سے جو کچھ تجھے ضرر پہنچے گا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب یہ تکفیر اور تکذیب کرے گا تو اس وقت ملک میں ایک بڑا فتنہ برپا ہوگا وہ فتنہ انسان کی طرف سے نہیں بل کہ تیرے خدا نے یہی چاہا تا وہ تجھ سے نہایت درجہ کی محبت کرے کیوں کہ ہر ایک اصطفاء امتلاء کے بعد ہوتا ہے۔ خدا کی محبت بڑے قدر کے لائق ہے کیوں کہ وہ سب پر غالب اور سب سے زیادہ کریم ہے۔ پس جس سے وہ محبت کرے گا اس کی تمام اُمیدیں کامیابی کا انجام رکھتی ہیں اور اس کی یہ عطا غیر منقطع ہے۔ اس کے بعد یوں ہوگا کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد ہے اور پھر فرمایا کہ سست مت ہو اور غم مت کرو کیوں کہ ایسا ہی ظہور میں آئے گا کیا تُو نہیں جانتا کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور پھر فرمایا کہ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تا کہ تیرا خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے یعنی کامل قبولیت عطا کرے کیوں کہ خدا تعالیٰ کا تمام گناہ بخش دینا اس محاورہ پر استعمال پاتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ پر راضی ہو جائے اور پھر فرمایا کہ خدا اپنے بندہ کے لیے کافی ہے۔ وہ اس کو ان تمام الزاموں سے بری کرے گا جو اس پر لگائے جاتے ہیں اور وہ بندہ خدا کے نزدیک وجیہ ہے۔ (اصل مع ترجمہ منقول از ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ ۵۶ و ۵۷)

مندرجہ بالا الہامی عبارت تو خیریت سے بقول شخصے اس بے ایمان عطار کی بوتل ہے جو ہرا یک شربت اسی سے نکالے دیتا ہے اور ترجمہ میں تو اس قدر تحریف اور خیانت ہے کہ توبہ بھی بھلی لیکن ہم اس کو نظر انداز کر کے صرف اس حصہ کو لیتے ہیں جو مضمون زیر بحث کے متعلق ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ **شاتان تذبحان** یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں۔ اس کے ترجمہ کے ساتھ خود مرزا صاحب نے تفسیر کر دی کہ ان دو بکریوں سے مراد مرزا احمد بیگ اور اس کا داماد ہے۔ اس کی تائید مزید مرزا صاحب کے اسی رسالہ ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۷ کی اگلی عبارت

سے ہوتی ہے۔ جہاں وہ لکھتے ہیں کہ ''ان پیش گوئیوں میں علاوہ اور پیش گوئیوں کے جوان کے ضمن میں بیان کی گئی۔ وہ دو بکریوں کے ذبح ہونے کی پیش گوئی احمد بیگ اور اس کے داماد کی طرف اشارہ ہے جو آج سے سترہ (۱۷) سال پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے۔''

مرزا صاحب نے جب مرزا احمد بیگ کو پیغام نکاح دیا تو اپنے نئے الہام کو جو آگے چل کر ناظرین کے مطالعہ میں آئے گا، مدد دینے کے لیے یا اپنے دام افتادوں کے ایمان (برعکس نہند نام زنگی کافور) کو بڑھانے کے لیے یہ بڑہانک دی کہ براہین احمدیہ میں دو بکریوں کے ذبح ہونے کی جو پیش گوئی کی گئی ہے وہ احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

مگر جب مرزا صاحب نے یہ سمجھا کہ ایک بکری کی بڑی سخت جان نکلی اور اس پر کچھ اثر نہ ہوا تو نکاح آسمانی کی پیش گوئی کی خفت مٹانے کا بہانہ سُوجھا۔ کابل میں عبداللطیف اور اس کا کوئی رشتہ دار (بیٹا یا بھائی) قادیانی بیعت کے جرم میں سنگ بار ہوئے تو مرزا صاحب کو یہ کہنے کی جرات ہوئی کہ دو بکریوں کے ذبح ہونے کی پیش گوئی کے اصل مشار الیہ دو بکرے (عبداللطیف اور اس کا ساتھی) تھے اور براہین احمدیہ کی پیش گوئی دراصل انہیں کے حق میں تھی۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ دو بکریاں کون ہیں، کوئی ہوں مگر ضمیمہ انجام آتھم میں مرزا صاحب نے نکاح آسمانی کی پیش گوئی کو تقویت دینے کے لیے یا اپنے دعوی کی دلیل کے لیے دو بکریوں کے ذبح ہونے کی پیش گوئی درج کی ہے جو بعد ازاں دوسروں کے حق میں منتقل ہو گئی تو اب ہم کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ نکاح آسمانی کی پیش گوئی بادِ ہوائی سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتی۔

(ب) واللّٰہ یعصمك من الناس کذبوا بایاتی و کانوا لھا یسھزؤن فسیکفیکھم اللّٰہ و یروھا الیك امر من لدنا انا کنا فاعلین زوجنا لھا الحق من ربك فلا تکونن من الممترین لا تبدیل بکلمات اللّٰہ ان ربك فعال لما یرید انا رادوھا الیك یوم تبد الارض اذا الفتح فی الصور فلا

انساب بینھم انما یوخرھم الی اجل مسمی اجل قریب یاتی قمر الانبیاء و امرك یتاتی۔ ھذا یوم عصیب توجھت بفضل الخطاب انا رادوھا الیك ان استجارك فاجرھا و لا تخف سنیعیدھا سیرتھا الاولی

ترجمہ: مرزا صاحب کے لفظوں میں ''اور خدا تجھ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا سو خدا ان کے لیے تجھے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں ۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ پس تُو شک کرنے والوں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے۔ وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔ اس دن زمین دوسری زمین سے بدلائی جائے گی جب صور میں پھونکا گیا تو کوئی رشتہ باقی نہیں رہے گا۔ خدا اس کو ایک مقرر وقت تک مہلت دے رہا ہے جو نزدیک وقت ہے، نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام حاصل ہو جائے گا

(اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ ایڈیٹر)

یہ سخت دن ہے آج میں فیصلہ کرنے کے لیے متوجہ ہوا، ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے، اگر تیری طرف پناہ ڈھونڈے تُو پناہ دے دے۔

(بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔ ایڈیٹر)

اور مت خوف کر، ہم اس کی پہلی خصلت پھر اس میں ڈال دیں گے۔

(اصل و ترجمہ منقول از انجام آتھم، صفحہ ۶۰ و ۶۱)

یہ ہیں مرزا صاحب کے الہامات جن کی بنا نکاح آسمانی کی پیش گوئی پر ہے۔ مرزا صاحب نے لفظ زوجنا لھا کے ترجمہ میں خیانت کی ہے۔ اس کے لفظی معنی صاف یہ ہیں کہ ہم نے وہ تجھے بیاہ دی مگر مرزا صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ ''بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا'' یہ صرف اس خفت کے مٹانے کے لیے جو ان کو اپنی سر توڑ کوشش میں بصورت ناکامی لاحق ہوئی۔ مندرجہ بالا

الہامی عبارت میں ایک دفعہ یردھا الیك اور دو دفعہ انا رادوھا الیك واقع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسمات محمدی بیگم ضرور مرزا صاحب کی طرف لوٹا دی جائے گی۔ایک فقرہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ عورت تجھ سے پناہ مانگے تو تُو اس کو پناہ دے دو۔اسی فقرہ کی بنا پر مرزا صاحب نے یہ بڑ ہانک دی تھی کہ جب داماد احمد بیگ مر جائے گا تو ایام عدت کے گذرنے سے پہلے وہ میرے گھر میں بھاگ آئے گی اور میں اس کو پناہ دوں گا اور ایک فقرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خوف نہ کر۔اس کی پہلی خصلت اس میں ڈال دی جائے گی یعنی وہ باکرہ (کنواری) ہو جائے گی۔ناظرین ان اُمور کو یاد رکھیں تاکہ آگے چل کر ان کو اس بحث میں لطف آئے۔

(ج) توبی توبی ان البلاء علی ---(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ و ۵۴)

ترجمہ: (اے عورت) توبہ کر توبہ کر تحقیق بلا تیرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

مرزا صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے اس عبارت کو ضمیمہ انجام آتھم میں مختصر کر دیا۔ہم قاضی اکمل صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس کو پورے لفظوں میں درج کیا۔قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ”الہام مندرجہ۔۔اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہے:

رایت ھذہ المراۃ واش البکاء و علی وجھھا فقلت ایھا المراۃ توبی فان البلاء علی عقبك والمصیبۃ --علیك یموت و یبقی منہ کلاب معودۃ

(تشحیذ مئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۱۵)

اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اس عورت کو دیکھا تو ایسی حالت میں کہ اس کے چہرہ پر رونے کا اثر تھا۔پس میں نے اس کو کہا کہ اے عورت توبہ کر۔پس تحقیق بلا تیرے پیچھے ہے اور مصیبت تجھ پر نازل ہے (وہ) مر جائے گا اور اس سے کچھ کتے باقی رہ جائیں گے مگر اکمل صاحب اپنے پیغمبر کے اُصول پر عمل کر کے **ویبقی منہ کلاب متعددۃ** کا ترجمہ ہی ہضم کر لیا۔

مرزا صاحب نے کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۵ میں اس پیش گوئی میں اپنے چھ (۶) دعوی بیان کیے ہیں مگر اکمل صاحب اپنے مضمون میں مرزا صاحب کے خلاف چودہ (۱۴) نشان قائم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان میں سے تیرہ (۱۳) نشان تو پورے ہو گئے ہم ذیل میں مرزا صاحب کے دعاوی اور اکمل صاحب کے نشانات باعث نمبر درج کرتے ہیں:

مرزا صاحب کے چھ دعوے	اکمل صاحب کے چودہ نشانات
دیکھو آئینہ کمالات صفحہ ۳۲۵	دیکھو تشخیذ مئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۱۷ نوٹ: مرزا صاحب اور اکمل صاحب جن دعاوی میں متفق ہیں۔ ان میں صرف مرزا صاحب کے دعاوی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اکمل صاحب کا نشان خواہ کسی نمبر پر اس کے مقابل لکھا ہے۔
(۱) نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔	خود حضرت اقدس مسیح موعود کا ان وقوعوں تک زندہ رہنا۔
(۲) نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔	(۲) یہ کہ جب تک نکاح غیر سے نہ ہو، والد دختر کا زندہ رہنا چنانچہ ۵ سال بعد جب تک اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ نہ دیا گیا۔ زندہ رہا۔
(۳) پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس نہیں پہنچے گا۔	(۳) یہ کہ نکاح کر دینے کے بعد تین سال کے اندر یعنی چھ مہینے بھی نہ گزرنے پائے کہ حسب پیش گوئی فوت ہو گیا۔

(۴) اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا	(۴) اکمل صاحب اس کو ہضم کر گئے۔ختم اللہ علی قلوبھم
(۵) اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں۔اس لڑکی کا زندہ رہنا	(۵) اس لڑکی کا ان واقعات کے ہونے تک زندہ رہنا
(۶) پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے وقار کے بیوہ نکاح میں آجانا	(۶) اکمل صاحب اس سے بھی کنی کھاتے ہیں۔

اکمل صاحب کے بقیہ نشانات

(۱) یہ کہ نکاح سے انحراف ضرور ہوگا جیسا کہ **کذبوا بایاتین** اور **یردھا الیک** سے ظاہر ہے چنانچہ ایسا ہوا کہ انہوں نے ضد سے درخواست نکاح کو نہ مانا۔

(۶) اگر نکاح کردے تو پھر تین (۳) سال کے اندر نہیں فوت ہوگا جیسا کہ اس کے خلاف نکاح کردینے کی وجہ سے تین سال کے اندر مرجانا اس دعوے کے صدق پر دلیل ہے۔

(۷) اس پیش گوئی کے بارے میں ایسے اُمور پیش آئیں گے کہ دشمنوں کو ہنسی اور استہزاء کا موقع ملے گا۔الی الآخر

(۸) کہ لڑکی کا نکاح غیر سے ضرور ہوگا جبھی تو یردھا الیك فرمایا۔الخ

(۹) لا تبدیل بکلمات اللّٰہ سے بتایا کہ یہ سب باتیں ضرور ہونے والی ہیں اور کسی روکنے والی کی روک ان کے وقوع میں آڑے نہیں آئے گی۔

(۱۰) ان ربك فعال لما یرید سے بتادیا کہ خود ملہم بھی اپنی اجتہادی رائے سے کسی وعدہ کا ایفاو متواتر اس صورت کے جو علم الٰہی میں ہے، سمجھ لے گا تو وہ نہیں ہوگا۔

(۱۱) جیسا کہ ابتدائی اقتباس مندرجہ صفحہ ۲۱۲/۲۱۱ سے واضح ہے۔ یہ پیش گوئی کی کہ اس خاندان کے وہ ممبر جو نکاح کے معاون اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے ہوں گے، وہ تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پائیں گے۔ الخ

(۱۲) انت معی و انا معك فرما کر حضور مغفور کے انجام کا بھی حال بتا دیا۔ آپ نے اللہ کے ساتھ جو اپنی معیت کا ثبوت دیا وہ آپ کی تحریرات تقریرات اور اعمال سے ظاہر ہے۔ الخ

(۱۳) عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا میں فرمایا کہ وہ وقت آتا ہے کہ خدا تجھے مقام ستائش میں اٹھائے گا۔ ایک دنیا جانتی ہے کہ ۱۸۸۸ء میں جو مرزا صاحب تھے، وہ اب ۱۹۱۳ء میں نہیں۔ اس وقت اور اس کے بعد بدگوؤں کو ہجوم تھا مگر اب مدح و ستائش کرنے والوں کا انبوہ ہے۔ الخ

(۱۴) اس نمبر میں اکمل صاحب نے جو لمبی چوڑی بحث کی ہے اس کا خلاصہ انہوں نے اس کے عنوانوں میں یوں لکھ دیا ہے کہ ''قوم کے اعمال ایفاء وعدہ میں اڑے جاتے ہیں'' دوسرا عنوان ہے کہ ''وعدہ میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے''۔ تیسرا عنوان ہے کہ وعدے کے سمجھنے میں مامور غلطی کھا سکتا ہے
چوتھا عنوان ہے کہ ''وعدے میں بعض بعض شرائط ہو سکتی ہیں۔

(باقی دارد)

(۱) اب تک تو مرزا صاحب کے رب کی کوئی بات سچی نہ نکلی۔ ایڈیٹر
(۲) خدائے وحدہٗ لاشریک کے کلمے بے شک نہیں بدلا کرتے مگر مرزا صاحب کا خدا تو روز بمصداق دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اپنے کلموں کو بدلا کرتا ہے۔ ایڈیٹر
(۳) یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا۔ ایڈیٹر
(۴) مگر داماد احمد بیگ نے تو ایسی رکاوٹ پیدا کی کہ مرزا صاحب کا۔ سوائے نفس دم نہ مار سکا۔ ایڈیٹر



۳۰ جون ۱۹۱۳ء

مرزا صاحب کی نبوت

میرے مکرم مولانا اخگر سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲ رجب ۱۳۳۱ھ کے اہل فقہ میں مرزائے قادیانی کے آسمانی نکاح کے متعلق ایک مفید مضمون نظر سے گزرا۔ یہ مضمون ایسا نہیں جس پر پہلے طالبان حق کی قلمیں نہ اٹھی ہوں۔() ہاں اس مضمون میں ایک غیر معمولی جدت ضرور ہے مجھے اس مضمون پر ریویو نہیں کرنا اور بمصداق 'ایاز قدر خود بشناس' اس کا مجھے حق بھی کیا ہے۔ ہاں صفحہ ۳ پر ایک کوٹیشن (Quotation) مزے دار ہے جس کے پہلے حصہ سے مجھے سروکار نہیں۔ دوسرے یعنی آخری حصہ کی یہ عبارت ''یہ سب لوگ مجھے مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے۔۔۔الخ''

مجھے باوجود قلت فرصت مجبور کر رہی ہے کہ احباب کی خاطر کچھ خامہ فرسائی کروں ممکن ہے کہ کسی دل کی ہدایت اسی طرح لکھی ہو۔

یہ اقتباس اس بزرگ وار کی تحریر کا ہے جس نے رنگا رنگ کے دعاوی اپنی صداقت کے لیے پیش کیے اور اپنی زندگی کو آقائے نام دار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا فوٹو اور عکس بتایا جس کے معتقدین اور مریدین کا دعوی ہے کہ ان کے مرشد کا ہر قول وفعل عین فعل نبوی ہے اور ان کے سرکار میں عربی نبی کے سچے پورے اور کامل اتباع کا کامل ترین نمونہ موجود ہے یہاں تک کہ ان کی زندگی کا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی عربی جھلک سے خالی نہیں۔

مرزا صاحب کے مریدین تو خیر بمصداق

پیران نمے پرند و مریدان مے پرانند

جو بھی ان کی شان میں کہیں حسن اعتقاد یا فرط محبت پر محمول کیا جا سکتا ہے اور اس خیال سے کہ انسان محبت کے زور میں بہت کچھ حد اعتدال سے بڑھ جایا کرتا ہے اس سے درگزر ہو سکتا ہے مگر خود جناب مرزا کی وہ تحریریں جن میں وہ مسیح وکلیم

سے بزرگ تر اور شہید کربلا سے برتر ہونے کے مدعی ہیں اور گاہ و بے گاہ محمد رسول اللہ بن کر بھی چمکتے ہیں کسی متلاشی حق کے لیے راز کو طشت از بام کرنے کے واسطے نا کافی نہیں۔ تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور میں ہمارے حضرات کے مریدین کا ایک گاؤں ''چھنیاں'' نامی ہے مجھے ایک دفعہ وہاں جانے کا اتفاق جو ہوا تو ایک مرزائی صاحب سے گفتگو کرنی پڑی جس نے اعلانیہ اسے اپنا ایمان ظاہر کیا کہ مرزا صاحب کی زندگی اور ختم رسالت کی زندگی میں کسی لحاظ سے بھی بال برابر فرق نہیں، میں حیران ہوں کہ ان کو ایسی یگانگت کہاں سے نظر آ جاتی ہے اور یہ لوگ سرکار رسالت مآب کی زندگی کو کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ کم زوری اعصاب کے بہانہ زعفران کھاتے، ان کو ختم رسالت کس تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ عالی شان محلات یہ اس ''الفقر فخری'' کا نعرہ لگانے والے کے کسی شہر میں دیکھتے ہیں۔ رمضان کے مہینے سر مجلس اعلانیہ چائے نوش کرتے، انہیں محمد کہاں نظر آتے ہیں۔

ہاں 'ایں زمیں را آسمانے دیگر است' والا معاملہ ہو تو اور بات ہے۔

میں کوئی رسالہ لکھنے نہیں بیٹھا کہ لمبے جھگڑے شروع کر دوں۔ آمدم برسر مطلب۔ مرزا صاحب شاکی ہیں کہ '' میرے قریبی رشتہ دار مجھے مکار خیال کرتے اور نشان مانگتے ہیں'' میں خیال کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہی ایک قول ان کے تمام دعاوی کو سیلاب بن کر خس و خاشاک کی طرح بہالے جانے کو کافی ہے اور صاف طور پر بتا دیتا ہے کہ '' عربی نبی'' اور '' قادیانی رسول'' میں کتنا بڑا فرق ہے اور ایک کی لائف (Life) کو دوسرے کی لائف سے کیا تعلق ہے۔

متعصب ترین عیسائی مورخین باوجود عداوت جبلّی اس امر پر یک زباں ہیں کہ سب سے پیشتر جس جماعت نے نبی عربی کے قول کو بلا چون و چرا تسلیم کیا وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس امر نے بہت سارے عیسائی محققین کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور وہ بہت سارے دوسری عمدہ باتوں کو کھینچ تان کر بڑے دکھانے کے باوجود اس مقام پر آ کر چار درجہ حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں اور سوائے محمد

کو مصطفیٰ ماننے کے چارہ نہیں دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے ان کو برحق مانا، وہ ان کی خلوت وجلوت کی محرم راز بیوی خدیجہ تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ذرا سا اشارہ پا کر اعلانیہ صدق دل سے ''**اشهد ان محمد رسول اللّٰه**'' پکار اُٹھی۔ اپنے آبائی وقدیمی مذہب کو جس میں اس نے تربیت پائی تھی ایک فقیر کے ایک کلمہ پر نثار کر دیا۔ اس کے لیے دولت لٹا دی، مال نثار کر دیا، مال و دولت کیا حقیر چیز ہے۔ جب دین وایمان دے دیا تو فرمایئے پھر باقی کیا رہا۔ اپنے خاوند کے حالات کی جس قدر صحیح خبر عورت کو ہوسکتی ہے اور ہر پوشیدہ سے پوشیدہ اور مخفی سے مخفی بات کی جیسے وہ واقف ہوسکتی ہے۔ دوسرا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تو کیا خدیجہ رضی اللہ عنہ کا بلا تامل دعوت توحید پر لبیک کہنا تاجدار رسالت کے تاج فخر میں ایک چمک دار گوہر نہیں۔ اس کے مقابلہ پر قادیانی رسول کو لائے اور اے واقف رموز قادیانی مرزائیو تم خود سوچ لو۔ بعض امر تشریح غیر کی نسبت اپنے دل میں خوب سمجھے جاسکتے ہیں (مقابلہ یوں ہوسکتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دولت حضرت پر نثار کر دی اور یہاں نصرت جہاں بیگم نے برائے نام اپنا زیور دے کر جائیداد اپنے حق میں منتقل کرا لی اور پھر زیور بھی گھر میں رہا۔ کیا کوئی مرزائی ثابت کرسکتا ہے کہ وہ زیور مرزا صاحب نے کسی کے پاس فروخت کیا اور اپنی کسی ضرورت پر خرچ کیا۔

(۱) اس میں کچھ شک نہیں کہ علماء اسلام نے اس مضمون پر بہت کچھ لکھا، اس سے پہلے خاکسار بھی چند بار قلم اٹھا چکا ہے مگر اس مضمون کی ضرورت یوں لاحق ہوئی کہ مرزائیوں نے اس پیش گوئی کے متعلق اپنے دیرینہ سکوت کو توڑا، اس لیے ان کی تحریر کا جواب ضروری ہے۔ (ایڈیٹر)



۳۰ جون ۱۹۱۳ء

باپ بیٹا کیا کہتے ہیں؟

اخبار اہل فقہ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۱۳ء میں خاکسار نے وعدہ کیا تھا کہ اگلے پرچہ میں

مرزائیوں کے عقائد بیان کردہ تشحیذ الاذہان (جن کا حوالہ اس نمبر میں دیا گیا تھا) پر تنقیدی نظر ڈالیں گے۔ افسوس ہے کہ بہ باعث بعض وجوہات اور مجبوریوں کے چند ہفتے ہو چکے ہیں مگر مضمون نہیں لکھا جا سکا۔ آج کچھ لکھ کر ایفائے عہد کیا جاتا ہے۔

پہلی خصوصیت:

خدا کا نبی ماننا ہے۔ تمام اہل سنت و جماعت کا یا دوسرے لفظوں میں کل سچے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خاتم النبین ہونے کے بعد کوئی نبی کسی قسم کا (نہ حقیقی نہ مجازی اور نہ تشریعی نہ غیر تشریعی) نہیں آئے گا۔ صرف حضرت عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام آئیں گے جو آپ سے پہلے کے نبی ہیں اور جب آئیں گے آپ کی شریعت حقہ کے تابع اور آپ کی غلامی کے مدعی ہوں گے جو خاتم النبین ہونے کے تعارض نہیں۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ خدا کے پاک بندوں کے مختلف مراتب اور علاحدہ علاحدہ مقامات ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [البقرۃ:۲۵۳]

علمائے امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ کے نزدیک مومنین، صالحین، اولیاء اللہ، تبع تابعین، تابعین، صحابہ، نبی، رسول کے معزز خطاب استعمال میں آتے ہیں۔ یہاں چوں کہ ولی، نبی اور رسول ہی کی بحث مطلوب ہے، اس لیے صرف صرف انہیں تین (۳) لقبوں کی تشریح چند لفظوں میں بیان کی جاتی ہے۔

''ولی'' - تو اسی لیے ہوتا ہے جس کو اپنے نبی اور رسول کی کامل اتباع سے مرتبہ ولایت ملتا ہے وہ کبھی ''نبی'' کے لفظ سے نہیں پکارا جا سکتا۔

''نبی'' - پہلے رسول کی شریعت اور رسالت کے ماتحت ہوتا ہے- وہ صاحب کتاب اور صاحب شریعت نہیں ہوتا بل کہ پہلے رسول کی شریعت اور کتاب کا خادم اور اشاعت کرنے والا ہوتا ہے۔

اور ''رسول'' وہ ہوتا ہے کہ جس کو کوئی نئی کتاب اور شریعت دی جاتی ہے اور بس۔

علمائے اسلام میں سے کسی کو ممکن ہے کہ اس تعریف سے کسی صورت میں یا کسی حال میں اختلاف ہو مگر مرزائیوں کو اس سے کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ چنانچہ اس کی تصدیق بھی مرزائیوں کے سب سے بڑے مشہور آرگن ''الحکم'' نمبر ۲۵ جلد ۲ مطبوعہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۵ کالم دوم سے ہوتی ہے جس کا جی چاہے کھول کر دیکھ لے۔ میں اس میں سے ضروری حصہ کو مزید اطمینان کے لیے درج ذیل کر دیتا ہوں۔ وہو ہذا

''نبی اور رسول میں فرق یہی ہے کہ رسول نئی شریعت والا اور صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی پچھلی کتاب کا متبع۔ پس اگر مسیح حضرت پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور وہ بے کتاب ہیں تو وہ صرف ایک نبی ہوئے پھر عیسائی انہیں رسول کیوں کہتے ہیں، رسول نبی سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ (دیکھو متی باب ۱۱ آیت ۵)

اس صفحہ پر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی انجیل کی نسبت لکھتا ہے:

ایسا رسول ہو کے نہ ہو صاحب کتاب
عیسائیو سمجھ میں یہ آتا ذرا نہیں
کہتے ہو کس لیے کہ مسیحا ہوا رسول
اُتری کتاب اس پر اگر مطلقاً نہیں

پس اس میں ہر دو فریقین کی مسلمہ تعریف کے بعد اب مرزا جی کے نبی اور رسول ہونے کے دعوی پر جب نظر کی جائے تو مرزا نے گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے ہیں۔ ان متضاد اقوال پر نظر ڈالنے سے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی بخوبی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ مرزا کا نبوت کا دعوی کرنا اور رسول کہلانا یا مرزائیوں کا مرزا کو نبی اور رسول کہنا سراسر جہالت اور شریعت حقہ کے بالکل برخلاف ہے۔ مرزا اور مرزائیوں کے مختلف اور متضاد اقوال ہی اس کے بطلان کی کافی شہادت ہیں۔ مرزا کی ساری عمر یہی حالت رہی کہ جب کسی نے نبی اور رسول بننے کی نسبت دلیل شرعی طلب کی تو جھوٹ بول اٹھے:

''من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب''

اور جب کسی خوش اعتقاد مرید نے کہا کہ حضرت آپ نبی اور رسول بننے سے انکار کرتے ہیں تو جھٹ یہ رٹنا شروع کیا کہ ''سچا ہے وہ خدا جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ وغیرہ وغیرہ (دافع البلاء)''

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تحقیق سے پہلے مرزا کے مختلف اور متضاد بیانات ناظرین کے سامنے پیش کر دیے جائیں۔ مرزا کی حالت بعینہٖ اس شعر کے مطابق ہے:

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے کشد بارد نہ پرو بر ہوا
گر بیر گوئیش گوید اشترم
در نہی بارش بگوید طائرم

نبوت کا دعویٰ پہلے تو ایسی دبی زبان سے کیا جاتا تھا کہ شاید ہی یہ مشکل کوئی سمجھنے والا مرزا جی کی چال کو تاڑ سکے۔ آپ اپنی الہامی کتاب توضیح المرام، صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لیے ''محدث'' ہو کر آیا ہے اور ''محدث'' بھی ایک معنی سے ''نبی'' ہوتا ہے۔ اگر چہ اس کے لیے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور سے ایک نبی ہی ہے کیوں کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ اُمور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہراتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اُمور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔''

پہلے تو دعویٰ ایسے ہی دبے الفاظ میں کیا جاتا تھا مگر اس پر بھی چین اور اطمینان نہیں تھا کہ مبادا کسی شرعی گرفت میں نہ پھنس جاؤں اور کوئی سمجھ دار مرید بھاگ

نہ جائے۔ اس کے برخلاف عجیب عجیب قسم کے مغالطے اور دھوکے مرزا نے دیے ہیں اور وہ فی الحقیقت ایسے متضاد اقوال ہیں کہ مرزا کے دعویٰ نبوت اور رسالت کے بطلان کے لیے کافی ووافی ہیں۔ بغور سنیے مرزا جی کی نبوت پر جب اعتراض ہونے لگے تو آپ لکھتے ہیں:

من نیستم رسول و نیادردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند نندرم

''کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت **وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ** [الاحزاب: ۴۰] کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ (انجام آتھم: ۲)

اس لکھنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ میں تمام کتابوں میں لکھ چکا ہوں کہ میں نبی ہوں، اب کیا ہوگا آخر سوچ سمجھ کر اس کے آگے پھر مرزایوں دُرافشانی کرتے ہیں، ناظرین بغور سنیں اور اس زود طبیعت کی داد دیں اور آئندہ چل کر بیٹا صاحب کے اعتقاد سے موازنہ کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کی کیسی بے سروپا اور بے حقیقت باتیں ہیں، آپ لکھتے ہیں:

''صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت اور رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کا استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا۔ (ناظرین ان الفاظ کو بغور ذہن نشین کر لیں) کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے (جیسا کہ تمام مرزائیوں کو لگا ہے) لیکن وہ کمالات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بہ کثرت آیا ہے، میں ان کو بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ (گویا نعوذ باللہ خدا مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے)

لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ ''مرسل'' یا ''رسول'' یا ''نبی'' کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کو میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں۔ یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۷ پر آپ کہتے ہیں؛

''بھلا یہ مجھ سے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے کافر بنوں۔''

ناظرین آپ اس ساری عبارت کا غالباً مطلب سمجھ گئے ہوں گے، مرزا کی اس تمام تحریر کا مفہوم صرف دو لفظوں میں ادا ہوسکتا ہے کہ حقیقی معنوں میں نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرنا سراسر کفر اور بے ایمانی ہے۔ غیر حقیقی طور پر مجھ کو نبی کہا گیا ہے جس کو میں خود ہی پسند نہیں کرتا کیوں کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔ میری نسبت ان الفاظ سے غیر حقیقی نبوت مراد ہے جیسے یونہی کسی ان پڑھ کا نام محمد فاضل یا اندھی کا نام لوز بی بی یا کتے کا نام ٹونی غیر حقیقی طور پر رکھ دیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت وہ نہیں ہوتا اور اپنا اعتقاد ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مگر ہمارے ناظرین ذرا صبر سے کام لیں اور وہ دیکھیں۔

یہاں تک تو ان کے کھلے لفظوں میں حقیقی معنوں میں بالکل انکار اور غیر حقیقی معنوں میں ضمناً اقرار ہے، مگر آگے چلیے اور اس کی نقیض سنیے۔ وہی مرزا جی جو خود نبی نہیں اور نبی کہلانا پسند نہیں کرتے ہیں۔ یوں دُرافشانی کرتے ہیں۔

(۱) خدا نے چاہا کہ اپنے رسول کے بغیر گواہی چھوڑے۔ دافع البلاء نمبر۲، ص:۸)

(۲) یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے، یہ قادیان اس لیے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا فرستادہ اور رسول قادیان میں تھا۔ (دافع البلاء ۲، صفحہ ۹)

(۳) باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے طاعون دُور ہوسکتی ہے؟

(دافع البلاء ۲، صفحہ ۱۲)

(۴) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ وغیرہ وغیرہ

(۵) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

اس کے علاوہ اور مرزائیوں کا کوئی رسالہ یا کوئی کتاب ایسی نہیں جو اس دعوی رسالت و نبوت سے خالی ہو مگر شروع میں صرف اتنا ضرور فرق تھا کہ اعلانیہ کھلے کھلے صاف لفظوں میں مرزا کی نبوت اور مرزا کے منکروں کو کافر کہنے سے جھپتے تھے جیسا کہ مرزا جی کے مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہوتا ہے:

''میرے دعوی کے انکار سے کوئی شخص کافر و دجّال نہیں ہوسکتا۔ میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا، میں کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا اور اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں ماسوائے اس کے ملہم و محدث کیسی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہیں اور مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔'' (ضرورت امام)

اور جب کبھی ان سے پوچھا جاتا تھا تو تشریعی نبوت کا جھگڑا لے بیٹھتے۔ کبھی اس لفظ کے لغوی معنی مراد لیے جاتے اور کبھی بالکل ہی انکار کر دیا جاتا تھا جیسا کہ اقوال مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے، مرزا جب تک زندہ رہا، مرزا اور مرزائیوں کا یہی طریقہ رہا مگر مرزا کے مرنے کے بعد تو اب حد کر دی گئی ہے۔ پچھلے دنوں میں مرزا جی کے خلف الرشید محمود صاحب ایڈیٹر تشحیذ الاذہان نے جو دُرافشانی کی تھی اس کا حال ناظرین اخبار اہل فقہ سے مخفی نہیں، اس کی تردید میں کئی مضامین لکھے گئے تھے اس میں تو خیریت سے مرزا جی کی نبوت کے صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کرنے کے علاوہ مرزا کے منکرین ہی کو نہیں بل کہ مرزا کو ولی اور بزرگ سمجھنے والوں کو بھی کافر قرار دیا تھا مگر اب تو معاملہ بالکل حد سے گزر گیا ہے ان کی دریدہ ذہنی ان کی بداعتقادی کی انتہا ہوگئی ہے اور اگر پدر نتواند پسر تمام کند کے

مطابق انہوں نے مرزا کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جو خود مرزا کے بھی وہم و گمان میں نہ تھا۔ تیرہ سو اکیس (۱۳۲۱) برس کے عرصہ میں ایسا گستاخ اور دریدہ دہن سرکار رسالت میں بے ادبانہ کلمات کہنے والا اور 'گر حفظ مراتب نکی زندیقی' پر پورا پورا عمل کرنے والا کوئی گروہ یا کوئی فرد نہیں گزرا۔ اگر کسی مسلمان کے سینے میں تھوڑی سی بھی ایمان کی چاشنی موجود ہو وہ تو ان لغویات اور کفریات کو سن کر ایک منٹ کے لیے بھی ان کی نسبت کوئی نیک گمان اپنے دل میں نہیں رکھ سکتا۔ مسلمان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مومن کے پاؤں کے نیچے سے ریت نکل جاتی ہے اور اس کی زبان سے بے ساختہ یہ صدا بلند ہونے لگتی ہے

گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارد
آہ گر از پس امروز بود فردائے

ناظرین مرزا کے اقوال تو آپ نبوت اور رسالت کے دعوی کے متعلق پڑھ چکے ہیں جن میں وہ صاف لفظوں میں لکھتا ہے کہ

من نیستم رسول

اور جو شخص قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے وہ کب کہہ سکتا ہے کہ میں بھی نبی ہوں اور اس عاجز نے کبھی حقیقی طور پر نبوت کا دعوی نہیں کیا اور میری نسبت جو لفظ رسول یا نبی کا آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل نہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور

(۴) بھلا یہ مجھ سے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعوی کر کے کافر بنوں

اور (۵) میرے دعوی کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوسکتا، اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت لاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

ناظرین ان تمام اقوال کو مدنظر رکھ کر اب بیٹا صاحب کی سنیے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کے اس قدر متضاد اقوال اور احوال ہیں جن کی کتابوں میں اس قدر اختلاف ہو جن کی حالت گرگٹ کی طرح بدلتی رہتی ہو، ان

کا کیا اعتبار ہے۔ خدا جانے وہ آیندہ کو ترقی کرتے کرتے کہاں تک پہنچیں گے۔ (مضمون مکمل دستیاب نہ ہو سکا)



۱۴جولائی ۱۹۱۳ء

باپ بیٹا کیا کہتے ہیں؟

ناظرین آپ نے پڑھ لیا کس دلیری اور جرات سے تمام سابقہ اقوال پر پانی پھیر کر صاف لفظوں میں ''صاحب شریعت'' ہونے کا دعوی کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خدائے تعالیٰ ان عقل کے اندھوں کو چشم بصیرت عطا کرے اور یہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس پر غور کریں کہ وہ شخص اپنے دعوی میں کیوں کر صادق مانا جا سکتا ہے کہ جو خود ہی لکھتا ہے کہ میں صاحب شریعت رسول نہیں بل کہ میں حقیقی طور پر نبی نہیں بل کہ نبی کہلانا اپنے لیے پسند نہیں کرتا اور پھر خود نبوت رسالت کا دعوی کرتا ہے اور اس قدر جرات سے کام لیتا ہے کہ رسول بھی ہے تو ایسا کہ صاحب شریعت۔

آپ یقین جانیے کہ اب وہ دن دُور نہیں کہ جس دن یہ لوگ کھلے بندوں اس بات کا بھی اعلان کر دیں گے کہ ہم مرزا قادیانی ہی کی امت ہیں۔ ہمیں نبی عربی فداہ روحی سے کیا کام ہے۔ اس مندرجہ بالا قول سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کیوں کہ جب اس نے صاحب شریعت ہونے کا دعوی کیا ہے اور صاحب شریعت کی یہ تعریف کی ہے کہ ''صاحب شریعت وہ ہے جس نے اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب الشریعۃ ہو گیا''

درحقیقت وہ صاف لفظوں میں کہہ گیا اور اس کے امتی اس کو مانتے ہیں مگر مصلحت وقت کے لحاظ کے لیے ابھی وہ وقت نہیں دیا کہ وہ صاف اقرار کر دیں کہ ہم مرزا کی امت ہیں، ہمارا مسلمانوں کے رسول سے کیا واسطہ اور تعلق

ہے!!!

گو بعض ناظرین کو ابھی اس بات کے ماننے میں تامل ہوگا مگر میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ ابھی وہ تھوڑے دن صبر کریں پھر وہ خود ہی سن لیں گے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔مزید اطمینان کے لیے میں مرزائیوں کا آج کل تازہ ایمان بیان کر دیتا ہوں۔ہم سنا کرتے تھے کہ ایمان گھٹتا، بڑھتا ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایمان کس طرح بڑھتا اور گھٹتا ہے مگر اب یقین ہوگیا کہ ایمان ضرور بڑھتا اور گھٹتا ہے۔اس کی زندہ مثال مرزائی موجود ہیں، پہلے اس کو مجدد مانتے تھے پھر محدث پھر مہدی پھر مسیح موعود پھر نبی غیر تشریعی اور اب رسول صاحب شریعت اور ابھی خدا جانے یہ ایمان کہاں تک بڑھے گا اور بڑھتے بڑھتے کس کدو بیل کے ساتھ جا سر ٹکرائے گا۔استغفر اللہ! لاحول ولاقوۃ!

اخبار بدر مطبوعہ ۲۴ اپریل ۱۹۱۳ء میں صاف لکھا ہے کہ

''دنیا میں صرف دو ہی نبی گزرے ہیں جنہوں نے شاہان زمان کو حق کا پیغام پہنچایا، ایک سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔دوم مولانا احمد مجتبیٰ (قادیانی) علیہ الصلوٰۃ والسلام''

ناظرین! دیکھا ان نادانوں نے کس دلیری سے ایک معمولی آدمی کو نبی اور رسول بنا دیا ہے اور نبی اور رسول بھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے نمبر پر-باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیچھے رہ گئے جن کی مرزائیوں کی نظر میں مرزا کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں۔خدائے تعالیٰ اس بداعتقادی سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔افسوس ہے کہ بہت سے نافہم مسلمان ان کی دھوکہ بازیوں میں آجاتے ہیں۔ان کی عبارت آرائی پر فریفتہ ہو کر اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں حالاں کہ مرزا اور ان کے مریدوں نے کلام کا جو عیب تھا یعنی طول بیانی اس کو ہنر سمجھ رکھا ہے اور ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا کر دکھانا چاہتے ہیں۔ان کی عبارت کا بہت سا حصہ فضول و بے مطلب ہوتا ہے اور اصل مضمون حرف چند الفاظ ان کی غرض یا مقصود صرف مطلب کو گم کرنا اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنا ہوتا ہے۔نہ ان کو

تحقیق حق سے غرض ہے نہ انہیں ایمان واسلام کی پرواہ ہے۔ یہ لوگ راہ تحقیق سے بہت دُور چلے گئے ہیں اور صداقت اور راستی سے کوسوں دُور جا پڑے ہیں۔ جو جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں جو قلم کے سامنے آتا ہے دھر گھسیٹتے ہیں۔ مسلمانوں کو عقل وہوش سے کام لینا چاہیے۔اندھا دھند کسی کام کے کرنے سے ہمیشہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔مرزا کے نبی ہونے کے جتنے دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ از سر تا پا لغو اور بیہودہ۔نہ وہ کوئی قرآن پاک کی آیت اپنے دعوی میں پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی صحیح حدیث اس کے متعلق بیان میں لا سکتے ہیں اور نہ تیرہ سو اکیس (۱۳۲۱) برس میں کسی مسلمان کا ایسا ایمان تھا جیسا کہ یہ رکھتے ہیں۔مگر پھر بھی افسوس ہے کہ بعض جاہل مسلمان ان کے مدح خوان بن جاتے ہیں، ان کے رسالوں اور اخباروں کی اشاعت کرتے ہیں، خود بھی گم راہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گم راہ کرتے ہیں۔ایک شرم ناک حرکت ہے جس سے بچنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔(باقی آئندہ)



حواشی

[۱] **انوار الصوفیہ (لاہور)**: یہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے ایماء پر آپ کی قائم کردہ انجمن خدام الصوفیہ، ہند نے اکتوبر ۱۹۰۴ء میں جاری کیا۔ پیر صاحب نے اپنے مریدین کے لیے اس رسالہ کے پڑھنے کی بارہا سختی سے تاکید فرمائی ہے۔ اس اخبار میں مسائل تصوف اور صوفیائے کرام کے تعارف پر مضامین شائع ہوتے رہے۔

[۲] **اخبار اہل حدیث (امرت سر)**: مولوی ثناء اللہ امرت سری نے نومبر ۱۹۰۲ء میں امرت سر سے یہ اخبار جاری کیا جس میں اپنے مخالفوں کی تردید میں مضامین ہوتے تھے۔ (اخبار نویسوں کے حالات: ۳۰) اس اخبار نے احناف اہل سنت کے خلاف باقاعدہ محاذ بنایا چنانچہ اس کے جواب میں امرت سر سے ہی اہل سنت کے جید عالم دین مولانا غلام احمد اخگر امرت سری علیہ الرحمۃ نے ۱۹۰۶ء میں ایک ہفتہ وار اخبار بنام 'اہل فقہ' جاری کیا۔

[۳] **مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرت سری**: مولوی صاحب ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۶۸ء کو امرت سر میں پیدا ہوئے۔ مولوی احمد اللہ رئیس امرت سر کے مدرسہ تائید الاسلام سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی، مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی نذیر حسین دہلوی اور مولوی احمد حسن کان پوری سے بھی پڑھتے رہے۔ نومبر ۱۹۰۳ء میں ہفت روزہ اخبار 'اہل حدیث' جاری کیا جو مسلسل ۴۴ سال تک جاری رہا۔ مرزا قادیانی کے رد میں کئی کتب تصنیف کیں اور ایک ماہ وار رسالہ ''مرقع قادیانی'' بھی جاری کیا۔ علماء اہل سنت کے ساتھ بھی کئی ایک مناظرے ہوئے۔ محقق اہل سنت مولانا غلام احمد اخگر امرت سری نے مولانا کے اخبار اہل حدیث کے مقابلہ میں ۱۹۰۶ء میں ہفت روزہ اخبار 'اہل فقہ' جاری کیا جو کہ تقریباً سات سال تک جاری رہا۔ مولوی ثناء اللہ امرت سری قیام پاکستان کے بعد سرگودھا میں رہنے لگے، جہاں ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو بعمر ۸۰ سال وصال ہو گیا۔ (حالات ثناء اللہ امرت سری: ۴۵ ملخصاً از عبدالرشید عراقی، مطبوعہ ندارد)

[۴] **پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری**: پیر صاحب کی ولادت باسعادت ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید کریم شاہ صاحب تھا جن کا وصال ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ پیر صاحب نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ جملہ علوم اسلامیہ کی تکمیل کی۔ والد گرامی سے سلسلہ قادریہ میں خلافت حاصل کی۔ ۱۸۹۰ء میں بابا جی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ میں بیعت وخرقۂ خلافت حاصل کیا۔ مارچ ۱۹۰۴ء میں ''انجمن خدام

الصوفیہ ہند'' کی بنیاد رکھی۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں ماہ نامہ انوار الصوفیہ (سیال کوٹ) کا اجراء کیا۔ مختلف ریاستوں کے تبلیغی دورے کرنا آپ کا معمول تھا۔ پہلا حج جون ۱۸۹۳ء میں کیا اور ۱۹۰۵ء میں دوسرا حج کیا، قبلہ شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت حدیث و دلائل الخیرات سے نوازا۔ آپ نے اپنی مبارک زندگی میں پچپن (۵۵) حج کیے۔
۲۵ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیش گوئی بدیں الفاظ فرمائی:
''ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیش گوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے، خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آیندہ چوبیس (۲۴) گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا۔''
آپ نے یہ پیشین گوئی فرمائی اور ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ یہ پیشین گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح کو دس بج کر دس منٹ پر مرزا جی آں جہانی ہو گئے۔ (جہان امیر ملت:۲۱)
پیر صاحب تحریک پاکستان سمیت دیگر کئی سُنّی تحریکات و تنظیمات کی سرپرستی کرتے رہے۔ بانی پاکستان محمد علی جناح کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ پیر صاحب اگست ۱۹۵۱ء میں وصال فرما گئے اور آپ کے آبائی علاقہ علی پور سیّداں ضلع سیال کوٹ میں تدفین کی گئی۔ پیر صاحب کو ''امیر ملت'' اور ''محدث علی پوری'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (جہان امیر ملت:۱۱۔۷ ملخصاً مرتبہ محمد صادق قصوری، مطبوعہ مرکزی مجلس امیر ملت بُرج کلاں ضلع قصور، سن اشاعت: یکم جون ۲۰۰۱ء)

[۵] **انجمن اسلامیہ (امرت سر):** امرت سر کی مسلمان کشمیری برادری کے چند افراد نے ۱۲۹۰ھ مطابق اپریل ۱۸۷۳ء میں مجلس اسلامیہ امرت سر کے نام سے یہ انجمن قائم کی، انجمن کے بانیان میں خان بہادر آغا کلب عابد (آنریری مجسٹریٹ)، خان بہادر منشی محمد مہدی (سابق وزیر اعظم ریاست بہاول پور)، حاجی خان بہادر شاہ محمد خان (آنریری مجسٹریٹ)، وغیرہ شامل تھے۔ ۱۱ اکتوبر کو مجلس اسلامیہ امرت سر کے قواعد و ضوابط منظور کیے گئے تو اس مجلس کا نام بھی تبدیل کر کے ''انجمن اسلامیہ امرت سر'' رکھ دیا گیا۔ اس انجمن کے اغراض و مقاصد میں علوم دینی و مروجہ کی اشاعت، اصلاح و رفاہ قوم، امور مفید قوم کے لیے سعی کرنا اور مناسب تجاویز پیش کرنا، اعلیٰ تعلیم کے واسطے وظائف بہم پہنچانا وغیرہ شامل تھے۔
انجمن کے اراکین کی تعداد غیر معین تھی، صرف مسلمان ہی اس کے رکن بن سکتے تھے۔ انجمن کی آمدنی کی مدات میں گورنمنٹ گرانٹ، عطیہ سرکار بہاول پور، گرانٹ میونسپل کمیٹی امرتسر، عطیہ رؤساء، چندہ، جائیداد سے آمدن، اسکول فیس اور جرمانہ وغیرہ شامل تھے۔ اس انجمن نے کئی سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ یہ انجمن قیام پاکستان کے بعد بھی کچھ عرصہ تک قائم رہی۔ (انجمن اسلامیہ امرت سر مولفہ پروفیسر

احمد سعید مطبوعہ ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب، لاہور)

[٦] **اخبار شحنۂ ہند (میرٹھ):** یہ ہفتہ وار اخبار مولوی احمد حسن شوکت نے ۲۰ جنوری ۱۸۸۳ء کو جاری کیا۔ ہر ماہ کی یکم، ۸، ۱۶ اور ۲۴ تاریخ کو نکلا کرتا تھا، عام چندہ سالانہ سات روپیہ تھا، شوکت المطابع میں چھپتا تھا۔ اس اخبار میں غیر ملکی حالات وخبریں زیادہ اور ملکی خبریں کم ہوتی تھیں۔ ایڈیٹر صاحب غیر مقلد یعنی اہل حدیث طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیے اس طبقہ کے افکار ونظریات کی یہ اخبار ترجمانی کرتا ہے۔ رفع یدین وغیرہ مسائل پر طبع آزمائی ہوتی تھی۔ حنفی اور اہل حدیث حضرات سے جو مقابلہ یا مقدمہ بازی ہوتی تھی اس کو جانب دارانہ طور پر اہل حدیثوں کی حمایت میں نمک مرچ لگا کر شائع کرتا تھا۔ (تاریخ صحافت اردو، جلد سوم، ص: ۲۵٦ ملخصاً)

[۷] **رسالہ اہل الذکر (دہلی):** یہ پندرہ روزہ رسالہ/ اخبار ۱۹۰۷ء میں جاری ہوا اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔

[۸] **مولوی شوکت علی ایڈیٹر اخبار شحنۂ ہند کا نعمانیہ کے جلسہ میں امام ابوحنیفہ کے بارے ریمارک:**

شحنۂ ہند ابتدا میں تو اخبار اہل حدیث سے متفق نہ تھا بل کہ آپس میں ایک طرح کی لگی ہوئی تھی لیکن اہل فقہ کے مضامین سے انہوں نے ہوش سنبھالا تو باہم متفق ہو گئے اور متفقہ کوششوں سے اہل فقہ کا جواب شائع کرنے لگے۔ خیر دو نہیں دس مل جائیں آخر کیا کر سکتے ہیں۔ اہل حدیث کانفرنس کے متعلق اہل فقہ کی ایک گذشتہ اشاعت میں بحث کی گئی تھی اور ملکی یا پولیٹیکل حیثیت سے اس کی عدم ضرورت ثابت کی گئی تھی اس پر شحنۂ ہند کو غصہ آیا اور انہوں نے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیا۔ یکم دسمبر کے پرچہ میں لکھتے ہیں کہ اہل فقہ کو یہ کانفرنس کھٹک رہی ہے ڈھولک مہندی ودیگر رسوم کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ یہ کانفرنس ان کو زندہ درگور کرے گی۔ اول تو سوال یہ ہے کہ آرہ میں جو یاجوج ماجوج جمع ہوتے ہیں کیا وہ بجز سر کھجلانے کے اور کوئی کام نہیں کر سکتے، اس لیے اہل حدیث کانفرنس کی ضرورت ہے یا غیر اقوام کی تقلید ضروری ہے جیسے کھتری کانفرنس وغیرہ

دوسری بات یہ ہے کہ بری باتیں زندہ درگور کس طرح ہو سکتی ہیں جب تک آپ جیسے وجود مسعود دنیا میں موجود ہیں جس طرح انجمن نعمانیہ نے آپ کو خوش کر کے امام صاحب کی تعریف کرا لی اور بقول اخبار اہل حدیث آمین کو بڑبڑانا کہلوایا اور غیر مقلدیت کا مضحکہ اڑایا، اسی طرح قبر پرست تعزیہ والے ودیگر قومیں آپ جیسے بزرگوں کو خوش کر کے مرثیے اور ٹھمریاں بنوا سکتے ہیں۔ کاش کہ ہمارا ہم عصر اپنی حالت کا اندازہ کرنے کے بعد کسی پر زبان طعن دراز کیا کرے مگر وہ ایک حد تک معذور ہیں کیوں کہ بڑھاپا مغلوب کر رہا ہے۔

اسی پرچہ میں وہ دریافت کرتے ہیں کہ امام صاحب کیا تھے مقلد یا غیر مقلد؟ اس کا جواب ہمارے گذشتہ مضامین میں آ چکا ہے اور زیادہ اس کا جواب میاں شوکت کی رباعیوں میں موجود ہے جو انہوں نے انجمن نعمانیہ کے جلسہ پر حق نمک ادا کرنے کی غرض سے پڑھی تھی۔ اس لیے ہم اس جواب سے درگزر کرتے ہیں۔ علاوہ بر آں شحنۂ ہند نے ہمارے سوال کا جواب کیا دیا چوں کہ انہوں نے ایک بڑ

ہانک دی تھی کہ حنفیوں کے نزدیک جزا حادناسخ قرآن میں ہوتی ہے، جب اس کا ثبوت طلب کیا گیا تو بغلیں جھانکنے لگے۔(۱۴؍دسمبر۱۹۰۶ء اہل فقہ)

اب شحنۂ ہند نے خود ثابت کر دیا کہ یہ لوگ سچ مچ منافق ہیں چنانچہ وہ اپنی یکم اپریل کی اشاعت میں اقرار کرتا ہے کہ انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ میں جو لیکچر دیا گیا تھا وہ مسلمانوں کے خوش کرنے کو تھا اگر وہاں وہ تقلید کی تردید کرتا تو مسلمان کہتے کہ ہیں یہ مخالف کہاں سے آ گیا۔ بالکل ٹھیک انجمن نے تو اپنی تائید میں لیکچر دلا لیا - باقی رہی یہ بات کہ وہ لیکچر منافقانہ تھا یا نہیں۔ سو یہ ثابت ہے کہ منافقانہ تھا۔ پس اب اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ لوگ ضرور منافق ہیں اور آئندہ ایسے منافقوں کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہو سکے گا۔(۱۲اپریل ۱۹۰۷ء، اہل فقہ)

[۹] **انجمن نعمانیہ (لاہور)**: انجمن نعمانیہ (لاہور) ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء میں قائم کی گئی۔ اس کے بانی اراکین میں مفتی غلام دستگیر قصوری، مولانا محرم علی چشتی، مفتی سلیم اللہ لاہوری، مولانا سراج الدین، خلیفہ تاج الدین قادری، مولانا نور بخش توکلی، مولانا غلام احمد جیسے اجلہ علماء شامل تھے۔ علاوہ ازیں ہندوستان کے اکابر مشائخ وعلماء وعمائدین ریاست کی سرپرستی بھی اس انجمن کو حاصل رہی جن میں حسب ذیل نام نمایاں ہیں:

مشائخ: پیر مہر علی شاہ گولڑی، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، شاہ علی حسین کچھوچھوی، خواجہ ضیاء الدین سیالوی، خواجہ محمد حامد خان (سجادہ نشین تونسہ شریف)، خواجہ سدید الدین مرولوی (سجادہ نشین مرولہ شریف)

علماء وفضلاء: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، مولانا غلام محمد بگوی، مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، سید دیدار علی شاہ محدث الوری، مولانا غلام مرشد، مولانا محمد حسن فیضی، مولانا کرم الدین دبیر، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مفتی غلام جان ہزاروی، مفتی اعجاز ولی خان، مولانا عبد العزیز مزنگوی

حکام واراکین ریاست: سردار یار محمد خان (ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گجرات)، سردار محمد حیات خان پوپلزئی، نواب آف بہاول پور، شاہ جہاں بیگم نواب آف بھوپال، امیر حبیب اللہ والیٔ ریاست افغانستان، نظام آف حیدرآباد دکن، نواب آف ممدوٹ۔

آغاز کے سولہ سالوں میں شاہی مسجد لاہور کے حجروں میں انجمن نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا لیکن انجمن اسلامیہ (متولی شاہی مسجد لاہور) سے اختلاف کی بنا پر انجمن کو الگ مکان (اندرون ٹکسالی دروازہ) میں منتقل ہونا پڑا۔ انجمن نعمانیہ نے طلباء کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک دارالعلوم قائم کیا۔ یتیم بچوں کی کفالت کے لیے یتیم خانہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ علاوہ ازیں ایک وسیع لائبریری بھی قائم کی گئی۔ انجمن نعمانیہ کو قائم ہوئے آج تقریباً ۱۲۷ سال بیت گئے ہیں اس دوران انجمن پر مختلف ادوار گزرے۔ جب تک انجمن کے بانیان کا سایہ اس پر قائم رہا، انجمن نے خوب ترقی کی اور ہزاروں نام ور علماء ومشائخ نے اس انجمن سے تعلیم وتربیت حاصل کی اور انجمن نے سماجی وفلاحی کاموں میں بھی

خوب نام کمایا لیکن بعد کے کچھ نااہل اراکین کی وجہ سے انجمن تنزلی کا شکار ہوتی چلی گئی۔ انجمن کے کئی شعبے بند ہو گئے حتی کہ دارالعلوم بھی بند ہو گیا، کتب خانہ سے کتب چوری ہونے لگیں یا بوسیدہ ہو کر دیمک کی نذر ہونے لگ گئیں۔ کچھ عرصہ قبل شیخ الحدیث مولانا خادم حسین رضوی صاحب (امیر فدایان ختم نبوت پاکستان) نے دارالعلوم نعمانیہ کے ناظم تعلیمات کی ذمہ داری سنبھالی ہے اور ان کے زیر انتظام دارالعلوم میں تعلیم وتربیت کے نظام بہتری کی طرف گامزن ہوا ہے۔ اللہ کریم اس ادارہ کی شان وشوکت کو بحال فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم [انجمن کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لیے دیکھیے کتاب ''صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور'' مرتبہ پیرزادہ اقبال فاروقی]

[۱۰] **مولانا شاہ سلیمان پھلواری:** آپ ۱۱ محرم الحرام ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۸۵۹ء بروز بدھ عظیم آباد (پٹنہ) کے نواحی قصبے پھلواری شریف میں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں شاہ نعمت مجیب سے حاصل کرنے کے بعد فرنگی محل لکھنؤ میں مولانا عبدالحیٔ اور سہارن پور سے مولانا احمد علی سہارن پوری سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے بخاری شریف کی سند لی، شاہ حسین مارہروی اور مولانا محمد سعید صبغۃ اللہ مدراسی سے بھی مسلسلات کی سند لی۔ تقریباً ساٹھ ستر شیوخ حدیث سے استفادہ کیا۔

شاہ علی حبیب نصر پھلواری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ اپنے حقیقی ماموں شاہ صفت اللہ اور شاہ اشرف مجیب سے اجازت وخلافت پائی۔ علاوہ ازیں مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی، شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، شاہ وحید الحق سجادہ نشین آستانہ عالیہ منعمیہ پھلواری شریف، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے خلافت واجازت حاصل کی۔ نقیب الاشراف سید عبدالرحمٰن سجادہ نشین آستانہ غوث پاک بغداد شریف سے بھی سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل کی۔

آپ بلند پایہ خطیب اور شعلہ نوا مقرر تھے، خواص وعام آپ کی تقریر سے فیض یاب ہوتے۔ آپ نے چالیس کے قریب کتب بھی تصنیف فرمائیں۔ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء بروز جمعۃ المبارک صبح چھ بج کر پچپن منٹ پر آپ کا وصال ہوا اور خانقاہ عالیہ پھلواری شریف میں آخری آرام گاہ بنی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کے ایک صاحب زادے شاہ محمد جعفر پھلواری پاکستان میں مقیم ہو گئے۔ (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص: ۲۱۔۲۳ ملخصاً)

[۱۱] **مولوی عبدالشکور ایڈیٹر النجم:** مولوی عبدالشکور مالک ومدیر اخبار النجم کا تعلق مسلکی اعتبار سے علماء دیوبند کے موافق تھے۔ شیعہ حضرات سے مناظروں وغیرہ میں مشغول رہے، بعض مناظروں میں مناظر اہل سنت مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کے معاون بھی رہے۔

[۱۲] **اخبار النجم (لکھنؤ):** لکھنؤ محلّہ پاٹا نالہ سے یہ مذہبی رسالہ غالباً جنوری ۱۹۰۵ء کو ظہور پذیر ہوا جو پندرہ روزہ تھا اور ہجری مہینہ کی ۷ اور ۲۱ کو نکلتا تھا۔ ۳۴ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس اخبار کے مالک وایڈیٹر مولوی عبدالشکور فاروقی تھے۔ سالانہ چندہ تین روپیہ تھا، عمدۃ المطابع لکھنؤ میں طباعت ہوتی تھی۔ النجم کے مقاصد حمایت اسلام، مسلمانوں کے عقائد وخیالات، خصائل وعادات، عبادات ومعاملات کی

اصلاح، اتباع شریعت اور غیر مذاہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت تھا۔ لیکن اس اخبار کو زیادہ شہرت شیعہ حضرات کے جوابات دینے کے سبب ملی۔ شیعہ اخبارات و رسائل سے اس کی نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔ مرزا قادیانی کے خیالات کی تردید بھی کرتا تھا۔ (تاریخ صحافت اردو، جلد چہارم۔ ص ۵۴۸)

اس اخبار کے مدیر کا تعلق چونکہ مکتب دیوبند سے تھا اس لیے علم غیب رسول کے منکر بھی تھے اور اہل سنت کے نظریہ کے برخلاف علم غیب کی نفی میں مضامین بھی چھاپے جس کا جواب قلعہ شریف شرق پور کے ایک عالم نے الفقیہ اخبار میں شائع کروایا جو کہ بعدازاں کتابی صورت میں بھی شائع ہوا۔

[۱۳] **مولانا سید عمر کریم عظیم آبادی:** آپ کا تعلق عظیم آباد پٹنہ سے ہے۔ مولانا محمد منیب صاحب رام پوری شاگرد علامہ فضل حق خیر آبادی و جناب مولانا حکیم عبدالحمید صاحب عظیم آبادی سے اکثر درسی کتب پڑھیں۔ حدیث و تفسیر و نیز معقول و منقول کا تکملہ انہوں نے جناب مولوی محمد کمال صاحب سے کیا جن کو حدیث کی سند مولانا عالم صاحب نگینوی تلمیذ رشید جناب مولانا محمد اسحٰق دہلوی سے پہنچی ہے۔ آپ سُنّی حنفی المذہب تھے۔ اخبار اہل فقہ و اخبار الفقیہ امرت سر میں آپ کے مقالات شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کی ایک ضخیم کتاب ''الجرح علی البخاری'' ہے، میلاد شریف کے متعلق ایک رسالہ بنام شفاء القلوب بھی تحریر فرمایا۔

[۱۴] **ماہوار برق سخن، بنگلور:** اس رسالہ کا تعارف نہ مل سکا۔

[۱۵] **اخبار نصیر، وانمباڑی:** امداد صابری لکھتے ہیں: ''وانمباڑی صوبہ مدراس سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۹۰۲ء میں نمودار ہوا، ۱۶ صفحات پر مشتمل تھا، سالانہ چندہ دو روپے چھ آنے تھا جس میں ڈاک کا محصول بھی شامل تھا۔ رسالہ اردوئے معلّٰی علی گڑھ کے شمارہ ۱۹۰۶ء میں اس اخبار پر ریویو کیا گیا تھا۔ ''صوبہ مدراس میں وانمباڑی مسلمانوں کی کثرت آبادی کے لحاظ سے مشہور ہے، اس لیے وہاں سے اسلامی اخبار نکلنے سے ہم کو خوشی ہوئی، خصوصاً اس لحاظ سے کہ بموجب ضوابط مندرجہ سرورق یہ اخبار خوشامد و تعصب سے حلفاً بری رہے گا۔ (تاریخ صحافت اردو، جلد چہارم، ص: ۶۱۹)

[۱۶] **قاسم الاخبار، بنگلور:** یہ اخبار ہفتہ وار چار ورق پر ابتدا میں جام راج پریس میں بعد میں مطبع مردوری میں چھپتا تھا۔ ۱۸۶۱ء میں جاری ہوا۔ اس کے مالک منشی محمد قاسم علی تحؔم تھے۔ اس اخبار میں غزلیں بھی شائع ہوتی تھیں۔ بقول امداد صابری ۱۹۰۵ء تک اس اخبار کا چلنا ثابت ہے۔

مولانا محمد قاسم تحؔم مالک و مدیر قاسم الاخبار مشہور عالم تھے، عیسائیوں کی کتب پر پورا عبور تھا اور بہت اچھے مناظر تھے۔ رد نصاری میں کمال رکھتے تھے۔ عیسائیوں کے رد میں بنگلور سے اخبار منشور محمدی بھی نکلتا تھا، اس اخبار کے ایڈیٹر آپ ہی تھے۔ ۱۸۷۳ء میں بنگلور کے مسلمانوں نے ایک انجمن اسلامیہ قائم کی جس کا مقصد مسلمانوں کو نصاری کے پروپیگنڈوں سے بچانا اور عیسائیوں کو مذہب اسلام کی حقیقت سے آگاہ کرنا تھا، اس انجمن کا معتمد بھی آپ کو نامزد کیا گیا۔ (تاریخ صحافت اردو، جلد دوم۔ ص ۱۶۰-۱۶۳ ملخصاً)

[۱۷] **پیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ امرت سری:** مفتی پیر غلام رسول قاسمی امرت سری معروف بہ بابا رسل امرت سر میں ہی پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا وصال بچپن میں ہی ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور برادر بزرگ مولانا عبدالعزیز قاسمی نے آپ کی تربیت فرمائی۔ قرآن مجید، فارسی اور ابتدائی کتب اپنے برادر اکبر سے ہی پڑھیں پھر مولانا مفتی عزیز الدین اور مولانا مفتی عبدالقدوس پاندانی سے صرف ونحو اور فقہ کی باقی کتب پڑھیں۔ مولانا حبیب اللہ پشاوری سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کو قدرت کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی قوت حافظہ ملی تھی، ذہانت و فطانت میں یکتائے روزگار تھے، حقائق و معارف کا استحضار بے مثال تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ تفسیر، قرآن، حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف ونحو، معانی و بلاغت، ہیئت و ہندسہ، تصوف وطب، غرض تمام علوم وفنون کی کتب نہایت بے تکلفی اور خوبی وعمدگی سے پڑھاتے تھے۔ بالخصوص علم منطق پر کمال عبور تھا۔ تمام عمر مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم (امرت سر) میں خطابت فرماتے رہے۔ حضرت خواجہ نور محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلاسل اربعہ کی خلافت واجازت حاصل ہوئی۔ آپ نے کئی تصانیف بھی رقم فرمائیں جن کے نام یہ ہیں: تحقیق المرام فی منع القراءۃ خلف الامام (عربی)، الہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح (عربی)، اتفاق البررۃ التقی علی ان سنۃ الجمعۃ لاتقضی۔

کچھ عرصہ ندوہ سے وابستہ رہے لیکن پھر علیحدگی اختیار کی۔ دیوبندی و بریلوی علماء کے اختلاف کو پسند نہ کرتے تھے۔ ۶۳ سال کی عمر میں مرض طاعون کے سبب ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو پیر کے دن اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو کوچ فرمایا۔ مولف تاریخ کبیر کشمیر کے مطابق چالیس پچاس ہزار لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ مولانا غلام احمد اخگر امرت سری مدیر اخبار اہل فقہ نے قطعۂ تاریخ تحریر فرمایا:

فاضل دہر و حامی توحید	کرد زینجا سفر بخلد رسید
نام پاکش بداں غلام رسول	شد ز طاعون براہ صدق شہید
شور ماتم بپا شدہ ہر سُو	ملک الموت روح او چو کشید
داد ریغا کہ روئے مولنا	تا قیامت کسے نہ خواہد دید
بود او بدر کامل اسلام	آفتاب علوم دین مجید
تیرہ گردید صبح ما چوں شام	شد محرم عیاں بجائے عید
خبر انتقال مولنا	اخگر خستہ حال چوں بشنید
ازخرد ہم نہ ز ہاتف غیبی	سال تاریخ رحلتش پُرسید
داد ہاتف ندا کہ اے اخگر	''بشہادت رسید نفس سعید''

۱۳۲۰ھ

(تذکرہ علمائے امرت سر از حکیم محمد موسیٰ امرت سری، ص: ۵۸-۶۸ ملخصاً)

[۱۸] **مولانا ابو یوسف عبدالصمد امرتسری:** آپ امرت سر کے معروف مفتی غلام رسول قاسمی امرت سری کے

اولین شاگردوں میں سے تھے۔ اکثر کتب انہی سے پڑھیں پھر مولانا حبیب اللہ پشاوری سے کچھ کتب پڑھیں۔علم فقہ وعلم توقیت وطب میں اچھی مہارت تھی۔علاوہ فتویٰ نویسی اور درس وتدریس کے مطب بھی کرتے تھے۔آپ نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے جن میں سے ایک رسالہ کا نام ''صولۃ الصرغام علی اعداء الامام الھمام'' تھا۔۱۳۳۶ھ میں امرت سر میں فوت ہوکر مدفون ہوئے۔(تذکرۂ اسلاف مولفہ مولوی بہاءالحق قاسمی،ص:۱۰۹)

[۱۹] **پیر سلام الدین امرت سری:** آپ حضرت مولانا پیر عبدالقدوس صاحب قاسمی کے اکلوتے صاحب زادے تھے۔آپ مولانا سلام بابا کے نام سے مشہور تھے۔مسجد جامع خان بہادر میاں محمد جان مرحوم امرت سر میں پینتالیس سال تک خطیب رہے۔صوفی مشرب اور مرنج ومرنجاں مسلک رکھتے تھے۔دین کی سادہ سادہ باتیں بیان کرتے،خود بھی روتے اور حاضرین کو بھی رلاتے۔آپ کے مریدین پاکستان کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔پاکستان بننے کے بعد لاہور تشریف لائے۔دسمبر۱۹۴۸ءکو فوت ہوکر قبرستان میانی صاحب میں مدفون ہوئے۔آپ کے مزار کے گرد چار دیواری اور دروازہ لگا کر محفوظ کر دیا گیا ہے۔مولانا کی نرینہ اولاد نہ تھی۔(تذکرۂ اسلاف:۱۴۵ملخصاً)

[۲۰] **مولانا فقیر محمد جہلمی:** مولانا فقیر محمد جہلمی علیہ الرحمۃ اہل سنت کے ممتاز عالم دین،صاحب طرز ادیب، مصنف،مترجم اور مؤرخ تھے۔آپ کی شخصیت کا ایک اور اہم پہلو اردو صحافت ہے۔-جس کی ترویج و ترقی کے لیے آپ تاحیات کمر بستہ رہے۔آپ نے اردو صحافت کے ذریعے نہ صرف ملک وملت کی بھر پور خدمت کی بلکہ مذہب ومسلک کی ترویج واشاعت اور احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ بھی خوب نبھایا۔پیش نظر مضمون میں آپ کی شخصیت کے چند اہم پہلوؤں کو متعارف کروانا مقصود ہے لیکن اس سے قبل مولانا کے شخصی کوائف کا اجمالی ذکر ضروری ہے چنانچہ مولانا اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:''راقم یعنی فقیر محمد بن حافظ محمد سفارش بقرینۂ غالب ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں موضع چتن میں جو شہر جہلم سے دو میل کے فاصلہ پر بجانب غرب واقع ہے،پنج شنبہ کے روز رات کے وقت پیدا ہوا،جب چھ سات سال کا ہوا تو پڑھنے پر بٹھایا گیا اور قرآن شریف کے ختم کے بعد کتب فارسیہ میں مشغول ہوا اور موضع ٹالیانوالہ میں جو چتن سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے-میاں قطب الدین مرحوم سے پڑھنے جاتا لیکن اکثر روز راستہ میں ہی موضع جادہ میں اپنے ماموں حافظ فتح علی مرحوم کے پاس رہ جاتا اور اپنے ماموں زاد میاں غلام محمد مرحوم سے بھی جو ایک ذہین ومستعد صاحب علم تھے،استفادہ کرتا۔اسی اثنا میں فقیہ اجل عالم بے بدل مولوی نور احمد صاحب تلمیذ فقیہ فاضل محدث کامل مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مصنف ازالۃ الاوہام واعجاز عیسوی واظہار الحق وغیرہ حال نزیل ومدرس مکہ معظّمہ جب لاہور سے مراجعت فرما کر اپنے وطن مالوفہ موضع کھائی کوٹلی میں جو جہلم سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے،سکونت پذیر ہوئے تو یہ احقر بھی ان کے درس میں جو اس وقت علاقہ جہلم میں کیا بلکہ کل پنجاب میں ایک بے نظیر گنا جاتا تھا-حاضر ہوا اور کئی سال ان کی خدمت میں صرف،نحو،فقہ و دیگر علوم کی ابتدائی کتابوں کو سبقاً سبقاً پڑھا۔بعد ازاں راولپنڈی چلا گیا جہاں پہلے مولوی عبدالکریم صاحب

حال مفتی شاہ پور سے جو کچھ دنوں کے لیے وہاں وارد تھے، منطق شروع کی اور ان کے وہاں سے چلے جانے پر مولوی محمد حسن صاحب فیروز والہ سے جو وہاں بہ تلاش روزگار تشریف لائے ہوئے تھے ۔پڑھنا شروع کیا، انہی دنوں ۱۲۷۶ھ میں دہلی کا ارادہ کیا اور ایک فوج کے ساتھ جو کانپور کو جاتی تھی ۔دہلی میں پہنچا۔ پہلے پہل پنجابی کٹرہ میں مولوی نذیر حسین صاحب کے درس میں حاضر ہوا مگر انہوں نے یہ عذر کر کے کہ ہم معقولات نہیں پڑھا سکتے، مولوی محمد شاہ صاحب مصنف مدار الحق کے سپرد کر دیا لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد بستی نظام الدین اولیاء میں جناب صدر الافاضل اعز الاماثل مولانا مفتی محمد صدر الدین خاں صاحب صدر الصدور دہلی تلمیذ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث کی خدمت میں چلا گیا جن کے درس میں تقریباً ڈیڑھ سال رہ کر قراءۃً وسماعاً کتب درسیہ متداولہ کا عبور کیا اور اواخر ۱۲۷۷ھ میں وہاں سے مراجعت کر کے اپنے وطن مالوفہ میں آیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد لاہور میں چلا گیا جہاں فاضل جلیل القدر فقیہ فرید الدہر مولوی کرم الٰہی صاحب (متوفی ۱۲۸۲ھ) سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا اور ساتھ ہی اس کے خوش خطی حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہوگئی اور 'من جدوجد' کا مصداق ہو کر مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں کتابت کی خدمت پر مقرر ہو گیا، انہی دنوں میں ۱۲۸۴ھ میں عالم بے نظیر مناظر حسن التقریر مولوی حافظ ولی اللہ لاہوری کی پادری عماد الدین سے امرتسر میں تحریری بحث ہوئی جس سے مجھ کو بھی تردید عقائد نصاریٰ کا شوق پیدا ہوا اور حافظ صاحب مرحوم سے بھی کچھ استفادہ کر کے اس فن میں مہارت پیدا کی......(حدائق الحنفیہ :۲۲)

جناب خورشید احمد خاں نے خوش نویسی میں آپ کے اساتذہ میں مرزا امام ویردی، صوفی غلام محی الدین وکیل اور میر احمد حسن کاتب دہلوی کا ذکر کیا ہے۔(ایضاً) اس کے علاوہ آپ ایک رسالہ ''انوار الشمس'' کی ادارت بھی کرتے رہے۔ رد نصاریٰ میں چند مضامین تحریر کیے جو کہ اخبار کوہ نور (لاہور) اور اخبار منشور محمدی (مدراس) میں شائع ہوئے۔

مولوی محمد الدین فوق ایڈیٹر کشمیری میگزین، لاہور لکھتے ہیں: ''مولوی فقیر محمد صاحب اپنے تمام معاصرین میں سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔'' (اخبار نویسوں کے حالات :۶۱)

مارچ ۱۸۷۵ء کو ''آفتاب پنجاب'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور نو (۹) سال تک اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ ۲۸ اگست ۱۸۸۶ء کو مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کے بیٹے محمد سراج الدین کا چھ (۶) سال کی عمر میں بعارضۂ تپ محرقہ انتقال ہو گیا جس سے آپ کو نہایت گہرا صدمہ پہنچا۔ چنانچہ مولانا سراج الاخبار میں اس صدمۂ جان کاہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''ہم اس سال کے آدھے حصہ سے برابر اپنے لخت جگر محمد سراج الدین مرحوم کے جاں گداز جگر سوز حادثہ وفات سے ایسے درد والم میں مبتلا ہیں کہ جس کا اندازہ اس عالم الغیب یا ہمارے دل دردمند کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور باوجودیکہ اس غنچہ دہن اور بلبل ہزار داستان کی دائمی فرقت کو پورے چار ماہ گزر گئے ہیں مگر غم والم کا یہ عالم ہے کہ ہنوز روز اول معلوم ہوتا ہے۔'' (سراج الاخبار ۳ جنوری ۱۸۸۷ء صفحہ ۶)

سراج الدین کی موت کے دو سال بعد مولانا کو ایک اور بیٹے کی موت کا صدمہ برداشت کرنا پڑا چنانچہ

سراج الاخبار مورخہ ۲ جنوری ۱۸۸۸ء میں ہے:
''مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کا ایک بیٹا ۲۷ اپریل ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا، محمد شفیع نام رکھا گیا جو کہ اسی سال ۱۲ نومبر کو فوت ہو گیا۔''
یوں مولانا فقیر محمد جہلمی اولادِ نرینہ کی نعمت سے تو محروم رہے لیکن آخر میں دو بیٹیاں ملیں جن میں سے ایک بیٹی ''مسز عبدالقادر'' کے نام سے دنیائے ادب میں معروف ہوئیں، اردو اور فارسی پر عبور تھا، افسانہ نویس تھیں، ان کی چار کتب لاشوں کا شہر، صدائے جرس، راہبر اور راہبہ ہیں۔ آپ کے صاحب زادے سراج الدین ظفر اردو ادب کے معروف شاعر ہوئے ہیں جو کہ اردو اور انگریزی زبان میں شاعری کرتے تھے۔ دوسری بیٹی غلام مریم صاحبہ ہیں ان کی شادی مولوی فیروز الدین مصنف فیروز اللغات (مالک فیروز پرنٹنگ پریس لاہور) کے خلف اکبر عبدالمجید خان سے ہوئی۔ (انٹرویو مسز عبدالقادر والدہ سراج الدین ظفر مشمولہ ماہنامہ شاعر، آگرہ۔ستمبر ۲۰۱۴ء)
مولانا فقیر محمد جہلمی کا وصال ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء بمطابق ۲۷ ذی الحج ۱۳۳۴ھ بہ سبب مرض اسہال بحالت نماز ہوا۔ اور جہلم شہر کے قبرستان میں اپنے بیٹے سراج الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مولانا کی صاحب زادی محترمہ غلام مریم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ وفات سے پہلے مولوی صاحب کو بار بار اجابت ہو رہی تھی مگر وہ ہر بار اجابت کے بعد وضو کرتے، آخر وقت تک کوئی نماز قضا نہیں کی اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے وضو جانا پسند نہیں کرتا۔ (حدائق الحنفیہ: ۲۳)

[۲۱] **سراج الاخبار، جہلم:** ۵ جنوری ۱۸۸۵ء/ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو پنجاب کے شہر جہلم سے مولانا فقیر محمد جہلمی مؤلف حدائق الحنفیہ نے اپنے ذاتی مطبع سراج المطابع (جہلم) سے جاری کیا، اخبار کی اشاعت ہر دوشنبہ کو ہوتی تھی۔ اخبار کا سائز ۸/ ۲۶×۲۰ اور صفحات آٹھ تھے۔ سالانہ چندہ حکومت سے ۲۰ روپے، والیان ریاست سے بارہ روپے اور عام قارئین سے تین روپے تیرہ آنے تھا۔ ابتدا میں ادارت کی ذمہ داریاں بھی مولانا خود ہی انجام دیتے تھے بعد ازاں اپنے دوست مولانا کرم الدین دبیر کو یہ ذمہ داری دے دی۔ ۱۹۰۶ء سے اخبار دس (۱۰) صفحوں پر چھپنے لگا اور ۱۹۰۹ء سے صفحات کی تعداد بارہ (۱۲) ہو گئی، جس میں سے چھ (۶) صفحات پر صرف خبریں ہوتی تھیں۔ ۱۹۱۶ء میں ایک نامہ نگار کی غلطی پر حکومت پنجاب نے پریس ایکٹ کے تحت تین ہزار روپیہ ضمانت داخل کرنے کا نوٹس بھیجا۔ ضمانت داخل نہ ہونے کی وجہ سے اخبار تقریباً چار ماہ بند رہا۔ حکام کی سفارش سے زرِ ضمانت میں تخفیف ہوئی اور اخبار ۵ جون ۱۹۱۶ء کو دوبارہ جاری ہوا۔ جس کے بعد حکومت کے ضمن میں اخبار کا رویہ خوشامدانہ ہو گیا۔ مولانا فقیر محمد جہلمی کی وفات کے بعد اخبار کچھ عرصہ تک بند رہا، یکم جنوری ۱۹۱۷ء سے اہلیہ فقیر محمد نے اسے تیسری بار جاری کیا اور ادارت کی ذمہ داریاں منشی محمد حسین الدین سیالکوٹی کے سپرد ہوئیں۔ (مجلّہ تحقیق، لاہور جلد ۲، شمارہ ۱)
اخبار کے اغراض و مقاصد: ۱۔ رعایا کے دُکھ درد کا عرض حال گورنمنٹ کے روبرو مدلل وجوہات سے پیش کرنا اور گورنمنٹ کو صلاح دینا۔ ۲۔ ترقی ملک اور رفاہ قوم کے طریقے اپنے ناظرین اور ملک اور

قوم کو بتلانا۔۳۔اہل حقوق کو اپنے حق پہچاننے کی طرف مائل کرنا اور طرز تمدن اور معاشرت بھی قوم کو بتلانا۔۴۔مسئلہ اتفاق اور ہمدردی کے فوائد قوم کے روبرو پیش کرنا۔ ۵۔علاوہ اپنے ملک ہند کے، مما لک غیر خصوصاً یورپ کے گونا گوں حالات اور وہاں کی تربیت یافتہ اقوام کے کوائف اور تازہ بتازہ خبریں، واقعات نادرہ وقتاً فوقتاً انگریزی، عربی اور فارسی وغیرہ اخباروں اور انتخاب گورنمنٹ گزٹ پنجاب، تازہ گزٹ انگریزی سے ترجمہ ہوکر درج ہوا کرے گا۔

اخبار کا دستور العمل: سرورق پر اخبار کا دستور العمل یوں تحریر ہوتا تھا:

۱۔ یہ اخبار ہفتہ وار دوشنبہ کے روز شائع ہوتا ہے جس کی سالانہ قیمت بمد پیشگی گورنمنٹ سے حسب عطیہ والیان ریاست سے ۱۲ عام شائقین سے تین روپے تیرہ آنے ہے اور مابعد دو چند ہے۔ میعاد پیشگی تاریخ خرید سے ۳ ماہ تک ہے۔

۲۔اُجرت مضامین مفید خاص واشتہارات ایک بار کے لیے فی سطر ۲/- ایک بار سے زیادہ کے لیے ۱/- فی کالم ہے۔فی صفحہ ۱۳/- ہے۔

۳۔ قیمت اخبار وغیرہ بذریعہ منی آرڈر یا دستی بھیجنی چاہیے۔

۴۔ جب کسی صاحب کی خدمت میں یہ اخبار بلا درخواست پہنچے تو بصورت نامنظوری کارڈ کے ذریعہ سے مطبع کو اطلاع دیں، اخبار واپس نہ کریں کیونکہ اخبار عرصہ کے بعد مطبع میں واپس آتا ہے اور اس عرصہ تک برابر روانہ ہوتا رہتا ہے۔ دو پرچہ اخبار تک کارڈ نامنظوری کے نہ پہنچنے پر ان کا نام نامی درج رجسٹر خریدران کیا جائے گا۔

۵۔ جو صاحب اخبار کا لینا بند کرانا چاہیں وہ ممانعت کے ساتھ ہی اخبار کی قیمت جو اس وقت تک ان کے ذمہ ہو، عنایت کریں ورنہ اخبار بند نہ کیا جائے گا اور قیمت ان کے ذمہ چڑھتی رہے گی۔

۶۔ جو خطوط تقاضا قیمت میعاد پیشگی کے گزرنے پر مطبع سے روانہ ہوں گے ان کا خرچ صاحب حساب کے نام درج کیا جائے گا۔

۷۔ جو صاحب کسی بات کا جواب مطبع سے منگانا چاہیں تو اپنی ایسی تحریر جوابی پوسٹ کارڈ پر بھیجیں۔

۸۔ کوئی بے رنگ خط نہیں لیا جائے گا۔

سراج الاخبار اپنے مشمولات کی رو سے ایک مکمل اخبار تھا اور اپنے عہد کی ضروریات کے عین مطابق تھا جس کا کریڈٹ بلا ریب مالک اخبار مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کو جاتا ہے جو کہ اپنے ہم عصروں سے صحافتی میدان میں وسیع تجربہ کا حامل ہونے کی بنا پر فوقیت رکھتے تھے۔ ترتیب اخبار میں اکثر غیر ملکی خبروں کو ابتدائی صفحات میں نقل کیا جاتا، علاوہ اس کے ملکی صورت حال، واقعات، مقامی خبریں، برقی تار و مراسلات، گورنمنٹ پالیسیوں پر ریویو، قارئین کے خطوط، انتخاب پنجاب گزٹ وغیرہ سب شامل ہوتا۔ بعض اوقات ادبی لطائف و نظمیں بھی شائع ہوتیں۔ مذہبی خبروں میں مختلف اداروں و تنظیموں کے جلسوں کے اشتہارات، جلسوں کی روداد، تنقیدی و فکری مقالات۔ دینی کتب پر تبصرہ، علماء کرام و اہم شخصیات کے وصال پر تاریخی قطعات بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

سراج الاخبار کا آغاز ایسے وقت میں ہوا جو کہ برصغیر میں مذہبی لحاظ سے افتراق وانتشار کا دور تھا۔ غیر مقلدیت، نیچریت، خارجیت اور قادیانیت/ احمدیت/ مرزائیت نے قریب قریب اسی عرصہ میں جنم لیا۔ علاوہ اس کے عیسائی مشنریز اور آریہ کی سرگرمیاں بھی اپنے عروج پر تھیں چنانچہ اخبار نے دین اسلام کے تحفظ و بقا کی خاطر اپنی مقدور بھر سعی کی اور اپنے عہد کے ہر فتنہ کا بھر پور تعاقب کیا۔ قادیانیت کے تعاقب میں اس اخبار کی خدمات کو سراہتے ہوئے شرف اہل سنت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ سے [مولانا فقیر محمد جہلمی نے] جہلم میں اپنے لختِ جگر محمد سراج الدین کے نام پر مطبع سراج المطابع قائم کیا اور اخبار سراج الاخبار جاری کیا، اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں خاص طور پر فتنۂ مرزائیت کی تردید کے لیے بڑا کام کیا۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت: ۳۹۱)

الحمدللہ راقم نے سراج الاخبار کی تقریبا سولہ (۱۶) سال کی فائلیں تلاش کر کے قادیانیت کے متعلقہ خبروں، رپورٹوں اور مقالات کو ''رد قادیانیت اور سُنّی صحافت'' کے عنوان سے ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔ (یہ کتاب مشتملہ ۳۶۷ صفحات مکتبۂ اعلیٰ حضرت (پاکستان) سے شائع ہو چکی ہے اور نفس اسلام ڈاٹ کام پر بھی موجود ہے۔)

جناب افضل حق قرشی لکھتے ہیں:

''یہ اخبار جب سے جاری ہوا، کبھی ناغہ نہیں ہوا، نہ کبھی سالانہ تعطیل۔ ۱۹۱۶ء میں پہلا واقعہ پیش آیا کہ ایک نامہ نگار کی غلطی پر ۷ فروری ۱۹۱۶ء کو حکومت پنجاب کی طرف سے زیر دفعہ ۳ شق ۲ پریس ایکٹ، ایڈیٹر کو تین ہزار روپیہ ضمانت داخل کرانے کا نوٹس پہنچا۔ ضمانت داخل نہ ہونے کی وجہ سے اخبار تقریباً چار ماہ بند رہا۔ حکام کی سفارش سے زرِ ضمانت میں تخفیف ہوئی اور اخبار ۵ جون ۱۹۱۶ء کو دوبارہ جاری ہوا۔ ۱۹۱۶ء میں بھی ایڈیٹر کے انتقال کی وجہ سے اخبار کچھ عرصہ پھر بند رہا۔ یکم جنوری ۱۹۱۷ء سے اہلیہ مولوی فقیر محمد نے اسے سہ بارہ جاری کیا۔ اس بار ایڈیٹر منشی محمد حسن الدین سیالکوٹی تھے۔''

[۲۲] **مولانا حسن میاں پھلواری:** آپ مشہور عالم دین قاری شاہ سلیمان پھلواری کے خلف الرشید تھے اور آپ کے مضامین اخبار اہل فقہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر مولوی ثناء اللہ امرت سری نے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمۃ للعلمین کا انکار کیا تو مولانا حسن میاں پھلواری نے اس کی تردید میں مضامین لکھ کر اخبار اہل فقہ میں شائع کروائے۔ ان مضامین کو جمع کر کے مولانا غلام احمد اخگر نے کتابی صورت میں شائع کیا۔

[۲۳] **مولانا عبدالرسول نقش بندی (للہ شریف ضلع جہلم):** آپ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں حضرت خواجہ غلام نبی للہی نقش بندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری کے فرزند ارجمند کے نام پر رکھا گیا اور اس کے بعد خاندان للہی کی روایت بن گئی کہ عموماً اس کے افراد کے ناموں کے آخر میں لفظ ''رسول'' آتا ہے۔ سولہ سال کی عمر تھی کہ والد گرامی نے وصال فرمایا چنانچہ اس نوعمری میں ہی خانقاہ کی تمام ذمہ داریاں آپ کے

کندھوں پرآ پڑیں۔آپ کے دور میں تعمیرات کا کام زیادہ ہوا،آپ نے اپنی رہائش گاہ پر یہ شعر لکھوا رکھا تھا:

نقشبندی احمدی عبدالرسول　　　　بادر درگاہِ اللہ بس قبول

آپ کی مہر بھی اسی شعر پر مشتمل تھی۔ یہاں لفظ''احمدی'' سے مراد حضرت شیخ احمد سرہندی ہیں۔مشائخ نقش بند کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اپنے نام کے ساتھ حضرت مجدد کی نسبت سے''احمدی'' لکھا کرتے تھے، حضرت خواجہ غلام نبی للہی اور مفتی غلام دستگیر قصوری ہاشمی کی ایسی تحریریں ملتی ہیں لیکن جب قادیانیوں نے خود کو''احمدی'' لکھنا شروع کیا تو مشائخ نقش بند نے خود کو''احمدی'' کی بجائے''مجددی'' لکھنا شروع کر دیا۔ ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء کو صرف ۲۹ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔(تاریخ مشائخ نقش بندیہ مولفہ پروفیسر عبدالرسول للہی ،ص:۶۲۵ملخصاً)

[۲۴] **میر لطف اللہ شاہ صاحب سجادہ نشین مکان شریف:** حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

[۲۵] **مکان شریف:** پنجاب کے شہر گورداس پور (انڈیا) کے ایک علاقہ کا نام ہے۔قدیم نام''رتڑ چھتڑ'' تھا۔ دریائے راوی کے بائیں کنارے پر ایک اونچے ٹیلہ پر واقع ہے۔ یہ ہندو راجہ چھتڑ دھڑی کے زیر اثر تھا۔مشائخ نقش بند میں سے حضرت بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۷۰ھ میں رتڑ چھتڑ کا نام مکان شریف رکھا دیا۔آپ کے خادم غلام محمد نے عرض کیا کہ فلاں شخص رتڑ چھتڑ سے آیا ہے۔آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ میرے سامنے پھر رتڑ چھتڑ کا نام نہ لینا،خبردار!!! مکان شریف کہنا ہوگا۔میاں خدا کی رحمت کا مورد ہے، ملائکہ کے اترنے کا مقام ہے۔پھر آیت کریمہ پڑھی جس کا ترجمہ ہے''جو اللہ کو رب کہتے ہیں اور اس پر قائم رہتے ہیں ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔'' چنانچہ اس دن سے مکان شریف مشہور ہے۔(ذکر مبارک- حالات مشائخ السادات مکان شریف:۱۳۸ مولفہ قائم الدین)

[۲۶] **پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی سرکار:** آپ ۱۸۶۰ء بمطابق ۱۲۷۶ھ بروز جمعۃ المبارک علی الصبح علی پور سیداں شریف میں پیدا ہوئے۔والد بزرگوار کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید سَید علی شاہ تھا،جب ان کو آپ کی ولادت کی خبر ملی،فرط مسرت سے گھر تشریف لائے اور آپ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے نام کی نسبت سے ''جماعت علی'' نام رکھا۔آپ بچپن سے ہی اعلیٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے،لغویات اور فضول کھیلوں سے طبعاً نفرت کرتے تھے،اپنی فطری سنجیدگی، متانت اور ذہانت کے سبب ہم عمر لڑکوں سے ممتاز نظر آتے تھے۔حضرت مولانا عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ حضرت شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ سے بھی فیض یاب ہوئے۔آپ کی ذات گرامی شریعت وسنت کی آئینہ دار تھی۔حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں بیعت ہوئے۔

حسن اتفاق ہے کہ علی پور سیداں شریف (ضلع سیال کوٹ) دو بزرگ ہستیوں کی وجہ سے معروف ہوا اور دونوں کا نام نام اسم گرامی''جماعت علی'' تھا اور دونوں ایک ہی مرشد کے فیض یافتہ اور نسبی اعتبار

سے سید تھے۔حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی نے آپ کو ''لا ثانی'' کا لقب عطا کیا۔جبکہ دوسرے بزرگ ''امیر ملت'' کے نام سے معروف ہوئے۔زیارات حرمین شریفین وسر ہند و دیگر مقامات مقدسہ آپ کے معمولات میں شامل تھا۔(تذکرہ مشائخ نقش بند-انوار لا ثانی کامل مولفہ سید علی حسین عابد/سید علی حسن عابد،ص:۴۲۵-۴۵۲ ملخصاً)

[۲۷] **مولانا غلام محی الدین سجادہ نشین باوَلی شریف (جہلم)**: آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ خان عالم علیہ الرحمۃ تھا جو کہ سلسلہ نقش بند کے مشہور بزرگ حضرت نور محمد چوراہی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔حضرت غلام محی الدین باوَلی شریف خواجہ فقیر محمد چوراہی بن نور محمد چوراہی سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔آپ کے ایک مرید مولانا کریم اللہ تھے جو کہ حرمین شریفین ہجرت کر گئے تھے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے الدولۃ المکیۃ کا ایک قلمی نسخہ ان کو عنایت فرمایا تھا جس پر علمائے حرمین شریفین کی تقاریظ حاصل کر کے مولانا کریم اللہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ارسال کرتے رہے۔الدولۃ المکیۃ پر علامہ نبہانی کی تقریظ بھی آپ ہی کے مرہون منت ہے۔(یہ معلومات مفتی علیم الدین نقش بندی نے ٹیلی فون پر عنایت فرمائیں۔)

[۲۸] **مولانا عبداللہ بہاری ثم عظیم آبادی**: حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

[۲۹] **مولانا محمد سعید صاحب**: آپ مکۃ المکرّمہ کے مشہور مدرسہ صولتیہ کے مہتمم تھے۔یہ مدرسہ فاتح عیسائیت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے قائم کیا تھا۔

[۳۰] **مولانا نور شاہ سجادہ نشین چورہ شریف**: خواجہ نور محمد سلسلہ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ چوراہیہ کے جلیل القدر اور عالی مرتبت بزرگ ہیں۔آپ کی ولادت ۱۱۷۹ھ میں موضع تیزائی علاقہ تیراہ میں ہوئی۔آپ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کے فرزند کلاں اور خلیفہ مجاز تھے۔شجرہ نسب ۳۳ واسطوں سے خلیفۂ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔آپ مادرزاد ولی تھے۔وصال سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل چورہ شریف ضلع اٹک میں سکونت اختیار کی اور یہیں ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی،مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے۔(تذکرہ مشائخ نقش بند-انوار لا ثانی کامل مولفہ سید علی حسین عابد/سید علی حسن عابد،ص:۴۰۴ ملخصاً)

[۳۱] **اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری برکاتی**: امام احمد رضا خان بریلوی: امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی ذات بابرکات محتاج تعارف نہیں۔گذشتہ ایک صدی میں جس قدر تحقیق آپ کی ہمہ جہت شخصیت پر کی گئی ہے شاید ہی ماضی وحال میں کسی عالم دین پر کی گئی ہو۔دنیا بھر کی جامعات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے جا رہے ہیں۔نیز آپ کی شخصیت وسیرت کے متعلق متعدد جلدوں پر مشتمل کتب بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ماہ وار رسالہ ''معارف رضا'' کی ایک اشاعت میں محسن رضویات ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کا ایک مکتوب بنام محمد صادق قصوری پڑھنے کا اتفاق ہوا،جس میں ڈاکٹر صاحب نے جناب صادق قصوری صاحب کو لکھا تھا کہ مظہر العلماء مولفہ سید محمد حسین سید پوری بدایونی

سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حالات لکھ کر بھیج دیجیے۔ چوں کہ یہ تذکرہ نایاب ہے اور ہنوز کتابی صورت میں شائع نہ ہوسکا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی کا تذکرہ اسی کتاب نایاب کے حوالہ سے ہی تحریر کیا جائے۔ راقم کے شہید دوست عالم ربانی شیخ اسید الحق قادری بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کتاب نایاب پر تحقیق کا آغاز کیا تھا اور فقیر کو اس کی ایک فائل بھی عنایت فرمائی تھی مگر وہ فائل کہیں گم ہوگئی دوبارہ مل نہ سکی۔ ۳ مارچ ۲۰۱۴ء کو شیخ اسید الحق قادری بدایونی بغداد شریف کے کسی نواحی علاقہ میں دہشت گردوں کی کارروائی کے سبب شہید ہوگئے۔ آپ کی شہادت کے بعد اس کتاب پر تحقیقی کام کا آغاز مولانا خوشتر نورانی (مدیر جام نور، دہلی) نے شروع کر رکھا ہے۔ اللہ کرے کہ جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ مظہر العلماء کے چند صفحات سہ ماہی العلم کراچی میں ڈاکٹر ایوب قادری صاحب کی تحقیق وحواشی کے ساتھ شائع ہوئے تھے۔ ہم اسی سے فاضل بریلوی کے حالات یہاں نقل کر رہے ہیں:

''عمر عزیز کا بڑا حصہ تصنیف وتالیف میں صرف ہوا۔ محقق ہیں۔ علوم معقول ومنقول میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ جلسہ ندوۃ العلماء کی مخالفت میں جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کے معین وموید رہے چنانچہ ندوہ کی مخالفت ومخاصمت میں کتب، رسائل واشتہارات شائع کرنے کی غرض سے ذاتی صرفہ سے ایک مطبع بنام ''مطبع اہل سنت وجماعت'' جاری کیا۔ آپ کا مجموعہ فتاوی کئی ضخیم جلدوں میں شائع ہوگیا ہے۔ آپ کے معتقدین جناب کو ''مجدد مأتہ حاضرہ'' کہتے اور لکھتے ہیں۔'' (ص: ۱۷)

[بحوالہ سہ ماہی رسالہ العلم، کراچی - اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء]

[۳۲] **مولانا عبدالمقتدر سجادہ نشین بدایوں شریف:** آپ کے جد امجد حضرت سیف اللہ المسلول نے آپ کا نام محمد عبدالمقتدر رکھا تھا۔ عرف عام میں ''مطیع الرسول'' اور گروہ علما میں ''سرکار صاحب الاقتدار'' کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ عوام میں ''بڑے مولانا صاحب'' مشہور تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر تھا۔ ۱۱؍ جمادی الآخر ۱۲۸۳ھ کو بدایوں مولوی محلّہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ تاریخی نام ''غلام پیر'' رکھا گیا تھا۔ چھ سال کی عمر تک اپنے دادا کی آغوشِ تربیت میں نشو ونما پائی۔ اس کے بعد استاذ العلما مولانا نور احمد عثمانی سے نیز اپنے والد بزرگوار سے علوم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی۔ مرید وخلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے والد محترم کے تھے۔ بچپن ہی سے طبیعت زہد واتقا کی طرف مائل تھی۔ عبادت وریاضت میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ مرد بزرگ اور درویش کامل تھے۔ روحانی قوت بہت تھی، پوشاک بہت معمولی پہنتے تھے اور غذا نہایت سادہ استعمال کرتے تھے۔ اپنے بزرگوار کا بے حد ادب کرتے تھے۔ کبھی نظر ملا کر گفتگو نہ کی۔ وعظ بہت فرماتے تھے، اوائل عمری میں آپ کے مواعظ حسنہ رنگینی الفاظ اور فراوانی جذبات سے مملو ہوتے تھے۔ بعد میں سلاست اور سادگی اختیار کرلی تھی۔ بزرگانِ طریقت کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ایک بار اماکن متبرکہ کی زیارت کے سلسلے میں بغداد شریف نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ تشریف لے گئے تھے۔ نہایت نیک طینت، خدا ترس بزرگ

تھے۔ بے شمار اشخاص آپ کے مرید ہوئے۔ بیسوں کو دولتِ فقر سے نوازا۔ حضرت مولانا عبدالماجد بدایونی اور حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر آپ کے خلفائے گرامی تھے۔ متعدد اشخاص کو درس دے کر سند الفراغ عطا کی۔ حضرت مولانا شاہ سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم نے بھی آپ کے روبرو حدیث شریف کا دور کر کے سند حاصل کی تھی۔ ۲۵ر محرم ۱۳۳۴ھ کو وقت فجر بحالت نماز عین سجدے میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ مزار اقدس درگاہ شریف میں ہے۔ (تذکرہ خانوادۂ قادریہ مرتبہ عبدالعلیم قادری مجیدی، ص: ۱۰۰ امطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی انڈیا)

[۳۳] **مولانا ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی**: مولانا عبدالقیوم کے خلف اکبر اور مولانا عبدالحامد بدایونی مہاجر پاکستان کے بڑے بھائی، مولانا عبدالماجد بدایوں کے مشہور و معروف عثمانی خاندان کے ممتاز فرد تھے۔ ۴ر شعبان ۱۳۰۴ھ کو بدایوں مولوی محلّہ میں ولادت ہوئی تھی۔ ''منظورِ حق'' تاریخی نام رکھا گیا تھا، چودہ سال کی عمر میں سایۂ پدری سر سے اُٹھ گیا تھا۔ تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محبّ رسول کے تربیت [ص: ۳۵۷] یافتہ تھے۔ بدایوں مدرسہ قادریہ میں مولوی عبدالمجید آنولوی، حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری، مولانا محبّ احمد قادری اور مولوی محمد ابراہیم بدایونی سے علوم رسمی و حقیقی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ۱۳۲۰ھ میں دستار بندی کی فضیلت سے سرفراز ہوئے تھے۔ بعد ازاں دہلی جا کر حکیم غلام رضا خاں اور حکیم عبدالرشید سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ سرکار صاحب الاقتدار حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری مطیع الرسول کے مرید ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ ملی اور ملکی تحریکات کے سرگرم کارکن رہے۔ بدایوں کی مایۂ ناز ہستیوں میں آپ کا شمار تھا۔ عراق اور حجاز میں سیاحی کی تھی، بغداد شریف اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ پنڈت موتی لال نہرو، مسیح الملک حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی جوہر اور مہاتما گاندھی سے خصوصی تعلقات تھے۔ ان کے ساتھ تمام ہندوستان کا دورہ کیا۔ خلافت کمیٹی اور آل انڈیا نیشنل کانگریس کے ممتاز رکن رہے۔ عالم و فاضل، صاحبِ وجد و حال، اہل ذوق و شوق، متوکل، فدائے ملت، حاملِ شریعت اور منجملہ اربابِ طریقت تھے۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی۔ منظور تخلص تھا، نثر و نظم دونوں شعبوں میں طبع آزمائی فرماتے تھے۔ تقریر بے نظیر کرتے تھے، دورانِ تقریر عمامے کے بل کھل جاتے تھے اور عبا کے دامن ہوا میں لہرانے لگتے۔ سامعین پر عجیب و غریب کیفیات طاری ہو جاتی تھیں۔ جلسہ کشت زعفران بن جاتا اور کبھی مجلسِ عزا، کبھی قہقہے بلند ہوتے اور کبھی آہ و بکا کا شور اُٹھتا تھا [ص: ۳۵۸]۔ ۱۳۵۰ھ میں آل انڈیا مسلم کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔ راجا صاحب سلیم پور کے مہمان تھے۔ وہیں اچانک طبیعت علیل ہو گئی۔ دست و قے کے سبب ضعف و نقاہت ایک دم بڑھ گئی اور ۳ر شعبان ۱۳۵۰ھ کو مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء واصل بحق ہوئے۔

آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبدالواحد عثمانی آپ کے ساتھ تھے۔ موٹر کے ذریعے نعش بدایوں لائی گئی تھی۔ تقریر کے اختتام پر شہادت کی دعا مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ نہلا کفنا کر جنازہ جب تیار ہوا تو چند قطرے لہو کے ناک سے جاری ہوئے اور پھر جنازہ قبر میں

اُتارتے وقت تک تازہ خون اُبھن اُبھن کر نتھنوں سے بہتا رہا تھا۔عیدگاہ شمسی میں حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔ درگاہ قادری کے جنوبی دالان میں پیرو مرشد کے پائیں آرام فرما رہے ہیں۔ اسی دالان کے اندر جانب شرق آپ کے والد آسودہ ہیں۔(تذکرہ خانوادہ قادریہ:۱۰۲،۱۰۳مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں-انڈیا)

آپ نے درج ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

خلاصۃ العقائد، خلاصۃ المنطق، خلاصۃ الفلسفہ، فصل الخطاب، قسطنطنیہ، الاستشہاد، کشف حقیقت مالابار، الخطبات الدعائیہ للخلافۃ الاسلامیہ، خطبات عربیہ، خلافت الٰہیہ، خلافت نبویہ، فلاح دارین، عورت اور قرآن، الاظہار، المکتوب، دربارعلم، درس خلافت، جذبات الصداقت، اعلان حق، القول السدید، جوازعرس۔

مولانا عبدالماجد بدایونی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے گاندھی کو''مبعوث من اللہ''یا''مذکر'' کہا تو ان الزامات کا مکمل جواب شہید بغداد شیخ اسید الحق قادری نے اپنی کتاب''تذکرۂ ماجد''(صفحہ نمبر ۴۵)میں دیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں الزامات بے بنیاد ہیں،تفصیلات کے لیے تذکرۂ ماجد ملاحظہ فرمائیں۔

[۳۴] **الحکم، قادیان:** یہ اخبار قادیان ضلع گورداس پور سے ۱۸۹۷ء میں ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوا۔سالانہ قیمت پانچ روپے سالانہ ہوتی تھی اور اس کا مقصد مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں کے لیے مخصوص ہے۔یعقوب علی تراب قادیانی اس کے ایڈیٹر تھے۔(فہرست اخبارات ہند:۹۳)یہ اخبار قادیانیوں کا نہایت اہم اخبار تھا۔مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں اس میں شائع ہوتی تھیں نیز مرزا کے مخالفوں کو اسی اخبار سے جواب دیا جاتا تھا۔

[۳۵] **البدر، قادیان:** یہ ہفتہ وار اخبار قادیان سے ۱۹۰۱ء میں جاری ہوا۔محمد افضل مرزائی اس کا ایڈیٹر تھا جبکہ مینیجر و مہتمم شیخ فیض علی صابر مرزائی تھا۔ یہ اخبار ہر جمعہ کو نکلتا تھا۔اس اخبار میں معمول کی خبریں اور مرزا قادیانی کے الہام وغیرہ شائع ہوتے اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی دیے جاتے تھے۔

[۳۶] **تشحیذ الاذہان:** ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی نے ایک انجمن تشحیذ الاذہان قائم کی اور ایک ماہ وار رسالہ جاری کیا۔اس رسالہ کا مقصد مرزائی عقائد وافکار کی تائید میں مضامین شائع کرنا تھا۔اس انجمن کا سربراہ مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود تھا۔

[۳۷] **ریویو آف ریلجنز:** قادیانیوں کا یہ تبلیغی رسالہ جنوری ۱۹۰۲ء میں ماہانہ بنیادوں پر جاری ہوا۔انگریزی و اردو زبان میں اب بھی نکلتا ہے۔قادیانیت کے افکار کی اشاعت اور مخالف طبقوں کی تردید اس کا مقصد اولیں ہے۔(تاریخ صحافت اردو از امداد صابری جلد چہارم،ص:۱۸۳ملخصاً)

اس رسالہ کے مہتمم وایڈیٹر چوہدری الحاد تھے۔انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام پہلے مطبع فیض عام لاہور اور بعد ازاں انوار احمد پریس میں طبع ہونے لگا تھا۔۴۸صفحات پر مشتمل اس رسالے کا مقصد

قادیانیوں کے مذہبی خیالات کی تبلیغ واشاعت تھااور ساتھ ہی دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیت کے مبلغوں کے خیالات کی تردید میں پیش پیش رہتا تھا۔(فہرست اخبارات ہند،جدید:۲۰۰)

[۳۸] **اخبارالحق:** یہ اخبار ۱۹۱۰ء میں دہلی سے منشی قاسم علی دہلوی نے جاری کیا۔منشی صاحب مرزا قادیانی کے مخصوص مریدوں میں سے تھے۔ یہ اخبار قادیانیوں کا آرگن تھا۔اپریل۱۹۱۲ء میں منشی قاسم علی دہلوی نے مولوی ثناء اللہ امرتسری سے مناظرہ کیا جس میں اسے شکست ہوئی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کو قادیانی جماعت کی جانب سے تین سو روپیہ نقد بطور انعام ملا۔(تاریخ صحافت اردو از امداد صابری، جلد چہارم،ص:۸۱۸،۸۱۹)

[۳۹] **منشی محمدالدین ایڈیٹر کشمیری میگزین:** آپ کے جدامجد محمد میاں حسن ڈار مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں کشمیر سے پنجاب آئے۔موضع گھڑتل ضلع سیال کوٹ میں مقیم ہوئے۔ان کے دادا منشی رجب علی صاحب سکھوں کی فوج میں میر منشی تھے اور اس جنگ میں شامل تھے جو سکھوں اور انگریزوں کے درمیان ۱۸۴۱ء کو چیلیانوالہ ضلع گجرات میں ہوئی تھی۔ جب پنجاب پر انگریز قابض ہو گئے تو وہ پٹواری کے عہدہ پر کوٹلی ہرنرائن ضلع سیال کوٹ میں متعین ہو گئے۔

فوق صاحب فروری ۱۸۷۷ کو پیدا ہوئے۔اسکول کی تعلیم حاصل کی پھر کالج کا رخ کیا۔شعروشاعری سے بھی شغف رہا۔حصول روزگار کے لیے مولوی محبوب عالم کے پیسہ اخبار میں ملازم ہو گئے۔ ناول بھی تحریر کیے۔اخبار آفتاب پنجاب، کوہ نور، گلزار ہند وغیرہ کے ایڈیٹر رہے۔نومبر ۱۹۰۱ء میں لاہور سے اخبار پنجۂ فولاد جاری کیا۔ماہوار رسالہ کشمیری میگزین جاری کیا۔۱۹۱۴ء میں رسالہ طریقت نکالا جو چار سال تک جاری رہا، ۱۹۱۸ء میں رسالہ نظامی جاری کیا جو جلد ہی بند ہو گیا۔اخبار نویسوں کے حالات پر ایک کتاب تحریر کی۔کشمیر کے متعلق کئی کتب تحریر کیں جن کے نام یہ ہیں: تاریخ کشمیر، مشاہیر کشمیر، خواتین کشمیر، رہنمائے کشمیر، کشمیری زمیندار، سفرنامہ کشمیر، تمدن کشمیر، حکایات کشمیر، شباب کشمیر، تاریخ اقوام کشمیر، تاریخ بڈ شاہی وغیرہ۔ دیگر کتب میں-لاہور عہد مغلیہ میں، مآثر لاہور، تذکرہ علمائے لاہور، شالامار باغ، تذکرہ صوفیاء لاہور، مہاراجہ رنجیت سنگھ، تاریخ سیال کوٹ، حیات داتا گنج بخش، تذکرۃ الصالحین۔کل تصانیف کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔منشی صاحب شاعری میں پہلے پہل ''شوقؔ'' تخلص کرتے تھے لیکن شوق نیموی عظیم آبادی کی شہرت کے سبب ''فوق'' رکھ لیا۔(تاریخ صحافت اردو، جلد چہارم-ص۱۵۴-۱۶۲ ملخصاً)

[۴۰] **کشمیری میگزین، لاہور:** لاہور سے جنوری ۱۹۰۶ء کو یہ ماہانہ رسالہ محمدالدین فوقؔ نے جاری کیا۔سالانہ چندہ دو روپے دو آنے تھا، قیمت فی پرچہ تین آنے تھی اور اسٹیم پریس لاہور میں مولوی عبدالحق کے اہتمام سے چھپتا تھا۔اس رسالہ میں کشمیری قوم کی شادی غمی کی رسومات بد کی اصلاح، قومی مجلسوں کے انعقاد کی تجاویز، صنعتی، تجارتی، اخلاقی، علمی، تمدنی، تاریخی اور تعلیمی مضامین شائع ہوتے تھے۔ رسالہ کا مقصد یوں تحریر کیا جاتا تھا:

''اس رسالہ کا مقصد اس دُور افتادہ ملک میں اشاعت تعلیم، قومی بیداری، حفاظت حقوق اور تمدنی ترقی

ہے اوران تکالیف کے رفع کرانے کے اسباب مہیا کرنا ہیں جو کشمیری مسلمانان پنجاب کو کسی نہ کسی وجہ سے حصول اراضی اور مسئلہ فوج کے متعلق پیش آ رہے ہیں۔''

یہ میگزین خاصا مقبول ہوا۔ پہلا پرچہ پانچ سو چھپا تھا۔ بعد میں اس کی اشاعت تیرہ سو تک ہو گئی تھی۔ ۱۹۱۲ء میں بارہ سو تھی۔ فوق صاحب نے جنوری ۱۹۱۳ء سے میگزین کو ہفتہ وار کر دیا تھا۔ ہر پرچہ میں کسی نہ کسی مشہور آدمی کی تصویر بھی چھپتی تھی۔ (تاریخ صحافت اردو، جلد چہارم-ص: ۵۵۵۔۵۵۳ ملخصاً)

[۴۱] **نعتیہ ادب پر پہلا رسالہ:** مولانا غلام احمد اخگر نے نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے ایک ماہ وار رسالہ بھی جاری کیا تھا جس کا نام ''گلستان رحمت'' تھا۔ فقیر قادری کو اگرچہ اس کا کوئی شمارہ نہ مل سکا تاہم اخبار اہل فقہ کے متعدد شماروں میں اس کے اشتہار ضرور نظر سے گزرتے رہے چنانچہ انہی اشتہارات کی بنیاد پر فقیر نے رسائل حسن کے مقدمہ میں درج ذیل تحریر لکھ دی: ''مولانا غلام احمد اخگر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے ہندوستان کی تاریخ کا سب سے پہلا نعتیہ رسالہ بنام ''گلستان رحمت'' جاری کیا-مولانا اخگر لکھتے ہیں: ''یہ نعتیہ رسالہ جو ہندوستان بھر میں اکیلا ہے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۵ہجری المبارک (۴نومبر ۱۹۰۷ء) کو پہلا پرچہ نکلا- عاشقان رسول کریم کے نور ایمانی کو جلا دینے والا اور قلب مخزون کو تسکین بخشنے والا ہے-کون مسلمان ہے جو رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کی نعت پڑھنے سننے کا عاشق نہ ہو-'' (اہل فقہ، ۶ دسمبر ۱۹۰۷ء)

اس کے ہر شمارے کے لیے کوئی خاص مصرع طرح رکھا جاتا اور تمام شعرا حضرات اسی پر نعتیہ کلام تحریر فرماتے -شہنشاہ سخن، استاذ زمن مولانا حسن رضا خان حسن فاضل بریلوی سے ایک ملاقات میں مولانا اخگر نے جب اس رسالے کے اجرا کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا حسن رضا نے اس کی تحسین فرمائی اور تاریخی قطعہ بھی تحریر فرمایا۔ (کلیات حسن: ۴۸۷-۳۸۷ مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور)

کچھ روز قبل تحقیقی کام کی غرض سے پنجاب پبلک لائبریری (لاہور) جانا ہوا۔ جناب امداد صابری صاحب کی کتاب ''تاریخ صحافت اردو'' کی ورق گردانی کرتے ہوئے فقیر کی نظر ایک رسالہ پر ٹھہر گئی جو کہ نعتیہ ادب کے فروغ میں ۱۸۹۵ء میں جاری ہوا تھا۔ چونکہ اس دریافت سے فقیر کی گذشتہ تحریر یعنی ''گلستان رحمت'' کو پہلا نعتیہ رسالہ قرار دینا- کی تردید ہوتی ہے، اس لیے اب قارئین کرام کے لیے امداد صابری کی کتاب ''تاریخ صحافت اردو'' جلد سوم سے اس رسالہ کا تعارف نقل کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

''گلدستہ مداح النبی''- یہ نعتیہ کلام کا ماہ نامہ گلدستہ جھجر ضلع رہتک سے ۱۸۹۵ء کو شائع ہوا۔ پہلے سولہ (۱۶) صفحات پر، بعد میں بیس (۲۰) صفحات پر نکلنے لگا تھا۔ مہتمم مولوی غلام احمد خاں بریاں تھے۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ تھا۔ نمونہ کا پرچہ ڈیڑھ آنہ میں ملتا تھا۔ مسلم پریس جھجر میں طباعت ہوتی تھی۔ اس گلدستہ میں نعتیہ کلام کے ساتھ اپریل ۱۸۹۷ء کے بعد سے ایک ناول بالاقساط چھپنے لگا تھا، اس وقت سے بیس صفحات ہو گئے تھے اور اس کی ابتدا مولانا بریاں نے اپنے ناول ''الحسنات'' سے کی تھی۔

مولانا نے کتب تصوف بھی تالیف فرمائی تھیں۔'' (تاریخ صحافت اردو، جلد سوم، ص ۶۵۵)
اللہ کرے کہ کوئی صاحب اس موضوع پر تحقیقی بنیادوں پر کام کرتے ہوئے نعتیہ ادب کے فروغ میں سُنّی صحافت کے کردار کی تاریخ مرتب فرما دیں۔ آمین

[۴۲] **مولانا حسن رضا خان فاضل بریلوی:** آپ ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو بریلی محلّہ سوداگران میں وارد جہان رنگ وبُو ہوئے۔ آپ کے خاندان میں نسل در نسل فتوی نویسی کا سلسلہ جاری ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آپ کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ نے تعلیم اپنے والد بزرگوار اور برادر اکبر سے ہی حاصل کی نیز داغ دہلوی سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو آپ کا نعتیہ کلام بہت پسند تھا۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''ذوق نعت'' نہایت مقبول ہے۔ آپ نے رد قادیانیت میں اولین ماہوار رسالہ ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' کا اجراء کیا۔ آپ نے کئی تصانیف رقم فرمائیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:
دین حسن، نگارستان لطافت، تزک مرتضوی، آئینۂ قیامت، بے موقع فریاد کے مہذب جواب، سوالات حقائق نما برروس ندوۃ العلماء، فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوہ، ندوہ کا تیجہ رودادسوم کا نتیجہ، ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری، اظہار روداد، کوائف اخراجات، ذوق نعت، صمصام حسن بردابر فتن، وسائل بخشش، ثمر فصاحت۔
الحمدللہ فقیر قادری اور محبّ گرامی مولانا افروز قادری چریاکوٹی مدظلہ العالی کی مشترکہ کاوش سے مولانا حسن رضا کی جملہ منظوم ومنثور کتب دو ضخیم جلدوں میں بنام ''کلیات حسن'' اور ''رسائل حسن'' پاکستان و ہندوستان سے شائع ہو چکی ہیں۔
۱۳۲۵ھ میں مولانا حسن رضا زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، حج کا فریضہ ادا کیا اور ۲۲ رمضان ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) کو بعمر ۵۰ سال اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دست مبارک سے قبر میں اُتارا۔ (تفصیلات کے لیے رسائل حسن مطبوعہ اکبر بک سیلرز (لاہور) کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔)

[۴۳] **مفتی ابوالزبیر غلام رسول قاسمی امرت سری:** آپ کے نسب کے متعلق مولانا عبدالعزیز امرت سری ''تحقیق المرام فی منع قراۃ خلف الامام'' مطبوعہ اول ۱۲۹۶ھ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:
''مولف (مفتی صاحب موصوف) از اولاد حضرت بابا پیر امیر الدین واوشاں از اولاد امجاد بابا محمد عنایت اللہ ابن بابا محمد قاسم ابن صاحب کرامات وعالی مقامات حضرت محمد اسمٰعیل سہروردی احمد اکدلی است ونام نامی ایشاں در تاریخ اعظمی'' (تذکرہ اسلاف: ۸۴)
نام ور محقق حکیم موسیٰ امرت سری لکھتے ہیں: ''مفتی غلام رسول قاسمی صاحب امرت سر میں پیدا ہوئے اور ابھی بچے ہی تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ (جو بڑی صالحہ، عابدہ اور خدا پرست خاتون تھیں) اور برادر بزرگ مولانا عبدالعزیز قاسمی (متوفی ۱۲۹۹ھ) کے سایۂ عاطف اور نگرانی میں پرورش اور تربیت پائی، قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے برادر اکبر موصوف سے

پڑھیں۔اس کے بعد والدہ کے ہم راہ اقارب سے ملاقات کے لیے کشمیر جانا ہوا تو وہاں قریباً تین سال تک اقامت پذیر رہے،اس دوران کشمیر کے مشہور علماء مولانا مفتی عزیز الدین صاحب (متوفی ۱۳۱۴ھ) اور مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب پاندانی (متوفی ۱۲۸۳ھ) سے کتابیں پڑھیں۔ (تذکرہ علماء امرت سر:۵۹)

امرت سر واپس آ کر مولانا قطب الدین،مولانا قاری عبدالعلی صاحب اور مولانا حبیب اللہ پشاوری سے تلمذ حاصل کیا اور علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

آپ تفسیر،قرآن،حدیث،فقہ،اصول حدیث،اصول فقہ،منطق،فلسفہ،صرف ونحو،معانی و بلاغت، ہیئات و ہندسہ،تصوف وطب نہایت عمدگی اور خوبی سے پڑھاتے تھے۔آپ کے تلامذہ میں مولانا نور بخش توکلی (مصنف سیرت رسول عربی ﷺ) اور دیوبندی مکتب فکر کے مولوی محمد حسن (بانی جامعہ اشرفیہ (لاہور) نمایاں ہیں۔تدریس کے علاوہ آپ امرت سر کی مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم میں جمعہ کا خطبہ دیتے تھے۔آپ کی علمی قابلیت کا شہرہ سن کر مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے آپ کو تمام علوم کی سند ارسال فرمائی حالاں کہ آپ کی کبھی ملاقات مولانا سے نہ ہوئی۔مفتی صاحب سلسلہ نقش بندیہ کے معروف بزرگ خواجہ دین محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ومجاز تھے۔

مفتی صاحب کی تصانیف کے چند نام یہ ہیں: تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام،الالھام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح (عربی)،اتفاق البررۃ التقی علی ان ستۃ الجمعۃ لاتقفی۔غیر مطبوعہ کتب میں امکان و امتناع نظیر کے متعلق ایک رسالہ،حواشی قاضی مبارک،حواشی شرح ملا جامی وغیرہ۔نیز آپ کے مضامین اخبارات و رسائل میں بھی شائع ہوتے رہے۔امرت سر کے مشہور اخبار اہل فقہ اور الفقیہ میں آپ کے مضامین ملتے ہیں۔

مفتی صاحب صوفی المشرب تھے،بریلوی دیوبندی اختلاف کو پسند نہیں کرتے تھے۔تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا،آخری لمحات میں بھی سورۂ یسین کی آیت ''ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق'' کی تفسیر بیان کی۔آپ کا وصال ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو پیر کے دن بوقت سحر ہوا۔تقریباً چالیس پچاس ہزار مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔مولانا غلام احمد اخگر امرت سری نے یہ قطعہ وصال تحریر فرمایا:

فاضل دہر و حامی توحید — کرد ذلیخا سفر بخلد رسید
نام پاکش بداں غلام رسول — شد ز طاعون براہ صدق شہید
شور ماتم بپا شدہ ہر سُو — ملک الموت روح او چو کشید
داد ریغا کہ روئے مولانا — تا قیامت کسے نہ خواہد دید
بود او بدر کامل اسلام — آفتاب علوم دین مجید
تیرہ گردید صبح ما چوں شام — شد محرم عیاں بجائے عید
خبر انتقال مولانا — اخگر خستہ حال چوں بشنید

از خردہم نہ ز ہاتف غیبی — سال تاریخ رحلتش پُرسید
داد ہاتف ندا کہ اے انگر — ''بشہادت رسید نفس سعید''
۱۳۲۰ھ

[۴۴] **مولانا پیرمحبوب احمد ملقب بہ مولوی خیرشاہ امرت سری:** آپ کا شمار امرت سر کے نامی علماء میں ہوتا ہے۔آپ جید عالم دین اور صاحب دل بزرگ تھے۔قبلہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری سے شرف بیعت وخلافت حاصل تھا۔قبلہ امیر ملت کی معیت میں گاؤں گاؤں جا کر تبلیغ وارشاد کی شمع فروزاں کرنے میں مگن رہے۔آپ نے دکن،میسور،کالی کٹ وغیرہ دور دراز علاقوں میں ایسی شان دار خدمات تبلیغ انجام دیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔علماء امرت سر نے آپ کے لیے''میر واعظ'' کالقب تجویز کیا۔

آپ کو فن مناظرہ میں خاص مہارت حاصل تھی۔آپ نے کئی مناظروں میں مخالفین کو شکست دی اور ہزاروں لوگ آپ کے دست حق پرست پر تائب ہوکر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔آپ نے کئی کتب بھی تصنیف فرمائیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

برکات علی پور شریف، شرح اورادفتحیہ، الکتاب المجید فی وجوب التقلید، السیوف البارقۃ علی رؤس الملاحدہ الملقب بہ تیغ برّاں بردشمن محبوب سبحانی المعروف بہ فاتحہ خوانی،الغضب من اللہ علی من تبع ثناء اللہ المعروف بہ خاص بجلی بردشمن جماعت علی،الفضل من اللہ علی من قراء شیئاً للہ

اس کے علاوہ آپ کے مضامین اخبار اہل فقہ (امرت سر) اور الفقیہ امرت سر میں بھی شائع ہوئے۔ آپ کا وصال ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۲۰ء کو ہوا اور مزار مبارک امرت سر میں بنا۔فقیہ اعظم مولانا محمد یوسف شریف کوٹلوی نے تاریخ کہی:

مولوی خیر شاہ فرد زماں — فخر احناف کرد چوں رحلت
با سر آہ سال تاریخش — ہاتفم گفت رفت در جنت

(امیر ملت اوران کے خلفاء:۲۱۲۔۲۱۵ملخصاً)

[۴۵] **اخبار الفقیہ (امرت سر):** اخبار الفقیہ [امرتسر] سرزمین پنجاب سے جاری ہونے والا واحد سنی اخبار تھا جس کا حلقہ قارئین ہندوستان بھر کے علاوہ مشرق میں بنگال، برما، سری لنکا اور مغرب میں ریاست ہائے بہاول پور اور بلوچستان کے دور اُفتادہ قصبوں تک وسیع تھا۔ہندوستان بھر میں جنم لینے والی ملکی، صوبائی، علاقائی، سماجی، فلاحی، سیاسی، مذہبی تنظیموں،تحریکوں اور انجمنوں کے اغراض ومقاصد وسرگرمیوں کے نشر و ابلاغ میں ربع صدی سے زائد [تقریباً35 برس تک] بھرپور کردار ادا کرنے والا یہ اخبار 5 جولائی 1918 میں حکیم معراج دین امرتسری کی زیرادارت جاری ہوا۔ریکارڈ کی درستگی کے لیے یہاں یہ وضاحت کرنا مناسب ہے کہ الفقیہ کے پہلے شمارہ پر تاریخ اشاعت 5 جولائی 1918ء درج ہے جب کہ کچھ عرصہ بعد جب رسالہ کے سرورق پر تاریخ اجرادرج کرنے کا سلسلہ شروع

ہوا تو اس پر 7/ جولائی 1918ء تحریر ہے جو کہ یقیناً سہو ہے۔ کیونکہ 'الفقیہ' اپنے اجرا سے 20/ مئی 1924ء تک ہر ماہ کی 5 اور 20 تاریخ کو شائع ہوتا رہا، یکم جون 1924ء سے ہفتہ وار اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ [بحوالہ الفقیہ 20/ مئی 1924ء]

'الفقیہ' کی ضرورت وافادیت کے پیش نظر اکابر اہل سنت نے اس کی سرپرستی قبول کی، چنانچہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے مدیر الفقیہ کے نام مکتوب تحریر فرمایا: 'الفقیہ' کو سنیت کا ترجمان قرار دیا اور اپنے خاندان کے بارہ افراد کے نام اس کا اجرا کروایا۔ [الفقیہ، 5/ اکتوبر 1918ء]

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے جو کہ الفقیہ کے مالک و مدیر حکیم معراج دین صاحب کے شیخ طریقت بھی تھے۔ نہ صرف الفقیہ کی سرپرستی قبول فرمائی بلکہ اپنے مریدین، محبین، متعلقین کو بایں الفاظ 'الفقیہ' کو خریدنے اور پڑھنے کی ہدایت کی:

''فقیر کے یاران طریقت میں جو آدمی اردو پڑھ سکتا ہے اُسے لازم ہے کہ اخبار الفقیہ اور رسالہ انوار الصّوفیہ ضرور خرید کر پڑھے اور جو اردو پڑھنے والا ان دونوں پرچوں کو نہ خریدے اور نہ پڑھے اس کو فقیر سے کوئی تعلق نہیں۔'' [الفقیہ، 5/ جون 1919ء]

مولانا غلام احمد اخگر امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مدیر 'الفقیہ' کے پیر بھائی اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ تاحیات حکیم معراج دین صاحب کے مدد و معاون رہے اور آپ کے علمی و تحقیقی مضامین کی بدولت الفقیہ کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ مولانا اخگر کا وصال 15/ اگست 1927ء کو ہوا، مفتی غلام رسول قاسمی امرتسری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [عقیدۂ ختم نبوت، جلد 13، ص: 439]

فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی مولانا امام الدین کوٹلوی، مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی [ابن فقیہ اعظم]، قاضی فضل احمد نقشبندی لدھیانوی، مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، محقق و مدقق مولانا محمد عالم آسی امرتسری، مفتی حشمت علی خان بریلوی، سید محمد میاں قادری مارہروی، مفتی عبد المتین بہاری، مولوی سید عمر کریم صاحب پٹنوی، مولانا خیر شاہ صاحب واعظ اسلام، مولوی پیر سلام دین صاحب، مولانا محمد مصطفیٰ حیدر آبادی، ابو المحامد محمد احمد علی اعظمی مئوی، مولانا نور محمد نقشبندی مرتضائی، مولانا امام الدین رام نگری وغیرہم ایسی علمی شخصیات کے علمی و تحقیقی مقالات و فتاوی الفقیہ کی زینت بنتے رہے، خاص طور پر فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات۔ کہ الفقیہ کا شاید ہی کوئی ایسا شمارہ ہو جو فقیہ اعظم کی تحریر سے خالی رہا ہو۔ الفقیہ کی تشہیر و اشاعت کے لیے فقیہ اعظم اپنی تقریر کے آخر میں لوگوں کو الفقیہ کا سالانہ خریدار بننے کی ترغیب بھی دلاتے۔ [تذکرہ فقیہہ اعظم از ڈاکٹر مجیب احمد، ص: 71]

اخبار الفقیہ کو اپنی تمام عمر مالی مشکلات کا سامنا رہا، بارہا قارئین اور صاحب ثروت حضرات سے تعاون

کی اپیلیں کی گئیں۔انہی مالی مشکلات کے سبب کبھی کبھار اخبار ہفت روزہ کی بجائے پندرہ روزہ شائع ہوتا، قارئین'الفقیہ' کے پُر زور اصرار کے باوجود الفقیہ کی روزانہ اشاعت ممکن نہ ہوسکی۔تقسیم ہند کے بعد حکیم صاحب کو تمام مال جائداد چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی، نادر و نایاب کتب پر مشتمل لائبریری بھی امرتسر ہی میں رہ گئی[جس کے ضیاع کا حکیم صاحب کو بہت قلق رہا]۔الفقیہ کے بغیر آپ خود کو ادھورا سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے حکومت پاکستان سے الفقیہ کے اجرا کے لیے ڈیکلریشن کے حصول کی سرتوڑ کوشش کی اور بالآخر 7راگست 1948ءکو گوجرانوالہ سے الفقیہ [پندرہ روزہ] کا اجرا کیا، لیکن تین ماہ بعد ہی 9رنومبر 1948ءکو آپ کا وصال ہوگیا۔آپ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ تک آپ کے صاحب زادہ مولانا فیاض الدین نے رسالہ [پندرہ روزہ] جاری رکھا پھر دوسرے صاحب زادہ عیاض الدین احمد نے ادارت کا منصب سنبھالا اور سلسلہ اشاعت ماہ وار کردیا مگر مالی مشکلات کے سبب ماہ وار اشاعت بھی ممکن نہ رہی اور بالآخر 1952ءمیں صحافت کا یہ درخشندہ ستارہ ڈوب گیا۔

[۴۶] **فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی:** حضرت فقیہ اعظم ۱۸۶۱ء میں حافظ عبدالرحمٰن کے ہاں کوٹلی لوہاراں (غربی) ضلع سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔درس نظامی اور فن مناظرہ کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔انجمن نعمانیہ لاہور کے دارالعلوم میں بھی کچھ عرصہ تحصیل علم کے لیے مقیم رہے۔آپ نے خطہ پوٹھوہار کے مادرزاد ولی اللہ حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقش بندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۶۔۱۸۴۸) عیدگاہ شریف (راول پنڈی) کے دست حق پرست پر بیعت کی۔آپ کی تصانیف لگ بھگ ساٹھ (۶۰) ہیں۔علاوہ ازیں ملک کے معروف جرائد و رسائل مثلاً ہفت روزہ اخبار الفقیہ (امرت سر)، رضوان (لاہور)، سراج الاخبار (جہلم) اور ماہ نامہ انوارالصوفیہ (سیال کوٹ) میں آپ کے مقالات وفتاوی شائع ہوتے رہے۔آپ عربی، اردو، فارسی اور پنجابی کے قادرالکلام شاعر تھے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے محرم الحرام ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۹۱۹ء کو صحاح ستہ، مشکوۃ المصابیح اور دوسری تمام متداولہ کتب احادیث کی اجازت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اپنی خلافت سے بھی نوازا۔آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد عبدالقادر نقش بندی مجددی (۱۳۴۲ھ۔۱۲۸۱ھ) اور چھوٹے بھائی مولانا محمد امام الدین کوٹلوی قادری رضوی علیہم الرحمۃ (۱۹۶۱ء۔۱۸۶۱ء) کو بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے خلافت حاصل تھی۔انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خان (لاہور) میں مولوی اشرفعلی تھانوی سے مناظرہ طے پایا تو اہل سنت و جماعت کی طرف سے دیگر جید علماء کرام کے علاوہ مفتی حامد رضا خان فاضل بریلوی کے ہم راہ حضرت فقیہ اعظم بھی تھے۔آپ کا وصال ۶ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء کو راول پنڈی میں ہوا۔(ماہ نامہ معارف رضا (کراچی)، شمارہ دوازدہم ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے کتاب ''تذکرہ فقیہ اعظم مرتبہ ڈاکٹر مجیب احمد مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ (مرید کے، شیخوپورہ پاکستان))

[۴۷] **حکیم معراج الدین احمد امرتسری (مدیر اخبار الفقیہ)**: حکیم معراج دین امرتسری بھی علمی لحاظ سے ایک قدآور شخصیت کے حامل تھے، تصنیف وتالیف سے کافی شغف رکھتے تھے، آپ نے ارائیں قوم کی تاریخ پر ایک مبسوط کتاب بنام 'تاریخ ارائیاں' تحریر فرمائی، ہندبھر کے ارائیوں کو متحرک و منظم کرنے کے لیے آپ نے 'انجمن راعیانِ ہند' قائم کی جس کے تحت ملک بھر میں ارائیں قوم کے اجلاس منعقد ہوتے رہے، اس انجمن کے تحت ایک رسالہ 'الراعی' بھی جاری کیا۔ صحافتی میدان میں سنیت کی ترجمانی کرنے میں حکیم صاحب کا کلیدی کردار رہا، آپ نے کئی اخبار ورسائل کا اجرا کیا چنانچہ الفقیہ کے علاوہ اخبار ہنٹر، اخبار جماعت، المعین، الراعی، کامریڈ اور ایک ماہوار رسالہ 'حنفی' جاری کیا۔ حکیم معراج دین امرتسری ابن حکیم محمد ابراہیم 7 ر اپریل 1886ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے اور 9 ر نومبر 1948ء کو لاہور میں تقریباً 63 برس کی عمر میں وصال فرما گئے، آپ کو لاہور کے تاریخی قبرستان 'میانی صاحب' میں دفن کیا گیا۔ 14 ر اگست 1996ء میں تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ لاہور نے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے 'تحریک پاکستان گولڈ میڈل' دیا جو کہ آپ کے صاحبزادے مولانا فیاض الدین احمد نے وصول کیا۔ [تحریک پاکستان اور علمائے کرام از صادق قصوری، ص: 155]

[۴۸] **قاضی فضل احمد نقش بندی لدھیانوی**: آپ قصبہ شاہ پور تحصیل پٹھان کوٹ ضلع گورداس پور (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ آپ کے پردادا کا کی شاہ کے والد بہادر سنگھ تھے انہوں نے ۱۶ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اسلامی نام عبدالوہاب رکھا گیا۔ آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے:
قاضی فضل احمد بن قاضی الٰہ دین بن بانی شاہ بن کا کی شاہ بن قاضی عبدالوہاب۔
آپ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی غلام دستگیر قصوری علیہما الرحمۃ سے بہت عقیدت تھی یہاں تک کہ آپ کے مخالف آپ کو ان حضرات کا مرید سمجھتے تھے لیکن آپ سید صادق علی شاہ نقش بندی کے مرید تھے۔ آپ نے فرقۂ باطلہ وہابیہ دیابنہ مرزائیہ کے رد میں بہت کتب لکھیں اور جرائد و رسائل میں مضامین تحریر فرمائے۔ آپ کی کتاب انوار آفتاب صداقت پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے تقریظ بھی رقم فرمائی۔ دیگر تصانیف میں الامامۃ بالعمامۃ والصلوٰۃ بالمروحۃ، الدر المکنون فی دعاء دفع الطاعون، گفتگوئے جمعہ (محمود شاہ وہابی کے ساتھ بحث)، مفید النساء، ازالۃ الریب عن مبحث علم الغیب، اطلاع حالات واہیہ فرقۂ گاندھویہ وہابیہ نجدیہ، فضل التوحید فی جواب اثبات التوحید، قرن الشیطان اعمی کے شیطانی کام، تردید فتوی ابوالکلام آزاد و مولوی محمد علی مرزائی، اتفاق ونفاق بین المسلمین کا موجب کون ہے؟، کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی، نیام ذوالفقار علی برگردن خاطی مرزائی فرزند علی، جمعیت خاطر (غلام رسول انسپکٹر مرزائی سے تحریری بحث)، شطرنج بازی حرام ہے، مسلک الدرر، مخزن رحمت رد قادیانی دعوت، عہدۂ پولیس کی ملازمت، کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟ ہرگز نہیں۔، خالص حمیت اسلام، میزان الحق، افتتاح الہدایت۔ (انوار آفتاب صداقت (مخرجہ): مقدمہ ملخصاً مطبوعہ ہند)

[۴۹] **مولوی بہاء الحق قاسمی (امرت سری)**: مفتی غلام رسول قاسمی امرت سری کے بیٹے تھے۔ اخبار الفقیہ

میں ان کے مقالات اکثر شائع ہوتے رہے۔ بعدازاں انہوں نے اپنا اخبار ارشاد کے نام سے جاری کیا۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور کے علاقہ ماڈل ٹاون میں رہائش پذیر ہوئے۔ تذکرہ اسلاف کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ ایک کتاب ''نجدی تحریک پر ایک نظر'' بھی تحریر کی۔ معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی کے والد ہیں۔

[۵۰] **اخبار الارشاد (امرت سر)**: یہ پندرہ روزہ اخبار امرت سر سے مولوی بہاء الحق قاسمی امرت سری نے جاری کیا۔

[۵۱] **مولانا سلطان احمد خان بریلوی**: آپ کے تفصیلی حالات تو دستیاب نہ ہو سکے البتہ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے قصیدہ مشرقستان قدس پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں ایک مدلل و مفصل کتاب بنام مشرقستان اقدس تحریر کی۔ جو کہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے ۱۳۱۶ھ میں شائع ہوئی۔ کتاب کے سرورق پر آپ کا نام نامی یوں تحریر ہے: ''جناب فضائل نصاب فواضل مآب ناصر سنت کاسر بدعت جناب نواب مولانا مولوی محمد سلطان احمد خان صاحب بریلوی قادری برکاتی بوالحسینی دام فیضہ القوی''

[۵۲] **مولانا ظہور الحسن درّس (کراچی)**: آپ کراچی میں مولانا عبدالکریم صدیقی کے ہاں پیدا ہوئے۔ پیر سید ظہور الحسن بٹالوی نے کان میں اذان کہی اور پھر اپنے ہی نام پر ''ظہور الحسن'' نام تجویز فرمایا۔ والد گرامی سے معقولات اور جد امجد صوفی عبداللہ درّس سے منقولات کی کتب پڑھیں اور ساتھ ہی ساتھ انگریزی تعلیم ایف اے تک حاصل کی۔ آپ خوش بیان مقرر اور خوش نویس محرر کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ تحریک پاکستان کے بھرپور حامی اور مسلم لیگ کے پُر جوش کارکن رہے۔ بزم صوفیہ سندھ کے سیکرٹری جنرل رہے، اس بزم کے زیر اہتمام ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو کراچی میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان کے ہم حامی ہیں لیکن آپ سنیں اور غور سے سنیں، دل کے کانوں سے سنیں؛ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن عظیم کے احکامات نافذ ہوں، جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں پاک لوگ بسیں۔ نماز روزہ حج وزکوٰۃ کی توہین نہ ہو۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں مقابر و مساجد کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے، جہاں لامذہبیت اور دہریت کی بنیادیں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں۔ ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہ کریں گے۔

قیام پاکستان کے بعد ایک عید کی نماز میں بانی پاکستان محمد علی جناح بروقت عید گاہ میں نہ پہنچ سکے، مولانا ظہور الحسن نے پابندئ وقت ملحوظ رکھتے ہوئے تقریر ختم کر کے نماز پڑھانے کے لیے مصلیٰ پر بیٹھ گئے، اس وقت کے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر و دیگر سیاسی اکابرین نے جناح صاحب کی آمد تک جماعت کو ملتوی کرنے کا کہا تو آپ نے فرمایا ''میں ان علماء کرام وحفاظ کرام کے علم کا احترام کروں یا جناح صاحب کا؟ میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا، میں

اپنے وقت کا پابند ہوں اور دوسرے یہ کہ میں جناح صاحب کی نماز پڑھانے نہیں آیا بلکہ خدائے اعظم جل جلالہ کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔'' یہ کہہ کر صفوں کو درست کروا کر تکبیر فرما دی، نماز عید کے بعد احکام عید پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد میں جناح صاحب جو کہ پچھلی صفوں میں شامل ہو چکے تھے۔تشریف لائے اور تقریر کرتے ہوئے مولانا کی جرات کی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا کہ ''ہمارے علماء کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیے جس کا مظاہرہ آج مولانا درس نے فرمایا ہے۔''

جمعیۃ علماء پاکستان کے بانی اراکین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ ایک تبحر عالم دین اور قادر الکلام شاعر تھے، تاریخ گوئی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے درج ذیل کتب یادگار چھوڑیں:

۱۔چشم تلطف پنج تن ۲۔معاون ظہور الحسن ۳۔خون کے آنسو ۴۔تحقیق الفق امافی کلمۃ الحق

۷شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۱۴ نومبر ۱۹۷۲ء بروز منگل بوقت سحر کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اپنے وصال سے ایک روز قبل ہی مادۂ تاریخ وصال خود استخراج فرمایا:

''نگاہ داشت ان اللہ مع الصابرین'' [۱۳۹۲ھ]

علامہ عبدالمصطفی ازہری نے نماز جنازہ پڑھائی اور سفیر عراق سید عبدالقادر گیلانی نے دعا فرمائی اور کراچی کے قدیم قبرستان مخدوم صاحب نزد دھوبی گھاٹ میں تدفین ہوئی۔(تحریک پاکستان اور علمائے کرام مولفہ محمد صادق قصوری ۳۶۰-۳۶۴ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ زاویہ، دربار مارکیٹ، لاہور)

[۵۳] **مولانا محمد ابراہیم (ناظم جمعیت احناف صوبہ سندھ):** حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

[۵۴] **خواجہ محمد حسن سرہندی مجددی فاروقی:** آپ ۶ شوال المکرّم ۱۲۷۸ھ بمطابق ۶ اپریل ۱۸۶۲ء بروز اتوار قندھار (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک خواجہ عبدالرحمٰن ہے، سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد گرامی افغانستان سے ہجرت کر کے صوبہ سندھ میں آباد ہوئے۔ آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کی، سفر حج میں مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ) سے بھی استفادہ کیا۔ شیخ احمد دحلان مکی اور شیخ الحدیث محمد ابو نصر دمشقی سے اسناد حدیث حاصل کیں اور اپنے والد گرامی کے دست مبارک پر بیعت کی۔ تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا، جنگ طرابلس میں مجاہدین کی بھرپور مدد کی۔ گوناگوں علمی وتحریکی مصروفیات کے باوجود آپ نے درج ذیل تصانیف رقم فرمائیں:

شفاء الامراض، انیس المریدین، انساب الانجاب، الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ، طریق النجاۃ مع رسالہ التنویر فی اثبات التقدیر، العقائد الصحیحہ فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ، رسالہ تہلیلہ، تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء، شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری، پنج گنج، سفر نامۂ بستان، الاشارہ الی البشارہ، رسالہ فی باب صحۃ الجمعۃ فی القریٰ، لغات القرآن، رسالہ در قواعد تجوید۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲ رجب ۱۳۶۵ھ بمطابق ۲ جون ۱۹۴۶ء بروز اتوار ٹنڈو سائیں داد میں ہوئی۔ مزار مقدس مرجع خواص وعام ہے۔(تحریک پاکستان اور مشائخ عظام مولفہ محمد صادق قصوری، ص:۳۰-۳۲ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ زاویہ لاہور)

[۵۵] **انجمن حمایت اسلام، لاہور:** یہ انجمن ۱۸۸۴ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بانیوں میں خلیفہ حمید الدین لاہوری اور مولانا غلام اللہ قصوری نمایاں ہیں۔ اس انجمن نے ابتدائی طور پر ایک یتیم خانہ قائم کیا نیز دینی مدرسہ بنام مدرسہ حمیدیہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے ہائی اسکولز بھی بنائے۔ اس کے سالانہ اجلاس میں ملک بھر کی نامور شخصیات شامل ہوتی تھیں جن میں علامہ اقبال، مولوی نذیر احمد، مولانا سید ابوالبرکات قادری۔ ابتدائی جلسوں میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شامل ہوتا رہا۔ یہ انجمن آج بھی قائم ہے اور اس کے زیر انتظام ہائی اسکول، یتیم خانہ، طبیہ کالج، ڈگری کالج اور ایک لاء کالج چل رہے ہیں۔

[۵۶] **ڈاکٹر عبدالحکیم خان (سابق مرزائی):** آپ ریاست پٹیالہ میں اسسٹنٹ سرجن تھے، کئی سال تک مرزا قادیانی کے معتقد رہے۔ بالآخر ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی کے عقائد سے تائب ہوئے اور مرزا کی مخالفت پر کمر باندھی۔ مرزا قادیانی نے بھی ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے رد میں اشتہار شائع کیے بل کہ ایک باقاعدہ کتاب بنام حقیقۃ الوحی بھی تصنیف کی۔

[۵۷] **پیسہ اخبار، لاہور:** مولوی محبوب عالم صاحب نے جنوری ۱۸۸۷ء میں فیروز آباد سے ہفتہ وار اخبار ''ہمت'' جاری کیا۔ بعد میں اس کا نام بدل کر ''پیسہ اخبار'' رکھ دیا۔ فیروز آباد ہی سے ہفتہ وار ''سکول ماسٹر'' بھی جاری کیا۔ ۱۸۸۷ء میں ہی اخبار گوجراں والا منتقل کر لیا اور پھر ۱۸۸۹ء میں لاہور آ گئے۔ مارچ ۱۸۹۷ء سے پیسہ اخبار روز نامہ میں تبدیل کر دیا گیا جو کہ ۲ مئی ۱۸۹۹ء تک جاری رہا لیکن تجربہ کی ناکامی کے سبب روز نامہ بند کرنا پڑا۔ سراج الاخبار (جہلم) کی ایک رپورٹ کے مطابق پیسہ اخبار یکم نومبر ۱۹۰۳ء سے پھر روزانہ اخبار بن گیا۔ (سراج الاخبار مورخہ ۹ نومبر ۱۹۰۳ء)

یہ اخبار غالباً ۱۹۳۵ء کے بعد بھی کچھ عرصہ تک جاری رہا۔ پروفیسر احمد سعید صاحب نے اس اخبار کے دستیاب شماروں پر تحقیق کر کے ایک کتاب بنام ''روز نامہ پیسہ اخبار اور تحریک آزادی-توضیحی اشاریہ'' ترتیب دی ہے جو کہ شائع ہو چکی ہے۔

[۵۸] **مسجد گمٹی والی:** یہ مسجد انجمن اسلامیہ پنجاب نے ۱۸۸۴ء میں پانچ ہزار روپے کی لاگت سے لاہور کے گمٹی بازار میں تعمیر کروائی۔

[۵۹] **انجمن اسلامیہ پنجاب:** لاہور کے مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت نے ۱۸۶۹ء میں مولوی برکت علی خان کی تحریک پر انجمن اسلامیہ پنجاب کے نام سے ایک انجمن قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ انجمن اسلامیہ پنجاب مسلمانان لاہور کی اولین انجمن تھی۔ اگر چہ بنیادی طور پر یہ انجمن بادشاہی مسجد لاہور کی مرمت اور دیکھ بھال کے لیے قائم کی گئی تھی تاہم انجمن کے دیگر مقاصد میں مسلمانان پنجاب کے مذہبی، اخلاقی، تعلیمی اور سوشل معاملات کے متعلق سُود و بہبود کی تجاویز پر غور و خوض اور ان پر عمل درآمد کرنا، حکومت عالیہ کی نسبت وفاداری کے خیالات کو استحکام دینا اور مسلمانوں کے قومی حقوق کی نسبت گورنمنٹ کی خدمت میں مودبانہ التماس کرنا شامل تھے۔

مولانا محرم علی چشتی ایڈیٹر اخبار رفیق ہند (لاہور) بھی اس انجمن کے جائنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر متمکن

رہے۔۱۸۸۶ء میں اس انجمن کے اراکین کی تعداد ستر (۷۰) تک پہنچ گئی تھی۔کئی نامور شخصیات اس انجمن کے رکن رہیں۔اس انجمن نے بادشاہی مسجد (لاہور) کی دیکھ بھال ومرمت کے لیے فنڈ زجمع کیے اور مسجد کی مرمت کا کام مکمل کروایا۔بادشاہی مسجد میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک مکتب قائم کیا۔۱۸۷۶ء میں چھ ہزار مسلمانوں نے مسجد میں نماز عید ادا کی۔دیگر مذہبی مواقع مثلاً معراج النبی،عید میلاد النبی پر بھی اجتماعات کا اہتمام کیا گیا تاکہ مسجد کی سابقہ عظمت بحال ہوسکے اور یہ مسجد مسلمانوں کا مرکز بن سکے۔عیدین کے موقع پر انجمن اسلامیہ حضرات علمائے دین اور شہر کے نامی گرامی ائمہ مساجد کی خدمت میں دستار اور نقدی پیش کیا کرتی تھی۔اسی طرح شب معراج کے موقع پر جب کہ ہزاروں مسلمان شب بیداری اور وعظ سننے کے لیے آتے تو ان کے لیے چائے پانی کا انتظام بھی انجمن کیا کرتی تھی،نیز بادشاہی مسجد میں روشنی کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔

انجمن کے دیگر کارناموں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو میانی صاحب،شاہ ابوالمعالی اور مصری شاہ کے قبرستانوں میں اپنے مردے دفن کرنے کے لیے پرچیوں کے حصول میں بہت دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔انجمن نے مذکورہ تکلیف کو بالکل رفع کروایا۔

انجمن نے شہر کی دیگر مسجدوں کی واگذاری کے لیے بھی کوشش کی اور ٹکسالی گیٹ کی مسجد واگذار کروائی۔گمٹی بازار میں پانچ ہزار روپے کی لاگت سے ایک نئی مسجد تعمیر کروائی۔جس کے ساتھ کئی دکانیں بھی بنائیں۔کرنل نسبٹ نے سنہری مسجد کا اہتمام بھی انجمن اسلامیہ کے سپرد کر دیا اور اس مسجد کی دکانوں کا کرایہ انجمن کو ملنے لگا۔

انجمن نے روس ترک جنگ (۱۸۷۷ـ۱۸۷۸ء) کے دوران ترک مجروحین کی امداد کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم چلائی۔چنانچہ انجن کی کوششوں سے صرف شہر لاہور سے ۲۰ ہزار روپے چندہ کر کے ترکی کے مجروحین کو بھیجا گیا۔

انجمن اسلامیہ پنجاب نے عیسائی مشنریوں کی اسلام دشمن کارروائیوں کے تدارک کے لیے بھی بھرپور کوشش کی۔۱۸۸۱ء میں ایک مشنری کے تحریر کردہ توہین آمیز رسالے کی اشاعت پر سخت احتجاج کیا۔ اسی طرح ۱۸۹۲ء میں پادری ولیمس کے رسالے کی اشاعت پر بھی سخت احتجاج کیا جس کے نتیجے میں اس پادری کو معافی مانگنی پڑی اور رسالے کی ترسیل واشاعت معطل کر دی گئی۔۱۸۹۸ء میں بھی انجمن نے ایک اور دل آزار کتاب ''امہات المومنین'' کے خلاف گورنر کو ایک میموریل ارسال کیا۔

۱۹۱۲ء میں انجمن اسلامیہ نے طلباء اور عام لوگوں کے فائدے کے لیے برکت علی محمڈن ہال میں ایک ریڈنگ روم کھولا جس میں اردو وانگریزی کے اخبارات ورسائل منگوائے جاتے تھے۔

الغرض انجمن نے مسلمانوں کی تعمیر وترقی کے لیے کئی خدمات انجام دیں۔یہ چند مصلحین کی ایک رضا کار جماعت تھی۔اس کے مالی وسائل محدود اور محض چندوں پر انحصار کے باوجود اس نے مسلمانوں کی گراں قدر خدمات انجام دیں اور ان میں بیداری کی ایک زبردست لہر پیدا کی۔(مسلمانان پنجاب کی سماجی اور فلاحی انجمنیں- ایک تجزیاتی مطالعہ: ۱ـ۱۷ ملخصاً مولفہ پروفیسر احمد سعید مطبوعہ ریسرچ

سوسائٹی آف پاکستان، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

[٦٠] **ملا محمد بخش مالک جعفر زٹلی لاہور:** آپ عجیب وغریب قابلیت کے مالک تھے۔ دو ہفتہ وار اخبار جعفر زٹلی اور ہنٹر کے ایڈیٹر تھے۔ ایک مطبع تاج الہند پریس کے نام سے جاری کیا تھا جس میں یہ دونوں اخبار چھپتے تھے۔ جعفر زٹلی سرسید اور نیچریوں کا مذاق اڑانے اور ان پر پھبتیاں کسنے کے لیے وقف تھا اور آخر وقت تک یہی کارخیر جاری رہا۔ ملا محمد بخش صاحب ۱۸۵۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۴ء کو وہیں انتقال فرمایا۔ (تاریخ صحافت اردو، جلد سوم، ص: ۴۷۴)

[٦١] **خواجہ کمال الدین مرزائی:** خواجہ کمال الدین لاہور کے رہنے والے تھے۔ بی اے، ایل ایل بی کیا۔ یاد رفتگان کا مولف لکھتا ہے:

''نئی روشنی کے تعلیم یافتہ تھے، اس لیے دماغ میں دنیا کی ترقیات کی تمناؤں میں مذہب کو کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی، مثل ہے 'جوانی دیوانی'۔ خواجہ صاحب پر اس دیوانی کا بھی اثر تھا یہاں تک کہ آزادہ روی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ کچھ تو مشن کالج کے مشہور پادری پرنسپل ڈاکٹر یوانگ اور ان کے ہم مشربوں کا اثر اور کچھ طبیعت کی معقول پسندی نے یہ خیال دماغ پر مستولی کر دیا کہ جب دنیا ہی مقصود خاطر رہے اور مذہب ایک لغویت ہے تو پھر کیوں نہ عیسائی مذہب اختیار کیا جائے۔'' (ص: ٦٥ مطبوعہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور)

لیکن کہیں سے مرزا قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ ہاتھ لگی تو فکر وتخیل مرزا قادیانی کی طرف مائل ہو گیا اور یوں مرزائیت اختیار کر بیٹھے۔ گویا قسمت ہی خراب تھی کہ عیسائیت سے بچے تو مرزائیت میں جا پھنسے۔ فن خطابت میں مہارت تھی۔ مرزا قادیانی کے مقدمات بھی لڑتے رہے۔ ۱۹۱۴ء میں مرزائیت کی تبلیغ کے لیے انگلستان چلے گئے اور وہیں ۱۹۲۱ء میں آں جہانی ہوئے۔

[٦٢] **خان بہادر محمد برکت علی خان:** آپ انجمن اسلامیہ پنجاب کے آنریری لائف جنرل سیکرٹری تھے۔ آپ کی تحریک پر ہی ۱۸۶۹ء میں انجمن اسلامیہ پنجاب قائم کی گئی۔ برطانوی حکومت سے وفاداری کا دم بھرنے کے سبب انجمن اسلامیہ پنجاب اور سرسید احمد خان کو ایک دوسرے کے قریب آنے میں بہت مدد ملی۔ برکت علی خان اور انجمن اسلامیہ نے صوبہ میں سرسید کے نظریات کی ترویج اور علی گڑھ تحریک کو تقویت پہنچانے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ سرسید کا دورہ پنجاب (۱۸۷۳ء اور ۱۸۸۴ء) انجمن کی دعوت پر ہی ہوا تھا۔ انجمن کے مشترک معتمد مولوی محرم علی چشتی نے اپنے اخبار رفیق ہند میں سرسید کا خیر مقدم کرنے اور علی گڑھ کالج کے لیے فراخ دلانہ امداد دینے کی اپیل کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ محرم علی چشتی نے سرسید کی لاہور آمد کے موقع پر رفیق ہند کا ایک خصوصی نمبر بھی شائع کیا تھا۔ (مسلمانان پنجاب کی سماجی اور فلاحی انجمنیں-ایک تجزیاتی مطالعہ: ا-۷ ملخصاً مولفہ پروفیسر احمد سعید مطبوعہ ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

[٦٣] **طلائی مسجد، لاہور:** لاہور کی قدیم اور فن تعمیر کے اعتبار سے خوب صورت نقش ونگار سے مزین مساجد میں سے ایک ہے۔ یہ کشمیری بازار میں واقع ہے۔ کنہیا لال لکھتے ہیں:

''یہ لاہور کی نامی گرامی اور قدیمہ عمارات میں سے ہے، نہایت مقطع وخوب صورت مکان بنا ہوا ہے۔ تینوں گنبد کلاں اور چھوٹی گنبدیاں اس کی برج برجیاں طلائی ہیں اور سونا تانبے کے تختوں پر ایسی خوب صورتی واستحکام کے ساتھ چڑھایا گیا ہے کہ اب تک باوجود گزرنے مدت مدید کے سونے میں وہی چمک دمک ہے۔ جب مینہ برستا ہے اور سونا دھویا جاتا ہے تو سونے کا چمکارہ دوچنداں ہو جاتا ہے۔ مسجد کی خشتی عمارت نہایت مضبوط اونچی کرسی بقدر ایک منزل دے کر بنائی گئی ہے۔ تین طرف نیچے دوکانیں بنائی گئی ہیں کہ ان کے کرایہ کی آمدنی مسجد کے اخراجات لابدیہ میں صرف ہو۔ اس مسجد کے چاروں طرف بازار ہے اور بیچ میں اس کی عالی شان عمارت نہایت مطبوع ودل پسند معلوم ہوتی ہے۔ اس مسجد کا بانی نواب میر سید بکھاری خان امیر الامرائے عہد میر معین الملک المشہور میر منو تھا اور محمد شاہ بادشاہ کے حکم سے بعہدہ نائب صوبہ وسر دفتر خطہ پنجاب کے ممتاز تھا۔ اس کے اوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ کے بیان سے تاریخیں بھری ہوئی ہیں۔ یہ شخص نہایت دین دار، سخی، فقیر دوست، ناظم عالم فاضل تھا۔ چشتیہ سلسلہ فقر میں ارادت اس کی بخدمت میراں سید بھیکھ چشتی کی تھی۔ یہ مسجد ۱۱۶۳ھ میں تعمیر ہوئی۔'' (تاریخ لاہور: ۱۴۹)

[۶۴] **مسجد صوفی والی (لاہور)**: کنہیالال لکھتے ہیں: ''یہ مسجد سرراہ کشمیری بازار کے واقع ہے، قدیم زمانہ کی مسجد تھی اور بنسبت اس کے کہ صوفی نام ایک مُلّا مدت مدید تک اس میں مقرر رہا۔ یہ مسجد اسی کے نام سے موسوم ہوگئی جب اس کے بیٹے نے مسجد ومکان متعلقہ مسجد کی نسبت مالکانہ دعوی ظاہر کیا تو محلے والے کوٹھی داروں نے اس کو بذریعہ عدالت بے دخل کیا۔ عرصہ دوسال سے جب سرکار کی یہ تجویز ہوئی کہ شہر کے ہر ایک بڑے بازار کو ایک سمت سے سیدھا کر کے پانی کے نل قائم کیے جائیں تو اس مسجد کا بھی کچھ حصہ سڑک میں آ گیا جس کی قیمت سرکار سے پانچ سو روپیہ ملا چوں کہ مسجد کا دوبارہ بنانا منظور تھا حاجی مولیٰ داد کوٹھی دار نے اس روپیہ کے علاوہ اور بہت سا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس کو بنوایا جو سرراہ نہایت مطبوع معلوم ہوتی ہے۔ افسوس کہ گنبد نہیں بنایا اگر بنتا تو اس کی زینت المضاعف ہوتی۔'' (تاریخ لاہور: ۱۷۶)

[۶۵] **مسجد وزیر خان، لاہور**: مسجد وزیر خان، لاہور: لاہور کی قدیم مشہور مسجد ہے جو کہ اپنے ڈیزائن اور نقش ونگاری کی وجہ سے معروف ہے۔ یہ مسجد تقریباً سات سال (۱۶۳۵۔۱۶۳۴) میں تعمیر ہوئی۔ مغل دور حکومت میں حاکم شیخ علم الدین انصاری معروف بہ وزیر خان نے تعمیر کروایا۔ یہ مسجد لاہور کے قدیمی دہلی گیٹ کے اندر واقع ہے۔

[۶۶] **مسجد چینیاں والی، لاہور**: یہ مسجد ۱۶۷۱ء میں تعمیر ہوئی۔ لاہور کے موچی دروازہ سے ملحق کوچہ تکیہ سادھواں پر یہ مسجد واقع ہے۔ اس کے ساتھ ہی حویلی میاں خان ہے۔ کنہیالال نے لکھا ہے کہ مسجد کا شرقی دروازہ نہایت عالی شان بنا ہوا تھا۔ بہ وقت زوال سلطنت چغتائی مسجد کے دروازے کی سلیں گوجر سنگھ نے اکھڑوالیں۔ پتھر کی دہلیز سنگ مرمر کی تھی اسے سوبھا سنگھ نے نکال لیا۔ یوں مسجد کا دروازہ منہدم ہوگیا۔ (تاریخ لاہور از کنہیالال)

یہ مسجد ایک عرصہ سے اہل حدیث لوگوں کے کنٹرول میں ہے۔مشہور غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی مدیر اشاعۃ السنۃ بھی اس مسجد میں خطابت کرتے رہے۔نومبر ۱۸۷۳ء میں اہل حدیث کی طرف سے مسجد چینیاں والی میں قبروں کے مسمار کرنے کے سبب شہر میں کشیدگی پیدا ہوگئی۔انجمن اسلامیہ پنجاب کے سیکرٹری برکت علی خان اور دیگر اکابرین شہر کی کوششوں سے اس کشیدگی کو ختم کرنے میں بہت مدد ملی۔(مسلمانان پنجاب کی سماجی اور فلاحی انجمنیں-ایک تجزیاتی مطالعہ:۵)

[۶۷] **اخبار وطن، لاہور:** یہ اخبار مولوی انشاء اللہ نے ۴ جنوری ۱۹۰۱ء کو بطور ہفتہ وار لاہور سے جاری کیا۔اس اخبار کے سولہ صفحات ہوتے تھے اور حمیدیہ پریس لاہور سے چھپتا تھا۔اس کے اجرا کا مقصد اخلاقی، تمدنی، ملکی، تعلیمی اور اسلامی معاملات کے علاوہ فوجی، تجارتی اور زرعی مسائل کو موضوع بحث بنانا تھا اور ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرنا تھا۔(فہرست اخبارات ہند (جدید)،ص:۲۰۳)

[۶۸] **مولوی انشاء اللہ خان، ایڈیٹر اخبار وطن:** ۳۰ اپریل ۱۸۷۰ء کو گوجراں والہ میں پیدا ہوئے۔والد مولوی محمد انعام اللہ ضلع کرنال میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں مڈل کا امتحان پاس کیا پھر انٹرنس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ایف اے کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔مضمون نویسی کے شوق کے سبب پیسہ اخبار میں پہلا مضمون بھیجا پھر مولوی محبوب عالم کے انگریزی اخبار ''دی سن'' (The Sun) میں لکھا۔اس کے بعد اسلامی موضوعات پر اخبار وکیل (امرت سر) میں لکھنے لگے۔اکتوبر ۱۸۹۵ء میں اخبار وکیل کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔حجاز ریلوے کے لیے چندہ تحریک چلا کر ایک لاکھ روپیہ جمع کیا۔سلطنت عثمانیہ نے اس کو بہت سراہا چنانچہ سراج الاخبار لکھتا ہے:

''مولوی انشا اللہ خان صاحب ایڈیٹر اخبار وطن نے چندہ حجاز ریلوے کی کوشش کی، قدردانی میں ایک نقرئی تمغہ سلطنت عثمانیہ سے حاصل کیا ہے اور اب انہیں کے پاس نکل کے ساٹھ (۶۰) خوب صورت تمغے جو نہایت سفید ہیں-بالکل چاندی کے نظر آتے ہیں، ارسال کیے ہیں کہ یہ تمغے بطور یادگار فیاضی کے ان لوگوں کو دیے جائیں جنہوں نے حجاز ریلوے کے چندے میں دریادلی کا ثبوت دیا ہے۔اس سے امید ہے کہ اوروں کو بھی شوق اظہار دریادلی کا ہوگا۔

(سراج الاخبار مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۰۴ء، ص:۳)

۱۹۰۰ء میں اخبار وکیل سے علیحدہ ہو گئے اور ایک سال بعد اپنا اخبار وطن جاری کیا۔متعدد کتب بھی تصنیف کیں جن میں بست سالہ عہد حکومت سلطان عبدالحمید عثمانی، تاریخ خاندان عثمانیہ (دو جلد)، خانقاہ ڈوگراں، ترجمہ مقدمہ ابن خلدون وغیرہ۔

مولوی صاحب کا وصال ۹ ستمبر ۱۹۲۸ء میں ہوا۔آپ کے وصال کی خبر انجمن نعمانیہ کے ماہ واری رسالہ میں یوں شائع ہوئی: ''مولوی محمد انشاء اللہ صاحب مرحوم و مغفور مالک وایڈیٹر اخبار وطن لاہور وآنریری مجسٹریٹ صرف تین یوم علیل رہ کر تپ محرقہ و سرسام سے ۹ ستمبر ۱۹۲۸ء یوم اتوار قریب شام فوت ہو

گئے۔ان کی عمر مابین ساٹھ ستر ہوگی۔بحکم (اکثر اعمار امتی مابین سبعین و ستین) بڑے عالی حوصلہ اور نام ور شخص تھے۔آپ مولوی انعام اللہ صاحب چیف محرر اوف اسکول گوجراں والہ کے فرزند اکبر تھے۔ان کے پس ماندوں کو اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق عطا فرمائے۔''(ماہ واری رسالہ بابت اگست ۱۹۲۸ء)

[۶۹] **سر ولیم میور(Sir William Muir):** مشہور مستشرق اور دی لائف آف محمد کا مصنف ولیم میور گلاسکو میں ۲۷ اپریل ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوا۔ ۱۸۳۷ء میں بنگال کے سیکرٹری بنے۔ پھر آگرہ ریونیو بورڈ (Agra Revenue Board) کے ممبر بنے۔۱۸۶۵ء میں انڈین گورنمنٹ کے فورن سیکرٹری (Foreign Secretary) بنے۔۱۸۶۷ء میں ''سر'' (Sir) کا خطاب ملا۔۱۸۶۸ء میں جنوب مغربی صوبوں کے لفٹننٹ گورنر بنے۔۱۱ جولائی ۱۹۰۵ء کو آں جہانی ہوا۔(Wikipedia)

[۷۰] **مسٹر محمد شفیع بیرسٹر:** حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

[۷۱] **دہلی دروازہ، لاہور:** قدیم شہر لاہور کے گرد چار دیواری تعمیر کر کے دروازے لگائے گئے تھے انہی میں سے ایک دروازہ ''دہلی دروازہ'' کے نام سے معروف ہے۔اس کے سامنے کوتوال ہے۔اور دروازے سے اندر داخل ہوں تو لاہور کی قدیم تاریخی مسجد وزیر خان آتی ہے۔ جہاں کبھی اہل سنت کے جید عالم دین مفتی سید دیدار علی شاہ محدث الوری خطابت کیا کرتے تھے اور یہ مسجد اہل سنت کے تاریخی جلسوں کا مرکز ہوا کرتی تھی۔محدث الوری نے دار العلوم حزب الاحناف کی بنیاد بھی اسی مسجد کے قریب بازار میں رکھی۔مسجد وزیر خان سے کچھ مسافت پر ہی قبلہ مفتی سید دیدار علی شاہ محدث الوری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) کا مزار مبارک ہے۔

[۷۲] **مولوی رسول شاہ کشمیری (مصنف بلاغ المبین لدفع کید الکایدین):** تاریخ کبیر کشمیر میں آپ کا تعارف یوں درج ہے:

''کتب صرف ونحو وفقہ وغیرہ از مفتی غلام رسول شہید امرت سری خواندہ و مدتے بتجارت مشغول بود چوں بازار تجارتش سست گردید در شہر امرت سر امامت مسجد کلاں محلّہ حکیماں اختیار کرد۔مرد صالح وخوش خلق و ذہین الطبع بود چند رسائل نظم فارسی و کشمیری و قصائد وغزلیات یادگار است۔''(بحوالہ تذکرہ اسلاف:۱۱۰)

اخبار اہل فقہ بابت ۱۸ رجب ۱۳۲۷ھ کی اشاعت میں آپ کے وصال کی خبر بدیں الفاظ شائع ہوئی:

''مولانا میر واعظ رسول شاہ صاحب پریزیڈنٹ انجمن نصرت الاسلام کشمیر کی وفات کو عام مسلمانان پنجاب اور بالخصوص کشمیری مسلمانان نے نہایت رنج وافسوس سے سنا۔ چنانچہ ۳ اگست کی سہ پہر کو انجمن کشمیری مسلمانان لاہور نے مولوی صاحب مرحوم کے انتقال پُر ملال کے متعلق ایک خاص جلسہ میں ماتمی ریزولوشن پاس کر کے ان کے پس ماندگان کی خدمت میں اظہار افسوس کا ایک تار روانہ کیا۔''
(اخبار اہل فقہ،۱۵ اگست،۱۹۰۹ء)

[۷۳] **حکیم عبدالاحد خان پوری:** ۱۴ اپریل ۱۸۵۲ کو قاضی محمد حسن خان پوری کے گھر پیدا ہوئے۔ سید عبداللہ غزنوی سے تعلیم حاصل کی اور سند حدیث مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ فن طب حکیم نورالدین بھیروی مرزائی سے پڑھا۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی سے اختلاف کیا اور ان کے خلاف رسائل بھی لکھے۔ (تذکرہ علمائے پنجاب: ۲۴۸ مولفہ اختر راہی مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

[۷۴] **خواجہ دین محمد فاروقی:** آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق اعظم امیر المومنین سے ملتا ہے۔ آپ خواجہ نور محمد چوراہی کے تیسرے صاحب زادے تھے۔ بائیس سال کی عمر میں کتب درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ کتب تصوف اپنے چچا حضرت گل محمد سے پڑھیں۔ صاحب مطالعہ شخص تھے، قوت حافظہ بلا کی تھی، جو کتاب ایک بار ان کی نظر سے گزر جاتی - اس کے مضامین طویل عرصہ تک محو نہ ہوتے۔ زندگی بھر درس وتدریس کا شغل رہا۔ ۱۲۹۰ھ میں زیارت حرمین کے لیے حجاز کا سفر کیا۔ اپنے والد ماجد خواجہ نور محمد چوراہی سے سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ میں بیعت تھے اور ان کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ۶ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۰۷ء کو چُورہ شریف ضلع اٹک میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (تذکرہ علمائے پنجاب: ۱۸۹)

[۷۵] **خواجہ نور محمد چوراہی:** آپ خواجہ فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ پیدائش ۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۶ء میں ہوئی۔ تحصیل علوم وفنون اور باطنی تعلیم اپنے والد مکرم سے ہی حاصل کی اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ ۱۳ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۷۰ء بعمر ۱۰۶ برس بروز جمعرات چورہ شریف میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ فقیر محمد چوراہی صاحب سجادہ نشین ہوئے۔

[۷۶] **مولوی رشید احمد گنگوہی:** دیو بندی مکتب فکر کے بانیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ کو گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ فارسی کے رسائل اپنے ماموں محمد تقی اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب مولوی محمد بخش رام پوری سے پڑھیں۔ کچھ اسباق قاضی احمد الدین جہلمی سے پڑھے۔ پھر شیخ مملوک علی نانوتوی اور مفتی صدر الدین دہلوی کے شاگرد بنے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہوئے۔ (تذکرہ اولیاء دیوبند: ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

میلاد وفاتحہ کے اجماعی مسئلہ پر اختلاف کیا اور براہین قاطعہ جیسی بدنام زمانہ کتاب تحریر کروا کرامت کی یک جہتی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تار تار کر دیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے نزاعی مسائل کے متعلق اپنا فیصلہ بنام ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' تحریر کر کے بھیجا مگر انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اتحاد و اتفاق کی راہ سے گریز کیا۔

مرزا قادیانی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''مولوی غلام احمد قادیانی کی فتح الاسلام بندہ نے بھی دیکھی، اجمالاً ان کو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اس کا ہی ضمیمہ ہے کہ اب ان کے مخیلہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں۔ اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو ان کو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی ان کے مخیلہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی

تھی۔اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اوراس کو وہ دین وتائید دین اوراپنے کمالات جانتے ہیں اس میں مجبور ہیں۔
اس مثیل عیسیٰ ہونے کواورنزول حضرت عیسیٰ اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکارکو چند جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد وخطا خلاف جملہ سلف خلف کے ہے، ان کو مالیخو لیا ہوگیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اس کو نہ سمجھا، اب ان کو اس کی فہم ہوئی۔اس پر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے اور تکفیر نہیں چاہیے کہ وہ ماوّل ہے اور معذور ہے۔فقط''

(مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی:۱۱۸۔۱۱۹مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

[۷۷] **مفتی غلام دستگیر قصوری:** آپ کے والدگرامی کا نام محمد حسن بخش صدیقی تھا،آپ کی ولادت لاہور میں ہوئی۔اپنے ماموں شیخ المشائخ خواجہ غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری سے نسبت تلمذ و طریقت حاصل کر کے خلافت اورشرف دامادی سے سرفراز ہوئے۔آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں سب سے اول مفصل فتویٰ کفر عربی و اردو زبان میں تحریر کیا اور علمائے پنجاب و حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کیں۔عربی زبان میں ''رجم الشیاطین بر اُغلوطات البراہین''اوراردو فتوی کا نام ''تحقیقات دستگیر یہ رد ہفوات براہینیہ''رکھا۔آپ نے مرزا قادیانی کو کئی بار دعوت مباحثہ ومباہلہ دی مگر ہر بار مرزا فرار ہوگیا۔مذکورہ کتب کے علاوہ آپ نے فتنۂ قادیانیت کے رد میں ایک کتاب ''فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی''اورایک کتاب ''تصدیق المرام بتکذیب قادیانی و لیکھرام''تحریر کی۔۱۸۹۷ءمیں آپ کا وصال ہوگیا۔شہر قصور میں مزار حضرت دائم الحضوری کے ساتھ ملحق قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔سن ۲۰۱۴ءہی میں بعض اہل محبت نے آپ کی قبر شریف پر مزار شریف بھی تعمیر کر دیا ہے۔فقیر قادری کو آپ کے نادر و نایاب رسائل مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جس کی پہلی جلد مشتملہ دس رسائل حال ہی میں اکبر بک سیلر (اردو بازار لاہور) سے ''رسائل محدث قصوری''کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔(مزید حالات کے لیے رسائل محدث قصوری جلد اول مطبوعہ اکبر بک سیلر اردو بازار لاہور کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں)

[۷۸] **مولوی نذیر حسین دہلوی:** غیر مقلد حضرات کے شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین دہلوی قصبہ سورج گڑھ ضلع منگیرہ صوبہ بہار میں ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء میں پیدائے ہوئے اور ۱۳۲۰ھ میں وفات پائی۔مولوی احمد علی چریا کوٹی، شاہ اسحٰق دہلوی وغیرہ سے درسیات کی تکمیل کی۔جون ۱۸۹۷ء میں حکومت انگلشیہ کی طرف سے ''شمس العلماء'' کا خطاب ملا۔(تاریخ اہل حدیث از ابراہیم میر سیالکوٹی، ص:۴۲۵۔۴۳۵ملخصاً، مطبوعہ اسلامی پبلشنگ کمپنی، لاہور)

[۷۹] **بہشتی قبرستان:** مرزا قادیانی کی خرافات میں سے ایک قادیان میں بہشتی قبرستان کی بنیاد رکھنا تھا۔مرزا قادیانی اس قبرستان کے متعلق لکھتا ہے:
''کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ یہ

مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔'' (رسالہ الوصیت-روحانی خزائن جلد ۲۰،ص:۳۲۱)

[۸۰] **منارۃ المسیح**: اسلامی تعلیمات کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی کنارہ پر فرشتوں کے ہم راہ نزول فرمائیں گے۔ مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا۔ ۱۹۰۰ء میں ایک سفید منارہ تعمیر کرنے کی تجویز دی جس میں ایک بڑی گھڑی لگائی جائے اور روشنی کا اہتمام بھی ہو۔ اس کے لیے خوب چندہ کی مہم چلائی گئی جس کی تفصیلات قادیانی اخبارات میں درج ہیں۔ ۱۳مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ مجوزہ مینار کی بنیاد رکھی۔ یہ مینار ۱۹۱۵،۱۶ء میں مکمل ہوا۔ (سلسلہ احمدیہ جلد اول،صفحہ:۱۳۵ مرتبہ مرزا بشیر احمد)

[۸۱] **مولوی عبداللہ چکڑالوی**: ہندوستان میں پہلا شخص جس نے حدیث کا انکار کیا تھا-قاضی غلام نبی تھا۔ یہ شخص چکڑالہ ضلع میانوالی کا رہنے والا تھا اور قاضی نور عالم کا بیٹا تھا۔ حدیث سے یہاں تک نفرت بڑھی کہ اپنا نام غلام نبی سے بدل کر عبداللہ رکھ لیا۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی ڈپٹی نذیر احمد کا شاگرد تھا۔ سنہ ۱۲۸۲ھ میں علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ ڈپٹی نذیر احمد ترک تقلید کی طرف مائل تھے ان کے زیر اثر مولوی عبداللہ چکڑالوی بھی ترک تقلید کے قائل ہو گئے، کچھ عرصہ اہل حدیث رہنے کے بعد سرے سے حدیث کے ہی منکر ہو گئے۔ چکڑالہ کے لوگوں نے ان کو خطابت اور افتاء سے الگ کر دیا۔ (قادیانیوں کا انکار حدیث از حافظ اسلم جیراجپوری۔ آن لائن اشاعت
(www.Anwar-e-islam.org/node/626#.VPXYjeNDXI8

[۸۲] **مولوی سید نور اللہ شاہ سیال کوٹی**: مولانا سید نور اللہ شاہ بن مولانا سید چراغ شاہ بن مولانا سید محمود شاہ ۱۲۸۰ھ میں سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا غلام مرتضیٰ سیال کوٹی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور مسجد کبوتراں والی سیال کوٹ میں درس قرآن وحدیث دیتے تھے۔ مولانا سید نور اللہ شاہ نے درس نظامی کی ابتدا مولانا سید میر حسن سیال کوٹی سے کی۔ آپ مشہور روحانی بزرگ قاضی سلطان محمود صاحب (ساکن اعوان شریف) کے احباب خاص میں سے تھے۔ سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہتے اور ان کی مدح میں کئی مناقب وقصائد بھی رقم فرمائے۔ مولانا اردو، پنجابی وفارسی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کے قصائد کا مجموعہ ''چشمہ نور'' شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی ایک تالیف ''تحفہ شیعہ'' بھی ہے۔ آپ جون ۱۹۴۸ء میں سیال کوٹ میں فوت ہوئے اور درگاہ امام علی الحق میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ علمائے پنجاب:۷۹۴)

[۸۳] **مولانا عبداللہ ٹونکی**: مفتی عبداللہ ٹونکی بن صابر علی ریاست ٹونک کے محلّہ گورکھپور میں پیدا ہوئے، مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات پڑھی، مولوی احمد علی سہارن پوری سے دورہ حدیث کیا، مولانا فیض الحسن سہارن پوری سے عربی ادب پڑھا۔ ۱۸۸۳ء میں لاہور کے اورینٹل کالج میں عربی کے صدر مدرس بنے، فقہ اسلامی میں مہارت رکھتے تھے۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی کے رسالہ ''جھد المقل'' کے رد میں رسالہ ''عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب'' تحریر کیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی سے لاہور

میں اسی مبحث پر مناظرہ کیا، اس مناظرہ میں مولوی محمود حسن کو سخت ذلت آمیز شکست ہوئی۔ دوسری تالیف ''تعلیقات المفتی''، شرح سلم لمولوی حمداللہ کا حاشیہ شرح سلم کے ساتھ مطبع اسلامیہ لاہور میں طبع ہوا۔ نزہۃ النظر کا حاشیہ ''عقدالدرر فی جید نزھۃ النظر''، مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا۔ اس کے علاوہ ایک کتاب بنام ''الکلام الرشیق'' تحریر فرمائی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت از محمود قادری کانپوری، ص: ۱۶۰ مطبوعہ سُنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد)

مفتی صاحب کی سب سے بڑی کتاب معجم المصنفین ہے جو ۸۰ جلدوں میں تصنیف فرمائی اس کی ابتدائی جلدیں مصر سے شائع ہوئیں جبکہ باقی جلدوں کا مسودہ ضائع کر دیا گیا۔ مفتی صاحب دُبلے پتلے انسان تھے، جب بات کرتے تو منہ پر رومال رکھ لیتے، ہر وقت پان چباتے رہتے۔ علامہ اقبال مرحوم فرمایا کرتے تھے: ''اس ناتواں جسم میں علم وفضل کا اتنا ذخیرہ ہے کہ کُوزے میں دریا بند ہونے کی مثل ان پر صادق آتی ہے۔''

۱۹۰۳ء میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ (شمس العلماء: ۲۴۵)

۳۴ سال تک اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے بعد لاہور کو داغ مفارقت دے گئے، کچھ عرصہ دارالعلوم ندوہ میں کام کیا اور پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس بنے۔ اخیر عمر میں بعض مسائل کی کچھ ایسی تاویلیں کیں جو کہ احناف کے ہاں درست نہ تھیں۔ وصال کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں، پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے بحوالہ'' لاہور کا چیلسی'' صفحہ ۲۴ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مفتی صاحب کا وصال ۷۰ سال کی عمر میں ۱۹۲۴ء میں ہوا۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۲۵۱ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور) مولانا محمود قادری نے ۷ نومبر ۱۹۳۰ء لکھا ہے اور صاحب نزہۃ الخواطر کی روایت متعلقہ سال وفات ۱۳۳۹ھ کو غلط قرار دیا ہے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت از محمود قادری، ص: ۱۶۰)

[۸۴] **مولانا اصغر علی روحی:** آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے: مولانا اصغر علی روحی بن مولانا قاضی شمس الدین بن میاں پیر بخش بن رکن الدین۔ آپ ۱۸۶۷ء میں موضع کٹھالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ اسلامیہ کالج لاہور میں شعبۂ عربی وعلوم اسلامیہ میں بطور لیکچرر منسلک رہے اور ۱۹۴۱ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ عربی، اردو اور فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن میں سیطرۃ الاسلام علی النصاری اللئام، امیر الکلام من کلام الامام، شرح قصیدہ بُردہ، ترجمہ نصیحت التلمیذ، الآیۃ الکبریٰ فی شرح الاسماء الحسنیٰ، الجفاء الوفاء، مافی الاسلام، دبیر عجم، العروض والقوافی، ارمغان احباب، تفسیر روحی، حکمت بالغہ، تجلیات شرح اشارات بُوعلی سینا، تفسیر تبارک الذی، خطبات (عربی)، دیوان فارسی، دیوان عربی۔ ۱۹۰۳ء میں آپ نے ایک ماہ وار رسالہ ''الہدیٰ'' جاری کیا۔ بھاٹی گیٹ کے اندرون مسجد میں امامت وخطابت کرتے رہے جہاں ان دنوں مفتی غلام حسن قادری صاحب خطیب ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں آپ کا وصال ہو گیا اور اپنے آبائی علاقہ میں دفن ہوئے۔ (تذکرہ علماء پنجاب: ۱۱۴)

[۸۵] **مفتی محمد صادق مرزائی:** پیدائش ۱۳ جنوری ۱۸۷۲ء اور موت ۱۳ جنوری ۱۹۵۳ء بعمر ۸۵ سال بمقام ربوہ ہوئی۔ ۱۹۰۵ء میں قادیانی اخبار البدر کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مولوی عبدالکریم قادیانی کی موت کے بعد مرزا قادیانی کی ڈاک کا انتظام بھی ان کے سپرد ہوا۔ (مفتی محمد صادق از ساجد محمود بٹر شائع کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ملخصاً)

[۸۶] **مولوی محمد حسین بٹالوی:** محمد حسین بن شیخ رحیم بخش بن ذوق محمد اکابر وہابیہ سے تھے۔ ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ کو ولادت ہوئی، کچھ عرصہ اپنے شہر میں پڑھا پھر دہلی، علی گڑھ، لکھنؤ وغیرہ گئے۔ مفتی صدرالدین دہلوی اور نورالحسن کاندھلوی سے پڑھا۔ پھر سید نذیر حسین دہلوی کے پاس رہ کر موطا، مشکوٰۃ اور صحاح ستہ پڑھی اور وطن لوٹ آئے۔ لاہور میں پہلے بھاٹی گیٹ کی مسجد میں رہے پھر چینیا نوالی مسجد میں۔ رسالہ اشاعۃ السنۃ جاری کیا۔ مرزا قادیانی کے حامی بھر رہے بعد میں مخالف ہوئے۔ وہابیہ کو گورنمنٹ سے ''اہل حدیث'' کا سرکاری نام بھی انہی کی مرہون منت ہے۔ (تاریخ اہل حدیث، جلد اول، ص: ۷۰۷۔۷۰۵ مولفہ ڈاکٹر بہاءالدین مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

[۸۷] **عبداللہ آتھم (عیسائی):** عبداللہ آتھم جو کہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور غالباً ڈپٹی کے عہدہ پر فائز تھے- کے ساتھ مرزا قادیانی کا تحریری مناظرہ امرت سر میں ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء تک ہوا۔ مرزا قادیانی نے اس مناظرہ کو جنگ مقدس کا نام دیا اور عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی کی اور کہا کہ اگر یہ بات غلط ثابت ہو تو مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے اور میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے اور مجھے پھانسی دے دی جائے۔ (جنگ مقدس :۲۱۱، روحانی خزائن جلد ۶ ص:۲۹۲) لیکن قدرت کو اس مفتری و کذاب کو جھوٹا ثابت کرنا منظور تھا چنانچہ مرزا قادیانی کی دیگر پیش گویوں کی طرح یہ پیش گوئی بھی غلط ثابت ہوئی۔

[۸۸] **محمدی بیگم:** مرزا احمد بیگ کی بیٹی تھی۔ مرزا کے چچازاد بھائی مرزا نظام الدین، مرزا کمال الدین اور مرزا امام الدین محمدی بیگم کے حقیقی ماموں تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کم سن لڑکی سے شادی کے بارے پیش گوئی کی تھی لیکن ساری زندگی یہی حسرت دل میں لیے گزار دی اور محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا تو مرزا قادیانی نے اعلان کیا کہ مرزا سلطان محمد اگست ۱۸۹۴ء تک مر جائے گا۔ جب وہ مدت بھی گزر گئی تو کتاب انجام آتھم میں لکھا کہ سلطان محمد میری زندگی میں ضرور مرے گا اور میری زندگی میں نہ مرا تو میں جھوٹا۔ لیکن واقعہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب تو ۱۹۰۸ء میں مر گئے اور سلطان محمد آج تک زندہ ہیں۔ سکندر آباد دکن میں جب اس پیش گوئی پر مباحثہ ہوا تو مرزائی مناظر شیخ عبدالرحمٰن (دیسی) مصری نے کہا تھا کہ مرزا سلطان محمد خود ایک خط میں لکھتا ہے کہ میں مرزا صاحب کو ایک بزرگ جانتا ہوں۔ گو اس تحریر سے اصل پیش گوئی پر کوئی اثر نہ پہنچتا تھا تاہم مرزا سلطان محمد سے سوال کیا گیا تو انہوں نے زبانی جواب دیا کہ میں کبھی مرزا صاحب کا مصدق نہیں ہوا۔ جب اصل حال تحریر کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے مندرجہ ذیل عبارت لکھ دی:

''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی، میں نے اس میں ان

کی تصدیق کبھی نہیں کی، نہ میں اس پیش گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔'' (اخبار اہل حدیث، امرتسر: بابت ۱۴ مارچ ۱۹۲۴ء)

یہاں ہم مرزا سلطان محمد کا ایک اور مکتوب نقل کرنا چاہتے ہیں جو کہ ''ناکح آسمانی اور خط سلطانی'' کے عنوان سے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ۱۴ نومبر ۱۹۳۰ء کو شائع ہوا، یہ خط سید محمد شریف صاحب (لاہور) کے نام مرزا سلطان محمد نے لکھا، ملاحظہ فرمائیں:

''مکرم جناب شاہ صاحب! السلام علیکم۔ میں تادم تحریر تندرست اور بفضل خدا زندہ ہوں۔ میں خدا کے فضل سے ملازمت کے وقت بھی تندرست رہا ہوں۔ میں اس وقت بعہدۂ رسائیداری پنشن پر ہوں۔

گورنمنٹ کی طرف سے مجھے پانچ مربعہ اراضی عطا ہوئی ہے، میری جدی زمین بھی قصبہ پٹی میں میرے حصہ میں قریباً ۱۰۰ بیگھ آئی ہے اور ضلع شیخوپورہ میں بھی میری اراضی قریباً تین مربعہ اراضی کے ہے۔ میری پنشن گورنمنٹ کی طرف سے ۱۳۵ روپیہ ماہواری ہے۔ میرے چھ لڑکے ہیں جن میں سے ایک لاہور میں پڑھتا ہے، گورنمنٹ کی طرف سے اس کو ۲۵ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے۔ دوسرا لڑکا خاص پٹی میں انٹرنس میں تعلیم پاتا ہے۔ میں خدا کے فضل سے اہل سنت و جماعت ہوں۔ میں احمدی مذہب کو بُرا سمجھتا ہوں۔ میں اس کا پیرو نہیں ہوں۔ اس کا دین جھوٹا سمجھتا ہوں۔ والسلام

تابع دار سلطان محمد بیگ پنشنر از پٹی ضلع لاہور (پنجاب)''

[۸۹] **حکیم نورالدین بھیروی:** ۱۸۴۱ء میں بھیرہ کے محلّہ معماراں میں پیدائش ہوئی۔ طبابت کی تعلیم حاصل کی اور مہاراجہ رنبیر سنگھ والی ریاست جموں و کشمیر کے پاس ملازم ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد بقول خود مہاراجہ کے حکم سے ریاست سے نکال دیا گیا۔ سب سے اول ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء میں مرزا قادیانی کا مرید ہوا۔ انجمن احمدیہ کی صدارت کی، مرزا قادیانی کی زندگی میں ''حکیم الامت'' اور اس کے جہنم واصل ہونے کے بعد ''خلیفۃ المسیح اول'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو آں جہانی ہوا۔ (ملخص از سوانح خلیفۃ المسیح الاول از رضیہ درد، ناشر: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

[۹۰] **مولانا ولی محمد صاحب جالندھری:** آپ اہل سنت کے جیّد عالم دین تھے۔ ریاست فرید کوٹ میں آپ نے غیر مقلدوں کو عبرت ناک شکست دی، جس کی مفصل روداد مفتی غلام دستگیر قصوری صاحب کی کتاب ''ابحاث فرید کوٹ'' میں درج ہے۔ آپ کو فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا، علاوہ ازیں ۳۵ علوم عقلی و نقلی پر کمال دسترس تھے۔ علماء نے آپ کو ''ملک العلماء'' اور ''شمس الفضلاء'' کا خطاب دیا۔ آپ نے عیسائیوں، ہندو پنڈتوں اور غیر مقلدین سے کئی مناظرے کیے۔ غیر مقلد حضرات آپ کو اذیت پہنچانے کے درپے رہتے تھے چنانچہ اس حوالہ سے سراج الاخبار میں ایک رپورٹ شائع ہوئی جو کہ یہاں نقل کی جاتی ہے:

''افسوس مولوی مفتی ولی محمد صاحب جالندھری جہلم میں بھی حاسدوں کے حسد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ بعض لوگوں نے ان کے وعظ کی رونق سے اپنی کساد بازاری دیکھ کر عین وعظ میں ان سے مباحثہ چھیڑ کر ان کے وعظ میں مخل ہونا چاہا بلکہ بدھ کی رات کو جو مسجد ملاّ خان میں ان کا وعظ ہوا تو علاوہ بے جا خلل

اندازی کے ایک شخص سخت گستاخانہ الفاظ سے پیش آیا لیکن اہل مسجد اور حاضرین نے اپنی دُور اندیشی و دانائی سے بلا کسی قسم کے فساد کے ٹال دیا۔ جب ان کا یہ افسوں بھی کارگر نہ ہوا تو اس طرح پر سنا جاتا ہے کہ انہوں نے حکام تک یہ بات پہنچا دی کہ اگر مولوی صاحب جالندھری کا وعظ بند نہ کیا گیا تو سخت فساد ہو جائے گا مگر سنا ہے کہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اپنی کمال بیدار مغزی اور اعلیٰ درجہ کی منصف مزاجی سے حکم لکھا دیا کہ ہم کسی کے وعظ کو جب وہ اپنی مسجد میں وعظ کرے۔ روک دینے کا حکم نہیں دے سکتے، ہاں جس کو وہ وعظ نا گوار معلوم ہو وہ اس کے سننے کے لیے اس مسجد میں نہ جائے۔ شاید اسی حکم کا وہ اثر تھا جو مولوی صاحب ممدوح کے جمعہ کے وعظ میں پولیس نے غیر مقلدین کو حنفیوں کی جامع مسجد سے نکال دیا تھا۔ (سراج الاخبار مورخہ یکم ستمبر ۱۸۹۰ء)

غیر مقلدین نے آپ کی شخصیت کے متعلق کئی قسم کے اعتراضات وارد کیے جن کا مفصل جواب سراج الاخبار (جہلم) مورخہ یکم ستمبر ۱۸۹۰ء میں دیا گیا۔

آپ جالندھر میں حضرت میاں غلام بھیک چشتی علیہ الرحمۃ کے ہاں پیدا ہوئے جو کہ سلسلہ چشتیہ میں صاحب مجاز تھے، ہزار ہا انسان آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ زبردست مناظر اور نکتہ داں خطیب تھے۔ جالندھر میں ایک مشہور مسجد بھونیاں میں خطبہ وعظ و نصیحت درس دیتے رہے، یہ مسجد آپ کے نام سے ہی معروف ہو گئی۔

مولانا کی تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔ مولانا نواب الدین ستکوہی چشتی ۱۹۱۰ء میں جالندھر گئے اور آپ سے ملاقات کی۔ مولف شمیم جالندھر کے مطابق آپ کی وفات ۱۹۱۵ء/ ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ ہوئی۔ (شمیم جالندھر: ۲۴۵، ۲۴۶ ملخصاً)

[۹۱] **مولانا کرم الدین دبیر:** ۱۸۵۳ء میں صوبہ پنجاب کے ضلع جہلم کے علاقہ ''بھیں'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق اعوان برادری سے ہے، والد گرامی کا نام صدرالدین ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ سے حاصل کرنے کے بعد لاہور تشریف لائے اور عربی ادب کے فاضل شہیر مولانا فیض الحسن سہارن پوری (پروفیسر اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے روبرو زانوئے تلمذ طے کیے۔ پھر سہارن پور کا سفر کیا اور مولانا احمد علی سہارن پوری سے حدیث و علوم حدیث کی تکمیل کی۔ علوم باطنیہ کی تکمیل کے لیے سیال شریف کا رُخ کیا اور حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ اہل سنت کے بے مثل مناظر تھے۔ ساری زندگی بے دین فرقوں کے رد میں بسر کی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری (اہل حدیث) و دیگر شیعہ و اہل حدیث و دیوبند علماء سے آپ کے مناظرے ہوتے رہے اور سب میں آپ کے مخالفین کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی وجہ سے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو ''غازئ اسلام'' کا خطاب دیا۔

آپ سراج الاخبار (جہلم) کے ایڈیٹر رہے اور فتنۂ مرزائیت کی سرکوبی میں پیش پیش رہے۔ مرزا قادیانی نے آپ پر تین مقدمے کروائے جن کی مفصل روداد ''رد قادیانیت اور سُنّی صحافت'' کی جلد اول میں شائع ہو چکی ہے۔ مولانا کو شعر و شاعری کا بھی خاصا ذوق تھا۔ سراج الاخبار میں آپ کا اردو و

فارسی کلام مختلف وقتوں میں شائع ہوتا رہا۔مولانا دبیر کی علمی وتحریکی خدمات کو دیکھتے ہوئے بعض نام نہاد محققین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا دبیر مسلک اہل سنت کو چھوڑ کر دیوبندی ہو گئے تھے-اس ضمن میں ترجمان اہل سنت جناب میثم عباس رضوی صاحب نے فاضلانہ تحقیق پیش کی ہے جو کہ آفتاب ہدایت کے حالیہ عکسی ایڈیشن کے ساتھ ملحق ہے۔۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو مولانا دبیر کا وصال ہوا اور اپنے آبائی علاقہ بھیں (ضلع جہلم) میں ہی مدفون ہوئے۔

مولانا دبیر نے مسلک حقہ اہل سنت کی تائید اور باطل مذاہب کی تردید میں بیش بہا کتب ورسائل تحریر کیے-جن کا اجمالی تعارف جلد اول کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں صرف کتب کے نام درج کیے جاتے ہیں:

زاد المتقین و ہدیۃ المتقفلین ،صداقت مذہب نعمانی، مرزائیت کا جال-لاہوری مرزائیوں کی چال، پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ، ہدیۃ الاصفیاء سماع الصلحاء، دربار حیدری، تازیانۂ عبرت، آفتاب ہدایت، ہدیۃ النجباء فی ابطال نکاح غیر الکفو بغیر رضی الاولیاء، رسائل ثلاثہ [السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسول، آئینہ مذہب شیعہ، فیض باری ردتعزیہ داری، تاج المتقین ، الدرالسنیہ ، تازیانۂ سنت، مناظرات ثلاثہ۔

[۹۲] **اخبار مخبر عالم، مرادآباد:** یہ ہفتہ وار اخبار ۸ جون ۱۹۰۳ء کو مرادآباد سے جاری ہوا۔اس کے صفحات آٹھ اور سالانہ چندہ تین روپے تھا۔منشی عبدالعلی عابد اس کے ایڈیٹر تھے۔تیسرے پرچہ سے اخبار کا نام ''مخبر عالم ورحمت عالم'' کر دیا گیا لیکن مشہور ''مخبر عالم'' ہی رہا۔اس اخبار کے سرورق پر یہ تحریر ہوتی:

''بہ سرپرستی علی جناب صاحبزادہ والا مناقب مولوی رحمت اللہ میاں صاحب فضل رحمانی گنج مرادآبادی خلف حضور پُرنور مولانا شاہ احمد میاں صاحب دامت فیوضہم''

اخبار کے اغراض ومقاصد یوں درج ہوتے:

''مخبر عالم اپنے رنگ ڈھنگ میں نہایت پختہ بلاخوف وخطر ملک وقوم کی خدمت کرنے والا اور باادب گورنمنٹ سے عرض ومعروض کرنے والا پرچہ ہے۔جو ہرانگریزی مہینے کی ۸، ۱۶، ۲۴، ۳۰ کو چھپ کر شائع ہوتا ہے۔ہر پیشگی سالانہ چندہ دینے والا خریدار کو ایک دل چسپ ناول مفت۔''

۸ ستمبر ۱۹۰۳ء سے اخبار کی پیشانی پر یہ قطعہ تحریر ہونے لگا:

رحمت اللہ بفضل رحمان گشتہ مخبر عالم یاور
ہاشمی گفت مسیح تاریخ مخبر رحمت عالم بن کر

امداد صابری صاحب لکھتے ہیں:

''مخبر عالم آزاد خیال اخبار تھا۔ملک کی غلامی کو لعنت سمجھتا تھا اور ملک وقوم کو آزاد کرنے والی تحریک کا ساتھ دیتا تھا چنانچہ سدیشی کی تحریک کی اس نے کھل کر حمایت کی۔اس کے حق میں تبصرے کیے اور اس کی خبریں نمایاں طور پر شائع کیں۔''

اس اخبار میں نظمیں اور غزلیں چھپتی تھیں اور ملکی حالات پر منظوم انداز میں اظہار خیال کیا جاتا تھا۔

(تاریخ صحافت اردو از امداد صابری، جلد چہارم، ص: ۳۳۶۔۳۴۸)

[۹۳] **پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی:** عارف باللہ پیر طریقت رہبر شریعت فاتح قادیانیت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۶ء کو قصبہ گولڑہ (تحصیل و ضلع راول پنڈی) میں خاندان سادات قادریہ گیلانیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد حضرت میراں شاہ قادر قمیص رحمۃ اللہ علیہ سرکار بغداد حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مامور ہو کر ہندوستان تشریف لائے اور قصبہ ساڈھورہ ضلع انبالہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی، جہاں آپ کا خاندان آج بھی موجود ہے۔ آپ کے اجداد میں سے پیر سید روشن دین رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس اور بغداد شریف سے واپسی پر گولڑہ شریف میں اقامت پذیر ہو گئے۔ پیر صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر سے ہی حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا محمد شفیع سے قطبی تک کتب پڑھیں پھر وادیٔ سون سے گاؤں انگہ شریف (ضلع خوشاب) میں مولانا سلطان محمود انگوی علیہ الرحمۃ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اسی دوران شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ کی زیارت کے لیے سیال شریف کا سفر کیا اور بیعت بھی ہوئے۔ ۱۸۷۷ء میں بعمر تقریباً بیس اکیس سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر کے وطن واپس تشریف لائے اور اپنے آبائی قصبہ گولڑہ شریف میں خلق خدا کو علم و عرفان کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔ آپ نے فتنۂ قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مرزا قادیانی کے ساتھ لاہور میں مناظرہ طے پایا مگر مرزا نے راہ فرار اختیار کی۔ یونہی مولانا کرم الدین دبیر کے ساتھ قادیانی مقدمہ بازی کے پس پردہ بھی مرزائی جماعت کا اصل ہدف یہی تھا کہ پیر صاحب کو عدالت میں حاضری کی زحمت دے کر مقدمہ بازی میں اُلجھایا جائے لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ پیر صاحب کو ایک بار بھی عدالت میں حاضر نہ ہونا پڑا اور اس کے برعکس مرزا قادیانی کو پانچ پانچ گھنٹے ہندو کی عدالت میں کھڑا رہنا پڑا۔

۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء بوقت عصر آپ نے خفیف تبسم فرماتے ہوئے اسم ذات کا ورد کیا اور قبلہ رخ ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (سیف چشتیائی۔ مقدمہ ملخصاً مطبوعہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

[۹۴] **اخبار دبدبہ سکندری، رام پور:** یہ اخبار والی رام پور نواب کلب علی خان کے ایما پر ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۶ء کو جاری ہوا۔ اخبار کے مالک مولوی محمد حسن خان اور مہتمم ان کے صاحب زادے محمد حسین خان تھے۔ سولہ صفحات پر مشتمل تھا۔ مطبع حسینی میں چھپتا تھا۔ اس اخبار کے متفرق شمارے خدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہیں۔ یہ اخبار نہایت اہم حیثیت کا مالک رہا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاوی جات بھی اس میں شائع ہوتے رہے۔ یہ اخبار ہفتہ وار شنبہ کے دن چھپ کر شائع ہوتا تھا۔ خبریں دل چسپ، مضامین عمدہ، انتخاب اخبارات، وقائع کاریسپونڈنٹ اور ایسی خبریں و رپورٹس جس سے عوام و خواص میں خیال باطلہ کا زوال ہو۔ یہ اخبار طویل مدت تک جاری رہا۔ (اردو صحافت انیسویں صدی میں مولفہ ڈاکٹر طاہر مسعود: ۷۸۶ مطبوعہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی)

[۹۵] **میاں محمد احسن امروہی:** مولوی صاحب مرزا قادیانی کے خاص مقرب تھے اور ان کی عبادت گاہ میں

خطبہ وغیرہ دیا کرتا تھا۔ اس سے قبل نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد) کی مجلس علماء کے خاص رکن تھے۔ مولوی صاحب مرزائیوں کی دوسری شاخ جن کو لاہوری گروپ کہا جاتا ہے- کے بانیوں میں سے ہیں۔ (یادرفتگاں جلد اول، ۳۲۔۳۰ ملخصاً)

[۹۶] **مولوی غلام علی قصوری:** آپ ۱۸۲۶ء میں قصور میں پیدا ہوئے، مولانا محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی اور صاحب زادہ عبدالرسول قصوری سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت خواجہ دائم الحضوری کی ایک صاحب زادی ان کے عقد میں تھی یوں مولانا غلام دستگیر قصوری کے ہم زلف ہوئے۔ اپنے آبائی مسلک سے منحرف ہو کر غیر مقلد ہو گئے، سبب کچھ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو علاج کی غرض سے امرتسر چلے گئے وہاں غزنوی علماء کے زیر اثر ہو کر اپنے عقائد بدل دیے، واپسی پر قصور آئے تو خواجۂ ثانی عبدالرسول قصوری کے ڈر سے اپنے عقائد کا اظہار نہیں کیا، لیکن پھر بھی ان کو خبر ہو گئی تو آپ کی ناراضی کے سبب شہر قصور میں رہنا ناممکن تھا اس لیے مستقل رہائش امرتسر میں اختیار کی اور دوسری شادی کر لی کیونکہ پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔

اتفاقاً ایک روز حضرت خواجہ عبدالرسول قصوری کسی کام کی غرض سے قصور سے باہر تشریف لے گئے، مولوی غلام علی قصوری کے ہم عقیدہ لوگوں نے پیغام بھیجا کہ حضرت خواجہ ثانی موجود نہیں، ان کی عدم موجودگی میں شہر کی جامع مسجد میں ایک تقریر ہو جائے۔ مولوی صاحب فوراً قصور پہنچے ادھر حضرت خواجہ ثانی بھی قصور پہنچ چکے تھے مگر کسی کو آپ کی آمد کی اطلاع نہ تھی۔ مولوی غلام علی کی آمد اور وعظ کی منادی ہو چکی تھی، وہ مسجد کے منبر پر بیٹھ کر ابھی خطبہ پڑھنے ہی والے تھے کہ حضرت خواجہ ثانی مسجد میں پہنچ گئے اور فرمایا کہ لوگو یہ بتاؤ کہ یہ شخص کس کی اجازت سے یہاں آیا ہے؟ آپ اس وقت نہایت جلال میں تھے، مجلس کا رنگ ہی بدل گیا اور مولوی غلام علی منبر سے نیچے اُترے اور بلانے والوں کی نیت پر شک کرتے ہوئے انہیں بُرا بھلا کہا اور یہ بھی کہا: ''اب میں قصور اس وقت آؤں گا جب عبدالرسول فوت ہو جائے گا۔''

اس بات کی اطلاع جب حضرت عبدالرسول قصوری صاحب کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اسے ہمارا بھی ایک پیغام پہنچا دو کہ بے شک فقیر تمہاری زندگی میں ہی اس دنیا سے رحلت کر جائے گا، لیکن یاد رکھنا کہ جس وقت تمہیں خبر ملے گی اس وقت تم میں چلنے پھرنے کی طاقت سلب کر لی جائے گی۔ چنانچہ یونہی ہوا جب اس کو خبر ملی تو پگڑی باندھنے کے لیے قدِ آدم آئینے کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے، ابھی ایک دو پیچ ہی باندھے تھے کہ جہاں ہاتھ تھے وہیں کے وہیں رہ گئے، پاؤں اور ہاتھوں کی حرکت کی قوت ختم ہو گئی۔ (انوار دائم الحضوری: ۸۷ ملخصاً)

مولوی غلام علی قصوری نے اہل سنت کے خلاف کئی کتب تحریر کیں جن کے رد و ابطال میں مولانا غلام دستگیر قصوری نے ''تحقیقات دستگیریہ جواب اثنا عشریہ'' تحریر فرمائی۔ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۰۶ھ کو انتقال ہوا۔ (تذکرہ علمائے امرتسر: ۵۴ مطبوعہ والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور)

[۹۷] **مولانا حافظ ظفر علی پسروری:** آپ ۱۸۷۰ء میں پسرور کے ہاشمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا

نام اشرف علی بن حامد علی تھا۔آپ قرآن پاک کے حافظ تھے،انگریزی تعلیم ایف اے تک حاصل کی اور کچھ عرصہ ریاست کشمیر میں امیدوار نائب تحصیل داری پر کام کیا۔ایک ہندو عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اسی بے چینی کے عالم میں قبلہ امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔پہلی نظر میں ہی ایسے گرویدہ ہو گئے کہ پھر مستقل طور پر آپ ہی کی خدمت میں رہنے لگے۔انجمن خدام الصوفیہ کے ایک سالانہ جلسہ میں قبلہ امیر ملت نے کچھ علماء کا نام لے کر فرمایا کہ ان سے کہو کہ وعظ کہیں مگر وہ سب ابھی جلسہ گاہ میں تشریف نہ لائے تھے،آخر آپ نے حکم دیا کہ حافظ ظفر علی کو بلاؤ۔دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پر رکھی اور فرمایا جاؤ وعظ بیان کرو۔چنانچہ اسی دن سے آپ ایسے فصیح البیان خطیب بن گئے کہ بڑے بڑے جلسوں میں لوگ بڑے ذوق وشوق سے ان کا وعظ سنتے۔آپ ہمیشہ تبلیغی دوروں میں قبلہ امیر ملت کے ہم راہ ہوتے اور جلسوں سے خطاب فرماتے،مناظرہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ہمیشہ سفید کرتہ،سفید ململ کی ٹوپی اور نیلا تہبند آپ کا لباس ہوتا۔تسبیح اور مسواک وغیرہ کے لیے ایک نسواری رنگ کا تھیلا ساتھ رکھتے۔اکثر وقت اوراد و وظائف میں گزرتا تھا۔بعد نماز عصر حضرت مجدد الف ثانی کا ختم بذکر جہر تلاوت فرماتے،بعد نماز مغرب سورہ واقعہ کی تلاوت فرماتے اور آخری لفظ ''عظیم'' کی تین بار تکرار کرتے۔آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا اور ہزاروں لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ستمبر ۱۹۱۸ء میں قصبہ رنبیر سنگھ پورہ میں نماز عیدالاضحیٰ پڑھ کر عازم لائل پور (فیصل آباد) ہوئے،چند دن بیمار رہ کر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔تحصیل دروازہ کے باہر قریبی قبرستان میں مدفون ہوئے۔(امیر ملت اور ان کے خلفاء:۱۲۷۔۱۲۹ ملخصاً مرتبہ محمد صادق قصوری مطبوعہ انجمن نعمانیہ، سیال کوٹ)

اہل سنت کے جید اخبار ہفت روزہ الفقیہ (امرت سر) نے آپ کے وصال کی خبر ان الفاظ میں شائع کی:

''ایک دین کا چراغ گُل ہو گیا

موت سے کس کو رُستگاری ہے ۔۔۔ آج وہ کل ہماری باری ہے

نہایت دلی رنج اور قلق سے لکھا جاتا ہے کہ جامع علوم ربانی مقبول صمدانی جناب مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب پسروری نے بعارضہ بخار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو بوقت نماز ظہر انتقال فرمایا۔مرحوم حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولوی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے سچے خادم اور جاں باز عاشق تھے اور جناب کے خلیفۂ اعظم تھے۔آپ پہلے رسالہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر اور سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ پنجاب بھی رہے ہیں۔آپ نے جو خدمت اسلام اور سلسلہ عالیہ نقش بندیہ کی کی-عیاں ہے،لائق بیان نہیں۔تمام عمر خدمت اسلام اور مقابلہ بادشمناں میں گزری۔واقعی ایسے آدمی دنیا میں بہت ہی کم پیدا ہوا کرتے ہیں۔(الفقیہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۸ء)

[۹۸] **مولانا محمد عظیم خوش نویس گکھڑوی:** آپ علاقہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔دار العلوم

انجمن نعمانیہ لاہور سے فارغ التحصیل ہو کر فن کتابت اور مہارت تامہ حاصل کی۔ قبلہ امیر ملت کے محبوب خلفاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نہایت خوش بیان مقرر تھے، پنجاب سے لے کر حیدر آباد دکن تک آپ کی جادو بیانی کا ڈنکا بجتا تھا۔ حضرت امیر ملت کی معیت میں اور علاحدہ بھی بہت سے تبلیغی دورے کیے۔ منشی محمد الدین فوق ایڈیٹر کشمیری میگزین سے آپ کے قریبی تعلقات تھے، کشمیر کے دوروں پر جلسوں میں آپ تقریر فرمایا کرتے اور منشی صاحب نظم پڑھتے تھے۔ آپ کی خوش بیانی سے متاثر ہو کر اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان تاجدار دکن نے ماہ وار مشاہرہ پر اپنے پاس بلا لیا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی زوجہ محترمہ کو حیدر آباد دکن دربار سے پنشن ملتی رہی۔ آپ نے بہت سی کتب بھی لکھیں، بعض کے نام یہ ہیں:

ذکر حبیب، علم حبیب، شریعت اور طریقت، خاتم النبیین ، دعائے عظیم، پیارے نبی کے پیارے حالات، صوفیوں کے اسرار

(مولف ''امیر ملت اوران کے خلفاء'' نے ''تازیانۂ نقش بندی'' کو بھی مولانا کی تصنیف قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں۔ تازیانۂ نقش بندی ربانی بتردید حملۂ قادیانی مولانا عبدالرسول، بکھر شاہ پور کی تصنیف ہے اور ''ردقادیانیت اور سُنّی صحافت'' کی جلد اول میں شامل ہے۔ فقیر قادری ثاقب رضا)

آپ کا وصال ۲۱ نومبر ۱۹۲۲ء میں روز دوشنبہ بوقت ۴ بجے صبح اپنے آبائی قصبہ گکھڑ میں ہوا اور یہیں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ (امیر ملت اوران کے خلفاء: ۲۲۶۔۲۲۹)

[۹۹] **مولانا شیر نواب خان صاحب مدرس قصوری:** مولانا جید عالم دین تھے اور دین کا سچا درد رکھتے تھے۔ دارالعلوم حنفیہ قصور میں تدریس کرتے تھے نیز قصور کے میونسپل کمشنر کے عہدہ پر بھی فائز تھے۔ مولانا کو فن خطابت میں بھی کمال ملکہ حاصل تھا۔ انجمن حنفیہ سیال کوٹ کے سالانہ جلسہ منعقدہ یکم، ۲، ۳ دسمبر ۱۹۳۳ء میں آپ کی تقریر کو بہت پسند کیا گیا۔ دیگر مقررین میں فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف شریف کوٹلوی، مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی صاحب لکھنوی، مولانا سید ابوالبرکات شاہ صاحب کے اسماء نمایاں ہیں۔ (الفقیہ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء)

تحریک شدھی کے دنوں میں آپ کے خلاف ہندو اخباروں نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ اپنے اخباروں میں یہ بے بنیاد خبر شائع کر دی کہ نعوذ باللہ آپ نے ہندو مذہب قبول کر لیا ہے۔ اس سے آپ کو سخت قلبی رنج ہوا چنانچہ انجمن دارالعلوم حنفیہ قصور نے فوری طور پر ایک اجلاس آپ کی تالیف قلب کے لیے منعقد کیا اور ریزولوشن منظور کر کے اخبارات میں شائع کیا۔ ذیل میں اس جلسہ کی کارروائی مع ریزولوشن اخبار الفقیہ سے نقل کی جاتی ہے:

''آج مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۳۳ء کو انجمن حنفیہ قصور کا ایک خاص اجلاس زیر صدارت جناب حاجی حبیب اللہ صاحب گورہ رئیس اعظم قصور منعقد ہو کر ذیل کا ریزولوشن یا تجویز جناب مولانا مولوی محمد فضل کریم صاحب پرنسپل دارالعلوم حنفیہ قصور بتائید جناب حاجی کریم بخش صاحب آف ستو کے باتفاق رائے پاس ہوا۔

''فدائے اسلام ومبلغ دین جناب مولانا مولوی شیر نواب خاں صاحب میونسپل کمشنر قصور کے متعلق ہندو اخبارات مثلاً پرتاپ، بندے ماترم وغیرہ نے یہ غلط خبر شائع کر کے کہ نعوذ باللہ مولانا ممدوح آریہ ہو گئے۔ اسلامیان عالم کے قلوب کو سخت صدمہ پہنچایا۔ انجمن کا یہ خصوصی اجلاس ان کے اس قبیح و بدترین پروپیگنڈا کو نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور مولانا صاحب موصوف کو جو اس سے دلی صدمہ ہوا ہے، اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ (احمد علی حکیم سیکرٹری)

(ہفت روزہ الفقیہ (امرت سر) بابت ۷ مارچ ۱۹۳۳ء)

مولانا شیر نواب خان صاحب نے ہندو اخباروں پر ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ بنام مہاشہ کرشن، لالہ نانک چند ناز آف پرتاپ، لالہ فیروز چند آف بندے ماترم، لالہ ملکھراج و مسٹر سی ایس رنگا آئر آف ڈیلی ہیرالڈ کیا جو کہ قصور میں امیر نواز خان صاحب مجسٹریٹ درجہ اول قصور کی عدالت میں ۱۶ مئی ۱۹۳۳ء کو پیش ہوا۔ (الفقیہ مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۳ء)

آپ کی تبلیغی کوششوں سے متاثر ہو کر کئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے، اس حوالہ سے ایک خبر اخبار الفقیہ سے نقل کی جاتی ہے:

ایک معزز سکھ کا قبول اسلام

قصور ۱۴ اپریل- آج بعد ادائے نماز جمعہ جامعہ مسجد قصور میں سردار کندن سنگھ صاحب جٹ ساکن موضع ڈھولن تھانہ کڑیالہ تحصیل چونیاں مولانا شیر نواب خان صاحب میونسپل کمشنر قصور کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔ سردار صاحب نے قبول اسلام سے پیشتر اسلام کی صداقت پر جامع الفاظ میں اظہار فرمایا پھر مولانا شیر نواب خان نے سردار صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق حیرت انگیز واقعات پیش کیے اور چوہدری کرم دین صاحب ساکن داؤ کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کیا۔ نیز اپنے حالات سفر بیان کیے۔ یہ خوش خبری بھی دی کہ عن قریب ایک اور معزز خاندان مشرف باسلام ہونے والا ہے۔ زاں بعد شیر نواب خاں صاحب میونسپل کمشنر قصور نے سردار صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا اور فرمایا کہ سردار صاحب آج معصوم ہو گئے ہیں ان کی زیارت بھی عین سعادت ہے۔ سردار صاحب موصوف کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے گئے، شیرینی تقسیم ہوئی۔ آپ کا اسلامی نام بشیر محمد رکھا گیا، جو انہوں نے خود ہی پسند فرمایا تھا۔ فلک بوس نعروں کی گونج میں جلسہ برخاست ہوا۔ (الفقیہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۳ء)

[۱۰۰] **اخبار وکیل، امرت سر:** یہ ہفتہ وار اخبار امرت سر سے ۱۸۹۵ء میں جاری ہوا۔ شیخ غلام محمد صاحب مہتمم تھے۔ سالانہ چندہ چھ روپیہ تھا اور صفحات ۱۲ ہوتے تھے۔ روز بازار پریس (امرت سر) میں طبع ہوتا تھا۔ اس اخبار کے اولین ایڈیٹر مرزا حیرت تھے بعد میں علی الترتیب مرزا جالب، مولوی انشاء اللہ خان لاہوری، مولوی عبداللہ منہاس، مولوی شجاع اللہ، حکیم فیروز الدین فیروز ایڈیٹر رہے۔ اس اخبار میں پہلے پانچ صفحات پر مختلف حالات و واقعات پر تبصرہ شائع ہوتا تھا۔ دیگر صفحات پر تاریخی مضامین، اسلامی خبریں اور فارسی و اردو نظمیں ہوتی تھی۔ (تاریخ صحافت اردو از امداد صابری، جلد

سوم، ص ۶۵۷)

[۱۰۱] **مولانا نور احمد امرت سری (امام مسجد شیخ بڈھا، امرت سر):** حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب لکھتے ہیں کہ ہزار کوشش کے باوجود مولانا کے ابتدائی حالات دستیاب نہ ہو سکے تاہم اس قدر معلوم ہوا کہ آپ پسرور ضلع سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ابتدائی تعلیم پسرور ہی میں حاصل کی اور اس کے بعد تحصیل و تکمیل کے لیے یو پی روانہ ہو گئے۔ آپ نے مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی اور حاجی رحمت اللہ کیرانوی سے علوم دینیہ پڑھے۔ ۱۲۹۹ھ میں عازم حج ہوئے اور شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ہندوستان واپس آ کر آپ نے شاہ ابوالخیر دہلوی مجددی نقش بندی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حاجی بڈھا شیخ مرحوم نے امرت سر میں عالی شان مسجد تعمیر کروائی جس کے لیے انہیں ایک بے نظیر خطیب و امام کی تلاش تھی چنانچہ شیخ صاحب نے مولانا نور احمد صاحب کو اس مسجد کا امام و خطیب بنا دیا۔ اسی مسجد میں آپ نے مدرسہ نعمانیہ (امرت سر) کی بنیاد رکھی۔ آپ سے کثیر لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری بھی آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ امرت سر میں آپ نے ایک مدرسہ تجوید القرآن قائم کیا۔ ایک انجمن بنام انجمن حفظ المسلمین قائم کی جس کا مقصد وحید مذاہب جدیدہ اور بالخصوص قادیانیت کے رد میں لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کرنا تھا۔ اس انجمن نے مولانا حکیم محمد عالم آسی نقش بندی مجددی مصنف الکاویہ علی الغاویہ کے تصنیف کردہ کئی رسائل چھاپ کر تقسیم کیے۔

آپ نے کئی بزرگوں کی تصانیف پر تحقیق کر کے ان کی اشاعت کروائی جس میں مکتوبات خواجہ محمد معصوم جلد سوم، کنز الہدایات مصنفہ مولانا محمد باقر لاہوری، شمائل ترمذی کا ترجمہ، ہدایۃ الطالبین مصنفہ شاہ ابوسعید دہلوی نقش بندی مجددی، ملفوظات مظہر جان جاناں کا ترجمہ، شرح اسماء الحسنٰی۔

آپ نے تقریباً اسّی (۸۰) برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ (تذکرہ علماء امرت سر: ۸۰۔۱۰۰ ملخصاً)

[۱۰۲] **مولوی حبیب اللہ پشاوری:** آپ کے آباو اجداد کشمیر سے پشاور آئے تھے۔ وہیں آپ کی پیدائش ہوئی اور وہیں آپ نے پرورش اور تعلیم بھی پائی تھی۔ بعد میں امرت سر میں اقامت فرمائی اور وہیں عمر کا بقیہ حصہ درس و تدریس میں گذارا اور امرت سر ہی میں فوت ہو کر مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک اب بھی وہاں موجود ہے۔ آپ علامہ حافظ دراز صاحب پشاوری محشی قاضی مبارک و شارح بخاری شریف (متوفی ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۷ء) کے قابل تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے ''عشرہ مبشرہ'' اور ''ابطال شر ذمہ'' کے نام سے دو نہایت فاضلانہ کتابیں لکھی تھیں جن میں بعض اختلافی فقہی مسائل میں مذہب حنفی کے دلائل بیان فرمائے اور اعتراضات کے محققانہ جوابات دیے تھے، سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ ''عشرہ مبشرہ'' مطبوعہ ۱۲۹۸ھ کا ذکر فہرست کتب خانہ سردار الحکماء حیدر آباد دکن صفحہ ۲۳۵۳ و فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۲ میں ملتا ہے۔ (تذکرۂ اسلاف از بہاء الحق قاسمی: ۱۰۲۔۱۰۱ مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور)

مفتی غلام رسول قاسمی امرت سری (والد بہاء الحق قاسمی) آپ کے شاگرد تھے۔

[۱۰۳] **مرزا بشیر الدین محمود:** مرزا قادیانی کے بیٹے ہیں۔ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم اور حکیم نورالدین بھیروی سے تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ میں انٹرنس کی مگر یونیورسٹی کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ انجمن تشحیذ الاذہان قائم کی اور ایک ماہ وار رسالہ تشحیذ الاذہان قادیانی نظریات وافکار کی نشر واشاعت کے لیے جاری کیا۔ مرزا قادیانی اور خلیفہ نورالدین کے مرنے کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو مرزائی قوم کا دوسرا خلیفہ بنا۔ مولوی محمد علی مرزائی اور خواجہ کمال الدین مرزائی نے اس کی خلافت کو ماننے سے انکار کر دیا اور الگ ہو کر لاہوری پارٹی بنالی۔ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو ربوہ میں مر گیا اور مرزا ناصر احمد نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ (وکیپیڈیا)

[۱۰۴] **مولوی عبدالعزیز عرف نبی بخش بٹالوی:** منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا صاحب کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ان ۳۱۳ مریدوں میں درج فرمایا ہے جن کو بمنزلہ ''اصحاب بدر'' قرار دیا ہے۔ لیکن بعد میں مرزائی عقائد سے توبہ کر لی۔ مرزا کے اس ''بدری صحابی'' نے جو پوست کندہ حالات مرزا جی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی نسبت کچھ قلعی کھلتی ہے اس لیے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۰، ۱۱ پر ہے، ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:

''مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور۔ السلام علیکم! الحکم کے ایڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اُگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کے لیے زور دیا ہے چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔ اس لیے ان کو قلم بند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ آپ براہ مہربانی ان کو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تا کہ ایڈیٹر الحکم اور اس کے ہم خیالوں کے لیے تسلی کا موجب ہو۔

اول: اپنے راسخ الاعتقاد رہ چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لیے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو۔ اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔ اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا صاحب نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جس میں نواب محمد علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ والے اُترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اس کا مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے اس کی تصدیق ایڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجیے اگر اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا (اور اب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی ہے) تو مرزا صاحب جو ملہم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور ان کی ہر

ایک بات وحی تصور کی جاتی ہے۔خدا تعالیٰ سے اس امر کے ضرور اطلاع پاتے اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

دوم: میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جب تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا صاحب گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں، صبح کو ہواخوری کے لیے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لیے کوئی دوسرا مرید مقرر نہ ہوا۔اس ریوڑ میں ایڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔اب ایڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔

سوم: مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولنوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی جو کوڈ کبڈی میں شامل ہوتی تھی۔ایسے پُر خطر وقت میں جبکہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں ان کی حفاظت کا کام میرے ہی ذمہ ہوتا تھا۔ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر الحکم کو بھی ہے اگر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا ورنہ پھر جناب مرزا صاحب خدا ان کی عمر دراز کرے موجود ہیں۔

چہارم: میں ان کے ۳۱۳ اصحاب کبائر سے ہوں جن کی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ان ۳۱۳ کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

پنجم: مرزا صاحب کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا۔اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔ایڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ششم: جب مرزا صاحب پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا صاحب نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آ کر کئی روز ڈیرہ کیا۔اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارہ کیا۔اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا صاحب کے مریدوں کے لیے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیاں جاتے وقت بھی ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیاں سے آتے وقت بھی وہاں ہی اترتا۔خواجہ کمال الدین اور مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں۔اس وقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ہفتم: مرزا صاحب نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ

داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا، اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گزاریاں جتلاؤں۔ خدائے علیم بذات الصدور رخوب جانتا ہے اس قدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر الحکم کے خیال کو مٹانے کو ضروری تھا۔ کاش وہ مضمون لکھتے وقت جناب مرزا صاحب کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے۔ گیند کے پھاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔ آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت المہدی کا جواب لکھ کر دوصدر روپیہ پائیں۔ اب رہا باغ کا معاملہ سو اس کا علم ایڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے۔ خود مرزا صاحب نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں اس لیے انہوں نے اپنے فائدہ کے لیے باغ میرے سپرد کیا اور جب تک باغ میرے پاس رہا مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہی ہیں بلکہ آتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لیے بھی لے جاتی رہی ہیں۔ ایڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نذر کیے ہوں گے۔ ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا صاحب کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تا کہ ان کو اور ان کی ہم جولنوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ علاوہ اس کے پھل کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لیے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچی آموں کے ایڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔ اس بات کی مرزا صاحب بھی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں نے مرزا صاحب کے باغ پر صدہا روپے لگا کر برباد کر دیے اور اپنی نمبرداری اور زمین داری کا ذرا خیال نہیں کیا۔ کیا ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیاں میں فائدہ پہنچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو؟

اب رہا مرزا صاحب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔ سو مرزا صاحب کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقائد مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعوی پیغمبری کا ہے اور اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں کیا یہ میرے لیے کافی نہیں؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ ہاں مرزا صاحب محض علمائے اسلام کے سب وشتم کے تحریر کرتے وقت بہتر بہتر نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں بلکہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب اور مولوی نور الدین صاحب جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھیے ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ زکوۃ کبھی مرزا صاحب نے دی نہیں حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھڑوا دیتے ہیں اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے فلاں تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں لیکن اس بات کو میں ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نور الدین صاحب اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت

کے لیے اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء شخص کو امام بنایا جاوے جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب ایڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے ایسے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں، میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا صاحب کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ان پر قائم ہے وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا صاحب من گھڑت کر کے ایزاد پر لگاتے ہیں۔

ایک ورق ابتدائی حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے ایک ورق ایڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔

خاکسار مولوی عبد العزیز نمبردار رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور

[۱۰۴] **حکیم عبد الحق ابو تراب**: حکیم عبد الحق ابو تراب نجدی افکار کے حامل تھے۔ امرت سر سے ایک اخبار ''اہل سنت والجماعۃ'' جاری کیا جس میں سواد اعظم اہل سنت پر قسم قسم کے اعتراضات وارد کیے جاتے، جوابی طور پر اخبار الفقیہ امرت سر میں ان کی تردید کی جاتی۔

[۱۰۵] **مولانا انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی**: آپ ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ فقہ کی کچھ کتب مولانا فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی سے پڑھیں۔ مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبد الحی فرنگی محلی سے فقہ اور معقول کی تکمیل کی۔ فن تفسیر شیخ عبد اللہ یمنی (نزیل حیدر آباد) سے حاصل کیا اور حدیث کی سند بھی ان ہی بزرگ سے لی۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہوئے۔ ریاست حیدر آباد دکن میں مذہبی امور کی نظامت وصدارت کے عہدہ پر متمکن رہے۔ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ کو آپ کا وصال ہو گیا اور اپنے قائم کردہ مدرسہ نظامیہ حیدر آباد دکن میں سپرد خاک ہوئے۔ (مطلع انوار: ۳۷۔۳۰ ملخصاً از مفتی رکن الدین مطبوعہ ندارد)

[۱۰۶] **مولانا عرفان علی قادری جبل پوری**: مولانا عرفان علی قادری رضوی پیلی بھیت کے رہنے والے تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بیعت تھے۔ آپ کے ہی استفسار پر فاضل بریلوی نے ''عرفان شریعت'' تصنیف فرمائی۔ آپ کے نام اعلیٰ حضرت کے بعض مکاتیب بھی ہیں جو کہ کلیات مکاتیب رضا میں شامل ہو چکے ہیں۔ آپ کی تصنیف عرفان ایمان کو فاضل بریلوی نے بہت پسند فرمایا۔ دیگر تصانیف میں مروجہ پردہ، معجزہ شق القمر کا بیان اور سائنس کے ہذیان، عرفان ہدایت، جواز استمداد، پند سُودمند کے نام شامل ہیں۔

[۱۰۷] **مولوی محمد علی ناظم ندوہ**: آپ کا شمار ہندوستان کے نامور فضلاء میں ہوتا تھا۔ والد گرامی کا نام عبد العلی بن غوث علی حنفی نقش بندی کان پوری تھا۔ ۳ شعبان ۱۲۶۲ھ کو کانپور میں پیدا ہوئے۔ مولانا عنایت احمد کاکوروی، سید حسین شاہ کاشمیری، مفتی لطف اللہ حنفی سے تعلیم حاصل کی۔ سند حدیث مولانا احمد علی سہارن پوری سے حاصل کی۔ جوانی میں ہی حضرت کرامت علی قادری کالپوری سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ ایک سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے پھر ۱۳۲۰ھ میں ہندوستان واپس آئے اور

مونگیر چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ آپ نے قادیانیوں اور عیسائیوں کے رد میں کئی کتب تصنیف کیں۔ ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے۔ (تذکرہ اولیائے دیوبند: ۲۶۴)

ندوۃ العلماء کا نظریات اہل سنت سے انحراف کے سبب مولوی محمد علی مونگیروی سے علماء اہل سنت کے اختلاف پیدا ہو گئے۔ ندوۃ العلماء کے نظریات وعقائد کے بارے جاننے کے لیے ہماری مرتبہ کتاب ''رسائل حسن'' مطبوعہ اکبر بک سیلر، لاہور (پاکستان اشاعت) اور مطبوعہ رضا اکیڈمی (ممبئی، انڈیا) ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۰۸] **مولوی عبدالرسول بکھر شاہ پوری:** حکیم قمرالدین مرحوم کے فرزند (موضع بکھر بار تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا) کے رہنے والے تھے۔ علوم دینیہ اور طبیہ کی تعلیم اور تربیت کے بعد وطن لوٹے۔ مولانا ابوالسعد احمد خان سے بیعت تھے اور مجاز بھی۔ ان کی وفات کے بعد مولانا محمد عبداللہ لودھیانوی سے بیعت ہوئے۔ وقت کے اساتذہ سے طب کے فن میں مہارت حاسل کی، تشخیص وتجویز اور دواسازی میں ماہر تھے۔ آپ کے لاتعداد شاگردوں میں حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم سرفہرست تھے۔

آپ عربی فارسی اردو اور پنجابی چاروں زبانوں کے قادرالکلام شاعر تھے۔ تحریک خلافت کے علاوہ حزب الانصار، دارالعلوم اور ماہ نامہ شمس الاسلام کے معاون رہے۔ بزرگان دین کی وفات پر حکیم صاحب کے مرثیے اور منظوم تاریخیں ان کی قادر الکلامی اور وسعت علم کا ثبوت ہیں۔ فن طب اور نقشبندی سلسلہ کے بارے میں رسائل لکھے جن میں سے اکثر مکتبہ حزب الانصار بھیرہ نے شائع کیے۔ پہلے پیر بل کے نقشبندی شیخ مولانا غلام مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے حالات زندگی پر کتاب انوار مرتضویہ لکھی۔ حکیم صاحب کے نوشتہ بعض رسائل ہنوز شرمندہ اشاعت ہیں۔ (تذکار بگویہ، جلد سوم ص ۶۱۰)

[۱۰۹] **نواب علی خان مالیر کوٹلہ:** والد کا نام نواب غلام محمد خان تھا۔ یکم جنوری ۱۸۷۰ء تاریخ پیدائش ہے۔ ۱۹ نومبر ۱۸۹۰ء کو مرزا قادیانی کی بیعت کی۔ رجسٹر بیعت میں ان کا نمبر ۲۱۰ ہے۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کی بڑی بیٹی سے نکاح کیا۔ نواب صاحب نے متعدد شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے نواب صاحب کی اکلوتی بیٹی بوزینب بیگم کا نکاح مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا شریف احمد سے ۱۹۰۹ء میں ہوا، اور ۱۹۱۵ء میں مرزا قادیانی کی بیتی امۃ الحفیظ بیگم کا نکاح نواب صاحب کے بیٹے محمد عبداللہ خان سے ہو۔ ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء کو بعمر ۷۵ سال آں جہانی ہوئے اور مرزا قادیانی کے احاطہ خاص میں تدفین ہوئی۔ (ماخوذ از نواب محمد علی خان مصنفہ فخر الحق شمس شائع کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

[۱۱۰] **اخبار جعفر زٹلی، لاہور:** لاہور محلّہ شاہ عالمی گیٹ کوچہ گاہندیان سے ۴ مارچ ۱۸۸۷ء کو یہ ہفتہ وار اخبار شائع ہوا۔ آٹھ (۸) صفحات پر مشتمل تھا۔ مہتمم مولوی محمد حسن تھے۔ سالانہ چندہ دو روپے تیرہ آنہ تھا۔ مالک ملا محمد بخش تھے۔ (تاریخ صحافت، جلد سوم، ص: ۴۷۔۴۷۳)

ملا محمد بخش نے اپنے اخبار سے قادیانیت کو کس حد تک زک پہنچائی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانیوں نے اس اخبار کے ایک ایک اشتہار کے جواب میں الحکم کا ایک ''غیر معمولی

پرچہ الحکم قادیان دارالامان'' کے نام سے جاری کیا جس پر جلی حروف میں عنوان تحریر کیا ''خطرناک جھوٹ سے ایک کثیر التعداد جماعت کی دل آزاری۔قابل توجہ گورنمنٹ''۔اس اشتہار میں انگریز گورنمنٹ کو اپنی نسل در نسل وفاداری یاد کرواتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''ہم کو حیرت پر حیرت اور تعجب پر تعجب آتا ہے کہ بخت پیٹ اور چندروزہ زندگی کی خاطر نادان انسان لعنت اللہ علی الکاذبین کا سخت وعید پڑھتا پھر بھی دن دھاڑے سفید جھوٹ بولنے سے شرم نہیں کرتا۔ ہماری جماعت (جس کے ہم ایک فرد اور جس کے پیشوا اور امام گورنمنٹ انگلشیہ کے نسلاً بعد نسل جان نثار دوست اور فرمان پذیر رئیس جناب مرزا غلام احمد صاحب ہیں) پر سفیہ اور نااہل لوگ مختلف قسم کے دل آزار حملے کرتے اور ستاتے ہیں۔اسی وجہ سے متعدد مرتبہ گورنمنٹ عالیہ کو خود ہمارے امام ہمام کو توجہ دلانی پڑی ہے۔یہ لوگ کمینے حملے کرنے سے باز نہیں آتے چنانچہ لاہور کے ایک لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل ایک عام حیثیت کے آدمی ملا محمد بخش (جو کسی جعفر زٹلی نام کے اخبار کا مالک بھی کہلاتا ہے) نے حال میں ایک اشتہار ''افسوس ناک حادثہ'' کے عنوان سے کثیر التعداد چھاپ کر شائع کیا ہے۔جس میں امام ہمام حضرت اقدس مرزا غلام احمد کے دشمنوں کی وفات طاعون جیسی نامراد اور ایک لعنت مجسم مرض سے شائع کر کے ایک بڑی بھاری جماعت کی دل آزاری کی ہے، جو اشتہار اس بے باک ملا نے باوجود قانون شڈیشن کے پاس ہو جانے کے شائع کیا ہے۔ہم اس کا شائع کرنا بھی خلاف تہذیب واخلاق سمجھتے ہیں۔اس لیے ہم گورنمنٹ عالیہ کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اس خطرناک اشتہار سے ایک بڑی بھاری جماعت میں جو گورنمنٹ کے معزز عہدہ داروں اور وفادار ملازموں اور عقیدت کیش رؤسا اور تاجروں کی جماعت ہے۔سخت بے دلی اور گھبراہٹ پھیلائی گئی ہے، جس سے نقص امن عامہ کا اندیشہ ہوسکتا ہے اس لیے ہم پُر زور الفاظ میں گورنمنٹ کے حضور اس دُکھ اور تکلیف کا استغاثہ کرنا چاہتے ہیں جو ایک صریح جھوٹ اور لعنت سے بھرے ہوئے کذب سے ہماری جماعت کو پہنچایا گیا ہے۔'' (الحکم مورخہ ۱۳ اپریل ۱۸۹۸ء یوم یک شنبہ)

یہاں قادیانیت کی انگریز سرکار سے وفاداری کا ذکر ہوا ہے تو الحکم سے اس بارے ایک اور اقتباس نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا چنانچہ الحکم میں ''گورنمنٹ پنجاب سے ضروری گذارش'' کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا جس سے بقدر ضرورت یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''یہ امر گو متعدد مرتبہ گورنمنٹ کی توجہ کے لیے نہ اپنے لیے بلکہ اپنی ارادت کیس اور عقیدت مند جماعت کے وفادار سے اور خیر خواہی کے اظہار کے لیے ہمارے سید ومقتدا امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام نے بذریعہ عرض داشتہائے مطبوعہ پیش کیا کہ ہماری جماعت جو سیدنا مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ اور بنی نوع انسان سے سچی بھلائی، بغاوت اور شرارت کے ارادوں اور خیالوں کو دور کرنے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کرتی ہے اور اپنے دل سے کسی ایسے امام مہدی یا مسیح کے آنے کے خیالات دور کرتی ہے جو آ کر فتنہ وفساد یا جنگ وجدال کرے اور جہاد بالسیف کا حکم دے۔گورنمنٹ کے لیے ایک مبارک جماعت ہے اور یہ گورنمنٹ سے

مخفی ہی نہیں کہ اس جماعت کا امام یعنی مرزا غلام احمد صاحب ابن مرزا غلام مرتضٰی مرحوم ایک ایسے خاندان کا چیف ممبر ہے جو ہمیشہ سے گورنمنٹ کا ہوا خواہ اور جاں فروش دوست رہا ہے مگر بعض کوتاہ اندیش لوگوں کی ریشہ دوانیوں اور۔۔۔ جو در پردہ ایسے خیالات رکھتے ہیں کہ کوئی تاج وتخت کا خواہش مند مہدی مسیح آئے گا اور جنگ وجدل کرتا پھرے گا اور اسی لیے سیدنا مرزا صاحب کا انکار کرتے ہیں کہ وہ اپنے محسن گورنمنٹ کے ساتھ پوری وفاداری اور خیر خواہی سے سلوک کرنے کی تسلیم دیتا ہے بلکہ اس نے اپنی شرائط بیعت میں یہ امر داخل کر دیا ہے کہ جو آدمی کسی قسم کی بغاوت کا خیال رکھتا ہو–وہ میری بیعت میں داخل نہیں ہوسکتا۔'' (الحکم مورخہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۸ء)



تاثرات علماء کرام

مفتی توفیق احسن برکاتی (انڈیا):

محترم ثاقب رضا نے ایک ایسا سنگ میل پار کر دکھایا جو انتہائی حیرت انگیز ہے بلکہ کسی کوہ پیمائی سے کم نہیں۔ ''ردقادیانیت اور سنی صحافت'' ان کی تازہ ترین تحقیق ہے۔ یہ ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے جو اپنے جلو میں لمحۂ فکر یہ بھی لیے ہوئے ہے۔ ہماری کوتاہیوں ،سستیوں ،غفلتوں اور بے پرواہیوں نے ہمارے مذہب حق سے متعلق بہت سارے حقائق اور علمائے اہل سنت ومشائخ کرام کی بہت سی قربانیوں کو دفینہ بنا ڈالا جو آہستہ آہستہ زمیں دوز ہوتا چلا گیا اور ہمیں اس کا احساس اس وقت ہوا جب فریق مخالف نے مختلف میدانوں میں ہماری پیش کی گئی قربانیوں اور کاوشوں کو اپنے علما کے سر مونڈ ھنے کی ناپاک کوشش کر ڈالی۔ ہماری بے خیالی میں بنے بنائے محلات کو نیا رنگ وروغن انہوں نے کر ڈالا اور پھر حقائق اور تاریخیں اس طرح توڑ موڑ کر پیش کی جانے لگیں کہ قرطاس وقلم کی روح کانپ گئی۔ محترم ثاقب رضا قادری کی یہ تاریخی تحقیق سنی علما اور سنی صحافت کی قادیانیت کے خلاف پیش کی جانے والی قربانیوں کی بازیافت کی ہے۔ جھوٹی نبوت کے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کی طاقت اور لحظہ بہ لحظہ غلط ثابت ہوتی ہوئی اس کی تمام پیش گوئیوں نے اسے اور اس کی جماعت کو طوفان کے جس تھپیڑے میں ڈال دیا تھا انہیں آئینہ دکھانے کا کام ہماری سنی صحافت نے انجام دیا تھا۔ ان میں ردقادیانیت کا اولین ماہنامہ قہرالدیان علی مرتد بقادیان، ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ہفت روزہ اخبار اہل فقہ امرتسر، اور ہفت روزہ سراج الاخبار جہلم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

محترم ثاقب رضا قادری نے ردقادیانیت اور سنی صحافت کو ایک چیلنج کے طور پر قبول کرتے ہوئے اتنے اہم کام کو سیریز کا نام دیا ہے...... ان کے جملہ محسنین ومعاونین اور مطبع کے ذمے داران سب قابل مبارک باد ہیں۔ اللہ عزوجل یہ خدمت قبول فرمائے۔ آمین۔



محقق اہل سنت حضرت پیر غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی (سرگودھا):

ادیانِ باطلہ کی تردید اور اسلام کی نظریاتی سرحدوں کا دفاع زمانے کے علماء پر فرض ہے۔قرآن وسنت کے نام لیواؤں میں سے بھی اگر قطعیات وضروریات کا انکار کرے تو اسکی تکفیر وتردید لازم ہے اور چودہ سو سال سے اسی پر عمل (Practice) چلا آرہا ہے۔ شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے قادیانیت کی تردید بھی اسی سلسلے کی اہم شاخ ہے۔قادیانیت کی تردید کرنے والوں کے لیے چند اہم گزارشات پیش خدمت ہیں۔

(۱) واقعی قادیانیت کی تردید ہمارا مقصود ہونا چاہیے۔کسی دوسرے کے مقابلے پر کام کرنا اخلاص کا کباڑا کر دیتا ہے اور قادیانیت کی تردید کی بجائے قادیانیت کو تقویت فراہم ہوتی ہے۔

(۲) اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کی ضرورت ہے۔قرآن وسنت اور اجماع سے براہِ راست دلائل پر دسترس ہونی چاہیے اور مزید راہنمائی کے لیے سیفِ چشتیائی اور الانتہاء جیسی کتب کا مطالعہ مفید ہے۔

(۳) مرزا قادیانی کی اپنی کتب کا ہر ذمہ دار عالم کے پاس ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی کماحقہ تردید ممکن ہو۔

(۴) علم کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کے طریقہ واردات اور نفسیاتی حربوں سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ پاکستان کے چند علماء کے سواء قادیانیوں کے طریقہ واردات کو کوئی نہیں سمجھتا۔ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ بعض علماء علم کے سمندر ہیں مگر قادیانیت کے موضوع پر ان کا تجربہ صفر ہے۔اس لیے ایسے علماء قادیانیت کے موضوع پر محض سطحی گفتگو کو پسند کرتے ہیں۔

(۵) دُور دراز ملکوں اور پاکستان کے اندونی علاقوں میں قادیانیت اپنے پاؤں جما چکی ہے۔ان مقامات تک قادیانیت کا تعاقب کرنا خصوصاً چناب نگر میں اپنا مرکز قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔

(۶) اس موضوع پر مستقل اشاعت کی بھی ضرورت ہے جو مذکورہ بالا ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شائع ہوا کرے۔ اس میں نہایت سنجیدہ اور ہمہ جہت علماء کی مشاورت سے مضامین شائع ہوں۔

(۷) اس موضوع پر علمائے اسلام کی خدمات سے بھی دنیا کو آگاہ رکھا جائے تاکہ دعوت وارشاد کی تاریخ اور احیائے اسلام میں علمائے حق کا کردار آئندہ نسلوں کے لیے مشعلِ راہ بنے۔

حضرت محمد ثاقب رضا قادری زیدمجدہم نے ''ردِقادیانیت اور سنی صحافت'' میں ایسے تاریخی حقائق جمع فرمائے ہیں کہ انہیں پڑھ کر نا صرف ہم جیسے فقراء بلکہ خود علماءِ مرحومین کی روحیں ان کے لیے دعا گو ہیں اور آئندہ نسلیں ان شاء اللہ اس احسان کو یاد رکھیں گی۔



عبدالحق انصاری- بہاءالدین زکریا لائبریری چھونبی، چکوال- پاکستان:

مکرمی جناب ثاقب رضا قادری صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اُمید ہے آپ احباب خیریت سے ہوں گے۔ ''رد قادیانیت اور سُنّی صحافت'' پہلی جلد زیرِ مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور جملہ معاونین کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

کتاب دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو راحت ملی۔ ہمارا مزاج بن گیا ہے کہ اخبارات ورسائل کو محفوظ کرنے اور پھر ان سے استفادہ اٹھانے کو شاید ناجائز عمل تصور کر لیا ہے۔ بڑے بڑے اخبارات ورسائل کی فائلیں ضائع ہو گئیں اور ہو رہی ہیں۔ اسی کے ساتھ بہت سی معلومات جو کتب میں دستیاب نہیں؛ ہم ان سے بھی محروم ہو گئے۔

عرب دنیا میں جو اخبارات پچاس ساٹھ برس پہلے بند ہو چکے، آج ان میں سے متعدد کے جملہ شمارے جلدوں کی صورت میں مطبوع اور بازار میں دست یاب ہیں اور دیگر کی پی ڈی ایف فائلیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ شاید ہی کوئی عربی اخبار ورسالہ ہو جو مکمل طور پر ضائع ہوا ہو۔ افسوس ہے ہمارے ہاں انفرادی وحکومتی دونوں سطح پر اس کا اہتمام نہیں۔

اس صورت حال میں کسی مرحوم اخبار کے مندرجات کو محفوظ و زندہ کر لینا ایک حساس و

روشن دل کا ہی کام ہے جو آپ نے انجام دیا اور ہمیں امید دلائی کہ نئی نسل سے توقع رکھیں کہ ماضی کی کوتاہی و تساہل کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔

عرصہ قبل انڈیا آفس لائبریری لندن سے بھی ''سراج الاخبار'' کا ریکارڈ پتہ کروایا تھا لیکن کچھ نہ ملا۔ اس کیفیت میں سراج الاخبار کے بچے کھچے ریکارڈ سے قادیانیت جیسے اہم موضوع کا مواد سمیٹ لینا ایک فرض کفایہ کی ادائیگی سے کم نہیں۔ فالحمدللہ



مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی (دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، افریقہ):

عصر حاضر میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت مرحومہ داخلی و خارجی بہت سے گھناؤنے فتنوں سے بیک وقت ستیزہ کار ہے۔ ایک طرف اسلام مخالف سازشوں کے باعث عراق سے فلسطین اور کشمیر سے کنیا کماری تک امت مسلمہ لہو رنگ ہے، اپنے ہی بھائیوں کے بے گور و کفن لاشے پڑے ہیں، کٹے پھٹے جسم ہیں، اُجڑی ہوئی بستیاں اور جلتے ہوئے مکانات۔

تو دوسری طرف امت مسلمہ کا بڑا ناسور فتنۂ قادیانیت - اہل اسلام کو ذہنی و فکری انتشار میں گرفتار اور جسد ملت کو کھوکھلا کرنے پر تُلا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں مجاہدین ختم نبوت اور شیفتگانِ عشق رسالت نے مختلف علمی و فکری محاذوں سے اس فتنے کا سر کچلنے اور اسے بیخ و بن سے اُکھاڑنے کی سعی مشکور کی ہے؛ تاہم صحافتی نکتۂ نظر سے اس کا محاسبہ و محاکمہ ہنوز ہمارے اوپر قرض تھا۔ خدا کا شکر کہ اس کی توفیق ہمارے دیرینہ رفیق فضیلت مآب محمد ثاقب رضا قادری کو ارزانی ہوئی، جنہوں نے فتنۂ قادیانیت کے صحافتی محاسبہ پر مبنی اولین تاریخی و تحقیقی دستاویز پیش کر کے جماعت کو ایک بڑے فرض و قرض سے سبک دوش کر دیا ہے۔ ثاقب قادری کی حالیہ سرگرمیاں بتا رہی ہیں کہ قیامت دم لے یا نہ لے، لیکن قادری صاحب ہیں کہ فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی کی راہ میں سفر مدام میں مبتلا ہیں اور ان برسے ہوئے بادلوں میں ابھی کتنی اور بجلیاں پوشیدہ ہیں شاید ان کا سراغ لگا کر ہی وہ دم لیں۔ خداوند جلیل کی بے پایاں رحمتیں اس زہرہ گداز مہم میں لمحہ لمحہ ان کے شریک سفر ہیں اور ان

کے خواب سرفروشی کو تعبیر حسیں نصیب ہو۔



صاحبزادہ مفتی محبّ اللہ نوری (بصیر پور):

اسلامی عقائد میں عقیدہ ختم نبوت کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اس کی اساس اور احادیث مبارکہ حجت ہیں۔ اس عقیدے پر قصر ایمان استوار ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام کے تمام تر عقائد پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو مگر نبی آخرالزمان حبیب الرحمٰن سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں معمولی سے بھی شک وشبہہ میں مبتلا ہو تو وہ کسی صورت بھی مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں، ایسا شخص بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے ضروری جانا کہ لوگوں کے دلوں سے عظمت و ناموس رسالت کی اہمیت اور جذبۂ جہاد کو ختم کیا جائے، چناں چہ انہوں نے اس مقصد کے لیے جو سازش ترتیب دی، اس کا ایک اہم سرغنہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے پہلے مجدد و مصلح اور بعد ازاں نبوت کا دعوی کر دیا تو علمائے امت نے اس کا رد بلیغ کیا اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے بڑی جدوجہد کی۔ اہل سنت کے نامور حنفی عالم دین مولانا فقیر محمد جہلمی، مصنف حدائق الحنفیہ نے اپنے ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم کے ذریعے مرزا قادیانی کا رد بلیغ کیا اور اپنے اخبار کو اس کذاب کی سرکوبی کے لیے وقف کر دیا۔ غازی اسلام مولانا کرم الدین دبیر (ایڈیٹر سراج الاخبار) اور ادیب اہل سنت مولانا محمد حسن فیضی نے اپنے قلمی جوہر دکھائے۔ قادیانیوں نے انگریز کی عدالت میں ان کے خلاف مقدمات دائر کیے لیکن ان حضرات نے دلائل و براہین کے انبار لگا دیے بالآخر تائید ایزدی سے تمام مقدمات میں کامیابی نصیب ہوئی۔

اہل سنت کے نوجوان محقق اور مسلکی درد رکھنے والے اسکالر محترم محمد ثاقب رضا قادری (لاہور) نے بڑی جاں فشانی سے اس اخبار کے فائل تلاش کر کے متعلقہ مواد کو مرتب کیا۔ یہ کتنا محنت طلب اور مشکل کام ہے، اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جسے تحقیقی کام کا

عملاً تجربہ ہو۔ ثاقب صاحب کو تلاش بسیار کے بعد ۱۸۸۵ء-۱۹۱۷ء کی (متفرق) فائلیں دستیاب ہوئیں، ان سے حاصل شدہ تاریخی مواد پر مشتمل پہلی جلد پیش نظر ہے۔ قادیانیت کے محاسبہ پر مبنی اس اولین تاریخی و تحقیقی دستاویز کی اشاعت پر محقق و مولف ثاقب رضا لائق صد تحسین و تبریک ہیں۔ محترم ثاقب رضا نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں ہراول دستہ کا کردار ادا کرنے والے سنی رسائل و جرائد اور ان کے مدیروں کے تعارف کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف و محقق کی ان کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے۔ **(ماہ نامہ نور الحبیب، بصیر پور بابت جون ۲۰۱۵ء)**

ڈاکٹر نور محمد شاہتاز (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان):

''رد قادیانیت اور سنی صحافت''-فتنۂ قادیانیت کے محاسبہ پر مبنی اولین تاریخی و تحقیقی دستاویز............اسے تیار کرنے کی سعی کی ہے جناب محمد ثاقب رضا صاحب نے۔ ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب واقعی ایک دستاویز ہے جس میں ابتدائیہ اور مقدمہ اور تقاریظ کے علاوہ دو باب ہیں جن میں تاریخی معلومات کا ذخیرہ سمو دیا گیا ہے...... مولف موصوف نے اس بات پر دُکھ کا اظہار کیا ہے کہ اکابر اہل سنت کی صحافتی خدمات کو کبھی خراج تحسین پیش نہیں کیا گیا۔ ہمیں بھی اس سے اتفاق ہے مگر ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی جو ایک مجلّہ (تبیان) کے مالک و مدیر اور ماہ نامہ ترجمان اہل سنت کی مجلس کے رکن رکین ہیں- نے ایک رسالہ مرتب فرمایا جس کا نام ہے ''فروغ صحافت میں اہل سنت کا کردار'' ......حضرت حکیم الامت حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب کو ہمارے ایک صحافی دوست نے وہی رسالہ پیش کیا تو انہوں نے فرمایا جو کردار اہل سنت کو من حیث السواد الاعظم ادا کرنا چاہیے تھا وہ دُور دُور تک نہیں اور جو کام ہوا ہے وہ بعض درد دل رکھنے والے احباب کی ذاتی کوششوں سے ہوا ہے۔ اس میں جماعتی نظم کہیں بھی نظر نہیں آتا اور اسے محفوظ کرنے کا بھی کوئی اہتمام نہیں کیا جا سکا۔ انہوں نے مزید کہا اللہ مولانا شاہ حسین گردیزی کو اجر جزیل عطا فرمائے کہ انہوں نے بہت کچھ محفوظ کر دیا۔ آج اس بات کو تیس پینتیس برس سے زاید کا عرصہ گزر چکا ہے اور ایک بار پھر اسی سے ملتا جلتا تاثر حضرت محمد

ثاقب رضا قادری صاحب کی تحریر سے بھی ٹپک پڑا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''جماعتی انتشار اور تحقیق وجستجو سے عاری رویے کے سبب اسلاف کا بیشتر ورثہ آج ہماری دسترس میں نہیں رہا۔''

میں جناب کو داد دیتا ہوں کہ اپنی ذاتی لگن اور دلچسپی کی بنیاد پر آپ اس دستاویز کو مرتب کرنے اور دسترس میں لانے میں کامیاب ہو گئے اور ایسا کام کر ڈالا جس کے کرنے والوں کو ہمارے یہاں خبطی بتایا جا رہا ہے اور نذر اللہ و نیاز حسین پر لکھنے والوں کو ہی عالم فاضل اور محقق ومولف لکھا جاتا ہے۔

کتاب میں بعض مقدمات کی روئداد بھی آ گئی ہے۔ حضرت علامہ کرم الدین دبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم الشان معرکہ کی روداد اور مقدمات کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے اصلی معین ومددگار ہمارے حضرات مشائخ عظام تھے۔ حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ صاحب (مجدد گولڑوی) سجادہ نشین گولڑہ شریف کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعاء برکت سے ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے۔ ابتداء میں جب مقدمات شروع ہوئے تو حضرت والا کی خدمت میں باریاب ہوا۔ عرض کی کہ اب دعا کا وقت ہے دوسری طرف سے ہر قسم کے منصوبے قائم ہو رہے ہیں اور ادھر مرزا جی کو یہ بھی دعوی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ان کے مخالف تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے تم بالکل بے فکر رہو ان شاء اللہ تم کامیاب ہو گے اور مرزا جس قدر زور خرچ کرے اس مقابلہ میں ہزیمت ہی اٹھائے گا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک یہ معرکہ رہے گا ایک خاص وقت دعا کے لیے مخصوص رہے گا اور حق تعالیٰ سے نصرت وکامیابی کی دعا کی جایا کرے

گی چناں چہ ایسا ہی ہوا ایسے ایسے معرکے پیش آئے کہ ہر طرح سے مایوسی کا سامنا آتا تھا لیکن حضرت پیر چشتی (مجدد مہر علی) مدظلہ کی کرامت اپنا ایسا کرشمہ دکھاتی تھی کہ عقل حیران رہ جاتی تھی۔ہم حضرت اقدس پیر صاحب مدظلہ کی اس باطنی توجہ کے کمال مشکور ہیں اور دعا ہے کہ ایزد تعالیٰ آپ کے ظل فیض کو دیر تک محدود رکھے۔(ص:۵۷۴،۵۷۵)

حقیقت یہ ہے کہ اس پوری تحریک قادیانیت میں حضرت مجدد گولڑوی رحمۃ اللہ کی قائدانہ خدمات جلیلہ کی نظیر نہیں اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کو بہ مشکل کھینچ تان کر اس میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے جب کہ اصلاً کوئی کارنامہ دُور دُور تک ان کا دکھائی نہیں دیتا نہ اس دور کے اخبارات نے لکھا نہ رسائل کی فائلوں سے مل سکا......

اسی کتاب میں فیصلہ بعدالت لالہ آتما رام مہتہ بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ مجسٹریٹ درجہ اول گورداس پور کی کارروائی کا حال بیان کرتے ہوئے (علامہ کرم الدین دبیر) لکھتے ہیں کہ؛

''یہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۱ پر ہے اور زیر دفعہ ۵۰۱،۵۰۲ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۲ پر ہے۔فریقین مسلمان ہیں اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے شمشیر بکف ہیں۔مستغیث اس فرقہ سے ہے جس کا سرپرست پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ ضلع راول پنڈی میں ایک مشہور آدمی ہے۔''الخ

''۱۹۰۱ء میں ملزم نمبر ۱ یعنی مرزا غلام احمد نے ایک کتاب عربی زبان میں جس کا نام اعجاز المسیح ہے طبع کی ہے اس میں اس نے کل دنیا کو مخاطب کیا کہ اس کی فصاحت کے برابر کوئی شخص کتاب لکھ دے اور ساتھ ہی بہ طور پیش گوئی کے یہ دھمکی دی کہ جو شخص ایسی کتاب کے لکھنے کا ارادہ کرے گا وہ زندہ نہیں رہے گا

مگراس کے مقابلہ میں پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ نے ایک کتاب مسمی بہ سیف چشتیائی (چشتی کی تلوار) تالیف کی اور شائع کی۔''

اس اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی اس تحریک کے سرپرست تصور کیے جاتے تھے جبھی مقدمات بھی ان کے خلاف اوران کی اس تحریک کے ساتھیوں اور سپاہیوں کے خلاف قادیانیوں کی طرف سے درج کرائے جاتے تھے۔

آگے چل کر دبیر صاحب لکھتے ہیں:

حضرت پیر صاحب پر اس مقدمہ میں سیف چشتیائی کے بعض مضامین کے حوالہ سے اتہام سرقہ کی کوشش کی گئی تھی مگر یہ ناکامی مرزا جی اوران کی جماعت کو ایسی حاصل ہوئی جس کی حسرت گور میں بھی ان کے ساتھ جائے گی ادھر حضرت چشتی پیر (مہر علی) کی کرامت نصف النہار کی طرح روشن ہوگئی۔

(ص:۵۵۸)

اس کتاب نے اس بات کو اور بھی مبرہن کر دیا ہے کہ بہت سے دعویداران فاتحین قادیانیت اوران کے خودساختہ فرقہ کا اس وقت کہیں نام نشان بھی نہ تھا ورنہ کوئی اور کتاب بھی سیف چشتیائی جیسی منظر عام پر آئی ہوتی اور کسی مقدمہ میں بہ طور تبرک ہی کسی نابغہ روزگار فاتح قادیانیت کا نام آ گیا ہوتا............ جسے مرزا نے چیلنج کرنے کے لائق ہی جانا ہوتا۔

محترمی محمد ثاقب رضا صاحب اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔آمین

آپ نے معرکۃ الآرا کام کیا ہے مگر افسوس اس تحریک کے مرکز سے آپ کوئی تقریظ کتاب کے لیے حاصل نہ کر سکے جب کہ وہاں سے ختم نبوت پر اب بھی کام ہورہا ہے ایک ماہ نامہ (مہر منیر) باقاعدگی سے جاری ہے، ختم نبوت پر نئی کتب کی تصنیف وتالیف کی سرپرستی کی جاتی ہے اور ملک بھر میں ختم نبوت کانفرنسز کا انعقاد ہوتا ہے، مرکزی ختم نبوت کانفرنس ہر

سال ۲۵ اگست کو مناظرۂ لاہور کی یاد میں دربار شریف میں منعقد ہوتی ہے۔ بہ ہر کیف...... اللہ مبارک فرمائے آپ کی تحقیقی محنت کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی جس کا یہ راقم متحمل نہیں ہو سکتا۔ اللّٰھم زد فزد و تقبل (فقہ اسلامی، کراچی – مارچ ۲۰۱۵ء)

مفتی ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی (انڈیا):

معاشرے کی بڑھتی ہوئی خرابیوں میں ایک بڑی خرابی سہل پسندی ہے اگر اس خرابی کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ بہت سی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے۔ عصر حاضر میں سہل پسندی کی ایک بڑی مثال عوام الناس کا اپنے اصل اسلامی اثاثہ سے دُور ہونا اور بآسانی دستیاب ہونے والے مضر و مضل لٹریچر سے بہت جلد متاثر ہو جانا بھی ہے۔ وہ دَور کتنا مبارک تھا کہ لوگ ایک حدیث کی معلومات کے لیے دُور دراز سفر کرتے اور علم حاصل کرتے اپنے عقائد کے برخلاف کسی مسئلہ کو جوں توں نہ مان کر اس کی حقیقت کی تلاش میں لگ جاتے۔ علماء کی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کرتے، خود بھی کتب بینی میں عرق ریزی کرتے، یہاں تک کہ ایک مسئلہ سے واقفیت حاصل کر کے ہی چین کی سانس لیتے۔ آج جب کے وسائل کی بہتات ہے لیکن سہل پسندی کا بڑھتا رجحان حق و باطل میں امتیاز کی بھی اجازت نہیں دیتا چہ جائے کہ تحقیق وجستجو میں اپنا وقت صرف کیا جائے اور طرفہ تماشا یہ کہ اس سہل پسندی کا شکار عوام الناس ہی نہیں بلکہ خواص بھی ہیں۔ الا ماشاء اللہ

مختصر یہ کہ ایسے پُر آشوب ماحول میں کسی بھی طرح کی علمی تحقیقی سعی کرنا قدیم لائبریریوں سے خاک آلود کرم خوردہ الماریوں میں محفوظ قدیم و نایاب نوادرات حاصل کرنا یقیناً جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ حصول یابی کے بعد نوادرات کی بوسیدہ و کرم خوردہ فائلوں سے اہم و مفید مواد پر مشتمل اوراق کو منتخب کر کے اس پر حتی الوسع محنت کرنا اور پھر اسے ترتیب و تذہیب وغیرہ بہت سے مراحل سے گزار کر عوام وخواص کے مطالعہ کی میز تک پہنچانا خود میں ایک بہت بڑا کام ہے۔ دَور حاضر میں ایسی مبارک کوششیں کرنے والے اشخاص نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ انہیں میں ایک نام میرے مخلص دوست محترم ثاقب رضا قادری صاحب کا بھی ہے جنہوں نے زیر نظر کتاب ''رد قادیانیت

اور سُنّی صحافت'' ترتیب دے کر تحقیق کی جن اعلیٰ منازل کو سر کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔

موصوف محترم نے رد قادیانیت میں سُنّی صحافت کے کلیدی کردار کو جس اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے وہ یقیناً لائق تحسین ہے۔ موصوف نے اس سے قبل رد قادیانیت میں سنی صحافت کی پہلی کڑی سراج الاخبار، جہلم کے حوالہ سے پیش کی تھی اور اب یہ موصوف کی اس عنوان پر دوسری کاوش ہے جسے موصوف نے اہل سنت کے مشہور اخبار اہل فقہ، امرت سر کی چھ سالہ فائلوں کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ موصوف کی اس منفرد علمی و تحقیقی کاوش کو مقبول عوام و خواص بنائے اور موصوف کو مزید ترقیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبین والمرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

مولانا شہزاد احمد مجددی چوراہی:

سراج الاخبار مولانا فقیر محمد جہلمی مصنف حدائق الحنفیہ اور ان کے رفیق خاص مولانا کرم الدین دبیر چلاتے تھے، آپ دونوں اچھے مناظر تھے اور قادیانیوں کے خلاف دونوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ یہ کتاب ان دونوں بزرگوں کی ختم نبوت کے حوالہ سے خدمات کا ثمر ہے۔



مولانا ارشاد احمد مصباحی (جامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور):

ماشاء اللہ- بہت عمدہ کتاب ہے۔ مصنف نے بڑی عرق ریزی سے کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ کسی بھی موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قبول فرما کر انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔



مولانا شہباز احمد چشتی (انڈیا):

The author of this book respected Saqib Raza Qadri, totally deserves our warm congratulations for

this book which is new and on a new topic as well as it shows the actions taken by Sunni Islamic Scholars against Qadyanism.



مولانا محمد شان حنفی قادری (لاہور):

ماشاءاللہ- بہت ہی عمدہ واہم کام آپ نے سرانجام دیا۔آپ پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس طرح کے علمی کام کررہے ہیں۔اللہ سے دعا ہے کہ اس کا کرم آپ پر جاری وساری رہے اور ہمیں ایسے علمی کام دیکھنے اور پڑھنے کو ملتے رہیں۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم



مفتی وحید چودھری صاحب (فیصل آباد):

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل اور توانائی میں برکت دے تا کہ آنے والی نسلیں اس طرح کے مزید دفن شدہ خزینوں سے روشناس ہوتی رہیں۔



ڈاکٹر مشاہد رضوی (مالیگاؤں، انڈیا):

سبحان اللہ، ماشاءاللہ- رب کریم قبول فرمائے اور آپ کو ہمیشہ خوش وخرم اور شاد وآباد رکھے۔



جناب شاہد رضوی صاحب (انڈیا):

ماشاء اللہ۔ بہت اچھا کام ہے۔ اہل سنت کی خدمات کو مزید نمایاں کرنے کی ضرورت ہے۔اللہ آپ کو اور ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔آمین



مولانا عتیق الرحمٰن رضوی (مالیگاؤں، انڈیا):

بہت مبارک۔اللہ مزید ترقی و برکات عطا فرمائے۔



ماخذ ومراجع

۱۔اخبار اہل فقہ (امرت سر)(ریکارڈ کی تفصیل آگے جدول میں آرہی ہے)

۲۔اخبار نویسوں کے حالات مولفہ مولوی محمد الدین کشمیری

۳۔الفقیہ ،۲۰ نومبر ۱۹۱۹ء، ۷ ستمبر ۱۹۲۷ء، ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء، ۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء، ۱۴ اکتوبر، ۱۹۲۷ء، اکتوبر ۱۹۱۹، ۲۰ نومبر ۱۹۱۸، ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء، ۷ مارچ ۱۹۳۳ء، ۲۱ مئی ۱۹۳۳ء، ۲۱ اپریل ۱۹۳۳ء

۴۔اہل حدیث واہل سنت مولفہ مولانا غلام احمد اخگر مطبوعہ سناتن دھرم پریس امرت سر

۵۔شرح حدیث قرن الشیطان مولفہ مولانا غلام احمد اخگر مطبع الفقیہ

۶۔مرزائیت کا جنازہ مولفہ مولانا غلام احمد اخگر

۷۔عقیدہ ختم نبوت جلد ۱۳ مرتبہ مفتی محمد امین عطاری مطبوعہ ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ، کراچی

۸۔اخبار ارشاد (امرت سر) یکم ستمبر ۱۹۲۷ء مخزونہ بہاء الدین زکریا لائبریری، چھونبی، چکوال

۹۔مجموعۂ اشتہارات، جلد سوم مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ، ربوہ

۱۰۔قرآن کریم مع ترجمہ کنزالایمان سرچنگ سوفٹ وئیر (دعوت اسلامی)

۱۱۔الحکم مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۷ء

۱۲۔مثنوی مولوی ہند- حصہ دوم مصنفہ مولوی لعل محمد مطبوعہ مطبع مظفری، بمبئی

۱۳۔فیصلہ آسمانی مصنفہ سید ابواحمد رحمانی مطبوعہ دلّی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۳۳۵ھ

۱۴۔ماہ نامہ انوار الصوفیہ (لاہور)

۱۵۔تذکرہ اکابر اہل سنت مرتبہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ

۱۶۔مجلّہ تحقیق، لاہور جلد ۲ شمارہ اول (پنجاب یونیورسٹی لاہور)

۱۷۔حدائق الحنفیہ مرتبہ مولانا فقیر محمد جہلمی [مرتبہ خورشید احمد خان] مطبوعہ مکتبہ ربیعہ کراچی

۱۸۔اخبار نویسوں کے حالات مرتبہ مولوی محمد الدین کشمیری

۱۹۔آفتاب ہدایت مولفہ مولانا کرم الدین دبیر (جدید عکسی ایڈیشن)،النور پبلشنگ کمپنی،لاہور
۲۰۔تذکار بگویہ مولفہ ڈاکٹر انوار احمد بگوی جلد سوم مطبوعہ مرکزیہ مجلس حزب الانصار بھیرہ
۲۱۔تذکار بگویہ جلد اول مولفہ ڈاکٹر انوار بگوی مطبوعہ مرکزیہ مجلس حزب الانصار بھیرہ
۲۲۔تاریخ صحافت جلد اول مرتبہ امداد صابری مطبوعہ جدید پرنٹنگ پریس دہلی
۲۳۔ہندوستانی اخبار نویسی۔کمپنی کے عہد میں مولفہ محمد عتیق صدیقی مطبوعہ انڈس پبلی کیشنز،کراچی
۲۴۔تاریخ صحافت جلد دوم مرتبہ امداد صابری مطبوعہ مطبوعہ جدید پرنٹنگ پریس دہلی
۲۵۔فہرست اخبارات ہند (جدید ایڈیشن) مطبوعہ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور
۲۶۔تذکرہ مجاہدین ختم نبوت مرتبہ مولوی اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،کراچی
۲۷۔ماہ نامہ جام نور (دہلی) بابت فروری ۲۰۱۳
۲۸۔تاریخ لاہور از کنہیالال مطبوعہ مطبع وکٹوریا پریس لاہور
۲۹۔تذکرہ علماء اہل سنت لاہور مرتبہ پیرزادہ اقبال فاروقی مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور
۳۰۔حالات ثناء اللہ امرت سری از عبدالرشید عراقی مطبوعہ ندارد
۳۱۔جہان امیر ملت مرتبہ محمد صادق قصوری مطبوعہ مرکزی مجلس امیر ملت بُرج کلاں قصور
۳۲۔تذکرہ علماء پنجاب از اختر راہی مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور
۳۳۔تذکرہ فقیہ اعظم مولفہ ڈاکٹر مجیب احمد مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ،مرید کے شیخوپورہ پاکستان
۳۴۔سال نامہ معارف رضا (کراچی) شمارہ نمبر ۱۶:۱۹۹۶ء
۳۵۔ماہ نامہ جہان رضا (لاہور) بابت نومبر ۱۹۹۹ء
۳۶۔فوز المقال فی خلفاء پیر سیال از مولانا مرید احمد چشتی مطبوعہ انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی
۳۷۔تذکرہ مجاہدین ختم نبوت مرتبہ صادق علی زاہد مطبوعہ مکتبہ جمال کرم لاہور
۳۸۔سیف چشتیائی مولفہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی مطبوعہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف پاکستان
۳۹۔رسائل محدث قصوری مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری/محمد افروز قادری مطبوعہ اکبر بک سیلر،لاہور
۴۰۔سوانح خلیفۃ المسیح الاول از رضیہ درد مطبوعہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان
۴۱۔تذکرہ علماء اہل سنت از محمود قادری رفاقتی کانپوری مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد

۴۲۔شمس العلماء ازمحمد حنیف شاہد مطبوعہ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور

۴۳۔مفتی محمد صادق از ساجد محمود بٹ مطبوعہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

۴۴۔نواب محمد علی خان مصنفہ فخر الحق شمس مطبوعہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

۴۵۔انجمن نعمانیہ ماہ واری رسالہ بابت اگست ۱۹۲۸ء

۴۶۔مطلع انوار از مفتی رکن الدین مطبوعہ ندارد

۴۷۔فہرست اخبارات ہند مولفہ مولوی محبوب عالم مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور

۴۸۔صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور مرتبہ پیرزادہ اقبال فاروقی

۴۹۔امام احمد رضا اور علمائے لاہور از ڈاکٹر مجید اللہ قادری

۵۰۔پیسہ اخبار اور تحریک آزادی -توضیحی اشاریہ مرتبہ احمد سعید مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

۵۱۔مولوی عبدالکریم سیال کوٹی از احمد طاہر مرزا مطبوعہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

۵۲۔انوار آفتاب صداقت از قاضی فضل احمد لدھیانوی مطبوعہ ہند

۵۳۔یادرفتگان جلد اول مرتبہ انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور

۵۴۔بکھرے موتی از ڈاکٹر خورشید عالم ترین مطبوعہ اے اے آئی آئی قلم دان پورہ سری نگر کشمیر

۵۵۔اخبار اہل حدیث (امرت سر) بابت ۱۴ مارچ ۱۹۲۴ء، ۱۴ نومبر ۱۹۳۰ء

۵۶۔تاریخ اہل حدیث جلد اول مولفہ ڈاکٹر بہاء الدین مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

۵۷۔اخبار الفضل قادیان جلد اول شمارہ اول

۵۸۔اخبار البدر بابت ۶ فروری ۱۹۰۳ء

۵۹۔اخبار الحکم، قادیان

۶۰۔رحمۃ اللعالمین مولفہ مولانا حسن میاں پھلواری مطبوعہ اسلامیہ پریس امرت سر

۶۱۔سراج الاخبار (جہلم) مورخہ ۳ جنوری ۱۸۸۷ء، ۹ نومبر ۱۹۰۳ء، ۱۵ اگست ۱۹۰۴ء، یکم ستمبر ۱۸۹۰ء

۶۲۔ذکر مبارک -تالیف منیف در حالات مشائخ السادات مکان شریف مولفہ قائم الدین مخزونہ ذخیرہ کتب پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۶۳۔تذکرہ مشائخ نقش بندیہ -انوار لاثانی کامل

۶۴۔سہ ماہی رسالہ العلم، کراچی-مورخہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء
۶۵۔تذکرہ خانوادۂ قادریہ مولفہ عبدالعلیم قادری مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں (انڈیا)
۶۶۔تذکرۂ ماجد مولفہ شہید بغداد شیخ اسید الحق قادری بدایونی مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں
۶۷۔کلیات حسن مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری/محمد افروز قادری مطبوعہ اکبر بک سیلر، لاہور
۶۸۔رسائل حسن مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری/محمد افروز قادری مطبوعہ اکبر بک سیلر، لاہور
۶۹۔امیر ملت اوران کے خلفاء مولفہ محمد صادق قصوری مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ، اقبال روڈ، سیال کوٹ
۷۰۔تحریک پاکستان اور علمائے کرام مولفہ محمد صادق قصوری مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور
۷۱۔تحریک پاکستان اور مشائخ عظام مولفہ محمد صادق قصوری مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور
۷۲۔سلسلہ احمدیہ جلد اول مرتبہ مرزا بشیر احمد
۷۳۔شمیم جالندھر معروف بہ تذکرہ اولیاء جالندھر مولفہ علی اصغر چشتی صابری مطبوعہ مدرسہ تنویر الاسلام اندرون شاہ عالمی، لاہور
۷۴۔اردو صحافت، انیسویں صدی میں مولفہ ڈاکٹر طاہر مسعود مطبوعہ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور



مولف کی دیگر کاوشیں

مطبوعات:

۱۔رسائل حسن (برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی کے تمام نثری رسائل کا مجموعہ)

۲۔کلیات حسن (استاذ زمن مولانا حسن رضا کے تمام کلام کا مجموعہ)(اکبر بک سیلرز، لاہور- پاکستان و رضا اکیڈمی، ممبئ-انڈیا)

۳۔سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ (مولانا رحمٰن علی مولف تذکرہ علمائے ہند کے رسالہ 'تحفۂ مقبول در فضائل رسول' کی ترتیب وتخریج، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

۴۔محفل میلاد کیا اور کیوں؟ (مولانا عبدالسمیع رام پوری کے رسالہ ''دافع الاوہام فی محفل خیر الانام ﷺ'' کے رسالہ کی ترتیب وتخریج مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

۵۔وسائل بخشش (مولانا حسن رضا خان کی نایاب مثنوی کی ترتیب جدید) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت

۶۔رسائل محدث قصوری (مفتی غلام دستگیر قصوری ہاشمی کے دس رسائل کا مجموعہ) مطبوعہ اکبر بک سیلرز (لاہور)

۷۔ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد اول) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت (لاہور)

۸۔ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد دوم) مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور- پاکستان

۸۔محفل میلاد پر اعتراضات کے جوابات (پاک و ہند میں کثیر تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔)

زیر ترتیب:

۱۔رسائل محدث قصوری (جلد دوم وسوم)

۲۔ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد سوم)

۳۔شعائر اللہ باثبات شعائر رسول اللہ از مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری (ترتیب جدید)

۴۔اشاریہ اخبار اہل فقہ، امرتسر

۵۔اشاریہ اخبار الفقیہ، امرتسر

۶۔تذکرہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔تذکرہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مقالات:

۱۔مولانا حسن رضا خان بریلوی کی تصنیفی خدمات (مطبوعہ جام نور و ماہ نور، دہلی- ماہ نامہ سوئے حجاز، لاہور، سال نامہ معارف رضا (کراچی)

۲۔مفتی غلام دستگیر قصوری کی تصنیفی خدمات (ماہ نامہ جام نور (دہلی) و جہان رضا (لاہور)

۳۔قطب لاہور مولانا غلام قادر بھیروی کی تصنیفی خدمات (ماہ نامہ جام نور، دہلی)

۴۔مولانا اُسید الحق قادری-محقق رضویات (جام نور، عالم ربّانی نمبر، سہ ماہی مجلّہ بدایوں (کراچی)-شہید بغداد نمبر، ماہ نامہ معارف رضا (کراچی)

۵۔رد قادیانیت میں اولین ماہ وار رسالہ ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' (سال نامہ یادگار رضا (انڈیا) ۲۰۰۴ء)

۶۔سلطان المناظرین مولانا غلام احمد اخگر امرت سری (ماہ نام جام نور، دہلی)

۷۔فتنۂ مرزائیت اور ہفت روزہ اخبار الفقیہ، امرتسر (ماہ نام جام نور و ماہ نور، دہلی)

۸۔لکھنؤ کے دو ہادی (ماہ نامہ جام نور، دہلی)

۹۔تردید قادیانیت اور ہفت روزہ اخبار اہل فقہ، امرتسر (غیر مطبوعہ)

۱۰۔فروغ سُنّیت کے لیے کوشاں چند سُنّی ویب سائٹس کا تعارف (سہ ماہی السواد الاعظم، دہلی)

۱۱۔مولانا نبی بخش حلوائی نقش بندی علیہ الرحمۃ- حیات و خدمات

۱۲۔دبیر اہل سنت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ- حیات و خدمات

۱۳۔ریویو بر مقالہ ''نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس'' مصنفہ حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں مدظلہ العالی

